ناموَر عُلماء کے مثالی واقعات

مؤلف
مولانا ارسلان بن اختر میمن

اہل علم کے ۴۰۰ علمی واقعات

نامور علماء کے مثالی واقعات

مرتب

مولانا ارسلان بن اختر میمن

شعبہ تحقیق و تصنیف:

مکتبہ ارسلان

اردو بازار، کراچی۔

فون: 0333-2103655

مکتبہ ارسلان اردو بازار، کراچی۔
فون: 0333-2103655

نام کتاب .... نامور علماء کے مثالی واقعات

ترتیب و تزئین .... مولانا محمد ارسلان بن اختر میمن

اشاعت اوّل .... جنوری 2007ء

ملنے کا پتہ:

کراچی: کتب خانہ مظہری گلشن اقبال نمبر 2، کراچی۔ فون: 4992176 نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی۔
بیت القرآن اردو بازار، کراچی۔ صدیقی ٹرسٹ نزد لسبیلہ چوک۔ اقبال بک ڈپو (اقبال نعمانی صدر)۔
اسلامی کتب خانہ نزد بنوری ٹاؤن۔ دارالاشاعت اردو بازار، کراچی۔ علمی کتاب گھر اردو بازار، کراچی۔
لاہور: مکتبہ رحمانی غزنی اسٹریٹ اردو بازار، لاہور۔ ادارہ اسلامیات انارکلی بازار، لاہور۔
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار، لاہور۔
راولپنڈی: مکتبہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی۔

فہرست عنوانات

میں آپ کی زبان کا بوسہ لینا چاہتا ہوں

مشہور صاحب علم بزرگ حضرت سہل بن عبداللہ تستری ایک مرتبہ سنن ابو داؤد کے مولف ابو داؤد کی ملاقات کے لئے آئے...... امام موصوف نے بڑی تعظیم و کریم کے ساتھ حضرت سہل کو اپنی مسند پر بٹھایا...... جب وہ اطمینان سے بیٹھ گئے...... تو امام ابو داؤد سے فرمایا کہ میں ایک درخواست لایا ہوں ...... مگر جب تک آپ یہ وعدہ نہ فرمائیں گے...... کہ حتی الامکان میری درخواست ضرور شرف قبولت سے باریاب ہوگی...... اس وقت تک میں اپنی عرض نہیں پیش کروں گا۔

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے جب منظوری دے دی...... تو حضرت سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی لجاجت کے ساتھ یہ عرض کیا کہ آپ اپنی زبان جس سے میرے پیارے رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں بیان فرماتے ہیں باہر نکالیے...... تاکہ میں اس کو چوم لوں...... چنانچہ امام ابو داؤد نے اپنی زبان نکالی اور حضرت سہل نے نہایت گرم جوشی کے ساتھ...... امام ابو داؤد کی زبان کو چوم لیا۔ (ابن خلکان ج ۱ ص ۲۱۴)

امام الحدیث اسماعیل کو جب یہ خبر ملی کہ شیخ الحدیث محمد بن ایوب رازی کی وفات ہوگئی ہے...... تو انہوں نے رنج و غم سے گریہ وزاری...... اور جوش بیقراری میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے...... اور اپنے سر پر خاک ڈالنے لگے...... اور اس قدر زور زور سے چیخ چلا کر رونے لگے...... کہ تمام گھر والے ان کی آہ وزاری کو دیکھ کر حواس باختہ ہوگئے...... جب لوگوں نے ان سے رنج و غم کا سبب دریافت کیا...... تو انہوں نے روتے بلبلاتے ہوئے فرمایا:

> تم لوگ مجھ کو ہمیشہ سفر سے منع کرتے رہے آخر شیخ الحدیث محمد بن ایوب رازی وفات پاگئے ہائے! اب تم ہی بتاؤ کہ میں انہیں کہاں پاؤں گا؟ اور میں علم حدیث کس سے پڑھوں گا؟

گھر والوں نے ان کو تسلی و تشفی دے کر فوراً ہی ان کے تعلیمی سفر کا اہتمام کیا اور ان کے

ماموں کے ہمراہ شہر نساء میں ایک دوسرے شیخ وقت ابن سفیان محدث کی درسگاہ میں بھیج دیا تو انہیں سکون اور قرار نصیب ہوا اس وقت امام اسمٰعیل کی عمر سترہ برس کی تھی مگر اتنی عمر تک بھی گھر میں بیٹھے رہنا گوارا نہیں ہوا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۶۱)

چھوٹا عمامہ کیوں باندھا؟

مولانا یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ قاضی قسطنطنیہ نماز پڑھ کر مسجد سے نکلے تو دیکھا...... کہ دروازے پر وزیر اعظم کا چوبدار کھڑا ہے...... جو انہیں بلانے کے لئے آیا تھا...... اس وقت مولانا چھوٹا عمامہ باندھے ہوئے تھے...... اور چھوٹا عمامہ باندھ کر بارگاہ وزارت میں جانا بے ادبی شمار کیا جاتا تھا...... مگر اس عالم ربانی کے دل نے یہ گوارا نہ کیا...... کہ دربار خداوندی کی حاضری تو چھوٹا عمامہ باندھ کر دیں...... اور وزیر اعظم کی حاضری کے لئے بڑا عمامہ زیب سر کریں...... اسی چھوٹے عمامہ کے ساتھ وزیر اعظم سے ملنے چلے گئے۔

جب وہاں اعتراض ہوا تو صاف صاف کہہ دیا...... کہ رب العزت کے دربار کا ادب بندوں کے دربار سے زیادہ ہے...... میں نے یہی عمامہ باندھ کر خدا کے دربار میں حاضری دے دی ہے...... اس لئے میری ایمانی غیرت نے گوارا نہیں کیا...... کہ خدا کے دربار سے زیادہ بندوں کے دربار کا ادب کروں...... لہٰذا میں مسجد سے یہی عمامہ باندھ کر چلا آیا...... وزیر اعظم مولانا کی اس صاف گوئی سے بہت خوش ہوا...... یہاں تک کے حضور سلطانی میں اس نے مولانا کی اس ادا کو بیان کیا...... اور بادشاہ نے بھی اس کو پسند کیا۔ (شقائق نعمانیہ ص ۲۴۴)

دنیا کی کوئی شے انسان سے حسین نہیں

قرطبی نے سورہ التین کی بحث میں لکھا ہے...... کہ خلیفہ ابو جعفر منصور کے دربار کا چہیتا رئیس...... عیسیٰ بن موسیٰ ہاشمی اپنی بیوی سے بہت محبت رکھتا تھا...... چاندنی رات تھی اپنی محبوب

بیوی سے دل لگی کی بات کہہ رہا تھا...... چاند کی چاندنی اور اپنی بیوی کے حسن و جمال کے دو مختلف مناظر اس کے سامنے تھے...... بے چارہ وفور محبت میں اپنی بیوی کو مخاطب کر کے بے اختیار بول اٹھا:-

انت طالق ثلاثا ان لم تکونی احسن من القمر

تجھ پر تین طلاقیں اگر تو چاند سے خوبصورت نہ ہو۔

عیسیٰ بن موسیٰ کا یہ کہنا تھا کہ بیوی اٹھ کر پردہ میں چلی گئی...... کہ شوہر یعنی عیسیٰ نے مجھے طلاق دے دی بات تو ہنسی اور دل لگی کی تھی...... مگر طلاق کا یہی حکم ہے کہ کسی بھی طرح طلاق کا صریح لفظ بیوی کو کہہ دیا جائے...... تو طلاق ہو جاتی ہے خواہ ہنسی اور دل لگی ہی میں کہا جائے۔

بے چارے عیسیٰ نے ساری رات...... بڑی بے چینی اور رنج وغم میں گزار دی...... اور صبح کو خلیفہ وقت...... ابو جعفر منصور کے دربار میں حاضر ہوئے...... اور اپنا قصہ سنایا اور اپنی بے پناہ پریشانی کا اظہار کیا۔

منصور نے شہر کے فقہا اور اہل فتویٰ کو جمع کر کے سوال کیا...... تو سب نے جواب دیا کہ طلاق ہو گئی...... کیونکہ چاند سے زیادہ حسین ہونے کا...... کسی انسان کے لئے امکان ہی نہیں...... مگر ایک عالم جو امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں سے تھے...... خاموش بیٹھے رہے اور دیگر فقہا سے موافقت نہ کی...... منصور نے پوچھا حضرت! آپ کیوں خاموش بیٹھے ہیں۔

تب یہ بولے اور جواب میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر سورہ تین کی تلاوت کی اور فرمایا اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کا حسن تقویم میں ہونا بیان فرمایا ہے۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم.

ہم نے انسان کو بہت ہی خوبصورت سانچہ میں پیدا کیا ہے۔

خالق حقیقی کی نظر میں اور قرآن کی روح سے دنیا کی کوئی شے بھی انسان سے زیادہ حسین نہیں۔ یہ سن کر سب علماء حاضرین حیرت میں رہ گئے اور کوئی مخالفت نہیں کی خلیفہ منصور نے انہی کے فتویٰ پر عمل کیا اور فتویٰ دے دیا کہ کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

قلم کے بادشاہ کا شاہی عطیہ لینے سے انکار

امام العلوم حافظ محمد بن جریر طبری...... جن کی تصنیفات الکتاب الکبیر کتاب التفسیر کتاب تہذیب الاثار...... وغیرہ کی تمام دنیا میں مثال نہیں ملتی ...... علوم وفنون کی سلطانی کے ساتھ ساتھ...... خداوند عالم نے ان کو ملک وقناعت کی بادشاہی بھی عطا فرمائی تھی...... خلیفہ بغداد مکتفی باللہ نے ان سے ایک کتاب...... یعنی کتاب الوقف لکھنے کی فرمائش کی...... چنانچہ آپ نے کتاب تصنیف کر دی...... خلیفہ کتاب پڑھ کر خوش ہو گیا اور ایک بہت ہی گراں قدر انعام پیش کیا......

مگر آپ نے قبول کرنے سے انکار فرما دیا...... جب خلیفہ نے بہت زیادہ اصرار کیا کہ میں آپ کی کوئی نہ کوئی...... حاجت تو پوری کروں گا...... تو آپ نے فرمایا کہ میری حاجت یہ ہے کہ آپ بھیک مانگنے والوں کو...... جمعے کے دن بھیک مانگنے سے...... شاہی فرمان کے ذریعے ممانعت کر دیں...... اسی طرح بادشاہ کے وزیر نے...... علم فقہ میں ایک کتاب تصنیف کرنے کی آپ سے فرمائش کی...... تو آپ نے کتاب لکھ دی...... وزیر نے خوش ہو کر ایک ہزار اشرفی انعام پیش کیا...... تو آپ نے صاف انکار فرما دیا۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ اور حاسدین

حضرت مولف رحمۃ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ مجھ سے بعض حنفی علماء نے بیان کیا ہے...... کہ ایک بار ابو حنیفہ کے حساد نے چاہا...... کہ ان کی بات کو بٹہ اور شہرت کو دھبہ لگائیں...... اس ارادے سے ایک عورت کو کچھ دے دلا کر اس کام پر آمادہ کیا...... کہ ابو حنیفہ کو رات کے وقت اپنے گھر بلائے...... اور لوگوں پر ظاہر کرے...... کہ انہوں نے میری آبروریزی کا ارادہ کیا تھا...... چنانچہ پچھلی رات کو جب وہ نماز صبح کے ارادہ سے جامع مسجد میں جا رہے تھے...... ان کے

سامنے آکھڑی ہوئی...... اور کہنے لگی کہ میرا خاوند بیمار پڑا ہے...... اور وہ چاہتا ہے کہ کچھ وصیت کرے...... اور مجھے ڈر ہے کہ وصیت سے پہلے اس کا انتقال نہ ہو جائے...... ذرا آپ میرے ساتھ چلے چلئے۔

چنانچہ وہ اس کے ہمراہ اس کے گھر میں داخل ہوئے...... اس نے کواڑ بند کر لئے اور چلانے لگی...... حساد جو تاک میں تھے...... آپہنچے اور امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو اور عورت کو گرفتار کر کے خلیفہ کے پاس لے گئے...... خلیفہ نے حکم دیا کہ طلوع آفتاب تک ان دونوں کو قید خانے میں رکھو......

امام صاحب قید خانے میں نماز پڑھنے لگے...... وہ عورت نادم ہوئی...... اور لوگوں نے جو کچھ اسے سکھایا پڑھایا تھا...... ان سے بیان کر دیا......

امام صاحب نے اس سے کہا:

داروغہ جیل سے تو کہہ کہ مجھے ایک ضرورت درپیش ہے...... میں جاتی ہوں اور ابھی لوٹ آؤں گی...... یہ کہہ کر امام حماد یعنی میری بیوی کے پاس جا...... اور سارا ماجرا بیان کر کے کہہ دے...... وہ میرے پاس اسی وقت چلیں آئیں...... اور تو اپنا راستہ لے۔

اس عورت نے ایسا ہی کیا...... اور امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیوی آگئی...... جب آفتاب نکلا تو خلیفہ نے امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور عورت کو طلب کیا...... اور امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا: کیا تمھیں اجنبیہ کے ساتھ خلوت میں رہنا جائز تھا......؟ ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا:

فلاں شخص کو میرے پاس بلا دیجئے یعنی اپنے خسر کو بلا بھیجا...... جب وہ آئے...... تو آپ نے اپنی بیوی کا منہ کھول کر انہیں دکھلا دیا...... اور پوچھا کہ یہ کون ہے؟ انہوں نے اپنی بیٹی کو دیکھ کر پہچان لیا...... اور کہنے لگے یہ میری بیٹی ہے...... میں نے امام صاحب کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا ہے...... پس اس طرح اللہ نے ان کی بات کو اونچا کیا...... اور ان کی آبرو رکھ لی۔

امام طبری رحمہ اللہ تعالیٰ کے روزانہ لکھنے کی رفتار

محمد بن جری طبری بہت زیادہ لکھتے تھے...... چالیس برس تک روزانہ چالیس ورق لکھتے رہے...... آپ کے شاگرد ابو محمد فرغانی کا بیان ہے...... کہ محمد بن جری طبری کے وقت بلوغت سے ان کی وفات تک کی تصنیفات کا حساب لگایا گیا...... تو روزانہ چودا ورق کا حساب پڑتا تھا...... شوال سن ۳۱۰ھ میں یہ فضل وکمال کا آفتاب غروب ہو گیا اور اپنے گھر کے اندر ہی دفن ہوئے دفن کے بعد کئی ماہ تک آپ کی قبر پر خلق وخدا نماز جنازہ پڑھتی رہی۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۵۴)

تین دن کا بھوکا طالب علم اور اللہ کا غیبی رزق

طلب علم کے راستے میں...... ہمارے اکابرین کو مجاہدے بھی کرنے پڑے...... اسو وقت کی مشقتیں اٹھانی پڑیں...... یہ ہرگز نہیں تھا کہ ان کو سہولتیں میسر تھیں...... مثال کے طوز پر سفیان ثوری...... رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ پڑھنے کے لئے...... ایک محدث کی خدمت میں پہنچے...... فرماتے ہیں کہ ہم تینوں کے پاس گزراوقات کے لئے ستو وغیرہ تھے...... ہم اسی کو تھوڑا تھوڑا کر کے استعمال کرتے رہے...... ہمارے سبق کے مکمل ہونے میں ابھی تین دن باقی تھے...... کہ ہمارے پاس کھانے کی چیزیں ختم ہو گئیں......

ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ بھئی! دو آدمی تو استاد کا درس سننے کے لئے جایا کریں...... اور تیسرا مزدوری وغیرہ کر کے کھانے کا بندوبست کرے...... تا کہ بقیہ دنوں کے لئے کھانے کا کچھ انتظام ہو جائے...... ایک ایک دن سب کو کام کرنا پڑے گا...... اور یوں تین دن گزر جائیں گے......

فرماتے ہیں کہ باقی دو تو درس سننے کے لئے چلے گئے...... اور جس آدمی نے پہلے دن مزدوری کرنی تھی...... وہ مسجد میں چلا گیا...... سوچنے لگا کہ مجھے مخلوق کی مزدوری کرنے سے کیا

ملے گا...... کیوں نہ اپنے مالک کی مزدوری کرلوں...... بلواسطہ لینے کے بجائے بلاواسطہ کیوں نہ حاصل کروں......

چنانچہ انہوں نے نفلیں پڑھنی شروع کر دی...... وہ نفلیں پڑھتے رہے...... اور دعائیں مانگتے رہے...... وہ سارا دن مسجد میں گزار کر شام کو واپس آگئے...... باقی دوستوں نے پوچھا بتاؤ بھئی کچھ انتظام ہوا......؟ کہنے لگے: جناب! میں نے سارا دن ایک ایسے مالک کی مزدوری کی ہے...... جو پورا پورا حساب چکا تا ہے...... اس لئے وہ دے دے گا......

وہ مطمئن ہو گئے...... دوسرے دن دوسرے کی باری تھی...... اپنی سوچ کے تحت انہوں نے بھی یہی راستہ اپنایا...... وہ بھی مسجد میں سارا دن اللہ کی عبادت کرتے رہے...... اور اللہ رب العزت سے دعا مانگتے رہے......

شام کو دوستوں نے پوچھا: سنائیں کوئی انتظام ہوا......؟ کہنے لگے کہ میں نے ایک ایسے مالک کی مزدوری کی ہے...... جو کسی کا قرض نہیں رہنے دیتا...... بلکہ پورا پورا ادا کر دیتا ہے...... اور اس کا وعدہ ہے کہ تمھیں تمھارا اجر مل کے رہے گا...... تیسرے دن تیسرے نے بھی یہی عمل کیا......

اللہ کی شان کے تیسرے دن کے بعد حاکم وقت رات کو سویا ہوا تھا...... اس نے خواب میں ایک بڑی بلا دیکھی...... اور اس بلا نے اپنا پنجہ اسے مارنے کے لئے اٹھایا...... اور کہا سفیان ثوری رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَىٰ اور اس کے ساتھیوں کا خیال کرو۔

یہ منظر دیکھتے ہی اس کی آنکھ کھل گئی...... اس نے ہر طرف کارندے دوڑا دیے...... اور کہا کہ پتہ کرو کے سفیان کون ہے......؟ اس نے ہر ایک کو درہم و دینار سے بھری تھیلیاں بھی دے دی...... اور کہا کہ یہ تو اسی وقت ان کو دے دینا...... اور بعد میں جب مجھے اطلاع کرو گے...... تو میں خزانوں کے منہ کھول دوں گا...... ادھر تعلیم کا دن مکمل ہوا...... اور ادھر پولیس تلاش کرتے کرتے مسجد میں پہنچی...... پولیس والوں نے پوچھا: جی یہاں سفیان نامی کوئی بندہ ہے......؟ انہوں نے کہا کہ وقت کے حاکم کو یہ خواب آیا ہے...... اور اس نے ہمیں بھیجا ہے......

سفیان ثوری رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَىٰ اور ان کے ساتھیوں نے آپس میں مشورہ کیا...... کہ اب دو

دروازے ہیں ایک مالک کا دروازہ......اور ایک حاکم وقت کا دروازہ......ہم نے جو علم پڑھا ہے......اس میں تو یہی سیکھا ہے......کہ ہم نے مالک سے لینا ہے......لہٰذا ہماری علمی غیرت گوارا نہیں کرتی کہ ہم چل کر حاکم وقت کے دروازے کے پاس جائیں......اللہ اکبر......!!!!!

تین دن کے بھوکے تھے......مگر حاکم وقت کے پاس جانا گوارا ہی نہ کیا......بلکہ اسی حالت میں انہوں نے واپس اپنے وطن کا سفر مکمل کیا......یہ وہ طلباء تھے......جن کی نظر اللہ رب العزت کی ذات پر رہتی تھی......اور وہ اس علم کو حاصل کرنے کے لئے مشقتیں برداشت کیا کرتے تھے......پھر اللہ رب العزت کی طرف سے ان کے لئے مدد و نصرت بھی آتی تھی۔

قرآن سے علم طب کے انکشافات

خلیفہ بغداد ہارون رشید کے درباری حکیموں میں ایک نصرانی طبیب بھی تھا......جو بادشاہ کا بہت ہی موتمد اور منہ چڑھا تھا......ایک دن اس نے بر سر دربار......ایک جید عالم علی بن حسین بن واقد سے یہ کہا......تمھاری کتاب قرآن شریف میں علم طب کا کہیں کوئی ذکر نہیں......؟ حالانکہ علوم میں سب سے زیادہ ممتاز اور بلند مرتبہ دو ہی علم ہیں......ایک ہے......**علم الدینا ن اور دوسرے علم الابدان**......

علی بن حسین نے اس کے جواب میں برجستہ فرمایا......تمھیں کیا خبر؟ کہ پورا علم طب خداوند قدوس نے......قرآن مجید کی صرف آدھی آیت میں جمع فرما دیا ہے......نصرانی طبیب نے حیران ہو کر پوچھا کہ بتایئے......وہ کون سی آیت ہے؟ علی بن حسین نے فرمایا۔

کلوا واشرابو اولاتسرفوا

یعنی کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو

یہ سن کر نصرانی طبیب حقا بقا ہو گیا......پھر کہنے لگا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ پیغمبر اسلام نے بھی اصول طب کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایا ہے......؟ علی بن حسین نے فرمایا کہ ہمارے پیغمبر اسلام نے تو بہت کچھ ارشاد فرمایا ہے......مگر تم اس وقت صرف ایک حدیث سن لو

المعدة بیت الداء والحمیه راس کل دواء وعودوا کل جسم ما اعتاد

یعنی معدہ تمام امراض کی کوٹھڑی ہے اور پرہیز تمام دواؤں کا سردار ہے اور ہر جسم سے وہی کام لو جس کا وہ عادی ہے۔

یہ سن کر نصرانی طبیب فرط حیرت سے علی بن حسین کا منہ تکنے لگا اور یہ کہا کہ

ماترک کتاب کم وانبی کم اجالینوس طبا ......

"یعنی تمہاری کتاب اور تمہارے نبی ﷺ نے تو جعلی نواس کے لئے کوئی طب چھوڑی ہی نہیں۔ (روح البیان ج ۲ ص ۱۵۵)

قرآن مجید تمام علوم کا جامع ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے:

جمیع العلم فی القرآن لکن تقاصر عنه افهالم الرجال :

"یعنی قرآن مجید میں تمام علوم موجود ہیں...... یہ اور بات ہے کہ ان کے سمجھنے سے لوگوں کی عقلیں قاصر ہیں۔"

اور نبی کریم ﷺ کا یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ جب بھی کفار نے اس قسم کے سوالات کئے تو اللہ تعالیٰ علمائے حق کو قرآن مجید سے ایسے جوابات کا الہام فرماتا ہے کہ قرآن کا بول بالا اور کفار کا منہ کالا ہو جاتا ہے۔

زمزم کے کنویں میں دودھ اور شہد نکل آیا

امام احمد بن حنبل کے استاد شیخ الاسلام ابو بکر بن عیاش بڑی جلالت شان والے محدث اور عالم باعمل تھے...... چالیس برس تک زمین سے پیٹھ نہیں لگائی...... بڑے عبادت گزار اور زاہد شب زندہ دار تھے...... اپنے مکان کے صرف ایک کونے میں اٹھارہ ہزار ختم قرآن شریف کیا...... ان کی مشہور کرامت یہ ہے کہ انہوں نے زمزم شریف کے کنویں میں...... ایک مرتبہ ڈول ڈال کر ایک ڈول بھر کر دودھ نکالا...... اور ایک مرتبہ ڈول بھر کر شہد نکالا...... خلیفہ ہارون رشید کو آپ نصیحت فرماتے رہتے تھے...... وہ آپ کا بہت زیادہ معتقد بھی تھا...... چنانچہ ایک

مرتبہ اس نے چھ ہزار دینار آپ کی خدمت میں نذرانہ بھی پیش کیا تھا...... سن ۱۹۳ھ ۹۶ برس کی عمر پا کر وصال فرمایا۔

بڑے بول کا انجام

حضرت قتادہ بن دعامہ مادرزات نابینہ تھے...... مگر آپ کا سینہ علوم اسلامیہ کا خزینہ تھا نہایت ہی بلند پایہ عالم اور جامع علوم علامہ تھے...... بالخصوص علم حدیث اور تفسیر میں تو اپنا مثل نہیں رکھتے تھے...... ایک مرتبہ یہ کوفہ تشریف لائے...... تو ان کی زیارت کے لئے عوام وخواص کا عظیم مجمع جمع ہو گیا...... آپ نے اس عظیم وشان مجمع کو خطاب کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا:

......سلوا عماشئتم...... یعنی مجھ سے جو چاہو پوچھ لو۔

حاضرین پر آپ کی علمی جلالت کا ایسا سکہ بیٹھا ہوا تھا...... اور لوگ آپ کی عظمت سے اس قدر مرعوب تھے...... کہ سب دم بخود ساکت وخاموش بیٹھے رہے...... مگر جب آپ نے بار بار للکارا تو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ جو ابھی کم سن تھے...... خود تو کمال ادب سے کچھ عرض نہ کر سکے...... مگر لوگوں سے کہا کہ آپ لوگ ان سے یہ پوچھئے...... کہ وادی نمل میں جس چیونٹی کی تقریر سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام مسکرا کر ہنس پڑے تھے...... وہ چیونٹی نر تھی یا مادہ؟

چنانچہ جب لوگوں نے یہ سوال کیا...... تو حضرت قتادہ ایسے سٹ پٹائے کہ بالکل لاجواب ہو کر خاموش ہو گئے...... پھر لوگوں نے حضرت امام ابو حنیفہ سے دریافت کیا...... تو آپ نیت فرمایا کہ وہ چیونٹی مادہ تھی...... حضرت قتادہ نے فرمایا کہ اس کا ثبوت......؟

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا:

اس کا ثبوت یہ ہے کہ قرآن مجید میں اس چیونٹی کے لئے (وقلت نملہ) مونث کا صیغہ ذکر کیا گیا ہے اگر یہ چیونٹی نر ہوتی تو وقال نملہ مذکر کا صیغہ ذکر کیا گیا ہوتا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دلیل کو تسلیم کر لیا اور حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دانائی اور قرآن فہمی پر حیران رہ گئے اور اپنے بڑے بول پر نادم ہوئے۔ (روح البیان ج ۶ ص ۳۳۳)

سفید نجومی گدھا

نصیر الدین طوسی جو عام طور پر محقق طوسی کے نام سے مشہور ہیں......اور منطق وفلسفہ میں مسلم الثبوت علامہ شمار کئے جاتے ہیں...... ایک مرتبہ یہ کسی عالم ربانی کی زیارت کے لئے گئے...... حاضرین مجلس نے ان کا بڑا احترام کیا......اور لوگوں نے عالم ربانی سے ان کا تعارف اس طرح کرایا...... کہ یہ اس وقت سب سے زیادہ باکمال اور صاحب علم ہیں...... عالم ربانی نے دریافت فرمایا...... کہ سب سے زیادہ ان کو کس علم میں کمال حاصل ہے؟

لوگوں نے کہا علم نجوم میں...... یہ سنتے ہی عالم ربانی کو بڑی کوفت ہوئی......اور انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میرا خیال ہے...... کہ سفید گدھا ان سے زیادہ علم نجوم کا ماہر ہوتا ہے...... عالم ربانی کی اس گفتگو سے انتہائی برہم ہو کر نصیر الدین طوسی اٹھ کھڑے ہوئے......اور اپنے گھر کو روانہ ہو گئے...... اتفاق سے اس سفر میں ایک گدھے والے کے مکان پر...... رات بسر کرنی پڑی۔

نصیر الدین طوسی نے مکان کے باہر صحن میں اپنا بستر جمایا...... تو ایک دم گدھے والا کہنے لگا...... کہ آپ مکان کے اندر بستر لگائیں...... کیونکہ عنقریب بڑی خوفناک بارش ہونے والی ہے......اور سیلاب کا خطرہ ہے...... طوسی نے کہا کہ تجھے یہ کیسے معلوم ہوا...... کہ بارش ہونے والی ہے......؟ گدھے والے نے یہ جواب دیا:

صاحب! میرا یہ سفید گدھا...... جس رات تین مرتبہ اپنی دم آسمان کی طرف اٹھا دیتا ہے تو رات بھر بارش نہیں ہوتی......اور جب یہ اپنی دم زمین کی طرف جھکا کر ہلاتا ہے...... تو میرا برسوں کا تجربہ ہے کہ اس رات ضرور زوردار بارش ہوتی ہے...... چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ہی شدید بارش شروع ہو گئی......اور سیلاب آ گیا اب نصیر الدین طوسی کو خیال آیا کہ واقعی عالم ربانی نے سچ فرمایا تھا گدھا نصیر الدین طوسی سے زیادہ علم نجوم جانتا ہے۔

(روح البیان ج ا ص ۱۹۰)

مولانا ابوالکلام آزاد کا ایک نادر واقعہ

گکرھوا بازار ضلع بستی کے ایک جلسہ منعقدہ مارچ ۱۹۵۰ء کے واپسی میں مولانا ابو الوفا شاہجہان پوری نے جناب مولانا ابوالکلام آزاد کا ایک واقعہ سنایا:

میں جب شملہ میں مولانا آزاد سے...... قادیانیوں کے سلسلے میں ملاقات کو گیا...... تو مولانا آزاد دوپہر کے خواب والے لباس...... میں فورا برآمد ہوئے...... اور مجھے اپنی دو منزلہ کمرہ میں لے گئے...... اور اس وقت یہ قصہ سنایا...... کہ ابھی ابھی مجھ سے گاندھی جی ملنے آئے تھے...... تو میں نے ان کو واپس کر دیا...... کیونکہ ہمارے اور گاندھی جی کے درمیان ملاقات کا جو وقت مقرر تھا...... اس کے خلاف چار منٹ وہ دیر کر کے آئے...... تو میں نے ان کو جواب دیا کہ اب میرے پاس وقت نہیں ہے...... پھر کہا کہ مولانا میں دنیا کے کسی رئیس یا صدر کو کوئی جگہ نہیں دیتا ہوں...... لیکن اہل علم کا تو میں خادم ہوں۔

محدث جلیل حضرت سفیان بن عنیہ فرماتے ہیں:

ارفع الناس منزلته من كان بين الله وبين عباده وهم الانبياء والعلماء.

(صفتہ الصفوۃ ج۲ ص۱۳۱)

یعنی جو لوگ اللہ اور انسان کے درمیان سفارت کا کام کریں وہ سب سے بڑے مرتبہ کے لوگ ہیں اور یہ انبیاء وعلماء ہیں۔

آگ آگ کو کیسے جلا سکتی ہے؟

ایک شخص جو اپنے آپ کو بڑا فلسفی اور دانشور سمجھتا تھا...... امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے بحث و مباحثہ کرنے لگا...... کہنے لگا: امام صاحب! اگر شیطان کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے پیدا کیا ہے...... تو پھر جب اسے آگ میں ڈالیں گے...... تو اسے کیسے تکلیف ہوگی......؟ جب کے

کا عنصر ہی آگ سے ہے......؟

امام شافعی مسکرائے زمین کی طرف دیکھا...... وہاں ایک خشک مٹی کا ڈھیلا نظر آیا...... وہ اٹھا کر اس شخص کو دے مارا...... اس شخص کے چہرے پر غیظ وغضب کی علامت ظاہر ہوئی...... امام شافعی نے نہایت اطمینان اور پیار سے کہا:

لگتا ہے تمھیں میرا ڈھیلا مارنے سے تکلیف ہوئی ہے۔

اس نے غصے سے کہا: کیوں نہیں آپ نے مجھے تکلیف دی ہے...... امام شافعی نے فرمایا: کیسے ممکن ہے کہ تم مٹی سے بنے ہوئے ہو...... اور تمھیں مٹی سے تکلیف ہو......؟ اس نام نہاد عقلمند کو جواب مل چکا تھا...... بحث اور جھگڑا ختم ہو گیا...... اس کو معلوم ہو گیا کہ شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے...... اور اسے اللہ تعالیٰ آگ ہی سے عذاب دیں گے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ اور حصول علم

شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تحصیل علم میں مشغولیت کی بنا پر...... کھانا کبھی وقت پر نہیں کھایا اور نیند بھر کر نہیں سویا...... میں جاڑے کی ٹھنڈی ہوا...... اور گرمی کے جھلسا دینے والے جھونکوں میں...... ہر روز دربار دہلوی کے مدرسہ میں جاتا تھا...... جو ہمارے مکانوں سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر ہوگا...... دوپہر کو تھوڑی دیر گھر ٹھہر کر چند لقمے کھا لیتا......

میرے والدین ہر چند کہتے کہ تھوڑی دیر کے لئے محلے کے لڑکوں کے ساتھ کھیل لو...... اور وقت پر سو جاؤ میں کہتا تھا...... آخر کھلنے سے مقصد دل کا خوش کرنا ہی تو ہے...... میری طبیعت اس سے خوش ہوتی ہے...... کہ کچھ پڑھوں یا لکھوں...... عام طور پر ماں باپ بچوں کا پڑھنے اور مکتب جانے کی تاکید اور تنبیہ کیا کرتے ہیں...... لیکن اس کے برعکس مجھے کھیل کود کی ترغیب دیتے تھے...... کبھی مطالعہ کے دوران ایسا بھی ہوا ہے کہ آدھی رات گزر گئی ہے......

میرے والد نے مجھ سے فریاد کی ہے کہ بابا کیا کرتے ہو......؟ میں سنتے ہی فوراً لیٹ

جاتا کہ جھوٹ واقع نہ ہو......اور کہتا کہ میں سوتا ہوں......آپ کیا فرماتے ہیں؟ جب وہ مطمئن ہو جاتے تو پھر اٹھ بیٹھتا......اور مشغول ہو جاتا اور زیادہ تعجب کی بات ہے......کہ باوجود مطالعہ تذکرہ و بحث کی تکرار میں بیشتر وقت......منہمک رہنے کے جو کتاب پڑھتا تھا......بلکہ ان کے علاوہ شروح وحواسی بھی جو نظر سے گزرتے تھے......ان کے لئے بھی لکھنے کی مشق کو ضروریات وقت سے شمار کرتا تھا......رات کا زیادہ حصہ اور تھوڑا حصہ دن کے مطالعہ میں گزرتا تھا......اور تھوڑا حصہ رات کا اور تھوڑا حصہ دن کا لکھنے میں صرف ہوتا تھا۔

اس کے بعد قرآن مجید کے حفظ کرنے کی توفیق......اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی......اور میں نے ایک سال اور کچھ دنوں میں......اس نعمت کو حاصل کیا......اگر اس قدر ذوق وشوق کا اظہار ریاضت اور طلب مولیٰ میں ہوتا......تو کیا کیا حاصل کر لیتا۔

حضرت امام ابوحنیفہ کے حالات زندگی میں لکھا ہے......کہ امام ابو یوسف کو ان کی والدہ نے کسب معاش کے لئے بھیجا......یہ حصول رزق کے لئے مختلف کام کرتے رہے......والدہ کا مشورہ یہ تھا کہ اگر کپڑے دھونے کا فن سیکھ لیں......تو کچھ گزر اوقات کے لئے بندوست ہو جائے گا......ایک مرتبہ امام ابو یوسف حضرت امام ابوحنیفہ کی درس میں شریک ہوئے......تو انہیں علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا......والدہ صاحبہ کی طرف سے اصرار تھا......کہ محنت مزدوری کر کے پیسہ کمائیں......اور ان کا دل چاہتا تھا......کہ علم حاصل کر کے عالم بنوں......انہوں نے سارا حال امام ابوحنیفہ کے گوش گزار کر دیا......

امام صاحب نے شاگرد رشید میں سعادت کے آثار دیکھے......تو فرمایا کہ آپ درس میں باقاعدگی سے آتے رہیں......ہم آپ کو کچھ ماہانہ وظیفہ دے دیا کریں گے......وہ آپ اپنی والدہ کو دے دیا کریں...... چنانچہ امام ابو یوسف سارا مہینہ امام صاحب کی مجلس درس میں شریک رہتے......اور امام صاحب اپنی گرہ سے کچھ وظیفہ کے طور پر پیسے دے دیتے......جو امام ابو یوسف اپنی والدہ کے سپرد کر دیتے......کافی عرصہ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا......

ایک دن امام یوسف کی والدہ کو پتہ چلا کہ بیٹا محنت مزدوری کے بجائے...... تحصیل علم میں مشغول ہے......تو وہ برافروختہ ہوئیں بیٹے کو سمجھایا کہ تمھارے والد فوت ہو گئے ہیں......

گھر میں کوئی دوسرا مرد نہیں جو کما سکے......لہٰذا اگر تم کوئی کام کاج کرتے تو اچھا ہوتا......بہتر تھا کہ کوئی فن سیکھ لیتے......

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب ماجرا امام صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا......امام صاحب نے فرمایا کہ اپنی والدہ سے کہنا کہ کسی وقت آ کر میری بات سنیں...... چنانچہ امام صاحب اپنی والدہ کو لے کر حاضر خدمت ہوئے...... والدہ نے امام صاحب کی خدمت میں وہی صورت حال پیش کی......جو آپ پہلے سن چکے تھے......

آپ نے ارشاد فرمایا:

میں آپ کے بیٹے کو ایک فن سکھا رہا ہوں......کہ جس سے یہ پستے کا بنا ہوا فالودہ کھایا کرے گا......

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کی والدہ سمجھیں کہ شاید امام صاحب خوش طبعی فرما رہے ہیں ......تاہم خاموش ہو گئیں......کیونکہ گھر کا خرچ تو وظیفہ کی وجہ سے چل رہا تھا۔

جب امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے تکمیل علم سے فراغت حاصل کر لی اور ابو یوسف امام بن گئے......تو ان کے علم کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا......حکومت وقت نے امام اعظم ابو حنیفہ کو قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا......تو انہوں نے علمی مشغولیت کی وجہ سے معذرت کر دی ......البتہ امام ابو یوسف کو فرمایا کہ وہ یہ عہدہ قبول کر لیں...... امام ابو یوسف وقت کے چیف جسٹس قاضی القضاۃ بن گئے...... پورے ملک میں ان کی مقبولیت عام ہو گئی......حکومت وقت نے یہ ذمہ لیا کہ کام کے دوران کھانے کا بندوبست حکومت کی طرف سے ہو گا......ایک مرتبہ خلیفہ وقت ان کو ملنے کے لئے آیا......اور اپنے ہمراہ پیالے میں فالودہ لایا......جب امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کو پیش کیا تو کہا:

حضرت یہ قبول فرمائیں...... یہ وہ نعمت ہے...... جو ہم کو کبھی کبھی ملتی ہے......مگر آپ کو روزانہ ملا کرے گی......آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ خلیفہ نے کہا یہ پستے کا بنا ہوا فالودہ ہے...... امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ حیران ہوئے کہ استاد مکرم کی زبان سے نکلی ہوئی بات من و عن پوری ہو گئی۔

امام مالک کا عشق رسول ﷺ

اللہ رب العزت نے امام مالک کو عشق نبوی ﷺ میں کمال عطا فرمایا تھا...... مدینہ طیبہ میں چلتے تھے تو جوتے نہیں پہنتے تھے...... حتیٰ کہ گھوڑے پر سوار نہیں ہوتے تھے...... اور فرماتے تھے کہ مالک کو یہ بات زیب نہیں دیتی...... کہ وہ اس جگہ کو اپنے گھوڑوں کے سموں سے پامال کرے...... جس جگہ پر میرے محبوب ﷺ چلتے رہے ہوں...... جب راستہ پر چلتے تو راستہ کے کنارہ پر چلتے تھے...... کہ میرے محبوب ﷺ کے قدم حرمین شریفین پر میرے قدم نہ پڑ جائیں...... اور مالک کہیں بے ادبی کا مرتکب نہ ہو جائے...... پوری زندگی مدینہ طیبہ میں گزاری...... لیکن صرف ایک دفعہ حج کیا...... کیوں؟ اس لئے کہ کہیں دیار محبوب سے باہر موت واقع نہ ہو جائے۔

اخلاص کا سمندر! امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ

محمد بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ ایک عبداللہ بن مبارک نے...... طرطوس سے شام کا سفر کیا تو راستے میں رقہ کی سرائے میں قیام فرمایا...... وہاں آپ کی ملاقات ایک جوان سے ہوئی...... جس کی نیکی اور پرہیزگاری آپ کو پسند آئی...... چنانچہ آپ نے معمول بنالیا کہ جب بھی اس سرائے میں قیام پزیر ہوتے...... تو اس نوجوان سے ملاقات کرتے......

ایک مرتبہ آپ رقہ میں قیام پزیر ہوئے...... تو نوجوان کو غیر حاضر پایا...... جب لوگوں سے پوچھ گچھ کی تو پتہ چلا کہ وہ کسی وجہ سے دس ہزار درہم کا مقروض ہو گیا تھا...... اور قرض خواہوں نے مل کر اس کو جیل بھجوادیا...... آپ کو بہت افسوس ہوا...... آپ نے قرض خواہوں کو بلوایا اور دس ہزار روپے اپنی گرہ سے ادا کر دیے...... اور یہ وعدہ لیا کہ وہ نوجوان کو نہیں بتائیں گے کہ قرض کی رقم کس نے ادا کی ہے۔

جب نوجوان کو رہا کیا گیا اور بتایا گیا کسی مسافر نے اس کا قرض ادا کر دیا ہے...... تو وہ بڑا حیران ہوا...... جیل سے باہر نکلنے پر اسے معلوم ہوا...... کہ حضرت عبداللہ بن مبارک شام کی طرف جا رہے ہیں...... اور ابھی چند ہی دن پہلے اپنی اگلی منزل پر روانہ ہوئے ہیں...... اس نوجوان کے دل میں ملاقات کا شوق موجزن ہوا...... اس نے بھی کوشش کی اگلی منزل پر جا پہنچا...... عبداللہ بن مبارک سے ملاقات ہوئی...... آپ نے خوشی خوشی پوچھا کہ رہائی کیسے ہوئی اس نے بتایا کہ کسی نامعلوم آدمی نے اس کا قرض اتار دیا ہے...... آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو...... اس نے تمھیں مصیبت سے نجات عطا فرمائی...... عبداللہ بن مبارک کی زندگی میں یہ واقعہ مخفی رہا...... جب ان کی وفات ہوئی...... تو قرض خواہ نے پورا قصہ سنایا ...... تب لوگ حیران ہوئے کہ عالم باعمل نے کس طرح...... اپنے شاگرد پر احسان کیا اور کسی کو پتہ بھی نہ چلنے دیا۔

کنزالاعمال کے مصنف شیخ علی متقی کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ وہ طلباء کو اپنے ہاتھ سے بڑی بڑی کتابیں لکھ کر دیا کرتے تھے۔ سیاہی خود بناتے تھے اور طلباء کے لئے قلم وسیاہی کا انتظام اپنے پاس سے کرتے تھے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کا خواب اور ابن سیرین کی تعبیر

ابن خلکان نے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ کی روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے خواب میں دیکھا کہ انہوں نے حضور اقدس ﷺ کے مرقد مبارک کو کھود ڈالا ہے اور آپ کی ہڈیاں مبارک جمع کر رہے ہیں صبح کو اٹھے تو پریشان تھے بعد میں جب علم تعبیر الرویاد کے مشہور عالم علامہ ابن سیرین کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان سے بغیر تعارف کے اپنا خواب بیان کیا ابن سیرین نے فرمایا۔

صاحب هذه الرؤیاء یثیر علماً یسقه الیه احد قبله

یہ خواب دیکھنے والا علم کی خدمت واشاعت اس طریقہ سے کرے گا اس سے قبل

کوئی بھی اس مقام تک نہیں پہنچ سکا ہوگا۔ (موفق ص ۱۴۵)

(وفیات الاعیان تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۳۵ وضیرات الحسان ص ۶۸)

اس کے بعد فرمایا کہ یہ خواب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے دیکھا ہوگا...... امام اعظم نے عرض کیا حضرت میں ہی ابوحنیفہ ہوں...... تو ابن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا اپنی پشت اور اپنا بایاں پہلو دکھاؤ۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حسب الحکم اپنا پہلو در کمر کھول دی ابن سیرین نے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کے بازو اور پشت پر تل کے نشان دیکھ کر فرمایا واقعی آپ ابوحنیفہ ہی ہیں اور اس کے بعد خواب کی یہ تعبیر فرمائی کہ اس سے مراد علم کا زندہ کرنا یا جمع کرنا ہے اور یہ خدمت اللہ پاک آپ سے لے گا۔ (حنیفہ ومناقب کردری وخیرات اکسان ص ۶۵)

ایک لاکھ کی قربانی دینے کا واقعہ

مسند العراق علی بن عاصم جب علم حدیث پڑھنے کے لئے چلے تو اس کے والد نے ایک لاکھ درہم دے...... کر فرمایا کہ نورنظر یہ ایک لاکھ درہم لے لو...... اور معاوضہ تم کو اس طرح ادا کرنا ہوگا...... کہ ان کے بدلے ایک لاکھ حدیثیں اپنے سینے میں محفوظ کر کے...... مجھے منہ دکھانا ...... ہونہار اور اطاعت شعار بیٹے نے اپنے باپ کی امیدوں کو برباد نہیں کیا...... بلکہ اتنی محنت اور عرق ریزی سے علم حاصل کیا...... کہ ایک لاکھ سے زیادہ احادیث کو زبانی یاد کرلیا...... اور اپنے محدثانہ علمی کمال کی بدولت تمام دنیائے اسلام سے خراج تحسین حاصل کیا...... اور مسند العراق کے معزز لقب سے سرفراز ہوئے۔

درس وتدریس کی خاطر عہدہ قضا سے انکار

اکمل الدین بابرتی جن کا اصل نام محمد بن محمد بن محمود بابرتی تھا...... بزمانہ خلیفہ المستکفی باللہ ابوالربیع ۷۱۰ ہجری میں پیدا ہوئے...... اور فارغ التحصیل اور فقہ وحدیث نحو وصرف میں جامع

علوم وفنون ہونے کے بعد ۷۴۰ میں بزمانہ واثق باللہ ابراہیم قاہرہ آئے ...... شیخونیہ کی مشیخت آپ کے سپرد تھی ...... درس وتدریس آپ کا شغل تھا ...... قضا کا عہدہ حکومت کی طرف سے کئی مرتبہ آپ کو دیا گیا ...... لیکن آپ نے اپنی تصنیفات اور سلسلہ تعلیم وتعلم کے مقابلہ میں ہمیشہ انکار کیا۔

تفسیر قرآن کے علاوہ آپ نے کئی کتابوں کی شرح بھی لکھی۔ ۱۹ رمضان المبارک ۷۸۶ کو بزمانہ المتوکل علی اللہ ابوعبداللہ شیخونیہ میں انتقال کیا ...... سلطان مصر معہ ارکان واعیان جنازہ میں شامل ہوا۔

جیل خانہ قبول کیا مگر حق گوئی نہ چھوڑی

تقی الدین ابن تیمیہ ۶۷ ہجری میں پیدا ہوئے سترہ سال کی عمر میں مناظرہ اور فتاوے میں بڑے بڑے عالم آپ کے آگے خاموش رہتے تھے چال چلن کی پاکیزگی اور حریت وحق گوئی نے علم کی روشنی کو دوبالا کر دیا۔ حق بات کہنے میں شمشیر برہنہ تھے۔

تیس سال کی عمر میں آپ کے زہد واتقاء اور آزاد طبعی کا چرچا تمام ممالک اسلامی میں ہو گیا تھا ...... جب کلام اللہ کی تفسیر کا وعظ کرتے تھے ...... تو سینکڑوں گمراہ ہدایت پاتے تھے ...... قبول عام کے سبب اس زمانہ کے اکثر عالم آپ کے دشمن ہو گئے تھے ...... چند مسائل کے متعلق جو اس زمانہ کے مذاق کے مخالف تھے ...... سلطان مصر کو بھی علماء نے آپ کا مخالف کر دیا تھا ...... بڑا بھاری مسئلہ زیارت قبور کا تھا ...... انہی وجوہات سے آپ مدت تک مختلف قلعوں میں قید رہے آپ کی وفات بھی بحالت قید ہی قلعہ دمشق واقع ہوئی ہے۔

ایک مرتبہ آپ کے سامنے مصر کے ایک حاکم کی کسی نے شکایت کی کہ وہ امیر وغریب گنہگار اور بے گناہ سب کے ساتھ سختی وتشدد کے ساتھ پیش آتا ہے ...... آپ اس کے پاس گئے اور اس سے مذاقاً کہا آپ نے کیوں تکلیف کی میں خود حاضر ہو جاتا۔

آپ نے فرمایا میں تو حضرت موسیٰ کے غلاموں کا سا بھی رتبہ نہیں رکھتا ...... اور تو ظلم وکفر

میں فرعون کو بھی پیچھے چھوڑ رہا ہے...... حضرت موسیٰ اس حال میں بھی ہر روز تین دفعہ فرعون کے پاس آتے تھے......اور اس کو ایمان کی ترغیب دیتے تھے...... پھر میں تمھارے پاس خود کیوں نہ آؤں......۲۲ ذی قعدہ ۷۴۸ ہجری کو آپ کی وفات پائی...... جنازہ میں دو لاکھ آدمی تھے۔

المستکفی باللہ ابو الربیع سلیمان بن الحاکم بامر اللہ کا عہد حکومت تھا...... ۷۰۹ ہجری میں وزیر سلطنت نے چاہا کہ ممالک اسلام کے با مسلمان سفید عمامہ باندھا کریں...... حالانکہ وہ سات لاکھ دینار سے زیادہ جزیہ ادا کرتے تھے......شیخ تقی الدین ابن تیمیہ نے اس سختی وتشدد اور ناانصافی کی اعلانیہ مخالفت کی......وزیر نے دھمکیاں دیں......لیکن انہوں نے اس کی کوئی پیش نہ چلنے دی یہاں تک کہ وہ اپنی اس خواہش میں ناکام رہا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذہانت نے قتل سے بچالیا

خارجیوں کی شورش کے زمانے میں حضرت امام بھی گرفتار ہوئے ضحاک خارجی کے سامنے لائے گئے ضحاک نے اپنے اصول کے مطابق حضرت امام سے توبہ کرنے کو کہا۔

حضرت امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... انا تائب من كله كفر......یعنی میں ہر قسم کے کفر سے تائب ہوں...... یہ سن کر حضرت کو خارجیوں نے چھوڑ دیا...... لیکن کسی کو پھر شرارت سوجھی......اور اس نے ضحاک کو باور کرایا...... کہ ابوحنیفہ کے نزدیک تمھارے عقائد کفر ہیں......اور انہوں نے اسی سے توبہ کی ہے دوبارہ پھر گرفتار کر کے لائے گئے......ضحاک نے دریافت کیا کہ شیخ ہم نے سنا ہے کہ جس کفر سے تم نے توبہ کی ہے......وہ ہمارے عقائد ہیں۔

خارجی صرف قرآن کو حکم مانتے تھے......اور ان کا عقیدہ تھا...... کہ ہر چیز سے الگ ہو کر صرف قرآن سے فیصلہ طلب کرنا چاہیے...... حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ ان جاہلوں سے پیچھا چھٹنا مشکل ہے......تو قرآن ہی سے ان پر اعتراض فرمایا......اور ضحاک سے پوچھا کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ محض ظن اور گمان ہے...... یا حقیقت کو بھی اس میں دخل ہے؟

ضحاک نے کہا: گمان اور ظن کی بناء پر کہہ رہا ہوں...... حضرت امام نے برجستہ آیت

تلاوت فرمائی کہ...... ان بعض الظن اثم ......یعنی بعض ظن بدگمانی گناہ ہوتا ہے......اور تم گناہ کے ارتکاب کو کفر سمجھتے ہو......لہٰذا اس گناہ کے ارتکاب پر تم خود توبہ کرو۔ خارجی لیڈر نے یہ سن کر کہا کہ تم سچ کہتے ہو اور میں توبہ کرتا ہوں۔ (جواہر البیان ص ۱۰۷)

علماء کی نظر لوگوں کی دولت پر نہ ہو!

پیغمبرانہ طریقہ یہی ہے کہ انسان دنیا کے تمام امتحانات برداشت کرے اور دین کے کام میں مصروف رہے اور انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کے لئے دنیا کی جاہ وجلال سے مستغنی ہو کر ہمہ وقت اللہ کی رضامندی کی فکر میں رہے۔ استغناء کے لغوی معنی ہے بے پروائی، بے نیازی، بے فکری اصطلاحی معنی دنیا کے مال ومتاع جاہ وجلال سے بالکل بے فکر رہنا دنیا کی تمام تر رعنائیوں کو چھوڑ کر صرف اور صرف اللہ کی طرف رجوع کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"مال اور اولاد اس دنیا کی زندگی کی زینت ہیں......اور نیک صالح اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر ہیں"......

اسی طرح استغناء کے بارے میں بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ غناء مال کی زیادتی سے نہیں بلکہ حقیقی غناء نفس کے غناء سے ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس گیا......تو وہ چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے...... نبی کریم ﷺ اور چٹائی کے درمیان کوئی بچھونا نہیں تھا......اور اس چٹائی کا اثر آپ ﷺ کے جسم پر پڑ رہا تھا......اور نبی کریم ﷺ چمڑے کے ایسے تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے......جو کہ کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تھا...... میں نے کہا:

اے اللہ کے رسول ﷺ آپ اللہ سے دعا کریں کہ آپ کی امت پر فراغی و وسعت فرمائیں۔ بے شک فارس اور روم والوں پر رزق کی وسعت کی گئی ہے......باوجود یہ کہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عمر بن الخطاب! کیا آپ ابھی تک اس خیال میں ہیں وہ تو ایسی قوم ہے کہ ان کی بھلائیاں ان کو دنیا میں دے دی گئی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ اس پر راضی نہیں کہ ان کے لئے دنیا اور ہمارے لئے آخرت ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا فقراء جنت میں اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے داخل ہو گے وہ پانچ سو سال جو آخرت کا نصف دن ہے۔ (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

محمد ﷺ کے عیال نے دو دن پے در پے جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی یہاں تک کے نبی کریم ﷺ دنیا سے رحلت فرما گئے۔ (متفق علیہ)

انہی احادیث کو دیکھ کر اسلام کے ان مردان باوفا نے دنیا کے عیش وعشرت کو اپنے پاؤں تلے روندھا اور سخت سے سخت مصیبتیں برداشت کیں مگر کبھی کسی دنیا دار کے گھر میں دستک نہیں دی تو اللہ نے اس دنیا میں ان سے ایسے ایسے کام لیے کہ ان کی مثال دنیا میں ملنی مشکل ہے۔

مولانا مفتی کفایت اللہ کا اخلاص

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی جامعہ امینیہ میں پڑھا رہے تھے...... مدرسے سے صرف تیس روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی...... اسی دوران مدرسہ عالیہ کلکتہ سے پانچ ہزار روپے ماہوار تنخواہ کی پیشکش کی گئی...... آپ نے انکار کر دیا کسی نے دریافت کیا...... تو فرمایا وہاں سرکار برطانیہ کی خوشنودی کا دھیان رکھنا ہوگا...... میں اپنا ضمیر بچانے کی خاطر تیس روپے ماہوار پر قناعت کرلوں گا۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ کی دنیا سے بے رغبتی

امام بخاری فرماتے تھے جب بھی دنیا کا ذکر آتا ہے تو میں اللہ کی حمد سے ابتداء کرتا ہوں، متاع وقت اور کاروان علم۔

سلیم بن مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے زیادہ دنیا میں بے رغبتی کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ امام صاحب کو اپنے والد سے ترکے میں کافی مال ملا تھا۔ علم میں مشغولیت کی وجہ سے وہ مال مضاربت پر دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک مضارب نے پچیس ہزار روپے غبن کئے۔ امام سے کہا گیا کہ مقامی حاکم سے کہہ دیجئے، وہ دلوادے گا۔ تو انہوں نے کہا: کل وہ میرے دین میں دخل اندازی کرے گا اور میں اپنا دین دنیا کے عوض نہیں ضائع کرنا چاہتا۔

(متاع وقت اور کاروانِ علم)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا سونا بنانے کا طریقہ نہ سیکھنا

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے ارشاد فرمایا...... مجھے ایک شخص نے کیمیا کا نسخہ بتایا اور کہا کہ اس نسخہ اکسیر سے سونا بنتا ہے...... میں نے اس سے کہا کہ میں ہندوستان کو چھوڑ کر...... مکہ معظمہ آیا ہوں...... تو اللہ کی تلاش میں آیا ہوں...... کیمیا کی تلاش میں نہیں آیا۔

(امداد المشتاق ص ۱۹۵)

امام ابوحنیفہ کا عہدہ قضا سے انکار

ابوجعفر نے امام ابوحنیفہ کو طلب کیا اور کہا کہ عہدہ قضاۃ قبول کر لیجئے...... مگر امام صاحب نے انکار کر دیا...... منصور نے قسم کھائی کہ تمھیں یہ منصب ضرور قبول کرنا پڑے گا...... امام صاحب نے بھی قسم کھائی کہ وہ یہ منصب کبھی قبول نہیں کریں گے...... اس پر ربیع نے کہا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ابوجعفر قسم کھا چکے ہیں...... امام صاحب نے کہا کہ وہ آسانی سے اپنی قسم کا کفارہ ادا کر سکتے ہیں۔

چنانچہ منصور نے انہیں حوالہ زندان کر دیا...... تاریخ بغداد میں ربیع بن یونس سے یہ بھی مروی ہے...... کہ میں نے خلیفہ کو دیکھا کہ وہ امام صاحب کو قاضی بننے پر مجبور کر رہا ہے...... مگر امام صاحب جواب دیتے ہیں کہ اللہ سے ڈرو۔

اس امانت کواس کے سپرد کیجئے جو اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتا ہو...... بخدا میں تو حالت رضا میں غلطی سے محفوظ نہیں ہوں...... تو غصے کی حالت میں مجھ پر کیسے بھروسہ ہوسکتا ہے...... اگر مجھے آپ کے خلاف فیصلہ کرنے کا موقع مل گیا...... اور مجھے یہ دھمکی دی گئی کہ یہ فیصلہ نہ کرو...... ورنہ تمھیں دریائے فرات میں غرق کر دیا جائے گا...... تو میں کہوں گا کہ دریائے فرات میں ڈوب کر مرنا مجھے منظور ہے...... لیکن فیصلے کے بدلے پر راضی نہیں ہوسکتا...... آپ کے دربار میں ایسے لوگ موجود ہیں...... جنہیں ضرورت ایسے آدمی کی ہے...... جو آپ کی وجہ سے ان کے وقار کو برقرار کر سکے مگر مجھ میں یہ صلاحیت نہیں۔

منصور نے کہا کہ تم جھوٹے ہو تم میں پوری صلاحیت موجود ہے...... امام صاحب نے جواب دیا تو پھر آپ ایسے شخص کو عدل وانصاف کی امانت کیوں سونپتے ہو جو جھوٹا ہے۔

(تاریخ بغداد جلد نمبر ۱۳ صفحہ ۳۲۷)

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کا دس ہزار روپے ٹھکرا دینا

ایک موقع پر حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری بھاولپور میں تشریف فرما تھے نواب صاحب کو معلوم ہوا تو...... انہوں نے اپنے پرائیویٹ سیکریڑی کو شاہ صاحب کی خدمت میں بھیجا...... اور ملاقات کی درخواست کی...... شاہ صاحب نے سن کر فرمایا بادشاہوں کے دربار میں نہیں جایا کرتے۔

پھر ہنسنے لگے اور پھر کہا اب تو میں ویسے بھی ان کی ریاست میں...... بحیثیت مہمان کے مقیم ہوں...... اب یہ معزز میزبانی کی عزت وتوقیر میں پیش قدمی فرمائے...... چنانچہ سیکریٹری صاحب واپس چلے گئے...... اور نواب صاحب اگلے روز بہ نفس نفیس شاہ صاحب سے ملنے آگئے...... اور آپ کی خدمت میں دس ہزار روپے پیش کئے...... شاہ صاحب نے اس خطیر رقم کو قبول کرنے سے معذوری کا اظہار فرمایا...... کہ فقیر کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے...... صبح و شام دو روٹیاں مل جاتی ہیں۔

مولانا سید تاج محمود امروٹی کی دنیا سے بے رغبتی

حضرت مولانا سید تاج امروٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ کو کسی نے زمین دی...... اس کے ورثا نے اگرحق جتا کر زمین واپس مانگی...... تو آپ نے اندر سے دستاویز لا کر جلا دی...... اور فرمایا جاؤ لے جاؤ...... میرا یہی دستاویزی قبضہ تھا...... میں نے جلا کر ختم کر دیا۔ (خدام الدین ص ۱۸)

مولانا محمد قاسم نانوتوی کی دنیا سے بے رغبتی

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کو ایک صاحب مطبع میں ملازم رکھنا چاہتے تھے...... آپ نے فرمایا کہ علمی لیاقت تو مجھ میں نہیں...... البتہ قرآن مجید کی تصحیح کر لیا کروں گا...... اس کے دس روپے دے دیا کرنا...... اسی زمانہ میں ایک ریاست سے تین سو روپے ماہوار کی نوکری کی...... پیشکش ہوئی مولانا نے جواب میں لکھا...... کہ آپ کی یاد آوری کا شکر گزار ہوں...... مگر مجھے یہاں پر دس روپے ملتے ہیں...... جس میں سے پانچ روپے تو میرے اہل وعیال کے لئے...... کافی ہو جاتے ہیں اور پانچ روپے بچ جاتے ہیں...... آپ کے یہاں سے جو تین سو روپے ملیں گے...... اس میں سے پانچ روپے تو خرچ میں آجائیں گے...... اور دو سو پچانوے روپے جو بچیں گے...... اس کا میں کیا کروں گا مجھ کو ہر وقت یہی فکر رہے گی...... کہ میں ان کو کہاں خرچ کروں...... غرض تشریف نہیں لے گئے...... اللہ اللہ کیا تواضع اور زہد ہے۔ (خیر المال للرجال ص ۴۳)

بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی کی دنیا سے بے رغبتی

حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی نے ارشاد فرمایا کہ میں نے علامہ انور شاہ کشمیری سے صدر مدرس...... دار العلوم دیوبند کو تنخواہ لیتے وقت روتے ہوئے دیکھا ہے...... آنکھوں سے

آنسو جاری ہیں......اور علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہم میں اخلاص ہوتا......تو دارالعلوم میں بغیر تنخواہ میں پڑھاتے......دارالعلوم دیوبند کی طرف سے مولانا انور شاہ کو دو سو روپے ماہوار تنخواہ دینے پر اصرار تھا......اور ادھر شاہ صاحب فرماتے تھے کہ میں ڈیڑھ سو روپے ہی لوں گا......زیادہ نہیں لوں گا......بلاآخر پونے دو سو روپے پر فیصلہ ہوا۔ (نصائح عزیزیہ ص ۹۱)

بڑی شخصیت سے اثر نہ لینے والا ولی!

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی بیان کرتے ہیں......کہ ایک دفعہ لیفٹننٹ گورنر نے مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی سے ملنے کی اجازت چاہی......آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ میں تو ایک فقیر آدمی ہوں......ان کے بیٹھنے کا کیا انتظام ہوگا......اچھا ایک کرسی منگوالینا......یہاں تک کے گورنر اپنے چند حکام کے ساتھ آموجود ہوئے......اور مولانا بٹھانے کا انتظام بھول گئے۔ سب کھڑے تھے......ان میں ایک عورت بھی کھڑی تھی......مولانا نے ایک الٹے گھڑے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا......کہ بی بی تو اس پر بیٹھ جا......لیفٹننٹ گورنر نے کچھ تبرک مانگا......آپ نے اپنے ایک خادم سے فرمایا......بھائی دیکھو میری ہنڈیاں میں کچھ موجود ہو......تو ان کو دے دو......اس میں کچھ چورا مٹھائی کا نکلا......بس سب کو تھوڑا تھوڑا تقسیم کر دیا......سب نے ادب اور خوشی سے قبول کیا......اور تھوڑی دیر بعد اجازت چاہی......اور رخصت ہوتے ہوئے نصیحت کی درخواست کی فرمایا ظلم مت کرو۔ (ارواح ثلاثہ ص ۲۴۶)

سال تک زبان سے کوئی کلمہ نہ نکالا!

عبداللہ ابن ابونجیح مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ جو ایک تابعی عالم تھے......خوبصورت اور خوب روح تھے......عمرو بن دینا کے بعد آپ ہی مکہ کے مفتی مقرر ہوئے......پاکیزہ اخلاق تھے......کم بولتے اکثر خاموش رہتے......اور اپنی زبان کی بہت زیادہ نگرانی رکھتے تھے......آپ کے

بارے میں ہے کہ آپ نے تیس سال تک اپنی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نہیں نکالا ...... جس سے آپ کے ساتھیوں کو تکلیف پہنچ ہو۔ (العلماء العزاب)

مولانا محمد یعقوب کی دنیا سے بے رغبتی

حضرت مولانا محمد یعقوب کو دارالعلوم دیوبند میں ملازمت کے دوران ...... کئی جگہ بڑی بڑی ملازمتوں پر بلایا گیا ...... مگر آپ نے تھوڑی سی رقم پر قناعت کی ...... اور کبھی دولت کی طرف رخ نہیں کیا ...... مولانا عاشق الٰہی صاحب تذکرۃ الخلیل سوانح مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارن پوری میں لکھتے ہیں:

مولانا جمال الدین حضرت مولانا مملوک علی صاحب جو حضرت مولانا محمد یعقوب کے والد ہیں کہ شاگرد تھے ...... وہ چاہتے تھے کہ استاد مولانا محمد یعقوب کو تین سو روپے ماہوار ریاست میں بلوالیا جائے ...... تاکہ وہ یہاں پر حق خادمیت ادا کریں ...... مولانا مرحوم اس وقت اکابر ملت مولانا محمد رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد قاسم کی تجویز سے ...... دارالعلوم دیوبند میں تین سو روپے ماہوار پر مدرس اول ہو چکے تھے ...... اور اجمیر کی ایک سو روپے ماہوار کی ملازمت ...... اور بریلی کی انسپکٹری کو خیر باد کہہ کر ...... اس فقیرانہ مخلصانہ درس گاہ کی خدمت کے لئے آپ کو وقف کر چکے تھے ...... اس لئے آپ نے بھوپال جانے سے انکار کر دیا ...... اور مولوی جمال الدین کو لکھا کہ یعقوب کی دلی حاجت جو کچھ تھی ...... وہ پوری ہو چکی ہے ...... کہ بقدر ضرورت معاش کے ساتھ اہل اللہ کا قرب اور علمیہ دینی خدمت نصیب ہو گئی ...... لہٰذا اب کہیں آنے جانے کا خیال نہیں۔ (تذکرۃ الخلیل صفحہ ۱۰۳)

مولانا فضل محمد کا ناجائز کام سے انکار

ایک دفعہ فقیر والی میں ایک شخص جو کہ سینما کا متمنی تھا ...... اس نے سینما کی تعمیر کے لئے درخواست لکھی خفیہ طور پر چند آدمیوں سے دستخط کروائے ...... اور ڈپٹی کمشنر بھاولنگر کی خدمت

میں پیش کی......اس نے درخواست پڑھی ......اور کہنے لگے کہ آپ اس درخواست پر اتنے آدمیوں کے بجائے......صرف اور صرف مولانا فضل محمد صاحب کے دستخط کروا کے لائیں ......تو میں فوراً اجازت دے دوں گا......ورنہ نہایت مشکل ہے......

یہ سن کر وہ شخص فقیر والی پہنچ گئے ......اب یہ مسئلہ درپیش تھا کہ اس سلسلے میں مولانا صاحب سے بات کرنے کی چوٹی کیسے سر کی جائے......چنانچہ وہ شخص حضرت کے ایک پر تکلف دوست کے پاس پہنچے......اور مدعا سامنے رکھا......لیکن انہوں نے کہا کہ تم مجھے بھی جوتے پڑوانا چاہتے ہو......آخر کار زیادہ اصرار کرنے کے بعد وہ کہنے لگے کہ میں اتنا کر سکتا ہوں کہ تمھیں ان کی خدمت میں لے چلوں گا......اور میں صرف یہ کہوں گا......کہ یہ صاحب آپ کو کوئی بات کہنا چاہتے ہیں......پھر تم جانو اور وہ جانیں......

قصہ مختصر دونوں آپ کی خدمت میں پہنچے......علیک سلیک اور رسمی گفتگو کے بعد پہلے تو اس شخص نے اپنے کاروبار کا رونا رویا......پھر کہنے لگے ہم آپ کے مدرسہ کو ہر ماہ اتنے ہزار روپے چندہ دیا کریں گے......آپ برائے مہربانی اس سے درخواست کر دیں......بس اتنا سننا ہی تھا کہ حضرت مرحوم کا چہرہ سرخ ہو گیا......انتہائی طیش میں آ گئے اور کہنے لگے......

او کمینے! تمھیں اس کام کے لئے یہاں آنے کی جرت کیسے ہوئی؟ تم چند روپوں کے عوض میرا دین خریدنا چاہتے ہو؟ اسی وقت یہاں سے نکل جاؤ!

اس پران صاحب نے کچھ توقف کیا تو حضرت مرحوم خود اٹھے اسے دھکے دے کر کمرے سے نکال دیا ساتھ آنے والے شخص سے بھی آپ کچھ عرصہ ناراض رہے۔(ماہ فضل وکمال ص ۸۸)

علماء فرماتے ہیں کہ پیغمبرانہ طریقہ یہی ہے کہ انسان تمام امتحانات کو برداشت کر کے اور دین کے کام میں مصروف رہے......اور فرماتے ہیں کہ فاقہ تنگی میں ایک بڑا فائدہ یہ ہے...... کہ اس کی وجہ سے انسان کا دل ہمیشہ اللہ سے لگا رہتا ہے......اور خزانہ عموماً غفلت کا سبب بنتا ہے لہٰذا انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کے لئے ......دنیا کی جاہ وجلال سے مستغنی ہو کر ہمہ وقت اللہ کی رضا مندی کی فکر میں رہے ......اسی میں دنیا وآخرت کی کامیابی ہے اللہ ہم سب کو صفت استغناء سے مالا مال فرمائے۔(آمین)

حدیث بیان کرنے میں احتیاط

محدثین اکرام نے حدیث کے راویوں کی چھان بین اور تحقیق میں اس درجہ دیانت اور حق گوئی سے کام لیا ہے کہ ان کے یہ بے شمار واقعات ...... آج اسلام کی صداقت وحقانیت کے لئے کافی ہیں ...... حدیث کے راویوں میں بڑے بڑے خلفاء اور امراء بھی تھے ...... جن کی تلواروں کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی ...... مگر محدثین نے نڈر ہو کر سب کی پردہ دری کی ...... اور انہیں وہی درجہ دیا ...... جس کے وہ مستحق تھے۔

امام وکیع رحمۃ اللہ تعالیٰ بڑے محدث تھے ...... مگر ان کے باپ سرکاری خزانچی تھے ...... اس بناء پر وہ خود سے جب روایت کرتے تو ان کی تائید میں کسی دوسرے کو ضرور ملا لیتے ...... یعنی تنہا اپنی بات کی روایت حدیث کو تسلیم نہیں کرتے تھے ...... اس احتیاط اور حق پسندی کی کوئی حد ہے؟

(تہذیب التہذیب)

مسلمانوں کی تباہی کے دو اسباب

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ تعالیٰ مالٹا کی قید سے واپس آنے کے بعد ...... ایک رات بعد نماز عشاء دار العلوم دیوبند میں تشریف فرماتھے ...... علماء کا بڑا مجمع سامنے تھا ...... اس وقت فرمایا کہ ہم نے تو مالٹا کی زندگی میں دو سبق سیکھے ہیں ...... یہ الفاظ سن کر سارا مجمع ہمہ تن گوش ہو گیا ...... کہ اس استاذ العلماء درویش نے ۸۰ سال علماء کو درس دینے کے بعد ...... آخر عمر میں جو سبق سیکھے ہیں وہ کیا ہیں؟ فرمایا:

میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر لحاظ سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے۔

❶ ...... ان کا قرآن مجید کو چھوڑ دینا۔

❷ ...... آپس کے اختلاف اور خانہ جنگی۔

اس لئے میں وہاں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں...... کہ اپنی باقی زندگی اسی کام میں صرف کروں...... کہ قرآن کریم کو لفظاً اور معناً عام کیا جائے...... بچوں کے لئے لفظی تعلیم اور بڑوں کو عمومی درس قرآن کی صورت میں...... اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے...... اور قرآن کی تعلیمات پر عمل کے لئے آمادہ کیا جائے...... اور مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدال کو ہرگز برداشت نہ کیا جائے...... قرآن پر عمل ہو تو خانہ جنگی کی نسبت نہیں آئے گی۔

چار باتوں پر عمل کی برکت سے علم کا خزانہ مل گیا

ابن مدینی کہتے ہیں کہ امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو اتنا بہت سارا علم کیسے اور کہاں سے مل گیا؟ انہوں نے کہا چار باتوں کی وجہ سے:

- ...... کسی کاپی یا کتاب کے بھروسہ پر نہ رہنا یعنی جو علم جب ملے اور جہاں ملے اسے اسی وقت یاد کر لینا۔
- ...... طالب علم کے لئے شہر در شہر اور قریہ در قریہ گھومنا۔
- ...... بھوک پیاس لگنے پر جمادات کی طرح صبر سے کام لینا۔
- ...... کنویں کی مانند ہر روز صبح سویرے اٹھ کر طلب علم کی نکل پڑنا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

مفتی رشید احمد لدھیانوی کی دنیا سے بے رغبتی

جس زمانہ میں حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی ٹنڈو الہیار کے مدرسہ سے علیحدہ ہو کر فارغ تھے...... اس وقت ایک صاحب نے آپ سے کہا...... حضرت ایک مدرسہ بنائیے...... اور اپنے ساتھ ایک استاد بھی رکھ لیجئے...... میں آپ دونوں صاحبان کی سال بھر کی تنخواہ کی رقم بینک میں جمع کرا دیتا ہوں۔

اس پر حضرت نے فرمایا سال کے بعد کیا ہوگا......؟ کہنے لگے ایک سال تک چندہ آنے

لگے گا...... اور مدرسہ چل پڑے گا...... فرمایا شکریہ میں ایسا مدرسہ نہیں بنانا چاہتا...... کہ جس کی بنیاد مخلوق کے بھروسہ پر ہو...... جب مدرسہ بن جائے تو آپ کا دل چاہے تو دیجئے گا۔

زکوٰۃ کی رقم ٹھکرادی

ایک اور موقع پر ایک صاحب نے کئی ہزار روپے زکوٰۃ دینا چاہا...... تو فرمایا زکوٰۃ تو ہم صرف مستحق طلباء پر خرچ کرتے ہیں...... مدرسہ کے دوسرے اخراجات پر صرف نہیں کرتے ...... اس کے لئے عطیات کی ضرورت ہوتی ہے...... اس وقت ضرورت کے مطابق زکوٰۃ جمع ہوچکی ہے...... اس لئے اگر دینا ہے...... تو عطیہ دیں...... وہ بولے اس کی تو گنجائش نہیں ہے ...... فرمایا پھر زکوٰۃ کی ہمیں ضرورت نہیں ہے...... کہنے لگے یہ روپے آئندہ سال طلباء کے کام آئیں گے فرمایا...... آئندہ سال آئے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا خرچ بھی بھیج دیں گے۔

ہزار سونے کے سکے ٹھکرادیئے

امام معاذ بن معاذ محدث ہیں ان کو ایک شخص نے دس ہزار سونے کے سکے...... صرف اس معاوضے پر پیش کرنا چاہے کہ وہ ان کو معتبر اور غیر معتبر کچھ نہیں کہیں...... یعنی اس کے متعلق خاموش رہیں...... محدث معاذ بن معاذ نے اشرفیوں کے ایک اس تھیلے کو...... حقارت کے ساتھ ٹھکرادیا اور فرمایا کہ میں کسی حق کو چھپا نہیں سکتا...... کیا تاریخ اس سے زیادہ احتیاط...... اور اس سے زیادہ دیانتداری کی کوئی مثال پیش کرسکتی ہے؟

مجھے تمہارے پیسوں کی ضرورت نہیں

ایک مرتبہ ایک مالدار شخص نےحضرت سے کہا: اس مدرسہ کو جتنا سرمایا درکار ہو...... میں دینے کے لئے تیار ہوں...... یہ اس نے ایسے تکبرانہ انداز میں کہا تھا...... کہ حضرت برداشت

نہیں کر سکے...... چنانچہ اس کو اپنے ایک خاص انداز میں یہ جواب دیا...... کہ مجھے تمھارے پیسوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے...... میرا اللہ مجھ کو دے گا...... یہ مدرسہ ہم نے اسی کے بھروسہ پر قائم کیا ہے...... بس آپ کے اس انداز سے وہ اس قدر متاثر ہوا...... کہ اپنے بیٹے کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے حضرت کی خدمت میں بھیجا۔

حضرت امام بخاری کسی حدیث کے لکھنے کا ارادہ کرتے...... تو پہلے غسل کر کے دو رکعت نفل ادا کرتے تھے...... چنانچہ سولہ سال اس میں لگے...... پھر ان احادیث کی ان کے مضمون کے مطابق ترتیب دینے کا ارادہ فرمایا...... تو مدینہ منورہ میں روضہ اقدس اور منبر رسول ﷺ کے درمیان میں اس کام کو انجام دیا...... اس وقت ہر ترجمہ پر دو رکعت نفل ادا کرتے تھے......

امام بخاری فرماتے ہیں...... فرصت کے وقت ایک رکعت نماز کی فضیلت کو غنیمت جان...... اس لئے کہ شاید تیری موت اچانک آجائے...... میں نے بہت سے تندرستوں کو دیکھا ہے...... کہ بلا کسی مرض کے ان کا تندرست نفس اچانک چل بسا۔

تین سو حوریں

جبیش بن مبشر نے بیان فرمایا کہ امام الحدیث یحییٰ بن معین کا مجھے خواب میں دیدار ہوا تو میں نے ان سے سوال کیا کہ خداوند تعالیٰ کے دربار میں ان کی پیشی کا کیا انجام ہوا......؟ تو انھوں نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے اپنے قرب خاص سے نوازا۔ اور مجھے بار بار اپنی بے شمار نعمتوں سے سرفراز فرمایا...... اور دو مرتبہ اپنے دیدار سے مشرف فرمانے کے لئے اپنے دربار میں باریاب فرمایا...... اور تین سو حوریں میرے نکاح میں آئیں...... جبیش بن مبشر کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ یہ سب انعام واکرام...... آپ کو کون سی عبادت کے بدلے میں عطا کیا گیا ہے......؟ تو انہوں نے اپنی آستینوں سے حدیثوں کے چند اوراق نکال کر فرمایا...... کہ ان حدیثوں کی وجہ سے...... (شرح الصدور ص ۱۲۰)

یحییٰ بن اکثم کی فراست

ابو علی عیسیٰ بن محمد بن طوماری نے ذکر کیا ہے کہ وہ سماعت کرنے والے ہیں قاضی ابو حازم سے انہوں نے میرے باپ سے سنا وہ فرماتے تھے...... یحییٰ ابن اکثم بصرہ کے قاضی بنے جبکہ ان کی عمر بیس سال...... یا تقریبا اتنی ہی تھی...... ایک آدمی نے آپ سے عرض کیا قاضی کی عمر کتنی ہے......؟ اور آپ سمجھ گئے کہ وہ آپ کو حقیر جان رہا ہے...... تو آپ نے اس سے کہا میں اس عتاب ابن اسید سے بڑا ہوں...... جس کو فتح مکہ کے دن نبی کریم ﷺ نے مکہ والوں پر قاضی مقرر فرمایا تھا...... اور میں اس معاز ابن جبل سے بھی بڑا ہوں...... جس کو یمن پر قاضی مقرر فرمایا تھا...... اور میں اس کعب ابن شور سے بھی بڑا ہوں...... جن کو حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بصرہ والوں پر قاضی مقرر فرمایا تھا۔

میری یہ گفتگو سن کر اس آدمی نے مجھ سے کہا:

وقار علم

حضرت عیسیٰ بن یونس رحمۃ اللہ تعالیٰ مشہور محدثین میں سے ہیں...... اصحاب ستہ میں ان کی روایات موجود ہیں ...... حضرت امام مالک امام اوزاعی جیسے حضرات ان کے استاذ ہیں اسحٰق بن راہویہ جیسے ان کے شاگرد ہیں...... ان کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے...... کہ ان کے والد یونس بھی ان کے شاگرد ہیں...... ان کا واقعہ ملا علی قادری نقل فرماتے ہیں:

جب ہارون رشید حج کرنے کے لئے مکہ مکرمہ آئے...... تو قاضی القضاۃ امام ابو یوسف کو حکم دیا کہ وہ شہر کے مشہور محدثین کو ملاقات کے لئے اس کے پاس لے کر آئیں...... امام ابو یوسف نے تمام محدثین کے پاس پیغام بھیجا...... تو مکہ مکرمہ کے تمام محدثین جمع ہو گئے...... مگر حضرت عبد اللہ بن ادریس اور حضرت عیسیٰ بن یونس تشریف نہ لائے......

ہارون رشید کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے اپنے دونوں صاحبزادوں......امین اور مامون کو حضرت عیسیٰ بن یونس کے پاس بھیجا......کہ ان سے احادیث پڑھ کر آئیں...... جب یہ دنوں ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے خوشی سے حدیث پڑھا......کر انہیں واپس کر دیا......

ہارون رشید نے اس کے صلہ میں دس ہزار درہم روانہ کئے......مگر انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا...... ہارون رشید سمجھے کہ انھوں نے دس ہزار کم سمجھ کر رد کیا ہے......اس لئے اس نے دوبارہ دوگنی رقم بھیج دی...... جب یہ رقم حضرت عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس پہنچی......تو انہوں نے کہا: اگر کوئی مجھے حدیث کے مواضہ میں اس مسجد کو چھت تک سونے سے بھر کر دے......تب بھی میں اسے قبول نہ کروں گا...... چنانچہ ہارون رشید نے پھر رقم قبول نہ کرنے پر اصرار نہ کیا۔
(جمع الوسائل ۲۴، ۲۵)

علماء کے کرنے کے چار کام

اس وقت اس تعلیم کے چند افراد میرے ذہن میں ہیں......ان کو عرض کرتا ہوں اور وہ استقراء چار ہیں......

- ......﴿وعظ تدریس﴾......
- ......﴿امر بالمعروف﴾......
- ......﴿خطاب خاص﴾......
- ......﴿تصنیف﴾......

علماء کو ان چاروں شعبوں کو اختیار کرنا چاہیے اس طرح کے طلباء کے سامنے تو مدرس بن کر بیٹھیں اور عوام کے سامنے وعظ ہوں اور خاص موقع پر امر بالمعروف کریں۔ اور خاص موقع سے مراد یہ ہے کہ جہاں اپنا اثر ہو وہاں خطاب سے نصیحت کریں۔

کیونکہ ہر جگہ امر بالمعروف مفید نہیں ہوتا اور بعض دفعہ عام لوگوں کو امر بالمعروف کرنے کی وجہ سے مخالفت بڑھ جاتی ہے جس کا تحمل ہر ایک سے نہیں ہوتا اور اگر کسی سے تحمل ہو سکے تو

سبحان اللہ وہ امر بالمعروف کریں مگر یہ ضروری ہے کہ اپنی طرف سے سختی اور درشتی کا اظہار نہ کریں بلکہ نرمی اور شفقت سے امر بالمعروف کریں اس پر بھی مخالفت ہو تو تحمل کریں اور اگر تحمل کی طاقت نہ ہو تو خطاب خاص نہ کریں صرف خطاب عام پر اکتفا کرے۔

تین کام تو یہ ہیں چوتھا کام تصنیف کا ہے..... علماء کو ضرورت کے موقع پر تصنیف بھی کرنا چاہیے..... اس کے یہ معنی نہیں کہ سب مصنف اور وعظ ہو جائیں...... بلکہ مطلب یہ ہے کہ بقدر ضرورت علماء میں کچھ لوگ...... مصنف اور واعظ بھی ہونے چاہیے...... اگر ایک قصبہ میں بقدر ضرورت واعظ موجود ہوں...... تو دوسے علماء پر واعظ کہنا واجب نہیں...... ان کو درس تدریس میں مشغول رہنا جائز ہے...... اور اگر واعظ کوئی نہ ہو تو مولوی صاحب کو اجازت نہیں کہ وہ صرف مدرس ہی بن کے رہیں...... بلکہ ضرورت کے موقع پر ان کو وعظ بھی کہنا چاہیے۔

وعظ میں خاص اثر ہوتا ہے جس سے عوام کی اصلاح زیادہ ہوتی ہے نیز عوام کو اس سے وحشت بھی نہیں ہوتی بلکہ دلچسپی ہوتی ہے اور اس کا جلد اثر ہوتا ہے الغرض تصنیف کا نفع بھی عام نہیں اور درس کا نفع تو بہت ہی خاص ہے کہ ایک خاص جماعت تک محدود ہوتا ہے سب سے زیادہ نفع عام وعظ کا ہے کہ ایک گھنٹہ میں پانچ چھ ہزار لوگوں کو ہو جاتا ہے تو وعظ کا نفع اتم واعم واسہل ہے اس لئے اس کو ضرور اختیار کرنا چاہیے۔ (العلم والعلماء ۲۵۷ تا ۲۵۹)

مفتی صاحب کا قوت حافظہ

حضرت مولانا محمد موسیٰ خان روحانی البازی حضرت مفتی صاحب کے خاص شاگردوں میں سے ہیں اور حضرت مفتی صاحب کی مجلس کے حاضر باش تلامذہ میں ان کا شمار ہوتا ہے...... فرماتے ہیں۔ مفتی صاحب کی حاضر دماغی کا یہ عالم تھا کہ ہمارے اسباق کے دوران بھی بعض ہنگامی مسائل پر فتویٰ لینے کے لئے لوگ درس گاہ میں آجاتے تھے۔

مفتی صاحب کو اہم مسائل کے لئے بھی کتابیں دیکھنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی...... بیٹھے بیٹھے فتویٰ لکھ لیتے...... اور حوالے کے لئے کتابوں کی عبارات حافظے سے لکھ

دیتے...... فتوے کے لئے شامی ان کی پسندیدہ کتاب تھی...... اور اسی سے زیادہ مسائل کا جواب دیتے تھے...... ایک عجیب بات یہ تھی کہ مسئلے کی تلاش کے لئے...... میں نے انہیں شامی کی فہرست دیکھتے ہوئے کبھی نہیں پایا...... وہ براہ راست کتاب کھولتے...... اور دیکھتے ہی دیکھتے متعلقہ صفحہ نکال کر ایک نظر ڈال لیتے......

حالانکہ بڑا ماہر فقیہ بھی باب دیکھنے کے لئے فہرست ضرور دیکھتا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ شامی کا ایک ایک صفحہ ان کی نظر میں تھا...... انہیں کتاب کھولتے ہی معلوم ہو جاتا تھا......کون سے مسائل پہلے صفحات میں ہیں...... اور کون سے پچھلے صفحات میں...... فقہ سے اپنی دلچسپی کا وہ خود بھی ذکر کرتے تھے...... ان کا کہنا تھا کہ فقہ بنیادی طور پر پٹھانوں کا ہی علم ہے...... اس لئے اس میں علمائے پنجاب زیادہ ماہر نہیں ہوتے۔

امام رازی پر شیطان کا حملہ

امام رازی ایک بہت بڑے عالم تھے انہوں نے وجود باری تعالیٰ کے بارے میں ایک کتاب لکھی جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے وجود کے بارے میں سو دلیلیں دیں...... جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا...... تو شیطان نے آ کر کہا:

رازی خدا تو موجود نہیں ہے۔

انہوں نے کہا خدا موجود ہے...... وہ کہنے لگا: دلیل پیش کرو! انہوں نے ایک دلیل دی...... شیطان نے اس دلیل کو توڑ دیا...... انہوں نے دوسری دلیل دی...... مگر اس نے اس کو بھی توڑ دیا...... انہوں نے تیسری دلیل دی...... اور اس نے اس کو بھی توڑ دیا...... بالآخر انہوں نے اپنی جمع کردہ سو دلیلیں دیں...... اور اس نے ان سو دلیلوں کو توڑ ڈالا...... اب امام رازی گھبرا گئے لیکن چونکہ ان کے دل میں...... اخلاص تھا...... اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کی حفاظت کا انتظام فرما دیا۔

اس وقت آپ کے پیر و مرشد شیخ نجم الدین کبری دور دراز کسی جگہ وضو فرما رہے تھے......

اللہ تعالیٰ نے انہیں امام رازی کی پریشانی کے بارے میں کشفاً مطلع فرمادیا...... انہوں نے غصہ میں آکر وہ لوٹا جس سے وضو فرمارہے تھے دیوار پر دے مارا اور امام رازی کو پکار کر کہا:

''اے رازی! تو یہ کیوں نہیں کہہ دیتا کہ میں اللہ تعالیٰ کو بغیر دلیل کے ایک مانتا ہوں!''

اس وقت شیخ نجم الدین کبری کا غصہ بھرا چہرہ امام رازی کے بالکل سامنے تھا چنانچہ امام رازی نے یہی کہا تو شیطان ان سے دور ہو گیا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ بحیثیت قاضی

امام ابو یوسف خلیفہ مہدی کے عہد خلافت میں بغداد کے مشرقی حصہ کے قاضی مقرر ہوئے تھے خلیفہ ہادی کے زمانہ میں بھی اسی عہدہ پر تھے ہارون کے ہاتھوں میں خلافت کی باگ دوڑ آئی تو سال بھر تک تو اس نے ان کو اسی حیثیت میں رکھا مگر اسکے بعد تمام ممالک محروکا قاضی القضاۃ بنادیا مقریزی نے لکھا ہے کہ عراق خراسان شام مصر میں ان کے حکم کے بغیر قضات کے منصب پر کوئی مقرر نہیں ہوسکتا تھا۔ (مقریزی ج ۴ ص ۱۸۱)

جواہر مفید میں ہے:

كان اليه تو ليه القضاء فى الا فاق من الشرق و الغرب

مشرق سے مغرب تک تمام اسلامی ملکوں میں قاضیوں کا تقرر انہی کے سپرد تھا۔

خود امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فو لانى قضاء البلاد كلها (موفق ج ۲ ص ۲۳۹ ایضاً)

پھر مجھ کو تمام ممالک محروسہ کی قضات کی ذمہ داری سونپ دی۔

ان بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سما اور تمر کا قاضی نہیں بنائے گئے تھے بلکہ کہنا چاہیے کہ وہ حکومت کے محکمہ عدلیہ کے پورے انچارج یا بالفاظ دیگر وزیر عدل و قانون تھے...... یہ محکمہ اس سے پہلے کبھی قائم نہیں ہوا تھا...... یہ امام ابو یوسف ہی کی ذات تھی جسکی عہدہ قضا کو جسکی خلافت راشدہ کے بعد کوئی قیمت باقی نہیں رہ گئی تھی...... اتنا باوقار بلند اور اہم بنا دیا......

کہ اس کو ایک الگ محکمہ اور عہدہ کی حثیت حکومت کو دینی پڑی...... اسکی تائید ابوالولید الطیاسی کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے وہ کہتے تھے کہ

هذا هو الوزير و قاضی القضاه

یہی وہ شخص ہے جو وزیر اور قاضی القضاۃ ہے۔

ہارون رشید جیسا باجبروت خود پرست خلیفہ ان کا اس قدر اعزاز و اکرام کرتا تھا کہ ان کو ہمہ وقت اس کے دربار میں باریابی کی اجازت تھی...... ان کے لئے کوئی روک ٹوک نہیں تھی...... یہاں تک کہ باب خلافت تک پہنچ جانے کے باوجود بھی سواری سے نہیں اترتے تھے...... خلافت کا تختہ اٹھا دیا جاتا...... اور ان کی سواری اندر چلی جاتی تھی......

جب ہارون کا سامنا ہوتا تو وہ خود سلام میں سبقت کرتا اور یہ مصرع دہراتا تھا...... اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے...... امام ابو یوسف صحیح فیصلہ تک پہنچے...... اور حق کو حقدار تک پہچانے میں کتنی کدو کاوش کرتے تھے۔ اسی طرح کا ایک فیصلہ انہوں نے ہارون رشید کے خلاف بھی دیا تھا مگر اس میں ان سے ذرا سی غلطی ہو گئی تھی...... جس کا ان کو زندگی بھر افسوس رہا...... واقعہ یہ ہے کہ سواد عراق کے ایک بڈھے نے ہارون کے خلاف یہ دعویٰ دائر کیا...... کہ فلاں باغ میرا ہے...... لیکن خلیفہ نے اس پر غاصبانہ قبضہ کیا ہے......

اتفاق سے یہ مقدمہ اس روز پیش ہوا جس روز خود ہارون رشید فیصلے کے لئے بیٹھا تھا قاضی ابو یوسف فریقین کے بیانات اور ان کے دعویٰ ہارون رشید کے سامنے پیش کر رہے تھے جب اس مقدمہ کی باری آئی تو انہوں نے خلیفہ کے سامنے اس کو پیش کیا اور کہا:

آپ کے اوپر دعویٰ ہے کہ آپ نے فلاں آدمی کا باغ زبردستی لے لیا ہے مدعی یہاں موجود ہے حکم ہو تو حاضر کیا جائے۔

بڈھا سامنے آیا تو قاضی ابو یوسف نے پوچھا بڑے میاں آپ کا دعویٰ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے باغ پر امیر المومنین نے ناحق قبضہ کر لیا ہے...... جس کے خلاف دارسی چاہتا ہوں...... قاضی نے سوال کیا اس وقت کس کے قبضہ اور نگرانی میں ہے...... بولا امیر المومنین کے ذاتی قبضہ میں ہے...... اب قاضی ابو یوسف نے ہارون رشید سے مخاطب ہو کر کہا...... کہ

دعوی کے جواب میں کچھ آپ کہنا چاہتے ہیں......

ہارون نے کہا میرے قبضہ میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے......جس میں اس شخص کا حق ہو نہ خود باغ ہی میں اس کا کوئی حق ہے......قاضی نے فریقین کے بیانات سننے کے بعد مدعی سے پوچھا......کہ تمھارے ثبوت کے لیے کوئی دلیل بھی ہے......کہاں ہاں! خود امیر المومنین سے قسم لے لی جائے......ہارون نے قسم کھا کر کہا:

یہ باغ میرے والد مہدی نے مجھے عطا کیا تھا میں اس کا مالک ہوں۔

بڈھے نے یہ سنا تو اس کو بہت غصہ آیا اور یہ بڑبڑاتا ہوا عدالت سے نکل گیا......جس طرح کوئی شخص آسانی سے ستو گھول کر پی جائے......اسی طرح اس شخص نے آسانی سے قسم کھائی......ایک معمولی آدمی کی زبان سے یہ الفاظ سن کر ہارون کا چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا۔

امام ذہبی نے لکھا ہے کہ مدعی نصرانی تھا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ عدل ونصاف کا اس زمانہ میں کیا معیار تھا۔ نے ہارون رشید کو خوش کرنے کے لیے امام ابو یوسف سے مخاطب ہو کر کہا آپ نے دیکھا اس عدل وانصاف کی نظیر دنیا میں مل سکتی ہے امام ابو یوسف نے اس کی تحسین کی کہا کہ مگر انصاف کے بغیر کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔

ان واقعات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ امام ابو یوسف نے اپنی جرات دینی حمیت اور اظہار حق سے اس عہدہ کو......جس پر علم سے ناواقف تک مقرر ہونے لگے تھے......کتنا اونچا اور بلند کر دیا......کہ مطلق العنان خلفا تک کون ان کے فیصلہ کے آگے سر جھکا دینا پڑتا تھا ......موجودہ زمانہ میں شاید کوئی استعجاب کی بات نہ سمجھی جائے......مگر جس مطلق العنانی اور شخص فرماں روائی کے دور کے واقعات ہیں......اس میں یہ بات حد درجہ تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے۔

مدعی نبوت سے علامت طلب کرنا کفر ہے

مناقب ابو بکر بن محمد زرنجری ہی میں یہ بھی ہے کہ ایک آدمی نے نبوت کا دعوی کیا جب لوگوں نے علامت طلب کی تو کہا مجھے علامت لانے تک مہلت دو......

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جو اس سے علامت طلب کرے گا...... کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ حضور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے...... لا نبی بعدی ...... میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ اور حصول علم

امام ابویوسف کی تحصیل علم یا استفادہ کی کل مدت کتنی ہے...... تذکرہ نوسیوں کی روایتیں کے بارے میں مختلف ہے...... یوسف بن ابی سعد نے خود امام ابویوسف سے روایت کی ہے ...... انہوں نے فرمایا: امام ابوحنیفہ کی خدمت میں میری آمد ورفت مسلسل ۲۹ برس رہی۔

دوسری روایت ہے کہ ستر برس ان کی صحبت میں رہے...... میری روایت امام سرخی کی ہے جو ادھر نقل ہوئی ہے...... کہ ۹ برس ابن ابی لیلیٰ کی خدمت میں اور...... ۹ برس امام ابوحنیفہ کی مجلس درس میں رہے۔ بظاہر ان میں دو روایتیں تسلیم معلوم نہیں ہوتیں...... اگر پہلی روایت تسلیم کی جائے تو ان کی تعلیم کا زمانہ کم سے کم ۳۸ برس قرار پائے گا...... ۹ برس ابن ابی لیلیٰ کی خدمت میں اور ۲۹ برس امام صاحب کی صحبت میں...... دوسری روایت پر اعتبار کیا جائے تو مدت تعلیم ۲۶ برس ہوتی ہے...... اس میں اگر دوسرے شیوخ سے استفادہ کی مدت بھی شامل کر لی جائے...... تو معلوم نہیں یہ مدت کہاں سے کہاں پہنچ جائے...... اس لئے یہ کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا کہ انہوں نے اتنی طویل مدت صرف حصول تعلیم پر صرف کی ہوگی۔

امام سرخی نے جو مدت تعلیم بتائی ہے یعنی ۱۸ برس وہ بھی امام ابویوسف جیسے قوی الحافظ ذہین طباع اور غیر معمولی فہیم طالب علم کے لئے بہت ہے تاہم اس کی صحت پر یقین کیا جاسکتا ہے۔

مولویت کیا ہے؟

افسوس صد افسوس کہ آج کل کے بعض نام نہاد مولویوں کی غلط حرکتوں کی وجہ سے بعض لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ:

مولویت......ایک پیشے کا نام ہے......مولویت لوگوں کے ٹکڑوں پر پلنے کا نام ہے......
مولویت...... تیجے دسویں چالیسویں کھانے کا نام ہے......مولویت......ساتے جمعراتے لینے کا نام ہے......مولویت......قبروں کی مجاوری اور نزرانوں کے کاروبار کا نام ہے......مولویت مالداروں کی چاکری کا نام ہے۔

مگر میں علماء حق کے تاریخی کردار کی بناء پر ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں کہ:

مولویت......نبی کی وراثت کا نام ہے......
مولویت......صحابہ کی خلافت کا نام ہے......
مولویت...... پیام نبوت کی دعوت کا نام ہے......
مولویت......خدا کے دین کی خدمت کا نام ہے......
مولویت......صداقت وحقانیت کا نام ہے......
مولویت......ناموس رسالت اور ناموس صحابہ کی حفاظت کا نام ہے......
مولویت......سعد بن جبر کی عزمیت کا نام ہے......
مولویت......ابوحنیفہ کی حقانیت کا نام ہے......
مولویت......امام مالک کی حق گوئی کا نام ہے......
مولویت......احمد بن حنبل کی استقامت کا نام ہے......
مولویت......امام ابن تیمیہ کی جرات کا نام ہے......
مولویت......مجدالف ثانی کی جہد مسلسل کا نام ہے......
مولویت......شاہ ولی اللہ کی بصیرت کا نام ہے......
مولویت......سید احمد شہید اور سید اسماعیل شہید کی شہادت کا نام ہے......
مولویت......قاسم نانوتوی کے علم وحکمت کا نام ہے......
مولویت......شیخ الہند کی غیرت کا نام ہے......
مولویت......مولانا محمد الیاس کی دعوت وتبلیغ کا نام ہے......
مولویت......عبیداللہ سندھی کی تڑپ کا نام ہے......

مولویت...... حسین احمد مدنی کی عظمت اور شوق شہادت کا نام ہے......

واضح طور پر جان لیجئے کہ ہمارا روحانی رشتہ انہی مذکورہ بزرگوں سے ہے اور ہم فخر سے کہتے ہیں:

اولئک آبائی فجئنی بمثلهم اذا جمعتنا یا جریر المجامع

ہم جب تک ان بزرگوں کا نام لیتے رہے گے باطل کو للکارتے رہیں گے اور جب حق بات کہنے کی توفیق نہ رہی تو اپنے ان بزرگوں کا نام لینا بھی چھوڑ دیں گے تاکہ یہ بزرگ بدنام نہ ہوں۔

الہامی شخصیت

عبداللہ بن مبارک سے یہ بھی روایت ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ کو مکہ مکرمہ کے راستہ میں دیکھا کہ ان کے لئے ایک گائے کا بچھڑا بھونا گیا...... ساتھیوں کی خواہش ہوئی کہ اسے سرکہ سے کھائیں...... لیکن سرکہ ڈالنے کے لئے کوئی برتن نہیں تھا...... لوگ حیران تھے کس طرح سرکہ نکالیں...... اتنے میں امام ابوحنیفہ کو دیکھا کہ ریتیلی زمین میں گڑھا کھودا...... پھر اس پر دسترخوان بچھایا...... اور دسترخوان پر سرکہ ڈال دیا...... اور لوگوں نے سرکہ کے ساتھ بھنا ہوا گوشت کھایا...... اور کہنے لگے آپ ہر چیز کو نہایت عمدہ طور پر کرتے تھے...... امام صاحب نے فرمایا خدا کا شکر کرو یہ ایسی چیز ہے جس کا الہام اللہ کے فضل سے ہوا ہے۔

آپ انسان نہیں فرشتہ ہیں

مولانا بنوری ایک موقع پر علامہ طنطاوی مرحوم سے ملے تو انہوں نے آپ سے اپنی تفسیر الجواہر کے متعلق پوچھا تو فرمایا آپ کی کتاب اس لحاظ سے تو علماء کے لئے احسان عظیم ہے کہ اس میں سائنس کی بے شمار معلومات عربی زبان میں جمع ہوگئی ہیں لیکن جہاں تک تفسیر قرآن کا

تعلق ہے تو آپ کے طرز فکر سے مجھے اختلاف ہے۔

آپ کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ عصر حاضر کے سائنس دانوں کے نظریات کو...... کسی نہ کسی طرح قرآن کریم سے ثابت کر دیا جائے...... اوراس کے لئے آپ تفسیر کے مسلمہ اصولوں کی خلاف ورزی سے بھی دریغ نہیں کرتے...... حالانکہ سوچنے کی بات ہے کہ سائنس کے نظریات آئے دن بدلتے رہتے ہیں...... آج آپ جس نظریہ کو قرآن کریم سے ثابت کرنا چاہتے ہیں...... ہوسکتا ہے کہ کل وہ خود سائنس دانوں کے نزدیک خود غلط ہو جائے...... کیا اس صورت میں آپ کی تفسیر پڑھنے والا شخص یہ نہ سمجھ بیٹھے گا...... کہ قرآن کریم کی بات معاذ اللہ غلط ہوگی۔

مولانا نے یہ بات ایسے پیارے انداز میں بیان فرمائی تھی...... کہ علامہ طنطاوی بول اٹھے شیخ آپ کوئی ہندوستانی عالم نہیں ہیں...... بلکہ کوئی فرشتہ ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے میری اصلاح کے لئے بھیجا ہے۔

مشکل مسئلہ چٹکیوں میں حل

وکیع سے روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ سفیان ثوری مسعر بن کدام مالک بن مغول جعفر بن زیاد اور احمد الحسن بن صالح کو میں نے دیکھا وہ لوگ کوفہ میں ایک دعوت ولیمہ پر جمع ہوئے...... اس ولیمہ میں معززین بھی تھے...... اور غلام بھی ایک آدمی نے اپنی دو لڑکیوں کی ایک شخص کے دو لڑکوں سے شادی کی تھی...... جب سب لوگ جمع ہو گئے...... تو ولی امر باہر آیا اور عرض کرنے لگا کہ ہم بہت بڑی مصیبت میں پھنس گئے ہیں...... لوگوں نے کہا وہ کیا مصیبت ہے؟ اس نے کہا ہم اسے پوشیدہ رکھنا پسند کرتے ہیں......

امام ابوحنیفہ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ اس شخص نے کہا کہ غلطی یہ ہوگئی...... کہ رات کو ہر ایک کے پاس دوسرے کی بیوی سلادی گئی...... امام صاحب نے فرمایا کیا دونوں نے جماع بھی کرلیا ہے؟ اس نے کہا: ہاں!

اس پر سفیان ثوری بولے یہ معاملہ ایسا ہے کہ...... بعینہ ایسے ہی معاملے میں...... حضرت

علی کا فیصلہ موجود ہے...... حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ معاملہ حضرت علی کے پاس بھیجا تھا...... تو حضرت علی نے فیصلہ دیا...... کہ دونوں مردوں پر مہر واجب ہے اس صحبت کی وجہ سے ...... جو انہوں نے کی...... اور دونوں عورتیں اپنے شوہروں کی طرف واپس بھیج دی جائیں...... ان لوگوں کے اوپر اور کچھ نہیں ہے...... سارے لوگ خاموش سفیان ثوری کی باتیں سن رہے تھے...... اور بہت اچھا سمجھ رہے تھے...... امام ابوحنیفہ بھی چپ تھے۔

امام مسعر ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: ابوحنیفہ تم اس مسئلہ میں کچھ بولو! اس پر سفیان ثوری بولے وہ اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتے ہیں؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا:

دونوں دلہنوں کو میرے پاس لاؤ...... چنانچہ وہ لائی گئیں...... امام صاحب نے ہر ایک سے پوچھا...... جو عورت رات تمھارے پاس تھی...... تم اس کو پسند کرتے تھے......؟

ہر ایک نے کہا: ہاں! پھر پوچھا تمھاری بیوی جو تمھارے بھائی کے پاس ہے......

اس کا کیا نام ہے؟ اس نے کہا: فلانہ بنت فلاں...... امام صاحب نے فرمایا کہو اس کو طلاق......

اور ہر ایک نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی...... اس کے بعد امام ابوحنیفہ نے خطبہ نکاح پڑھا...... اور جو عورت جس کے پاس تھی اس عورت کا اس سے نکاح پڑھا دیا...... اور فرمایا:

از سر نو دوسری شادی قرار دیدو......

لوگوں نے امام صاحب کے عمل و فتویٰ پر تعجب کیا...... مسعر بن کدام اٹھے...... اور امام ابو حنیفہ کی پیشانی چوم لی...... سفیان ثوری چپ رہے انہوں نے کچھ نہ کہا۔

مثالی ذہانت

وکیع بن جراح سے روایت ہے کہ ہم ابوحنیفہ کی خدمت میں تھے کہ ایک عورت آئی اور عرض کیا میرا بھائی مر گیا اس نے ۲۰۰ اشرفیاں چھوڑیں مگر مجھے صرف ایک اشرفی ملی ہے امام صاحب نے دریافت کیا: میراث کس نے تقسیم کی؟ اس نے عرض کیا داؤد طائی نے......

امام ابوحنیفہ نے فرمایا یہی تیرا حق ہے اچھا بتاؤ تیرا بھائی نے دولڑکیاں چھوڑ دیں......؟ اس نے عرض کیا: ہاں! ماں چھوڑی......؟ عورت نے کہا: ہاں! بیوی چھوڑی......؟ عورت نے عرض کیا: ہاں! پھر امام ابوحنیفہ نے کہا: کہ بارہ بھائی اور ایک بہن لڑکیوں کا دوثلث ۴۰۰ سو اشرفی ہے...... ماں کا ایک سدس ۱۰۰ اشرفی ہے......اور بیوی کا ثمن ۵.۷۵ اشرفی ہے...... باقی ۲۵ اشرفیاں ۲۴ بھائیوں کی ہیں...... ہر بھائی کو دو اشرفی اور تیرے لئے ایک۔

چھ غلطیاں

ابن یعقوب یوسف بن احمد مکی سمیت کئی دوسرے لوگوں نے حسن بن زیاد لولوی سے روایت کی ہے کہ حسن بن زیاد نے کہا میرے گھر کے قریب ایک پاگل عورت رہتی تھی جس کا نام ام عمران تھا......ایک آدمی اس کے پاس سے گذرا اور اس سے کچھ کہا...... پاگل عورت نے کہا...... یا ابن الزانیین......اے دوزنا کرنے والوں کے بیٹے۔

اتفاق سے قاضی ابن ابی لیلیٰ سن رہے تھے انہوں نے حکم دیا کہ اس کو پکڑ لاؤ قاضی نے اس کو مسجد میں داخل کروا کر دو حدیں لگوائیں ایک ماں کو تہمت لگوانے کی وجہ سے دوسری باپ کو امام ابوحنیفہ کو معلوم ہوا تو فرمایا اس حد لگانے میں قاضی ابن ابی لیلیٰ نے چھ غلطیاں کی ہیں۔

اول:- یہ کہ وہ مجنونہ تھی اور مجنونہ پر حد نہیں......

دوسری:- مسجد میں حد لگوائی اور حدود مسجد میں نہیں لگائی جاتیں......

تیسری:- اسے کھڑی کر کے حد لگوائی جب کہ حد بیٹھا کر لگائی جاتی ہے......

چوتھی:- اس پر دو حدیں لگوائیں جب کہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی پوری قوم پر تہمت لگائے تو بھی ایک ہی حد ہے۔

پانچویں:- حد لگانے کے وقت اس آدمی کے ماں باپ موجود نہیں تھے حالانکہ ان کا حاضر ہونا ضروری تھا کیوں کہ انہیں کی طلب پر حد لگ سکتی تھی۔

چھٹی:- دونوں حدوں کو جمع کر دیا حالانکہ جس پر دو حد واجب ہوں جب تک پہلی

خشک نہ ہو جائے دوسری نہیں لگا سکتے۔

یہ فتویٰ قاضی ابن ابی لیلیٰ تک پہنچ گیا انہوں نے امیر سے شکایت کی امیر نے مام ابوحنیفہ کو فتویٰ دینے سے روک دیا...... اس کے بعد امیر کوفہ عیسیٰ بن موسیٰ کو کچھ مسائل پیش آئے...... امام ابوحنیفہ سے وہ مسائل پوچھے گئے...... آپ نے جواب دیا...... جو امیر کو پسند آیا اس کے بعد اس نے امام صاحب کو اجازت دے دی...... اور امام صاحب اپنے مسند درس پر دوبارہ رونق افروز ہوئے۔

علم ہو تو ایسا!

علی بن مسہر سے روایت ہے کہ ہم لوگ امام ابوحنیفہ کے پاس بیٹھے تھے کہ عبداللہ بن مبارک تشریف لائے اور امام ابوحنیفہ سے معلوم کیا:

''ایک آدمی ہنڈیا پکا رہا ہے...... ایک پرندا اس میں گر کر مر گیا...... آپ کا اس میں کیا فتویٰ ہے؟''

امام صاحب نے اپنے شاگردوں سے کہا بتاؤ اس کا کیا جواب ہے؟ شاگردوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ نقل کر دیا کہ شوربا پھینک دیں اور گوشت دھو کر کھا لیں۔ امام صاحب نے فرمایا یہی ہم بھی کہتے ہیں البتہ اس میں کچھ تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ

''اگر ہنڈیا میں جوش آنے کے وقت گرا ہو...... تو گوشت اور شوربا سب پھینک دیا جائے...... اور جوش ٹھنڈا ہونے کے بعد آپڑا ہو...... تو گوشت دھو کر کھا لیا جائے...... اور شوربا پھینک دیا جائے۔

عبداللہ بن مبارک نے فرمایا: یہ تفصیل کہاں سے فرما رہے ہیں؟ تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جب پرندا ہانڈی کے جوش مارنے کی حالت میں گرے گا تو سرکے اور مصالحہ کی طرح نجس پانی گوشت میں سرایت کر جائے گا اور جب جوش ٹھنڈا ہو گیا تو گوشت کے اوپر لگے گا اندر سرایت نہیں کرے گا عبداللہ بن مبارک نے فرمایا: ...... ھذا زرین ...... یہ بات سونا ہے۔

ذہانت سے مسئلہ حل ہوگیا

امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آ کر امام ابو حنیفہ سے عرض کیا میں نے قسم کھائی ہے کہ اپنی بیوی سے نہیں بولوں گا...... جب تک کہ وہ خود نہ بولے...... جب کہ اس نے قسم کھا رکھی ہے کہ اگر وہ میرے بات کرنے سے پہلے بات کرے...... تو جو کچھ اس کی ملکیت میں ہے وہ صدقہ ہے......

امام ابو حنیفہ نے معلوم کیا کسی اور سے بھی پوچھا؟ اس نے کہا ہاں سفیان ثوری سے...... ان کا فتویٰ ہے کہ جو پہلے بات کرے گا...... اس کی قسم ٹوٹ جائے گی...... اور وہ حانث ہو جائے گا امام صاحب نے فرمایا: جاؤ اس سے بات کرو...... کوئی حانث نہیں ہوگا......

وہ آدمی سفیان ثوری کا رشتہ دار تھا ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور امام ابو حنیفہ کا فتویٰ سنایا۔ وہ غصہ میں بھر گئے اور امام صاحب کے پاس آ کر فرمایا حرام شرمگاہ کو حلال بتاتے ہو؟

امام صاحب نے فرمایا کیسے......؟ پھر اس آدمی سے سفیان ثوری نے فرمایا: ابو عبداللہ کے سامنے اپنا سوال دہراؤ...... اس نے پھر سے بیان کیا...... امام صاحب نے جواب میں پہلا فتویٰ دیا...... امام ثوری نے فرمایا یہ فتویٰ کہاں سے دے رہے ہو؟ اس پر امام ابو حنیفہ نے فرمایا:

جب اس آدمی نے قسم کھائی...... اور بیوی نے بھی جواب میں قسم کھالی...... تو اس آدمی سے بات کرلی...... اور اس کی قسم ختم ہوگئی...... اب جب یہ اس سے بات کرے گا...... تو بیوی کی قسم بھی ختم ہو جائے گی......

یہ جواب سن کر سفیان ثوری بہت خوش ہوئے اور فرمایا تمہارے لئے ان چیزوں کا علم منکشف ہو جاتا ہے جن سے ہم سب غافل ہیں۔

امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذہانت کا حیرت انگیز واقعہ

قاضی ابو القاسم بن کاس نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی امام ابو حنیفہ

کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا میں نے کچھ مال گھر میں دفن کیا تھا لیکن جگہ بھول گیا کہ کہاں دفن کیا؟ امام صاحب نے فرمایا تو میں کہاں سے جان سکتا ہوں؟

یہ سن کر وہ آدمی رونے لگا تو امام صاحب نے اپنے تلامذہ سے کہا میرے ساتھ اس کے گھر چلو وہ آدمی سب کو لے کر اپنے گھر آیا امام صاحب نے فرمایا تم سوتے کہاں تھے اور کپڑے کہاں رکھتے تھے؟ تو وہ آدمی ایک کمرے میں لے گیا۔

اب امام صاحب نے شاگردوں سے فرمایا اگر یہ گھر آپ لوگوں کا ہوتا اور کچھ دفن کرنا ہوتا تو کہاں دفن کرتے؟ ایک نے کہا یہاں دوسرے نے کہا وہاں اس طرح پانچ جگہوں کی نشاندہی کی گئی امام صاحب نے ان جگہوں پر کھودنے کا حکم دیا چنانچہ تیسری جگہ کھودنے پر مال نکل آیا تب امام صاحب نے اس آدمی سے کہا اللہ کا شکر کرو کہ اس نے تیرا مال لوٹا دیا۔

یہ کھانا میرے حلق میں کیسے اترے گا

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا تمام اوقات ریاضت اور مجاہدہ میں گذارتے ہمیشہ روزہ رکھتے...... افطار کے وقت صرف تھوڑا سا پانی پی لیتے ...... بوقت سحری عموماً کچھ نہ کھاتے...... خادم جب کہتے کہ آپ نے افطار کے وقت بھی تھوڑا سا چکھا تھا...... اگر سحری میں نہ کھائیں گے...... تو کیا حال ہوگا......؟ ضعف اور کمزوری میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جائے گا

خادموں کی یہ باتیں سن کر رو پڑے اور فرماتے ...... جب یہ مسکین اور درویش مسجدوں اور بازاروں میں پڑے فاقے کر رہے ہیں...... اب بتاؤ ان کی حالت دیکھ کر یہ کھانا میرے حلق سے کیسے نیچے اترے گا......؟ خادم مجبور ہو کر آپ کے سامنے سے سحری کا کھانا اٹھا لیتے۔

مجھے باندھنا چاہتا تھا خود بندھ گیا

عبدالواحد بن غیاث سے روایت ہے کہ ابو العباس طوسی امام ابو حنیفہ کے بارے میں

برے خیالات رکھتا تھا...... امام صاحب اس بات کو جانتے تھے...... ایک مرتبہ امام صاحب امیر المومنین ابو جعفر منصور کے پاس گئے وہاں اور بھی بہت سے لوگ تھے...... طوسی نے اپنے دل میں کہا آج ابو حنیفہ کو قتل کرواؤں گا...... یہ سوچ کر امام صاحب کی طرف متوجہ ہوا اور کہا:

ابو حنیفہ امیر المومنین ہم میں سے ایک آدمی کو بلاتے ہیں اور پھر اس کو حکم دیتے ہیں کہ اس آدمی کی گردن اڑا دیں اس آدمی کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ کیوں قتل کیا جا رہا ہے کیا اس کے لئے جائز ہے کہ اسے قتل کرے؟

امام صاحب نے طوسی سے پوچھا: امیر المومنین حق کا حکم دیتے ہیں یا باطل کا؟ اس نے کہا: حق کا...... تو حق کو نافذ کرو جہاں کہیں ہو اس کے بارے میں پوچھا مت کر...... پھر امام صاحب نے اپنے قریب والوں سے فرمایا آدمی مجھے باندھنا چاہتا تھا مگر میں نے اسے ہی باندھ دیا۔

قرآن میں ہر بات بیان کی گئی ہے

بشر بن یحیٰ مروزی نے بیان کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کوئی چیز ایسی نہیں جو قرآن میں بیان نہیں کی گئی ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

...... **ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین**......

کوئی رطب و یابس ایسی نہیں جو قرآن کریم میں نہ ہو

نیز فرمایا:

......**مافرطنا فی الکتاب من شئی** ......

ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں کی۔

اسی طرح فرمایا:

...... **تبیانا لکل شئی**......

یہ قرآن ہر چیز کے لئے واضح بیان ہے۔

یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا طفیلی کا بیان بھی قرآن کریم میں ہے؟ امام صاحب نے فرمایا ہاں ہے چنانچہ ارشاد ہے:

...... **لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم الآیہ**......

جب کے طفیلی بلا اجازت کے داخل ہو جاتا ہے۔

مشکل سوال، آسان جواب

ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ سے سوال کیا گیا ایک آدمی نے قسم کھائی کہ اگر آج کے دن میں غسل جنابت کروں...... تو میری بیوی کو تین طلاق...... پھر دوسری قسم کھائی...... کہ اگر آج کے دن کوئی نماز ترک کروں...... تو میری بیوی کو تین طلاق...... پھر تیسری قسم کھائی...... کہ اگر آج دن میں اپنی بیوی سے جماع نہ کروں...... تو اس کو تین طلاق۔

امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ عصر کی نماز پڑھ کر جماع کر لے...... لیکن سورج ڈوبنے سے پہلے غسل نہ کرے...... سورج ڈوبتے ہی غسل کر لے...... اور مغرب وعشاء کی نماز پڑھے...... تو قسم نہیں ٹوٹے گی...... کیونکہ اسی دن بیوی سے جماع کر لیا...... اور دن کی کوئی نماز بھی نہیں چھوٹی کیونکہ عصر کی نماز دن کی آخری نماز تھی...... اور اس دن غسل جنابت بھی نہیں کیا...... کیونکہ سورج ڈوبنے کے بعد دن نہیں رہتا رات ہو جاتی ہے۔

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حج کے موقعہ پر امام ابوحنیفہ کی ملاقات ہوئی اور گفتگو بھی ہوئی جب امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو شاگردوں نے دریافت کیا...... **کیف وجد ابا حنیفۃ**...... آپ نے امام ابوحنیفہ کو کیسا پایا؟

امام ابو مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وہ ایسا شخص ہے کہ اگر اس ستون کو سونے کا کہدے گا تو اس پر دلائل قائم کر دے گا اور تم کو جواب نہ آئے گا تم اس دلائل کو توڑ نہ سکو گے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مثالی محدث

اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک آدمی کی بیوی سیڑھی پر چڑھی اس کے شوہر نے کہا:

اگر تو چڑھے...... تو تجھ کو تین طلاق...... اور اترے تب بھی تین طلاق...... اب کیا تدبیر کی جائے کہ قسم نہ ٹوٹے؟

امام صاحب نے فرمایا کہ بیوی نہ چڑھے اور نہ اترے بلکہ کچھ مرد اس کو مع سیڑھی کے زمین پر رکھ دیں...... قسم نہیں ٹوٹے گی...... اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ لوگوں نے معلوم کیا کہ مردوں کے اتارنے کے علاوہ بھی کوئی تدبیر ہو سکتی ہے؟ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں عورتیں اس کو سیڑھی سے اتار کر زمین پر رکھ دیں...... اور وہ اترنے کا ارادہ نہ کرے...... اس طرح مرد حانث نہیں ہوگا اور طلاق بھی نہیں پڑے گی۔

ابوبکر بن محمد زرنجری نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا اگر فلاں شخص کوسج نہ ہو تو تجھے طلاق...... امام ابوحنیفہ سے مسئلہ معلوم کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس کے دانت گنے جائیں...... اگر ۲۸ دانت ہوں تو وہ کوسج ہے...... اور اگر ۳۲ دانت ہوں تو کوسج نہیں جب اس کے دانت گنے گئے تو ۲۸ نکلے جیسا کہ مرد نے کہا تھا۔

مناقب زرنجری نے یہ بھی منقول ہے کہ امام ابو یوسف اور ان کی بیوی میں تو تو، میں میں ہو گئی...... وہ ان سے روٹھ گئیں...... امام ابو یوسف نے کہا اگر آج رات نہیں بولے گی...... تو تُو مطلقہ مگر وہ اسی طرح بیٹھی رہیں...... انہوں نے ہزار کوشش کی مگر وہ نہ بولیں...... وہ اٹھے اور رات ہی کو امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سب حالات سنایا......

امام صاحب نے نیا جوڑا پہنایا خوشبو لگائی اور طیلسانی عمدہ چادر اوڑھائی...... اور فرمایا اب اپنے گھر جاؤ اور یہ ظاہر کرو کہ تمھیں اس سے گفتگو کی ضرورت نہیں...... وہ گئے اور اپنے آپ کو بے نیاز ظاہر کیا...... جب عورت نے ان کی یہ حالت دیکھی...... تو غصے کی

حالت میں بھر گئی...... کہنے لگی: لگتا ہے تم کسی فاجرا کے گھر میں تھے...... یہ سنتے ہی امام ابو یوسف خوش ہو گئے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے جبہ میں برکت

کتابوں میں لکھا ہے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب دیکھا کہا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خلق قران کے مسئلہ کے بارے میں کچھ آزمائشیں آئیں گی لیکن اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب فرمائے گا۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد بھی تھے۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک شاگرد کو بھیجا کہ جاؤ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ خواب سنا دو۔ چنانچہ اس شاگرد نے جا کر خواب سنا دیا کہ خلق قرآن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائشیں آئیں گی اور اللہ تعالیٰ اس آزمائش میں آپ کو کامیاب فرمادیں گے۔

اب ظاہر میں تو تکالیف پہنچنے والی بات تھی مگر اللہ والے تو یہ دیکھتے ہیں کہ اس آزمائش میں ہم کامیاب ہوں گے یا نہیں۔ اس خواب میں تو بشارت بھی تھی کہ کامیاب ہوں گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت ہے کہ اگر کوئی خوشخبری لائے تو خوشخبری لانے والے کو کچھ ہدیہ دیا جائے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کا اپنا ایک جبہ پڑا ہوا تھا۔ انہو ں نے وہ جبہ آنے والے بندے کو ہدیہ کے طور پر پیش کر دیا۔ جب شاگرد نے واپس جا کر امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کارگزاری سنائی...... تو امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ جبہ حاصل کرنے کی فرمائش ظاہر کی۔ شاگرد نے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کر دیا۔

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جبے کو پانی میں ڈبو کر رکھتے اور وہ پانی بیمار کو پلا دیتے تو اللہ تعالیٰ بیمار کو شفاء عطا فرما دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جبہ میں اتنی برکت رکھ دی تھی امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی عظیم شخصیت اس جبہ سے برکت حاصل کرتی تھی۔

ذہانت سے چور کا پتہ چل گیا

خوارزمی کے مناقب میں ہے کہ امام مرغنانی نے بیان کیا ہے کہ کوفہ میں ایک بخیل تھا اس نے جنگل میں مال دفن کر دیا۔ جب نگرانی کے لئے گیا تو کوئی اڑا لے گیا۔ چور کا پتہ نہ چلا۔ بخیل نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر ہوئی کہ وہ غم میں مر رہا ہے تو امام صاحب نے اس کو بلایا اور فرمایا مجھے وہ جگہ دکھلاؤ۔

وہ لے گیا تو وہاں لوگ کماۃ سانپ کی چھتری کھود رہے تھے۔ ان سے امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جماعت کا کوئی فرد غائب ہے۔ ان لوگوں نے کہاہاں نوجوان جس کا نام زرزور ہے غائب ہے۔ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے پاس آئے اور فرمایا کہ جس نے تم کو چوری کرتے ہوئے دیکھا ہے وہ تمہارے خلاف گواہی دینے والا ہے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ جو تم نے خرچ کر لیا۔ ہم مالک سے کہیں گے، وہ تم کو معاف کر دے، جو باقی ہے لے آؤ۔

چنانچہ اس نے لا کر حاضر کر دیا۔ بخیل نے لے لیا اور اپنا حق پا کر خوش ہوا۔ امام صاحب نے اپنے قول سے کہ جس نے تم کو چوری کرتے ہوئے دیکھا ہے اللہ تعالیٰ کو مراد لیا، اس لئے کہ اللہ ہر اس کام کو دیکھ رہا ہے جو کوئی کرتا ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ کا حلقہ علم ختم کرنے کا واقعہ

خطیب بغدادی نے محمد بن سلمہ سے اور ابو عبداللہ صیمری نے فضل بن غانم سے روایت کی ہے کہ امام ابو یوسف بیمار ہو گئے تو امام ابو حنیفہ نے ان کی متعدد بار عیادت کی۔ آخری مرتبہ ب عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو ان کو بہت ہی کمزور حالت میں پایا۔ انا اللہ پڑھی اور ماایا تمہارے بارے میں توقع ہے کہ تم میرے بعد مؤمنین کیلئے موجود ہو گے اور تمہاری موت لی مصیبت مؤمنین پر آئی تو تمہارے ساتھ علم کا بہت بڑا ذخیرہ ضائع ہو جائے گا۔

ایک روایت یہ ہے کہ اگر یہ نوجوان مرگیا تو روئے زمین پر کوئی نہیں جو اس کی جگہ پر کر سکے یہ خبر ابو یوسف کو پہنچ گئی۔ ادھر اللہ کے فضل سے شفاء ہوگئی تو دل میں عجب پیدا ہوگیا اور علم فقہ کی اپنی الگ مجلس قائم کرلی۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں جانا چھوڑ دیا۔ لوگوں توجہ انکی طرف بھی ہوئی۔ امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں لوگوں سے معلومات کیں تو لوگوں بتلایا کہ انہوں نے اپنا حلقۂ درس الگ قائم کرلیا ہے ان کو آپ کے تعریفی کلمات پہنچ گئے ہیں۔

امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ایک معتبر آدمی کو بلایا اور فرمایا ابو یوسف بن یعقوب کی مجلس میں جاؤ اور یہ مسئلہ معلوم کرو:

ایک آدمی نے ایک دھوبی کو کپڑا دیا کہ دو درہم میں اس کو دھو کر دے دے۔ کچھ دنوں بعد جب دھوبی کے پاس کپڑا واپس لینے گیا تو دھوبی نے کپڑے ہی کا انکار کر دیا اور کہا تمہاری کوئی چیز میرے پاس نہیں۔ وہ آدمی واپس آ گیا۔ پھر دوبارہ اسکے پاس گیا اور اپنا کپڑا طلب کیا تو دھوبی نے دھلا ہوا کپڑا اسے دے دیا اب دھوبی کو دھلائی کی اجرت ملنی چاہئے یا نہیں؟ اگر وہ کہیں ہاں تو کہنا آپ سے غلطی ہوئی اور اگر کہیں اس کو مزدوری نہیں ملے گی تو بھی کہنا غلط۔

وہ آدمی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں گیا اور مسئلہ معلوم کیا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کی اجرت واجب ہے...... اس آدمی نے کہا غلط...... امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ نے غور کیا...... پھر فرمایا اسکی اجرت واجب ہے...... اس آدمی نے پھر کہا غلط۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ فوراً اٹھے...... اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں پہنچ گئے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ دھوبی کا مسئلہ لایا ہے۔ ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ نے عرض کیا جی ہاں امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سبحان اللہ جو شخص اس لئے بیٹھا ہو کہ لوگوں کو فتویٰ دے، اس کام کے لئے حلقہ درس جمالیا، اللہ کے دین میں گفتگو کرنے لگا اور اس کا مرتبہ یہ ہے کہ اجارہ کے مسئلہ کا صحیح جواب نہیں دے سکتا۔

ابو یوسف نے عرض کیا استاذ محترم! مجھے بتلا دیجئے۔ امام صاحب نے فرمایا اگر اس نے انکار کے بعد دھویا ہے تو اجرت نہیں کیوں کہ اس نے اپنے لئے دھویا ہے اور اگر غصب سے

پہلے دھویا تھا تو اس کو اجرت ملے گی۔اس لئے اس نے مالک کے لئے دھویا تھا۔

معاصرین کا اکرام

عربی کی ایک مثل ہے کہ المعاصر سبب المنافرۃ یعنی ہم اثر ہونا نفرت کا باعث ہوا کرتا ہے...... چنانچہ یہ عام بات ہے کہ دو اہل کمال ایک ہی زمانہ میں ہوتے ہیں...... تو ایک دوسرے کے کمال کا کماحقہ اعتراف نہیں کرتے...... مگر علماء حق نے کبھی بھی اپنے معاصرین کے فضل و کمال کے اعتراف...... اور ان کے اعزاز و اکرام میں کوتاہی نہیں کی...... حکایات ذیل دور حاضر کے ہم چشموں کے لئے سرمہ بصیرت ہیں۔

ابو حنیفہ کی مظلومیت پر ان کے بیٹے اور نواسے کی گفتگو

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ ابن ہبیرہ نے امام اعظم کو ۱۱۰ کوڑے مروائے اور روزانہ دس کوڑے لگوانے کا معمول تھا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مظلومانہ حالت کو یاد کرتے تو بے اختیار ہو کر رونے لگتے۔ اور امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اللہ کی بارگاہ میں گڑ گڑا کر دعائیں کرتے۔

ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نواسے اسماعیل کا بیان ہے کہ میں کوفہ میں اپنے والد حماد بن ابی حنیفہ کے ساتھ ایک مرتبہ کناسہ کے مقام سے گذر رہا تھا کہ میرے والد کی آنکھوں میں آنسوں بھر آئے میں نے دیکھا کہ وہ بے اختیار رو رہے ہیں۔ مجھے حیرت ہوئی اور میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا۔...... **یا ابت ما یبکیک**...... فرمانے لگے۔

یابنی! فی ھذا الموضع ضرب ابن ھبیرہ ابی عشرۃ ایام فی کل یوم عشرۃ اسواط علی ان یلی القضاء فلم یفعل

لخت جگر یہی وہ جگہ ہے جہاں ابن ہبیرہ نے میرے والد ابو حنیفہ کو دس روز تک

کوڑوں کی سزادی تھی اس طرح کہ روزانہ دس کوڑے لگائے جاتے تھے تاکہ ابوحنیفہ قضاء قبول کرلیں مگر ابوحنیفہ نے منصب قضا اور وزارت عدل کے بدلے کوڑوں کی سزا بخوشی قبول کرلی۔

اس سب کچھ کے باوجود ابوحنیفہ کو اپنی زحمت وتکلیف کے بجائے والدہ کے احساس وغم کی فکر لاحق تھی جیسا کے اس بارے میں روایت نقل کردی ہے۔

(دنیات الایمان لابن خلکان ج ۵ ص ۴۰۸/ وفات الاعیان ج ۵ ص ۴۰۸ وموفق ۲۴۷)

حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ اور حجاج بن یوسف

حجاج بن یوسف ثقفی سلطنت بنوامیہ کا وہ ظالم وسفاک گورنر ہے جس نے ایک لاکھ آدمیوں کو اپنی تلوار سے قتل کیا اور جو لوگ اس کے حکم سے قتل کیے گئے ان کا تو شمار ہی نہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ساری امتیں اپنے اپنے منافقوں کو لائیں اور ہم صرف ایک حجاج کو پیش کردیں تو ہمارا ہی پلہ بھاری رہے گا۔

ایک مرتبہ اسی حجاج بن یوسف کا قاصد حضرت خواجہ حسن بصری کی درس گاہ حدیث میں آیا اور پوچھا کہ کیا آپ حجاج کی طرف اشارہ کرکے منبر پر یہ فرمایا کرتے ہیں؟ کہ پہلے نفاق نقاب اور برقع میں چھپا رہتا تھا مگر اب وہ عمامہ باندھ کر اور تلوار لٹکا کر گھومتا پھرتا رہتا ہے؟

آپ نے فرمایا کہ بے شک میں یہ بات لوگوں سے کہا کرتا ہوں قاصد نے کہا کہ یہ بات آپ کو کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا آپ کو نہیں معلوم؟ کہ اس کلام سے حجاج گورنر کو بہت ناگواری ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں اس لئے یہ بات کہا کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل نے ہم عالموں سے یہ عہد لیا ہے کہ ہم حق بات کو کبھی نہ چھپائیں اور کلمہ حق کو علی الاعلان بیان کرتے رہیں قرآن میں خداوند عالم کا فرمان ہے:

......لتبيننه للناس ولا تكتمونه......

یعنی ضرور ضرور لوگوں سے حق بات کہہ دو اور حق کو کبھی نہ چھپاؤ۔

حجاج کا قاصد آپ کی اس عالمانہ جرات اور مجاہدانہ شجاعت پر حیران ہو گیا۔

(روح البیان ج ۲)

استاد سے محبت کی وجہ سے کپڑے پھاڑ ڈالے

امام الحدیث اسمٰعیل کو جب یہ خبر ملی کہ شیخ الحدیث محمد بن ایوب رازی کی وفات ہو گئی ہے تو انہوں نے رنج وغم سے گریہ وزاری کی اور کپڑے پھاڑ ڈالے اور اپنے سر پر خاک ڈالنے لگے اور اس قدر چیخ چلا کر رونے لگے کہ تمام گھر والے ان کی آہ وزاری کو دیکھ کر حواس باختہ ہو گئے ...... جب لوگوں نے ان سے رنج وغم کا سبب دریافت کیا ...... تو انہوں نے روتے بلبلاتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگ مجھ کو ہمیشہ سفر سے منع کرتے رہے ......

آخر شیخ الحدیث محمد بن ایوب رازی وفات پا گئے ...... کس سے پڑھوں گا؟ گھر والوں نے انہیں تسلی وتشفی دے کر فوراً ہی ان کے تعلیمی سفر کا اہتمام کیا ...... اور ان کے ماموں کے ہمراہ شہر نساء میں ایک دوسرے شیخ وقت ابن سفیان محدث کی درسگاہ میں بھیج دیا ...... تو انہیں سکون اور قرار نصیب ہوا اس وقت امام اسمٰعیل کی عمر سترہ برس کی تھی ...... مگر اتنی عمر تک بھی گھر میں بیٹھے رہنا گوارا نہیں ہوا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۶۱)

معاشرے میں سے افضل علماء ہیں

مولانا ضیاء الحق قاسمی فرماتے ہیں عالم اسی دن سے اونچا ہو گیا جس دن حضور ﷺ نے فرمایا تھا یہ میرا ہے ...... اس کی نسبت میرے ساتھ ...... میں اس کا اور یہ میرا۔

فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم

فرمایا تمہارے اندر یہ سب سے چھوٹا ہے جس طرح میرا مرتبہ دنیا میں سب سے اونچا ہے اسی طرح جو بندہ عالم دین ہو گا وہ معاشرے میں سب سے اونچا ہو گا

اس کا مقابلہ دنیا کا کوئی دوسرا طبقہ کر ہی نہیں سکتا۔

فقیرانہ حال میں علم کا سمندر

داؤد ظاہری کا بیان ہے کہ ایک روز میری مجلس میں ایک نہایت ہی شکستہ حال انسان انتہائی بوسیدہ لباس پہنے ہوئے آیا اور دفعتًا بغیر میری اجازت میری مسند پر براجمان ہو گیا۔ اپنا نام ابو یعقوب نصی بتایا اور میری طرف مخاطب ہو کر فخریہ لہجے میں کہا کہ سل یافتی عما بدالک اے جوان! جو تیرے دل میں آئے مجھ سے پوچھ لے!

داؤد ظاہری کہتے ہیں کہ مجھے اس کے اس فخر آمیز لب ولہجہ پر بڑا غصہ آیا اور میں طنز کے طور پر کہہ دیا کہ اگر حجامت (پچھنا لگانے) کے بارے میں جناب کو کچھ معلومات ہو تو ارشاد فرما دیجئے؟ یہ سن کر وہ شخص ایک دم سنبھل کر بیٹھ گیا اور حدیث...... **افطرا الحاجم والمحجوم** ......کی تمام روایات کو بیان کر کے بتانے لگا کہ کن کن سندوں سے یہ حدیث مسند ہے اور کن کن سندوں سے یہ حدیث موقوف و مرسل ہے؟ اور کون کون سے فقہاء کا اس پر عمل ہے؟

پھر اس نے حضور اکرم ﷺ کے پچھنا لگانے کے مختلف مقامات مختلف طریقے پچھنا لگانے والوں کے نام پچھنا لگانے والوں کی اجرتوں اور ان کے احکام کا مفصل بیان کیا۔ حدیث فقہ کی تمام بحثوں کے بعد وہ اطباء کے اقوال کی طرف رجوع ہوا تو ان تمام طبیبوں کے اقوال بیان کرنے لگا، جو مختلف زبانوں میں مختلف اطباء کہتے ہیں......

پھر حجامت کے فوائد اس کے مختلف طریقوں اس کے مختلف آلات پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد تاریخ کا نمبر آیا تو اس نے بہت سے شواہد اور دلائل ۔ یہ ثابت کر دیا کہ عمل حجامت کے موجد اہل اصفہان ہیں۔

داؤد ظاہری کہتے ہیں کہ اس شخص کی معلومات کی وسعت اور اس کے سیلاب تقریر کی جولانی وروانی دیکھ کر میں دریائے حیرت واستعجاب میں غرقاب ہو گیا یہاں تک کے میں نے اس کی طرف مخاطب ہو کر کہہ دیا کہ اے شخص! بس کر مجھے معاف کر دے میں وعدہ کرتا ہوں کہ

لہٰذا اللہ کی قسم اب تیرے بعد کسی شخص کو بھی حقارت کی نظر سے نہیں دیکھوں گا! (ابن خلکان ج ا ص ۱۷۶)

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا علم وفضل

حضرت فاطمہ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قرآن حکیم سے شغف کا ذکران کی عبادت اور شب بیداری کے سلسلے میں کیا جا چکا ہے...... چونکہ انہوں نے کچھ زیادہ عمر نہیں پائی اس لئے حدیث روایت کرنے کا زیادہ موقع نہیں ملا...... ان سے صرف اٹھارہ (بروایت دیگر انیس) احادیث مروی ہیں...... ان سے حدیث روایت کرنے والوں میں حضرت علی بن ابی طالب، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت انس بن مالک، حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت سلمیٰ ام رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ شامل ہیں۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی احادیث پر مشتمل ایک کتاب تیار کی تھی جس کا نام مسند فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رکھا تھا۔

تفقہ فی الدین سے بھی بہرہ ور تھیں...... مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکے ہاں گوشت تناول فرمارہے تھے...... کہ نماز کا وقت آگیا...... حضور اسی طرح نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے...... حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد سنا تھا...... جس سے وہ سمجھتی تھیں کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے...... اس لئے انہوں نے حضور کا دامن اقدس پکڑ کر عرض کیا...... ابا جان وضو کر لیجئے۔ آپ نے فرمایا:

جان پدر وضو کی ضرورت نہیں تمام اچھے کھانے آگ ہی پر تو پکتے ہیں۔

مسند احمد ہی میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کسی سفر میں گئے تھے...... واپس تشریف لائے...... تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قربانی کا گوشت پیش کیا ان کو اس کے کھانے میں عذر ہوا...... حضرت فاطمہ نے کہا اس کے کھانے میں کچھ ہرج نہیں...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دے دی ہے۔

ایک مرتبہ سرورعالم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا بیٹی ذرا بتاؤ تو عورت کی سب سے اچھی صفت کون سی ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا:

''عورت کی سب سے اچھی صفت یہ ہے...... کہ نہ وہ کسی غیر مرد کو دیکھے......اور نہ کوئی غیر مرد اس کو دیکھے۔(احیاء العلوم امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ)

نہ ہر کے آئنہ دارو سکندر داند

نہ ہرکہ سر بہ تراشد قلندری داند

جس طرح ہر سر منڈا قلندر نہیں ہوتا اور ہر شیشہ رکھنے والا سکندر نہیں ہوتا۔اسی طرح ہر داڑھی والے کو مولوی اور عالم نہیں کہا جاسکتا......مولوی اور عالم ایک نصاب پڑھنے سے بنتا ہے......

مولوی اور عالم ایک مکتبہ فکر کا ترجمان ہوتا ہے۔

مولوی اور عالم دین کا نمائندہ ہوتا ہے۔

مولوی عالم دین کی علامت ہوتا ہے۔

جس طرح ہر شخص میٹرک نہیں ہوسکتا۔

نہیں ہوسکتا......نہیں ہوسکتا......نہیں ہوسکتا......جو پینٹ پہن لے وہ ایم اے ......جو بال انگریزوں کی طرح رکھ لے وہ بی اے......اور جو کنگھی پھیر کر پاؤڈر لگا کر باہر آجائے وہ ایل ایل بی نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح ہر داڑھی والے کو مولوی نہیں کہتے...... بلکہ مولوی بننے کے لئے ایک نصاب ہے بڑا لمبا بڑا شاق اور مشکل ہے......جس طرح ایل ایل بی مشکل ہے......اسی طرح وہ نصاب بھی مشکل ہے......اور آج کے دور میں بھی آٹھ نو سال لگا کر وہ نصاب پڑھنا پڑتا ہے ......اس نصاب کو جو مدارس عربیہ میں پڑھایا جاتا ہے......درس نظامی کہتے ہیں۔

یہ ہے ملاں! یہ ہے مولوی

نو سال کا یہ نصاب ہے نصاب تعلیم جسے درس نظامی کہتے ہیں......تمھیں میں تاریخ بتا

رہاہوں کہ ہم کسی سے کم نہیں ہیں ہم نے دین پڑھا ہے...... میں ایہہ گپ نہیں ماراں گا...... کہ میرے نال سائنس وچ مقابلہ کرلو...... کیونکہ میں نے پڑھی ہی نہیں...... میرے ساتھ دین کے کسی موضوع پر کھڑا ہوکر کوئی وکیل گفتگو کرلے۔

نہ میں نے کالج پڑھا ہے...... نہ کسی اسکول میں نے پڑھا ہے...... پرائمری پاس ہوں لیکن کوئی بڑے سے بڑا کھڑا کردو...... وکیل تو پہلے ہی اعصاب چھوڑ کر بیٹھ جاتے ہیں کہ...... مولوی صاحب اب تم سے بحث کون کرے؟ میں نے کہا! تجھے کس نے کہا تھا کہ بحث شروع کرکے ہم تو بحث نہیں کرتے...... انہوں نے دین کب سیکھا ہے؟

پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

آسمان کی مسجد کا امام

حسض بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے امام المحدثین ابوزرعہ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ وہ پہلے آسمان میں فرشتوں کو نماز پڑھا رہے ہیں میں نے دریافت کیا کہ اے ابوزرعہ! کون سی عبادت کے صلہ میں آپ کو یہ اعزاز و اکرام ملا ہے؟

انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے دس لاکھ حدیثیں لکھی ہیں اور ہر حدیث میں عن النبی کے بعد ﷺ لکھا ہے اور تم جانتے ہو کہ حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ جو مسلمان ایک مرتبہ مجھ پر درود شریف بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ دس مرتبہ رحمتیں فرماتا ہے یہ درود شریف کی برکت ہے کہ خداوند عالم نے مجھے فرشتوں کا امام نماز بنادیا ہے۔ (شرح الصدور ص ۲۳)

اس واقعہ سے جہاں امام ابوزرعہ کی کرامت کا حال معلوم ہوتا ہے ساتھ ہی یہ مسئلہ بھی سامنے آیا کہ جس طرح زبان سے درود شریف پڑھنے کا بے شمار اجر و ثواب ہے اس طرح حضور ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ درود شریف لکھنے کا بھی اتنا ہی ثواب و اجر ہے۔ جو لوگ حضور اقدس کے نام نامی کے ساتھ پورا درود شریف نہیں لکھتے بلکہ ص یا صلعم لکھتے ہیں وہ نہ صرف اس اجر سے محروم رہتے ہیں بلکہ گنہگار بھی ہوتے ہیں خداوند کریم اس عادت بد سے بچائے۔ آمین

دنیا سے بے رخی کا نتیجہ نماز جنازہ میں تین لاکھ آدمی

قدوۃ المحدثین ابوبکر عبداللہ بن ابی داؤد اپنے دور طالب علمی میں اتنے مفلس تھے کہ جب یہ کوفہ پہنچے...... تو ان کے پاس صرف ایک درہم تھا...... انہوں نے ایک درہم کا تین باقلہ خریدا...... اور تھوڑا تھوڑا کھاتے رہے...... اور حدیثیں لکھتے رہے...... یہاں تک کے تین ہزار حدیثیں لکھتے لکھتے باقلاء ختم ہو گیا...... اور مجبوراً انہیں شیخ کی درسگاہ چھوڑ کر آنا پڑا......

مگر یہ اس پائے کے محدث ہوئے کہ امام اہل عراق کا لقب پایا...... اور بادشاہ وقت نے ان کے لئے ایک منبر تیار کروایا تھا...... جس پر بیٹھ کر یہ احادیث بیان فرماتے تھے...... اور ان کی درسگاہ میں خلق خدا کا کثیر ہجوم جمع ہوتا تھا...... جس پر بیٹھ کر یہ احادیث بیان فرماتے تھے......

بہت ہی زاہد و عابد بھی تھے ان کی یہ کرامت ہے کہ ان کے جنازہ پر تین لاکھ آدمیوں نے نماز پڑھی...... اور اسی مرتبہ ان کی نماز جنازہ ہوئی...... ذوالحجہ سن ۳۱۶ھ میں دنیا سے رخصت فرمائی بوقت وفات ۸۷ برس کی عمر شریف تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد۲ ص ۳۰۶)

ایک آزمائش

حضرت محمد بن سیرین کی تجارت کا یہ وقت تھا کہ تجارت خسارے میں چل رہی تھی اور تیل کے مالک کو چالیس ہزار درہم ادا کرنے تھے ان کے یہاں سرمایہ نہ تھا تیل والے کا تقاضہ شدید ہو گیا آخر کار اس نے عدالت میں مرافعہ پیش کر دیا۔

عدالت نے حضرت سیرین کو رقم ادا نہ کرنے تک جیل میں بند کر دیا...... جیل کا قیام طویل ہو گیا...... تب بھی رقم کا انتظام نہ ہو سکا...... جیل کے ذمہ دار ہر روز محمد بن سیرین کی عادات و اطوار کا مشاہدہ کرتے...... جیل میں دیگر ساتھیوں کے ساتھ ان کا حسن سلوک اخلاق و کردار اور رات کے آخری حصے میں ان کا تلاوت قرآن اور کثرت نمازوں کا حال اور مناجات

الٰہی سوز و گداز کی کیفیت ان لوگوں کو ہر شب متاثر کرتی تھی۔

جیل کے ذمہ دار کو ایک دن شدت سے یہ احساس ہوا...... کہ حضرت محمد بن سیرین ایک ناگہانی مصیبت کے تحت...... جیل میں محبوس ہیں...... عرصہ ہو چکا بیوی بچوں سے دور ہیں کیوں نہ انہیں رات میں گھر جانے کی اجازت دے دی جائے اور دن میں وہ جیل آجایا کریں۔

چنانچہ حضرت محمد بن سیرین سے کہا گیا...... حضرت محمد بن سیرین نے کہا...... واللہ میں حاکم وقت کی خیانت میں آپ کا تعاون نہیں کرسکتا...... الا یہ کہ حاکم وقت آپ کو اس کی اجازت دے دے......؟ آخر کار رقم ادا ہونے تک جیل ہی میں رہنا پسند کیا۔

انہی دنوں کی بات ہے کہ خادم رسول اللہ ﷺ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ موت کی سکرات میں تھے...... انہوں نے اپنی زندگی میں یہ وصیت کی تھی کہ...... میرا غسل اور صلوٰۃ جنازہ محمد بن سیرین ادا کریں گے...... لوگوں نے حاکم شہر سے گزارش کی کہ...... حضرت محمد بن سیرین کو چند گھنٹوں کے لئے...... جیل سے رہائی دی جائے...... تاکہ حضرت محمد بن مالک کی وصیت پوری کی جاسکے...... حاکم شہر نے اجازت دے دی۔

حضرت محمد بن سیرین نے حضرت انس کی وصیت پوری کی...... غسل وکفن دے کر نماز جنازہ ادا کی...... پھر جیل خانہ آگئے...... اپنے گھر والوں کو دیکھنے تک نہ گئے۔

اس کے بعد ایک عرصہ تک جیل ہی میں رہے...... جب رقم ادا ہوگئی تو رہائی پائی......

حضرت محمد بن سیرین ان عظیم مسلمانوں میں شامل ہیں...... جنہوں نے اپنی زندگی میں نہ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا حق ضائع کیا...... اور نہ عام مسلمانوں کے حقوق میں خیانت کی ہے...... اپنی دنیاوی زندگی کو تقویٰ وطہارت میں صرف کی...... فوز و فلاح کو سمیٹ لیا۔

اللھم تقبل حسناته وارفع درجاته

عظیم حوصلہ

حضرت محمد بن سیرین کی اس پاکیزہ زندگی میں ایک چھوٹا سا واقعہ لیکن حقیقت میں

نہایت عظیم الشانی قصہ ہے جو پیش آیا۔

ایک شخص نے ان پر دو درہم مساوی آٹھ آنے کا چھوٹا دعویٰ کر دیا کہ ان کے ذمہ واجب ہیں لیکن یہ ادا کرنے سے انکار کر رہے ہیں حضرت محمد بن سیرین نے پھر انکار کر دیا...... اس شخص نے کہا کیا تم قسم کھا سکتے ہو......؟ اس کو یقین تھا کہ محمد بن سیرین دو درہم کے لئے قسم نہیں کھائیں گے...... لیکن محمد بن سیرین نے قسم کھا لی...... واللہ میرے ذمے تیرا ایک درہم بھی نہیں ہے...... لوگوں کو تعجب ہوا کہ صرف دو درہم کے لئے...... اللہ کی قسم کھالی...... حالانکہ ابھی چند دن پہلے چالیس ہزار درہم کا ناپاک تیل...... محض اس لئے ضائع کر دیا تھا کہ...... فروخت کرنے والا دوسروں کو فروخت کر دے گا۔ جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں آ چکی ہے۔

حضرت محمد بن سیرین نے کہا ہاں میں ضرور قسم کھاؤں گا...... کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے...... اور میرے ادا کرنے پر وہ مال حرام کھانے کا مرتکب ہوگا...... میں نہیں چاہتا کہ کوئی مسلمان حرام مال کھائے...... اس لئے میں نے قسم کھا کر اس کو اکل حرام سے بچالیا......

زبان کا بوسہ، چھوٹا عمامہ

ایک عیسائی پادری نے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے سامنے یہ اعتراض کیا کہ آپ کے رسول ﷺ تو خدا کے محبوب تھے...... جب آپ کے رسول ﷺ کے نواسے کو یزیدی لوگ کربلا میں قتل کرنے لگے...... تو کیوں نہیں آپ کے رسول ﷺ نے خدا سے کہا کہ میرے نواسے کو بچالے......

شاہ صاحب نے پادری کو الزامی جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ پادری صاحب! ہمارے رسول نے خدا سے کہا تھا...... مگر بقول نصاریٰ اس نے فرمایا کہ اے محبوب! میرے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کو میرے سامنے یہودیوں نے سولی پر لٹکا دیا...... جب میں اپنے بیٹے کو نہیں بچا سکا...... تو تمہارا نواسا کیسے بچا سکتا ہوں......؟ یہ سن کر پادری مبہوت ہو کر لاجوب ہو گیا ......اور بڑی دیر تک حیرت سے حضرت شاہ صاحب کا منہ تکتا رہا۔

سب سے افضل پانی

حضور ﷺ کی انگلیوں سے بطور معجزہ جو پانی نکلا وہ سب پانیوں سے افضل ہے اس
ے بعد افضل ترین پانی زمزم کا ہے اور زمزم کا پانی حوض کوثر سے بھی افضل ہے کیونکہ شق صدر
ے وقت حضور کے لئے جنت سے طیشت لایا گیا لیکن پانی زمزم سے ہی لیا گیا حوض کوثر سے
ہیں یہ بالکل ایسا ہے جیسے حضور ﷺ کے بدن مبارک سے جو مٹی لگی ہوئی ہے وہ عرش سے
ھی افضل ہے کہ اللہ کا جسم نہیں۔

امام محمد کا درس موطا اور طلبا کا ازدھام

اہل عراق میں غالبا حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ پہلے شخص تھے...... جنہوں نے مدینہ منورہ
یں تین برس تک رہ کر امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ اور دوسرے شیوخ مدینہ سے استفادہ اور کسب
یض کیا اور ان کی مرویات کا ایک بڑا سرمایہ اپنے ساتھ عراق لائے...... اور اس زمانے میں
تعدد وجوہ کی بنا پر امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مروعیات کو شہرت و امتیاز اور خصوصیت حاصل
تھی ...... اس لئے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بھی عراق میں ان کی روایتوں کا مستقل درس قائم
یا اور اس کے لئے ہفتے میں ایک دن متعین کر دیا...... تا کہ وہ لوگ جو امام دار الہجرت کے
پاس ...... بذات خود پہنچ کر استفادہ نہیں کر سکتے تھے وہ ان کی مرویات سے مستفیض ہو سکیں......
چنانچہ جس روز امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ امام مالک کی روایت تحدیث و تدریث کرتے
تھے اس قدر ہجوم ہوتا تھا کہ مجلس میں جگہ ناکافی ہو جاتی تھی...... چنانچہ ایک مرتبہ امام محمد
رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حاظرین سے فرمایا:۔

تم لوگ اپنے اصحاب کے بارے میں کتنے برے ہو...... تم سے بڑھ کر اپنے اکابر
اور مشائخ کا ناقدر شناس میں نے کسی کو نہیں دیکھا...... جب میں تم سے امام

مالک کی مرویات بیان کرتا ہوں...... تو تمھارا ٹھٹھ کا ٹھٹھ لگ جاتا ہے...... اور جب میں تم سے تمھارے اکابر کی مرویات بیان کرتا ہوں تو بادل ناخواستہ شریک ہوتے ہو صاف معلوم ہوتا ہے کہ بے ادبی سے آئے ہو۔

امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ موطا کا درس دیتے تو ہجوم سے راستے بند ہو جاتے

امام مالک کی وفات کے بعد جب ان سے براہ راست سماع حدیث کی امید منقطع گئی...... تو یہ مجمع اور زیادہ بڑھنے لگا...... اسد بن فرات نے سفر عراق کے حالات بیا کیئے...... امام محمد کے درس موطا کی کیفیت بھی بیان فرمائی ہے۔

اور جب امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کے درس میں کسی نے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ کی وفات خبر دی...... مجلس اور اس کے بعد کے درس کی کیفیت بھی بیان فرمائی، چنانچہ ان سے روایت ہے کہ:

ہم لوگ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر تھے...... اور انکا حلقہ در زوروں پر تھا...... کہ ایک شخص کودتا اور لوگوں کو پھلانگتا ہوا...... تیزی سے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ پاس پہنچا اور اس نے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ سے آہستہ سے کچھ کہا...... اس کا پیغام سننے کے بع امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے باواز بلند

......انا للہ وانا الیہ راجعون...... پڑھا اور فرمایا افسوس ہے...... وہ مصیبت ہم ٹوٹ پڑی ہے...... جس سے بڑی کئی اور مصیبت نہیں ہوسکتی...... امیر المومنین فی الحدیث امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔

یہ الفاظ دوسرے لوگوں نے بھی سنے، مجلس پر سناٹا چھا گیا...... اور لوگوں پر حزن والم او غموصدمہ کی کیفیت طاری ہوگئی......، اور یہ خبر بہت جلد عام ہوگئی...... اور تمام لوگوں کو اس ک

صدمہ ہوا اسد بن فرات رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ اسکے بعد حالت یہ ہوگئی...... کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنی ہوئی حدیثوں کی جب روایت کرتے ......تو لوگ انبوہ جمع ہوجاتے اورلوگوں کی بھیڑ ہوجاتی...... کہ راستہ چلنا بھی دشوار ہوجاتا......اس لئے کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی حدیثوں اور مرویات سے لوگوں کی رغبت اور شغف غیر معمولی اضافہ ہوگیا تھا۔

رات کے وقت مجلس درس کا اہتمام

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ دن کے علاوہ رات کے وقت بھی درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھتے تھے......لیکن یہ درس عام نہیں ہوتا تھا...... بلکہ جو طلبہ دور دراز سے خاص ذوق لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوتے......اوران کے پاس وقت کم ہوتا تھا......تو ان کے لئے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ رات کے وقت مجلس درس منعقد کرتے تھے۔

چنانچہ اسد بن فرات رحمہ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ سے عراق آئے اور یہاں آکر فقہ حنفیہ بالخصوص امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہوگئے......اور جلد ہی ان سے اختصاص اور قرب وخدمت کا مقام حاصل کرلیا۔ ایک موقعہ پر انہوں نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا حضرت! میں ایک غریب الدیار مسافر طالب علم ہوں......علم فقہ سے کورا......لیکن اس کا جویا اور شائق ہوں......اور وہ بھی کسی اور سے نہیں......صرف آپ سے......اور آپ کا تدریسی اور تعلیمی حال یہ ہے......کہ ہر وقت عراقی طلبہ آپ کو گھیرے ہوئے ہیں...... میرے لئے تو استفادہ مشکل ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا: دن کے وقت تم عام عراقی طلبہ کے ساتھ میرے حلقۂ درس میں سماع کیا کرو، باقی رہی رات تو وہ ساری کی ساری آپ کے لئے وقف کیے دیتا ہوں شب کو میرے گھر پر رہا کرو میں تمہاری ساری کسر پوری کردوں گا،،

رات کے درس میں بعض تلامذہ پر اونگھتے وقت پانی چھڑکنے کا اہتمام!

اسد بن فرات رحمۃ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کی اس شفقت نے مجھے حصول علم اور استفادہ وکسب فیض کا بہترین موقع مرحمت فرمایا صرف یہ نہیں کہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ رات کو مجھے خصوصیت سے پڑھایا کرتے تھے...... بلکہ جب میں نے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ہاں شب باشی شروع کردی...... اور میں روزانہ رات کے وقت ان کے ہاں چلا جایا کرتا تھا...... تو وہ اپنے بالاخانہ سے مجھے پڑھانے کے لئے جب اترتے...... تو پانی کا ایک پیالہ بھی ساتھ لاتے جو لبالب بھرا ہوتا...... اور قراءت ودرس کا سلسلہ شروع کردیتے......

جب رات زیادہ گذر جاتی...... اور میں اونگھنے لگتا...... یا غنودگی طاری ہونے لگتی...... تو وہ پیالے سے پانی کا چلو لے کر...... مجھ پر چھڑک دیتے...... میں فوراً ہوشیار اور بیدار ہو جاتا...... اور پھر وہ سلسلۂ درس شروع کردیتے...... جب رات زیادہ گزر جاتی اور میں اونگنے لگتا یا غنودگی طاری ہونے لگتی...... تو وہ پیالے سے پانی کا چلو لے کر مجھ پر چھڑک دیتے......

میں فوراً ہوشیار اور بیدار ہو جاتا اور پھر وہ سلسلہ میں درس شروع کردیتے...... پھر جب مجھے اونگ ستاتی...... یا غنودگی طاری ہوتی...... تو پھر وہ ایسا ہی کرتے ایک عرصہ تک ہم دونوں کا یہ معلوم رہا...... یہاں تک کہ میں نے گوہر مقصود حاصل کرلیا...... اور جو کچھ امام محمد سے سیکھنا چاہتا تھا وہ سیکھ لیا...... اسد بن فرات کے علاوہ امام محمد نے...... امام شافعی اور ابوعبید کے لئے بھی رات کو مخصوص طور پر وقت نکالا تھا...... اس سے یہ اندازہ بھی ہو جاتا ہے کہ...... امام محمد اپنے تلامذہ کے وقت کو کس قدر عزیز رکھتے تھے...... اور ان کے افادہ کے لئے کتنی مشقتیں برداشت کرتے تھے۔ (معالم الایمان جلد ۲ ص ۲۴ ایضا)

پانچ باتوں کا علم

ایک بار امام مالک بن انس نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا اور ان سے پوچھا اے ملک الموت میری کتنی زندگی باقی رہ گئی ہے؟ ملک الموت نے اپنی پانچوں انگلیوں سے اشارہ کیا۔

امام مالک نے پوچھا ان پانچ انگلیوں کے اشارے سے کیا مراد ہے؟ پانچ دن، پانچ ہفتے، پانچ ماہ یا پانچ سال؟ لیکن ملک الموت کا جواب سننے سے قبل ہی امام مالک کی آنکھ کھل گئی چنانچہ آپ جلیل القدر عالم دین ابن سیرین کی خدمت میں گئے جو خواب کی تعبیر بتانے میں معروف تھے...... امام مالک نے ان سے بیان کیا...... میں نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا اور ان سے پوچھا کہ میری کتنی عمر باقی ہے......؟ ملک الموت نے میری طرف اپنی پانچوں انگلیوں سے اشارہ کیا...... اور مجھے اس بات کا علم نہ ہو سکا کہ...... اس سے مراد پانچ دن ہیں...... پانچ ہفتے ہیں...... پانچ ماہ ہیں...... یا پانچ سال؟

امام ابن سیرین نے جواب دیا: اے امام دار الھجرۃ! ان پانچ چیزوں سے مراد...... پانچ سال...... پانچ ماہ...... پانچ ہفتے...... یا پانچ دن نہیں...... بلکہ ملک الموت کی مراد یہ ہے کہ آپ کا یہ سوال پانچ غیبی امور سے متعلق ہے...... جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہیں ہے......

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان اللہ عندہ علم الساعتہ وینزل الغیب ویعلم مافی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر

بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے وہی بارش نازل کرتا ہے اور ماں کے پیٹ میں جو ہے اسے جانتا ہے کوئی بھی نہیں جانتا کہ کل کیا کچھ کرے گا؟ نہ کسی کو یہ معلوم کہ کس زمین میں مرے گا۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ ہی پورے علم والا اور صحیح خبروں والا ہے......

علمائے حق کی علامات

امام غزالی نے علماء حق یا علماء آخرت کی بارہ علامتیں لکھی ہیں:

پہلی علامت...... اپنے علم سے دنیا نہ کماتا ہو عالم کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ دنیا کی حقارت
اور اس کے جلد ختم ہو جائے کا اس کو احساس ہو اور آخرت کی عظمت اور اس کے ہمیشہ رہنے کا اس کو خیال ہو۔

دوسری علامت...... اس کے قول و فعل میں تعارض نہ ہو ایسا نہ ہو کہ دوسروں کو خیر کا حکم کرے اور خود اس پر عمل نہ کرے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم وانتم تتلون الکتب افلا تعقلون (سورۃ البقرۃ پ ع ۵)

کیا غضب ہے کہتے ہو اور لوگوں کو نیک کام کرنے کو اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب تو کیا پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

تیسری علامت...... ایسے علوم مشغول ہو جو آخرت میں کام آنے والے ہوں اور نیک کاموں میں رغبت پیدا کرنے والوں ہوں ایسے علوم سے احتراز کرے جن کا آخرت میں کوئی نفع نہیں۔

چوتھی علامت...... کھانے پینے اور لباس کی نزاکتوں اور عمدگیوں کی طرف متوجہ نہ رہے بلکہ ان چیزوں میں میانہ روی اختیار کرے اور بزرگوں کے طرز کو اپنائے۔

پانچویں علامت...... بادشاہوں اور حکام سے دور رہے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

اپنے آپ کو فتنوں کی جگہ کھڑے ہونے سے بچاؤ پوچھا گیا فتنوں کی جگہ کونسی ہے؟
فرمایا: امراء کے دروازے کہ ان کے پاس جا کر ان کی غلط کاریوں کی تصدیق کرنی پڑتی

ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ بدترین علماء وہ ہیں جو حکام کے دربار میں حاضر ہوں اور بہتر حاکم وہ ہیں جو علماء کے دروازے پر حاضری دیں اسی لئے تو کہا گیا ہے:

نعم الا میر علی باب الفقیرو بئس الفقیر علی باب الامیر

✿......چھٹی علامت......فتویٰ صادر کرنے میں جلدی نہ کرے مسئلہ بتانے میں بہت احتیاط کرے اگر کوئی دوسرا اہل ہو تو اس کے حوالے کرنے کی کوشش کرے بعض علماء نے کہا ہے کہ صحابہ کرام چار چیزوں سے بہت احتراز کرتے تھے:

۱......امامت کرنے سے......

۲......وصی بننے سے......

۳......امانت رکھنے سے......

۴......فتوی دینے سے......

اور ان کا خصوصی مشغلہ پانچ چیزیں تھیں:

۱......قرآن پاک کی تلاوت......

۲......مساجد آباد کرنا......

۳......اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا......

۴......اچھی باتوں کی نصیحت کرنا......

۵......بری باتوں سے روکنا......

✿......ساتویں علامت......اس کو باطنی علم یعنی سلوک کا بہت زیادہ اہتمام بڑھا ہوا ہو کیونکہ یقین ہی تو اصل راس المال ہے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ یقین ہی پورا ایمان ہے۔

✿......آٹھویں علامت......اس کی ہر حرکت وسکون سے اللہ تعالیٰ کا خوف ٹپکتا ہو اس کی عظمت وہیبت کا اثر اس شخص کی ہر ادا سے ظاہر ہوتا ہو۔

✿......نویں علامت......وہ ان مسائل کا بہت زیادہ اہتمام کرتا ہو جو اعمال سے اور جائز اور ناجائز سے تعلق رکھتے ہیں۔

✿......دسویں علامت......اپنے علوم میں بصیرت کے ساتھ نظر کرنے والا ہو محض

لوگوں کی تقلید میں ان کا قائل نہ ہو۔

⚙......گیارہویں علامت...... بدعات سے بہت زیادہ شدت اور اہتمام کے ساتھ بچتا ہو رسموں اور دنیا کی پیروی نہ کرتا ہو حضرت حسن بصری کا ارشاد ہے کہ دو شخص بدعتی ہیں ای دو شخص جو یہ سمجھتا ہے کہ دین تو بس وہی ہے جو اس نے سمجھا ہے اور دوسرا وہ شخص جو دنیا کہ پرستش کرتا ہے اور اس کا طالب ہے۔

یہ ہیں علماء حق کی بارہ علامتیں اور انہی علامتوں میں غور کرنے سے علماء سوء کی نشانیاں سمجھ میں آجاتی ہیں۔

حق گوئی و بے باکی

ایک مرتبہ ایوب خان کے دور حکومت میں ڈپٹی کمیشنر نے علماء کرام کو دعوت دی...... چنانچہ حضرت بھی تشریف لے گئے......اس وقت ڈی سی نے کہا...... آپ حضرات حکومت سے تعاون کریں اور حکومت پر تنقید کرنے سے گریز کریں......اس پر فرمایا آپ جس کرسی پر متمکن ہیں اس دوران اگر آپ ایوب خان کے خلاف کوئی بات کہیں......تو کیا اس کرسی پر برقرار رہیں گے......ڈی سی نے کہا نہیں......

فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس منصب پر ہمیں فائز فرمایا ہے......تو اگر اس منصب کی ذمہ داریاں ہم پوری نہیں کریں گے......تو ہم بھی اس پر قائم نہیں رہ سکتے......اللہ اور رسول نے ہمیں ممبر پر بیٹھا کر کچھ فرائض ہم پر عائد کئے ہیں......ان کو ادا نہ کرنے کی صورت میں......ہم بھی کرسی دین سے محروم ہو جائیں گے۔

ایک دن ایوب خان کے دور حکومت میں محکمہ اوقاف کا چیف فیصلہ کرنے مدرسہ آیا حضرت کو اطلاع ملی......تو اسی وقت تشریف لائے...... چیف ایڈمنسٹریٹ سے ملے......اور اس کو کتب خانہ دکھایا...... پھر معائنہ کرنے کے بعد فرمایا یہ بتایئے کہ......کوئی شخص بڑی محنت سے مختلف جگہوں سے......ایک ایک پودا لا کر شاندار باغ لگائے......اور جب وہ پھل دار اور

بار آور ہونے لگے...... تو ایک ظالم باغ کو ویران کردے...... تو کیا مالک باغ کو تکلیف نہیں ہوگی؟
فرمایا یہ علمی چمن ہے۔ اس وقت جتنی قیمتی اور نادر کتابیں ہیں کس کو معلوم کہ میں نے کس محنت سے ان کو جمع کیا ہے...... بلاد عرب کو گوشہ گوشہ سے علمی جواہرات لاکر اس کتب خانہ میں رکھ دیئے ہیں...... اب اگر کوئی ظالم اس کو ویران کرنا چاہے...... تو بتاؤ کتنی تکلیف ہوگی۔
اس کے بعد حضرت نے اس کے گریبان پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ قیامت کے دن تمھارا گریبان پکڑ کر احکم الحکمین کے دربار میں فریاد کروں گا کہ...... اس نے علمی چمن کو ویران کیا تھا۔ شیخ کے اس انداز سے چیف اس قدر متاثر ہوا کہ بول اٹھا: مولانا آپ مطمئن رہیں...... انشاء اللہ یہ چمن یونہی رہے گا...... پھر اس نے یہ رپوٹ پیش کی کہ...... میں نے مدرسہ کا معائنہ کیا...... اور میری یہ رائے ہے کہ...... ایسے مدرسہ پر قبضہ کرنے کا خود حکومت کے لئے بدنامی کا باعث ہوگا...... اس کے چند دنوں بعد یہ اطلاع آئی کہ ہم نے حکم واپس لے لیا ہے۔
حضرت بنوری کو دو چیزوں بخاری شریف اور مدرسہ سے بے انتہا محبت تھی...... چالیس سال سے زیادہ بخاری شریف کا درس دیتے تھے...... ایک دفعہ آپ کے ایک ساتھی نے عرض کیا میرے خیال میں بخاری آپ کے لئے ایک فرحت بخش ہے...... اس پر فرمایا ہاں یہ میرے لئے فرحت بخش ہے...... فرماتے تھے کہ میں اس لئے بخاری پڑھتا ہوں کہ...... اس میں نہ صرف اوراق ہیں...... بلکہ اس میں دین ہے...... ہدایت کا اصلاح کا پورا سامان ہے۔

موطاء امام مالک حضور ﷺ کا خزانہ ہے

حضرت ابو ابن ابی السری عسقلانی نے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی اور حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ کوئی ارشاد فرمایئے تاکہ میں حضور ﷺ کی جانب سے ارشاد کی تبلیغ کروں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عسقلانی میں نے مالک بن انس کو ایک خزانہ دیا ہے...... جسے وہ تم سب میں تقسیم کررہا ہے اور وہ خزانہ موطا ہے۔ (روض الفائق ص ۱۴۸)
حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام المسلمین تھے اور حضور ﷺ کے منظور نظر اور آپ کی

کتاب موطاء امام مالک ایسی مسند اور صحیح جامع ہے کہ خود حضور ﷺ نے اسے اپنا خزانہ ارشاد فرمایا ہے۔

صرف علم تکبر پیدا کرتا ہے

اگر فقط علم ہو تو یہ انسان کو متکبر بنا دیتا ہے...... حتیٰ کے انسان اپنے نفس کا پجاری بن جاتا ہے...... اس لئے اللہ رب العزت نے قرآن میں فرمایا:

......افرء یت من اتخذالٰھه ھو اہ......

دیکھا آپ نے اسے جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنالیا؟

اور آگے کیا فرمایا...... واضله اللہ علیٰ علم ......اور علم کے باوجود اللہ نے اسے گمراہ کردیا یہاں علم کا تذکرہ اس لئے کیا کہ...... صرف علم ہو تو انسان کو خواہشات کا پجاری بنا دیتا ہے...... پھر وہ بندہ اپنی مرضی کے اجتہاد کرتا پھرتا ہے...... آپ دیکھئے شیطان بڑا علم والا تھا ......اللہ رب العزت نے جب حکم فرمایا کہ...... آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو...... تو فرشتوں نے سجدہ کیا...... مگر شیطان نے سجدہ نہ کیا۔

......ابیٰ واستکبر ...... نافرمانی کی اور تکبر کیا...... وکان من الکافرین ......اور کافروں میں سے ہوا......

اللہ رب العزت نے شیطان سے پوچھا سجدہ کیوں نہ کیا؟ چنانچہ علم تھا لہٰذا اس نے دلائل دینے شروع کردیئے کہنے لگا...... انا خیر منه...... میں اس سے بہتر ہوں کیوں؟ اس لئے کہ...... خلقتنی من نار...... مجھے آگ سے پیدا کیا اور آگ بلندی کی طرف جانے والی ہے۔

...... وخلقته من طین ......اور آپ نے اسے مٹی سے پیدا کیا جبکہ مٹی میں تواضع ہے ......لہٰذا میں اس سے بہتر ہوں...... ایک طرف اس نے یہ دلیل پیش کی...... اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے اسے راندہ درگاہ بنا دیا۔

میرے دوستو! یہ بات جب اپنے سینوں پر لکھ لی جائے کہ شیطان عالم تو تھا...... عامل تو

تھا...... عابد تو تھا...... مگر عاشق نہ تھا...... جس کی وجہ سے وہ دھوکا کھا گیا...... کاش کہ عاشق بھی ہوتا تو پھر اسے سجدہ کرنے۔ سے کوئی چیز پیچھے نہیں ہٹا سکتی تھی۔

اہل علم حضرات کے لئے مفید مشورہ

اس لئے اہل علم حضرات سے کہتے ہیں کہ آیئے! ضرا اپنے آپ کو مٹا کر تو دیکھئے کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا۔

قال را بگور مرد حال شو پیش مرد کامل پامال شو

تو اپنے قال کو کسی مرد حال کے قدموں پے ڈال دے...... اور کسی کے سامنے اپنے آپ کو پامال کر دے...... پھر دیکھنا کہ خوش بختی کس طرح قدم چوتی ہے...... مگر یہ بہت مشکل کام ہے...... کیونکہ نفس بہانے ڈھونڈتا ہے...... نفس حجتیں بنا تا ہے...... وہ اپنے اوپر پابندیاں برداشت نہیں کر سکتا حالانکہ اسی نفس کے مٹانے میں ہی انسان کی عافیت ہے...... اس تواضع میں انسان کی بلندی ہے...... اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

...... من تواضع اللہ رفعه اللہ......

جو اپنے آپ کو اللہ کے لئے متواضع بنا لیتا ہے اللہ اس کو بلدنی عطا فرما دیتے ہیں۔ جو اہل وصف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کے رہتے ہیں۔

صراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیمانہ

صراحی سر نہ جھکائے...... تو کیا پیمانے کو بھر سکے ُی......؟ نہیں پیمانے کو بھرنے کے لئے اسے سر جھکانا پڑے گا...... اسی لئے کہنے والے نے کہا! تواضع کا طریقہ سیکھ لو لوگوں صراحی سے۔

جاری فیض بھی ہے اور جھکی جاتی ہے گردن بھی

جو گردن کو جھکا تا ہے اللہ اس کے فیض کو بڑھا دیا کرتا ہے...... آپ بھی صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک کر دیکھئے...... کسی عارف کے سامنے...... اپنے آپ کو پامال کر کے دیکھئے...... پھر دیکھنا اللہ رب العزت کیسے قدر دانی فرماتے ہیں...... چنانچہ آگے فرمایا:

صد کتاب و صد ورق در نار کن
جان و دل را جانب دلدار کن

سو کتابوں اور سو ورقوں کو تو آگ میں ڈال دیں...... اور جان و دل کو اپنے محبوب کے حوالے کر دے...... پھر تمھیں محبوب حقیقی کے وصل کا جام نصیب ہوگا۔

مٹادے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار بنتا ہے

عراق شہر نفاق

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں حضرت امام مالک کی درسگاہ میں تشریف فرما ہوئے...... تو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہچانا نہیں اور دریافت فرمایا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو......؟ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا وطن عراق کوفہ ہے...... حضرت امام مالک نے فرمایا کہ وہی شہر جو عراق کوفہ ہے ...... حضرت امام اعظم نے یہ سن کر فرمایا اگر اجازت ہو تو میں آپ کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کروں...... حضرت امام مالک نے فرمایا ہاں ہاں ضرور پڑھو...... حضرت امام اعظم نے اس طرح تلاوت فرمائی:

......ممن حولكم من الا عراب منافقون ومن اهل العراق مردو اعلى النفاق....

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ یہ سن کر تڑپ اٹھے اور کہا کہ قرآن صحیح صحیح پڑھو غلط پڑھتے ہو؟ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ آیت کس طور پر ہے تو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

......ومن اهل المينه مردو اعلى النفاق......

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک یہ صحیح ہے الحمد للہ! آپ نے خود ہی

فیصلہ فرمادیا کہ کون شہر نفاق کا رہنے والا ہے؟ یہ سن کر امام مالک چونک پڑے...... یہ تو کوئی عظیم شخصیت ہے جس کے پاس زبردست علم ہے......اور جب لوگوں نے بتایا کہ یہ فقیہ عراق اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ ہیں......تو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ کو بڑی ندامت ہوئی اور انہوں نے آپ کا بے حد اعزاز واکرام فرمایا۔

امام شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ اور حجاج بن یوسف

حجاج بن یوسف ثقفی کی عادت تھی کہ وہ علماء کو دربار میں بلا کر سوالات کرتا اور علماء کے، کسی جواب کو بہانہ بنا کر ان کو قتل کر دیتا...... چنانچہ ہزاروں علمائے حق کو اس ظالم نے شہید کر دیا...... جب یہ عراق کا گورنر بن کے آیا تو......اس نے امام شعبی کو دربار میں طلب کیا......امام موصوف حجاج کے دربار میں ڈرتے ہوئے تشریف لے گئے......اور دوسرے لوگوں کو بھی آپ کی جان کا خطرہ محسوس ہونے لگا...... مگر امام موصوف جب دربار میں پہنچے......تو حجاج سے آپ کا حسب ذیل مکالمہ شروع ہوا۔

حجاج: کہیے؟ امام شعبی علوم قرآن میں آپ کا مبلغ علم کہاں تک ہے؟

امام شعبی: اس علم میں تمام اکابر علمائے عراق کا میں استاد ہوں۔

حجاج: علم فرائض میں بھی آپ کی کچھ معلومات ہیں؟

امام شعبی: اس علم میں بھی مجھے پوری پوری مہارت حاصل ہے۔

حجاج: کیا علم الانساب میں بھی آپ کو کچھ دخل ہے؟

امام شعبی: اس علم کا تو میں اتنا ماہر ہوں کہ اس فن میں میرا فیصلہ قول فیصل کی طرح حیثیت رکھتا ہے......

حجاج: اچھا یہ بتائیے کہ؟ آپ کو شعر و شاعری سے بھی کچھ لگاؤ ہے؟

امام شعبی: میں شعر و ادب کا چلتا پھرتا دیوان ہوں جس شعر کا کلام آپ چاہیں، میں سنا سکتا ہوں اور ہر ایک کے کلام کا عیب و ہنر بھی بتا سکتا ہوں۔

امام شعبی کے ان علمی کمالات کو سن کر حجاج حیران رہ گیا اور اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے انعام واکرام سے مالا مال کر کے آپ کو ہمدان کا حاکم مقرر کر دیا۔ (مستطرف ج ۱ ص ۲۱)

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے اور سب سے مشہور شاگرد تھے...... حدیث فقہ میں کامل دستگاہ رکھتے تھے...... انہوں نے امام ابو حنیفہ سے ۱۷ سال تک علم حاصل کیا...... حتیٰ کہ ایک مرتبہ ان کے بچے کی وفات ہوگئی...... تو اس کے دفن میں بھی اس لئے شریک نہیں ہوئے کہ...... امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس کا ناغہ ہو جائے گا...... بچے کے کفن دفن کا انتظام اعزہ واقرباء پر چھوڑا اور خود حضرت امام ابو حنیفہ کی مجلس میں حاضر ہوئے......

حضرت امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ان کو فقیہ بنایا...... بلکہ بار ہا ان کی مالی امداد کرتے رہے...... داؤد بن رشید کا قول ہے کہ اگر صرف ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہوتے...... تو ان کو فخر کے لئے صرف ایک ہی تلمیذ کافی تھے...... میں جب امام ابو یوسف کو علمی باتیں کرتے دیکھتا تو تو ایسا معلوم ہوتا...... جیسے سامنے سمندر ہے...... اور اس سے لپ بھر بھر کر پانی نکال رہے ہیں حدیث اور فقہ وکلام سب ان کے سامنے رہتا تھا......

ایک مرتبہ امام ابو یوسف بیمار ہوئے تو...... حضرت امام اعظم ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے...... عیادت کے بعد باہر آ کر فرمایا کہ اگر اس جوان کی وفات ہوگئی...... تو بہت بڑا عالم ضائع ہو جائے گا...... کیونکہ یہ زمین کے بسنے والوں میں سب سے بڑا عالم ہے۔

حضرت امام ابو یوسف ۱۶۶ ہجری سے لے کر ۱۸۲ ہجری تک قاضی رہے...... جوان کی وفات کا سال ہے...... اس طویل مدت میں انہوں نے بڑے عدل وانصاف کے ساتھ فیصلے کئے فرماتے تھے کہ میں نے کبھی کوئی ظلم کا فیصلہ نہیں کیا......

البتہ ایک فیصلہ کے بارے میں مجھے مواخذہ کا ڈر ہے...... اور وہ یہ ہے کہ ایک نصرانی

نے ہارون الرشید پر دعویٰ کیا...... کہ امیر المومنین نے میری فلاں جائیداد پر قبضہ کر رکھا ہے...... جب مقدمہ کی کاروائی شروع ہوئی...... تو میں نے ہارون سے کہا کہ یہ شخص دعویٰ کرتا ہے...... کہ اس کی فلاں اراضی پر آپ نے قبضہ کر رکھا ہے......

ہارون الرشید نے جواب دیا کہ یہ تو ہم کو اپنے پردادا کے میراث میں پہنچی ہے...... میں نے نصرانی سے کہا تو نے جواب سن لیا...... اب بتا تیرے پاس گواہ ہے کہ نہیں؟ اس نے کہا میرے پاس گواہ تو نہیں ہے...... آپ مدعی علیہ کو قسم دلایئے......

میں نے ہارون رشید سے کہا کہ امیر المومنین آپ قسم اٹھا سکتے ہیں...... ہارون الرشید نے قسم اٹھالی...... اور مقدمہ خارج ہو گیا اور نصرانی واپس چلا گیا...... حضرت امام ابو یوسف نے فرمایا مجھے اس فیصلے پر پکڑ کا خوف ہے...... شاگرد نے دریافت فرمایا کہ ایسا فیصلہ کرنے کے باوجود آپ کو مواخذہ کا خوف کیوں ہے......؟

فرمایا اس لئے کہ میں نے دونوں حریفوں کو ایک جگہ نہیں بٹھایا تھا...... ہارون الرشید امتیازی جگہ بیٹھے رہے جب کہ نصرانی مدعی مدعا علیہ کی جگہ کھڑا رہا جو قاضی کے سامنے ہوتی ہے۔

حضرت امام ابو یوسف بڑے عبادت گزار بھی تھے...... قضا کی ذمہ داریوں کے باوجود رازانہ...... دوسو رکعت نفل ادا کرتے...... اور روزے بھی کثرت سے رکھتے تھے...... حضرت امام ابو یوسف انصار مدینہ کے ایک خاندان سے تعلق رکھتے تھے......

آپ کے پردادا اسد بن بجیر صحابی تھے ان کو سعد بن حبتہ بھی کہا جاتا ہے...... حبتہ والدکا نام تھا...... انہوں نے غزوہ خندق میں بھی حصہ لیا...... اس وقت نوعمر تھے...... حضور اقدس ﷺ نے جو دیکھا کہ بڑی دلیری کے ساتھ جنگ کر رہے ہیں...... تو ان کو بلا کر دریافت فرمایا کہ اے نوجوان تم کون ہو......؟ عرض کیا میں سعد بن حبتہ ہوں...... آپ ﷺ نے دعا فرمائی...... اللہ تیرا نصیب مبارک کرے...... اور ساتھ ہی قریب آنے کا حکم فرمایا...... جب وہ قریب آئے تو ان کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے جو ہمارے پردادا کے لئے دعا فرمائی...... اور سر پر ہاتھ پھیرا...... اس کی برکت خاندان بھر میں محسوس کرتا ہوں...... سعد

بن بجیر کوفہ میں مقیم ہوگئے تھے...... وہیں انہوں نے وفات پائی...... اوران کی نسل کوفہ میں آباد رہی...... جن میں ایک ہونہار فرزند ابو یوسف پیدا ہوئے...... جنہوں نے مشرق ومغرب کوعلم سے بھر دیا...... امام ابو یوسف کی وفات ۱۸۲ میں ہوئی...... اور ولادت کے بارے میں ۱۱۳ مشہور ہے لیکن شیخ محمد زاہد کوثری فرماتے ہیں کہ...... ان کا سن ولادت ۹۳ء ہجری ہے۔

تین باتوں کی تلاش

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابوحسن! کئی مرتبہ آپ ﷺ کی مجلس میں موجود ہوتے تھے...... اور ہم غائب ہوتے تھے...... اور کبھی ہم موجود ہوتے تھے...... اور آپ غیر حاضر تین باتیں میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں...... کیا آپ کو وہ معلوم ہیں......؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ تین باتیں کیا ہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پہلی بات تو یہ ہے کہ ایک آدمی کو ایک آدمی سے محبت ہوتی ہے حالانکہ اس نے اس میں کوئی خیر کی بات نہیں دیکھی ہوتی اور ایک آدمی کو ایک آدمی سے دوری ہوتی ہے حالانکہ اس نے اس میں کوئی بری بات نہیں دیکھی ہوتی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں اس کا جواب مجھے معلوم ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ انسانوں کی روحیں ازل میں ایک جگہ اکھٹی رکھی ہوئی ہیں جن میں وہاں آپس میں تعارف ہوگیا ان میں یہاں دنیا میں الفت ہو جاتی ہے اور جن میں یہاں اجنبیت رہی وہ یہاں دنیا میں ایک دوسرے لے الگ رہتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ ایک بات کا جواب مل گیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ آدمی حدیث بیان کرتا ہے اور اسے بھول جاتا ہے کبھی یاد آجاتی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا کہ جیسے چاند کا بادل ہوتا ہے ایسے دل کے لئے بھی بادل ہے چاند خوب چمک رہا ہوتا ہے بادل اس کے

سامنے آجاتا ہے تو اندھیرا ہو جاتا ہے اور جب بادل ہٹ جاتا ہے چاند پھر چمکنے لگتا ہے ایسے ہی آدمی ایک حدیث بیان کرتا ہے وہ بادل اس پر چھا جاتا ہے تو اسے وہ حدیث یاد آجاتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا دو باتوں کا جواب مل گیا۔ تیسری بات یہ ہے کہ آدمی خواب دیکھتا ہے تو کوئی خواب سچا ہوتا ہے کوئی جھوٹا اس کی کیا وجہ ہے؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جی ہاں اس کا جواب بھی مجھے معلوم ہے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو بندہ یا بندی گہری نیند سو جاتا ہے......تو اس کی روح کو عرش تک چڑھایا جاتا ہے...... جو روح عرش پر پہنچ کر جاگتی ہے......اس کا خواب تو سچا ہوتا ہے......اور جو اس سے پہلے جاگ جاتی ہے......اس کا خواب جھوٹا ہوتا ہے۔؟

علامہ ابن مائنی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں چھ حضرات ایسے ہیں جنھوں نے احادیث رسول کو چار بڑے شہروں میں محفوظ کر دیا تھا۔

مکہ معظمہ میں......امام مالک بن دینار۔

مدینہ منورہ میں......امام ابن شہاب زہری۔

بصری میں......امام قتادہ وامام یحیٰی بن کثیرؒ۔

کوفہ میں......امام ابو اسحق سبیعی اور امام عمش۔

محدث ابو بکر عیاش کا بیان ہے کہ ہم لوگ امام عمش کو سید المحدثین کہا کرتے تھے۔

ہمارے خاندان میں اب بھی علم باقی ہے

ارشاد فرمایا کہ حضرت شاعبدالعزیز صاحب نے مطالعہ کے وقت پانی مانگا......تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب بہت افسوس کرنے لگے کہ...... افسوس اب ہمارے خاندان سے علم رخصت ہو گیا......تو بیوی نے کہا کہ گھبرایئے نہیں......ابھی پتہ چل جائے گا......گلاس میں پانی کے بجائے سرکہ بھیجا...... حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب پورا سرکہ پی گئے...... یہ بھی پتہ چلا کہ پانی پیا......یا سرکہ......تو حضرت شاہ ولی اللہ نے فرمایا:

الحمدللہ ہمارے خاندان میں اب بھی علم باقی ہے۔

نحن الصیاد لته وانتم الا طباء

ارشادفرمایا کہ سلیمان ابن مہران اعمش جو کہ استاذ ہیں امام ابو یوسف کے اور رجال بخاری میں سے ہیں امام ابو یوسف سے انھوں نے ایک مسئلہ پوچھا انھوں نے بتایا تو سلیمان عمش نے فرمایا کہ آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے لیا؟ تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ فلاں روایت سے جو آپ نے ہی مجھ سے نقل فرمائی ہے...... تو ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا کہ تمھارے ماں باپ ایک بسر پر جمع نہیں ہوئے تھے...... یعنی نکاح نہیں ہوا تھا...... اس وقت سے یہ حدیث مجھے یاد ہے...... مگراس کا مطلب آج سمجھ میں آیا...... پھر فرمایا کہ ہماری مثال دوافروش کی سی ہے......

......**نحن الصیادله دانتم الاطباء**......

اورتمہاری مثال طبیب کی سی ہے......

ترمذی شریف میں کتاب الجنائز میں لکھاہے الفقہاء اعرف بمعانی الحدیث۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ

مشہور محدث امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک ماہ میں ایک مرتبہ قضائے حاجت کے لئے جاتے تھے جب بوڑھے ہوگئے کمزوری آگئی تو ایک ماہ میں دومرتبہ قضائے حاجت کی نوبت آتی کوئی ان کی مزاج پرسی اور عیادت کے لئے جاتا تو ان کی والدہ کہتیں کہ میرے بچے کے لئے دعا کریں کہ اس کا معدہ کسی کام کا نہ رہا مہینے میں دومرتبہ قضائے حاجت کی ضرورت پیش آنے لگی یہ واقعہ شیخ عبدالوہاب شعرانی کی کتاب میزان الکبریٰ میں ہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کی حاضر جوابی

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نہایت ذکی اور ذہین تھے...... اس لیے جب کوئی بات یا مسئلہ سامنے آتا تو اس کا وہ فوراً جواب دیتے...... ایک بار ہارون کے ساتھ حج کو تشریف لے

گئے......ظہر یا عصر کے وقت انہوں نے امامت کی...... چونکہ یہ مسافر تھے......اس لئے قصر کیا یعنی دو رکعت کے بعد سلام پھیر کر نمازیوں سے کہا......کہ اپنی نمازیں پوری کرلو میں مسافر ہوں......اہل مکہ میں سے ایک شخص نے نماز ہی میں کہا......ہم لوگ یہ مسئلہ تم سے اور جس نے تم کو سکھایا ہے اس سے بہتر جانتے ہیں......امام ابو یوسف نے کہا یہ تو ٹھیک ہے اگر تم کو یہ مسئلہ معلوم ہوتا......تو نماز میں بات چیت نہ شروع کر دیتے......اس جواب پر ہارون بہت خوش ہوا اور اس نے کہا کہ اگر نصف سلطنت کے بدلہ مجھے یہ جواب مل جاتا......تو بھی میں پسند کرتا۔

ایک بار ہارون نے ان سے کہا کہ......آپ میرے پاس بہت کم آتے ہیں...... میں آپ کی صحبت و زیارت کا مشتاق رہتا ہوں ......امام ابو یوسف نے فرمایا کہ یہ اشتیاق اسی وقت تک ہے...... جب تک کہ میں کم آتا ہوں...... جب زیادہ آنے لگوں گا......تو یہ اشتیاق و اعزاز باقی نہیں رہے گا......ہارون نے اس جواب کی تحسین کی۔

ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہارون کو گناہ سے بچانا

ہارون ایک بار خطبہ دے رہا تھا......ایک شخص کھڑا ہوا اور اس کو مخاطب کر کے کہا کہ خدا کی قسم تم نے نہ تو مال کی تقسیم برابر کی ......اور نہ عدل وانصاف سے کام لیا...... بلکہ اس کے بجائے فلاں فلاں برائیاں کیں...... ہارون نے حکم دیا کہ......اس کو گرفتار کرلیا جائے......نماز کے بعد پیش کیا گیا......ہارون نے ایک آدمی امام ابو یوسف کو بلانے کے لئے بھیجا......

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جب میں آیا......تو وہ آدمی درعقابوں کے بیچ میں کھڑا تھا اور اس کے پیچھے دو جلاد کوڑے لئے کھڑے تھے...... ہارون نے کہا کہ اس شخص نے مجھ سے ایسی گفتگو کی ہے کہ......اس سے پہلے کسی نے نہیں کی...... یہ موقع بڑا نازک تھا......لیکن امام ابو یوسف نے نہایت جرأت کے ساتھ ہارون کو اسوۂ نبوی کی طرف متوجہ کیا......کہا کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے غنیمت تقسم کی......تو آپ سے بھی اسی طرح کی بات چیت کی گئی تھی۔

......ما ارید بھا رحہ اللّٰہ......

غنیمت کی تقسیم مرضی الٰہی کے خلاف ہوئی ہے......

یہ کتنی سخت بات تھی۔ مگر آپ نے معاف کر دیا کسی نے کہا...... آپ نے عدل سے کام نہیں کیا فرمایا اگر میں عدل نہ کروں گا تو اور کون کرے گا...... پھر کہنے والے سے کوئی باز پرس نہیں کی...... حضرت زبیر اور ایک انصاری نے غصہ میں کہا کہ...... اپنی پھوپھی زاد بھائی کے حق میں آپ نے فیصلہ کر دیا لیکن آپ نے اس گستاخی سے درگزر کیا اور کچھ نہ فرمایا۔

ہارون کے سامنے جب یہ اسوۂ نبوی آیا اس کا غصہ بالکل سرد ہو گیا اور اس شخص کو چھوڑ دینے کا حکم دے دیا۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں

اللہ تعالیٰ نے ہمارے اسلاف کے دل میں علم حاصل کرنے کی ایسی سچی تڑپ پیدا کر دی تھی کہ جب استاد کوئی بات کہہ دیتے تھے تو وہ اسی وقت اس بات کو اپنی یادداشت کا حصہ بنا لیا کرتے تھے امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک اونچے قد کے شخص نے بیٹھ کر کہنا شروع کر دیا۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم......

تو میں سمجھ گیا کہ یہی وہ شخص ہیں کہ جن کو امام مالک کہتے ہیں اس وقت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ طلباء کو املاء کروا رہے تھے۔ سب لوگ حدیث پاک کو سن کر لکھ رہے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں چونکہ مسافر تھا اس لئے میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا قریب ہی ایک تنکا پڑا تھا میں نے وہ اٹھایا اور میں نے تنکے کے ساتھ اپنی ہتھیلی پر لکھنا شروع کر دیا تھا کہ مجھے ان کے ساتھ مشابہت نصیب ہو جائے کیونکہ:

من تشبہ بقول فھو منھم

جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے تو انہیں میں شمار ہوتا ہے۔

جب اگلی نماز کا وقت ہوا تو امام صاحب نے درس حدیث موقوف کیا...... اور طلباء اٹھ

کرنماز کی تیاری کرنے لگے میں وہیں بیٹھا رہا...... جب حضرت کی نظر مجھ پر پڑی...... تو مجھے پاس بلالیا اور پوچھا بھئی! آپ یہ کیا کررہے تھے......؟ میں نے کہا کہ میں اپنی ہتھیلی پر حدیث لکھ رہا تھا۔

فرمایا بھئی! یہ تو ادب کے خلاف ہے میں نے کہا حضرت! میں ظاہر میں تو ہتھیلی پر تنکا چلا رہا تھا...... مگر حقیقت میں اپنے دل میں یہ مضمون لکھ رہا تھا...... حضرت نے پوچھا کیا مطلب؟ میں نے کہا حضرت آپ نے جو کچھ کہا وہ مجھے سب یاد ہے۔

حضرت نے فرمایا میں نے ایک سو سے زیادہ حدیثیں املاء کروائی ہیں...... ان میں سے تم آدھی بھی سنادو...... تو بڑی اعلیٰ بات ہے...... فرمانے لگے کہ انہوں نے تو آدھی کہا مگر میں نے پہلے نمبر سے حدیث پاک سند اور متن کے ساتھ سنانی شروع کی ...... جتنی لکھوئی تھیں...... وہ سب کی سب زبانی یاد تھیں...... لہٰذا میں نے ساری حدیثیں ان کو زبانی سنادیں۔

علم کا محافظ کہہ کر پکارا

ایک دن کا ذکر ہے کہ امام مالک کے استاد ربیعہ بھی ابن شہاب کی مجلس درس میں شریک تھے...... حضرت ابن شہاب نے اس نشست میں چالیس احادیث بیان فرمائیں حضرت ربیعہ اور امام مالک درس ختم ہونے کے بعد اٹھ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے...... دوسرے دن دونوں حضرات پھر ابن شہاب کی خدمت میں حاضر ہوئے...... ابن شہاب نے حضرت ربیعہ اور امام مالک کو مخاطب ہو کر فرمایا کتاب دیکھو تا کہ میں احادیث بیان کروں اور جو کچھ میں نے کل بیان کردیا تھا...... تم نے دیکھ لیا؟

حضرت ربیعہ نے جواباً عرض کیا یہاں ایک ایسا شخص موجود ہے...... جو آپ کے فرمودات کو حرف بہ حرف زبانی سنادے گا...... وہ کون ہے؟ حضرت ابن شہاب نے حیرت سے پوچھا: ''مالک بن انس'' حضرت ربعیہ نے جواباً کہا۔

حضرت ابن شہاب نے امام ماک کی طرف دیکھ کر تعجب کا اظہار کیا انہیں ایک نوعمر

طالب علم کی اس غیر معمولی صلاحیت شدید حیرت تھی تاہم ابن شہاب نے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا سناؤ۔

امام مالک نے تمام احادیث مبارکہ کس قدر روانی کے ساتھ سنا دیں کہ کسی ایک مقام پر بھی آپ کی زبان نے لغزش نہیں کھائی۔ حضرت ابن عباس نے حیرت سے یہ سب کچھ سنا اور پھر فرمایا میں یہ سمجھتا تھا میرے سوا یہ احادیث کسی کو یاد نہیں۔

یہ واقعہ خود امام مالک نے بیان فرمایا ہے کہ ایک بار عید آئی میں نے نماز ادا کی اور جب میں اپنے گھر کی طرف جانے لگا...... تو مجھے خیال آیا کہ آج عید کا دن ہے...... اس وقت ابن شہاب فرصت سے ہونگے...... دیگر ملاقاتی نماز اور طعام سے فارغ ہو کر ملنے جائیں گے...... اس لئے موقع غنیمت جان کر حضرت ابن شہاب کے مکان کی طرف روانہ ہو گیا...... میری خوش قسمتی سے حضرت شیخ موجود تھے...... میں خاموشی سے دروازے پر بیٹھ گیا...... اس خیال سے کہ جب کوئی باہر نکلے گا...... تو حضرت ابن شہاب کو میری آمد سے مطلع کر دے گا...... تھوڑی دیر بعد میں نے سنا حضرت شیخ اپنی باندی سے فرما رہے تھے...... دیکھو دروازے پر کون آیا ہے؟

باندی حضرت شیخ کا حکم سنتے ہی باہر آئی اور مجھے بیٹھا ہوا دیکھ کر واپس چلی گئی میں نے سنا باندی حضرت ابن شہاب سے کہہ رہی تھی آپ کا تابعدار سرخ رنگت والا مالک ہے۔

حضرت شیخ نے جواباً فرمایا اسے بلالو...... میں اجازت پا کر اندر داخل ہوا...... حضرت ابن شہاب نے پوچھا پھر کیا ارادے ہیں......؟ میں نے عرض کیا: حدیث بیان فرمایئے۔

حضرت شیخ نے میری درخواست قبول کر لی اور پھر چالیس احادیث فرماتے ہوئے کہا اگر تم انہیں یاد کر لوگے تو تمھارا شمار حفاظ میں ہوگا...... کچھ دیر بعد میں نے ابن شہاب سے عرض کیا کہ تمام احادیث یاد کر لیں...... حضرت شیخ نے تعجب سے دیکھا...... اور میرے ہاتھ سے لے لی پھر فرمایا...... سناؤ میں نے حرف بہ حرف اپنا سبق دہرا دیا...... حضرت ابن شہاب بہت خوش ہوئے اور پر جوش لہجے میں کہا: جاؤ! آج سے تم زبردست فقیہہ ہو۔

اس واقعہ کے بعد ابن شہاب نے امام مالک مزید قناعت فرمائی...... اپنا سینہ کھول کر رکھ

دیا...... علم کی امانت جو برسوں سے ان کے پاس تھی...... محفوظ ہاتھوں میں پہنچادی...... انتہاء یہ ہے کہ ابن شہاب نے امام کی خاطر چھٹی کے دن بھی درس جاری رکھا......

یہ ابن شہاب ہی تھے جن کے دروازے امام مالک کے لئے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں کیسا ہی ناخشگوار موسم ہو مگر علم کا سلسلہ منقطع نہیں ہونے دیا یہ ابن شہاب ہی کی ذات گرامی تھی کہ جس نے قدم قدم پر امام مالک کی حوصلہ افزائی کی اور نوعمر کے باوجود آپ کو علم کا محافظ کہہ کر پکارا۔

علم کے ساتھ عمل

میں نے سوچا کہ آخر بندوں کی تخلیق سے مقصود کیا ہے؟ تو یہ سمجھ میں آیا کہ مقصود اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنا اور اپنے عجز وقصور کا اعتراف کرنا ہے۔

چنانچہ میں نے علماء اور عابدین کو دوصفوں میں تصور کیا...... علماء کے صف میں امام مالک...... حضرت سفیان ثوری...... امام اعظم ابوحنیفہ...... امام شافعی...... اور امام احمد بن حنبل کو کھڑا کیا...... اور عابدین کی صف میں حضرت امام مالک بن دینار...... حضرت رابعہ بصریہ...... حضرت معروف کرخی...... اور حضرت بشر بن الحارث کو رکھا۔

پھر جس وقت عابدین عبادت وریاضت میں مجاہدہ شروع کرتے...... اور زبان حال ان سے پکار کر کہتی کہ...... تمھاری عبادتوں کا نفع تم سے تجاوز نہیں کرتا ہے...... اور علماء کا نفع متعدی ہوتا ہے...... وہ انبیاء کرام کے وارث ہیں...... زمین میں اللہ کے خلیفہ ہیں...... انہی پر ساری امت کا اعتماد ہے اور انہی کو فضیلت حاصل ہے...... فورا سر جھکا دیتے ہیں...... اظہار تواضع کرتے اور اس قول کی سچائی کا اقرار کر لیتے ہیں۔

چنانچہ مالک بن دینار حضرت حسن بصری کے پاس علم دین سیکھنے کے لئے آتے تھے اور فرماتے تھے کہ حسن ہمارے استاد ہیں...... اور جب علماء کو یہ خیال گزرنے لگتا کہ انہیں علم کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے...... زبان حال ان سے پکار کر کہتی کہ علم سے مقصود عمل ہی ہے......

جیسا کہ امام احمد حنبل نے فرمایا:

وهل یراد بالعلم الاما وصل الیه معروف؟

علم سے مقصود وہی منزل ہے جہاں معروف کرخی پہونچے ہیں اور صحیح سند سے حضرت سفیان ثوری کا ارشاد ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا میری خواہش ہے کہ میرا ہاتھ کٹ جاتا اور میں حدیث لکھنا چھوڑ دیتا کیونکہ زیادتی علم بلاعمل حجت بنتی جاتی ہے۔

حضرت ام درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک آدمی سے فرمایا کیا تم نے اپنے علم پر عمل کرلیا اس نے عرض کیا: نہیں! فرمایا: پھر کیوں تم اپنے کیوں تم اپنے اوپر اللہ کی حجت بڑھاتے جارہے ہو۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

جس نے علم نہیں حاصل کیا اور عمل بھی نہیں کیا اس پر ایک مرتبہ ہلاکت ہے اور جس نے علم تو حاصل کرلیا لیکن عمل نہیں اس پر ستر مرتبہ بربادی ہے۔

اور حضرت فیض بن عیاض نے فرمایا عالم کے ایک گناہ کی مغفرت سے پہلے پہلے جاہل کے ستر گناہوں کی مغفرت ہوجائے گی۔ اور سب سے بہتر اس باب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

......هل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون ......

اور حضرت سفیان ثوری حضرت رابعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوتے تا کہ ان کے ملفوظات سے نفع اٹھائیں۔

کیا تم نے جید علماء کی عبادت وریاضت کے حالات نہیں سنے؟

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری مخلوق کے آقا ہونے کے باوجود...... اتنا قیام نہیں فرمایا کہ پاؤں مبارک ورم کر گئے تھے......؟ کیا حضرت عمر کے رخساروں پر...... آنسوؤں کے دو نشان نہیں بن گئے تھے......؟ کیا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک رکعت میں...... پورا قرآن شریف نہیں ختم فرماتے تھے؟

کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ رات میں محراب میں کھڑے ہو کر...... اس قدر نہیں روتے تھے کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں میں تر ہو جایا کرتی تھی......؟ اور فرماتے تھے کہ اے دنیا کسی اور کو دھوکا دینے کی کوشش کر......؟ کیا حضرت حسن بصری قلق محبت کے سبب...... پوری رات جاگتے نہیں رہ جاتے تھے......؟ کیا حضرت سعد بن المسیب اس طرح مسجد سے نہیں لگے رہے کہ...... چالیس سال جماعت بھی فوت نہ ہوئی......؟

کیا حضرتا سودب یزید نے اس قدر روزے نہیں رکھے کہ...... سبز اور زرد پڑنے لگے ...... کیا حضرت ربعہ بن خثیم کی صاحبزادی نے...... اپنے باپ سے نہیں پوچھا تھا کہ کیا بات ہے کہ لوگ تو سوتے ہیں اور آپ نہیں سوتے......؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ تمھارا باپ رات کے عذاب سے ڈرتا ہے......

کیا حضرت ابو مسلم خولانی مسجد میں ایک کوڑا نہیں رکھتے کہ...... جب سستی ہو تو نفس کی تادیب کریں......؟ کیا حضرت یزید رقاشی نے چالیس سال روزے نہیں رکھے...... اس کے باوجود فرماتے تھے کہ ہائے محروری عبادت گزار مجھ پر سبقت لے گئے اور مجھ کو روک دیا گیا؟

کیا حضرت منصور بن المعتمر نے چالیس سال روزہ نہیں رکھے......؟ کیا حضر سفیان ثوری خوف خدا کی وجہ سے...... خون کے آنسو نہیں رونے لگتے تھے......؟ اور کیا تجھے ائمہ اربعہ...... امام اعظم ابو حنیفہ...... امام مالک...... امام شافعی...... اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ...... کے زہد و عبادت کا حال نہیں معلوم......؟ پس عمل کے بغیر علم کے ظاہر پر مائل ہونے سے بچو...... کیونکہ یہ اپاہجوں اور کاہلوں کی حالت ہے۔

بادشاہ کے بیٹے کا علم حاصل کرنا

ایک دفعہ بادشاہ نے اپنے وزراء سے ایک روز کہا کہ نیرنگی زمانہ انقلاب دہر اور دنیا کے ہر ساعت تغیر و تبدل کو دیکھتے ہوئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنی اولاد کو کوئی ایسا ہنر سکھلاؤں کہ...... ان قوانین قدرت کے ماتحت اگر سلطنت زوال پزیر بھی ہو جائے...... تو وہ

کسی ہنر و پیشہ سے اپنی زندگی قائم رکھنے کے لئے شکم پری کر سکیں......اور حصول معاش کے لئے وہ کسی کے دست محتاج نہ ہوں۔

آخر کار تمام وزراء کے اتفاق رائے سے قرار پایا کہ ولی عہد کو تو علم سکھلایا جائے جو کہ تمام ہنروں سے افضل و اعلیٰ ہے......اور دوسرے شہزادوں کو بخاری...... زرگری...... کفش دوزی اور آہنگری......وغیرہ کا پیشہ سکھلایا جائے......اور ایک مقررہ معاد کے بعد ان سب کا امتحان لیا جائے......کہ ان سب میں کون سا پیشہ ہنر کمانے کے لئے فوقیت و فضیلت رکھتا ہے......چنانچہ انقضائے میعاد مقررہ پر ان سب کو بادشاہ کے روبرو امتحان پیش کیا گیا۔

بادشاہ نے سب شہزادوں کو حکم دیا کہ ایک ایک روپیہ پیدا کر کے لاؤ......چنانچہ یہ سنتے ہی اس کے سب شہزادے......ایک ایک روپیہ پیدا کرنے کی غرض سے ادھر ادھر منتشر ہو گئے......اور تھوڑی دیر بعد سب اپنے اپنے پیشوں کے ذریعے......ایک ایک روپیہ حاصل کر کے لے آئے......سوائے ولی عہد کے......جس نے علم حاصل کیا تھا۔

وہ بے چارہ صبح سے شام تک......بازاروں میں یہ کہتا پھرتا کہ......جو کوئی مجھے ایک روپیہ دے گا......میں اس کو ایسے علمی مسائل بتلاؤں گا......جو کہ دین و دنیا میں اس کے لئے بہت مفید اور کارآمد ہونگے......جو کوئی اس کے اس فقرہ کو سنتا وہ ہنس دیتا......یا اس کو دیوانہ قرار دیتا۔

آخر کار صبح سے شام تک......اپنی پوری کوشش صرف کرنے کے بعد......ناکام خدمت شاہ میں حاضر ہوا......اور نہایت مایوسی کے عالم میں بادشاہ سے شکایت کی کہ......آپ نے میرے متعلق علم حاصل کرانے کی غلط رائے اختیار کی......جس کی قدر قیمت اتنی بھی نہیں کہ میں اپنی روزی کا کچھ حصہ بھی کما سکوں......سوائے اس کے کہ خلق مجھ پر خندہ زن ہو......
بادشاہ نے اس کو ایک بیش قیمت جوہر دیا کہ......تم اس کو فروخت کر کے کل کو روپیہ حاصل کر کے لانا......چنانچہ وہ بیچارہ دوسرے روز صبح سے شام تک پھرتا رہا......لیکن ایک روپیہ میں بھی اس بیش قیمت جوہر کو......فروخت کرنے میں ناکامیاب رہا۔

اور سب نے یہی جواب دیا کہ......یہ کانچ تو ایک کوڑی قیمت کا بھی نہیں......کل تم مسئلے

فروخت کرتے پھر رہے تھے...... آج اس کوڑی کے کانچ کو ایک روپیہ میں فروخت کرتے پھر رہے ہو...... شاید کے دیوانے ہو...... ولی عہد نہایت غمگین اور مایوس ہوا...... اور روتا ہوا بادشاہ کے پاس آیا کہ...... اس لاکھوں روپے کے جوہر کا...... کوئی ایک پیسہ بھی نہیں دیتا......

بادشاہ نے کہا جان پدر مایوس نہ ہو...... جس طرح اس جواہر کی قدر قیمت کسی نے نہیں پہچانی...... اس طرح تیرے علم کی قدر بھی...... سوائے تیرے کوئی قدر دان ہی کر سکے گا...... تیرا کمال علم...... خود تیری اور دوسروں کی روحانی اصلاح کرنے میں...... تو کامیاب ہو سکے گا...... لیکن حصول دولت ودنیا کے لئے...... علم کو ذریعہ گرداننے کی توقع رکھنا فضول ہے...... کمال اور اقبال یکجا جمع نہیں ہوتے۔

شاگرد یا استاد؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب چلنے پھرنے لگے تو مریم علیہا السلام آپ کو استاد کے پاس لے کر آئیں...... اور کہا کہ اس بچے کو پڑھاؤ...... استاد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا:

اے عیسیٰ پڑھو! بسم اللہ...... عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا...... بسم اللہ الرحمن الرحیم...... استاد نے پھر کہا کہو...... ا، ب، ج...... عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

کیا تم جانتے ہو کہ ان حروف کا معنی کیا ہے؟ استاد نے کہا ان حروف کا معنی تو میں نہیں جانتا۔ فرمایا تو مجھ سے سنو:

الف سے مراد ہے...... اللہ!

ب سے مراد اللہ کی...... بہشت!

ج سے مراد ہے اللہ کا...... جلال!

اور د سے مراد ہے...... اللہ کا دین!

استاد نے حضرت مریم علیہا السلام سے کہا کہ...... آپ اس بچے کو واپس لے جائیں...... یہ کسی استاد کا محتاج نہیں...... بھلا میں اسے کیا پڑھا سکتا ہوں...... جب کے یہ خود مجھے پڑھا رہا ہے۔

(نزہۃ المجالس ص: ۳۳۲ ج ۲)

نبی کسی دنیوی استاد کے محتاج نہیں ہوتے اور اس کا استاد معلم خدا ہوتا ہے اور نبی ایسے ایسے علوم کا منبع ہوتا ہے جن سے دوسرے لوگ بے خبر ہوتے ہیں۔

علاج میں کروں گا

بخارا کا بادشاہ نوح بن منصور شدید بیمار تھا...... شاہی طبیبوں کے علاوہ دنیا کے بہترین طبیب بھی...... بادشاہ کی صحت سے مایوس ہو چکے تھے...... جس کی وجہ سے شاہی حکیموں کو مجبورا یہ اعلان کرنا پڑا کہ...... تمام رعایا بادشاہ کی صحت وسلامتی کے لئے خصوصی دعا کریں...... اس اعلان کی وجہ سے پورے ملک میں تشویش کی لہر دوڑ گئی...... اور ملک کی تمام مساجد میں بادشاہ کی صحت یابی کے لئے دعائیں مانگیں جانے لگیں...... ایک دن تمام شاہی طبیب پریشان بیٹھے تھے کہ...... ایک سترہ سالہ نوجوان آیا اور اس نے شاہی طبیبوں سے کہا کہ...... وہ بادشاہ کا علاج کرنا چاہتا ہے یہ بات سن کر شاہی طبیب طبیب حیران ہو گئے......

نوجوان سے کہا کہ دنیا کے بہترین حکیم اور طبیب بادشاہ کے علاج میں ناکام ہو گئے تم کیسے علاج کرو گے......؟ نوجوان نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں علاج کروں گا ...... اور اللہ شفا دے گا...... اس پر اس نوجوان کو بادشاہ کا علاج کرنے کی اجازت مل گئی......

نوجوان کے علاج سے بادشاہ کی صحت بحال ہونے لگی اور وہ چند روز میں مکمل صحت یاب ہو گیا...... بادشاہ کی صحت یابی کا پورے ملک میں جشن منایا گیا...... جشن کے بعد جب بادشاہ پہلی بار دربار میں بیٹھا...... تو تمام وزراء اور اعلیٰ عہدہ دار دربار میں موجود تھے...... اس بھرے دربار میں بادشاہ نے نوجوان سے پوچھا۔

نوجوان! تم نے ہمارا کامیاب علاج کر کے ہمیں نئی زندگی دی اب تم جو انعام طلب کرتے ہو وہ ہم پورا کریں گے۔

تمام درباری دم سادھے بیٹھے تھے کہ نوجوان کتنا قیمتی انعام طلب کرتا ہے نوجوان گویا ہوا۔

"بادشاہ سلامت آپ کی رعایا ہونے کی وجہ سے...... آپ کا ہم پر حق ہے کہ آپ

کا علاج کریں......اور شفا اللہ کے ہاتھ میں ہے......رہی انعام کی بات تو مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں......البتہ اگر آپ اپنے کتب خانہ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کی اجازت مجھے دیں......تو مہربانی ہوگی کیونکہ علم سے قیمتی چیز دنیا میں کوئی نہیں''......

یہ سن کر بادشاہ اور درباری حیران رہ گئے اور بادشاہ نے نوجوان کو کتب خانہ کا مطالعہ کرنے کی اجازت دے دی یہ نوجوان حکیم ابوسینہ تھے ۹۸۰ بمطابق ۳۷۰ میں ایک امیر گھیر جاگردار عبداللہ کے ہاں پیدا ہوئے علم حاصل کرنے کے شوق میں بخارا چلے آئے بوعلی سینا نے شاہ نوح بن منصور کے کتب خانے کی کتابوں کے علاوہ بھی بے شمار کتابیں پڑھیں ہیں اور دنیا کا شاید ہی کوئی فن ایسا ہو جس پر بوعلی سینا نے مہارت حاصل نہ کی ہو۔

دنیائے اسلام کے یہ عزیم طبیب اپنے زمانے کے عظیم حکیم فلسفی اور ماہر طبیعات تھے......انہوں نے مختلف علوم پر ایک سو پانچ کتابیں تصنیف کیں......القانوس والشفا اور لسان العرب کے علاوہ الارشادات اسرار الحکمتہ المغرقیہ مشہور ہیں۔

ان میں سے بہت سی کتابیں ان کی وفات کے چھ سو سال بعد تک اسلامی ممالک کے علاوہ یورپ کی یورنوسٹیوں پڑھائی جاتی ہے پورا یورپ بوعلی سینا کے نام سے پہچانتے ہیں۔ طب کا یہ ماہر فن استاد ۱۰۳۸ بمطابق ۴۲۸ میں انتقال کر گیا لیکن جب تک علم فن کا چرچا باقی ہے حکیم بوعلی سینا کا نام بھی زندہ رہے گا۔

استاد کا ادب

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ کے بارے میں آتا ہے کہ......انہوں نے کئی سال تک حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ کے پاس سے......علم وادب اور مذہب کی تعلیم حاصل کی......جب تحصیل علم کے بعد اپنے شہر تستر میں واپس چلے آئے......تو وہاں انہوں نے سلسلہ درس وتدریس شروع کیا......آپ کے متعلقین بتاتے ہیں کہ آپ نے نہ تو کبھی تکیہ سے

ٹیک لگائی......اور نہ ہی چوکڑی بھر کر بیٹھے......اور نہ ہی کبھی فتوی دیا......

ایک روز آپ بیٹھے ہوئے تھے کہ......آپ نے تکیئے سے ٹیک بھی لگائی......اور چوکڑی بھر کر بیٹھے بھی رہے......ساتھ ہی ایک سائل کو آپ نے فتوی بھی دیا...... پھر آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ مجھ سے اس کی وجہ پوچھو......! لوگوں نے جب وجہ پوچھی تو فرمایا:

پہلے میرے استاد محترم زندہ تھے......اور ان کے ادب کی وجہ سے ایسا نہیں کرتا تھا...... لیکن اب میرے استاد محترم اس دنیا سے پردہ فرما چکے ہیں......لہٰذا اب میں فتوی بھی دے سکتا ہوں......اور ٹیک لگا کر چوکڑی بھر کر بیٹھ سکتا ہوں...... حاضرین نے وہ دن اور وقت تحریر کرلیا ......کچھ عرصے بعد یہ خبر عام ہوگئی کہ واقعی...... حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ اسی دن اور اسی وقت دنیا سے پردہ فرما گئے تھے۔

بخاری شریف کی برکات

ارشاد فرمایا، پہلے زمانے میں لوگوں نے تجربہ کیا کہ جہاں بارش نہیں ہوتی......تو چالیس دفعہ بخاری شریف کا ختم کرتے تھے......تو بارش ہو جاتی تھی ہمارے مشائخ بتاتے ہیں بخاری شریف کے ختم پر دعائیں قبول ہوتی ہیں......خوش نصیب ہوتی ہیں وہ بچیاں جو بخاری شریف کا علم حاصل کرتی ہیں۔

مجلس علم کی فضلیت

جو شخص زاہدوں کے مقابلے میں علماء کی فضیلت معلوم کرنا چاہے...... وہ جبرائیل و میکائیل......اور ان فرشتوں کے مرتبے کو دیکھے......جو مخلوق سے متعلق کاموں میں مشغول ہیں ان فرشتوں کے مقابلے میں......جو عبادت و بندگی کے لئے کھڑے ہیں......یعنی اپنے کام کے ساتھ دوسروں کی بھی خدمت کرنا...... وجہ شرف ہے چنانچہ دیکھ لو ملائکہ میں کون مقرب

ترین ہیں......وہ جوصرف عبادت میں لگے ہیں......یاوہ جوخدمت پر مامور ہیں......اسی طرح انسانوں میں بھی وہی زیادہ اہل شرف ہوگا......جو اپنی رعایت کے ساتھ دوسروں کے بھی کام آوے......اور مخلوق کی خدمت کرے۔

سارے فرشتوں کو اللہ کی معرفت کے بقدر خدا کا قرب حاصل ہے (جیسا کہ انسانوں میں ہوتا ہے) جب ان میں سے کوئی فرشتہ وحی لے کر گزرتا ہے......تو اہل آسمان اس وقت تک کانپتے رہتے ہیں...... جب تک وہ انہیں خبر پہنچا نہ دے۔

فَاِذَا فُزِّ عَ عَنْ قُلُوْ بِهِمْ قَا لُوْا مَا ذَا قَا لَ رَبُّكُمْ قَا لُوْا ا لْحَقّ.

پھر جب ان کے دلوں سے دہشت دور ہو جاتی ہے......تو پوچھتے ہیں کیا حکم ہے تمہارے رب کا......؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ جو کچھ فرمایا حق ہے۔

اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی زاہد کسی حدیث کو سن کر کانپنے لگتا ہے......پھر علماء سے اس کی صحت اور اس کا صحیح مطلب معلوم کرنے کی فکر کرتا ہے......

پس پاک ہے وہ ذات! جس نے ایک جماعت کو ایسی خصوصیت سے نوازا......جس کے ذریعہ اس کو اس کے ہم جنسوں پر شرف بخشا...... بلاشبہ علم سے زیادہ شرف والی کوئی صفت نہیں ہے......اس کی زیادتی سے حضرت آدم علیہ السلام مسجود ہوئے......اور اس کی کمی کی وجہ سے ملائکہ کو جھکنا پڑا......لہٰذا ساری مخلوق میں اللہ رب العزت کا سب سے زیادہ قرب علماء کو حاصل ہے۔

لیکن علم کی محض ظاہری صورت نافع نہیں ہے...... بلکہ اس کی حقیقت نافع ہے......اور حقیقت تک اسی شخص کی رسائی ممکن ہے......جس نے اس پر عمل کرنے کے لئے اسے سیکھا......یعنی جب بھی اس کا علم...... کسی فضیلت کے کام کی طرح رہبری کرے......وہ اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرے......اور جب کسی نقص سے روکے اس سے بچنے کا اہتمام کرے......ایسے وقت میں علم اس پر اپنے راز منکشف کردے گا......

اس پر اپنا راستہ آسان کردے گا......اور وہ اس لوہے کی طرح ہو جائے گا......جیسے کوئی مقناطیس کھینچ رہا ہو کہ...... جب مقناطیس میں حرکت ہوگی فوراً یہ بھی حرکت کرے گا......(یعنی جب علم کوئی تقاضہ کرے گا فوراً یہ شخص اس پر آمادہ ہو جائے گا)

اور جو شخص اپنے علم پر عمل نہیں کرتا اسے اپنی گہرائی میں جھانکنے نہیں دیتا...... اپنے راز اس پر نہیں کھولتا...... اور وہ اس خشک ریتیلی زمین کی طرح ہو جاتا ہے...... جس پر خواہ کتنا ہی پانی ڈالا جائے...... سب جذب کر جاتی ہے اور برگ و بار نہیں لاتی...... اس مثل کو خوب سمجھ لو اور اپنی نیت درست کرو...... ورنہ پھر فضول اپنے کو نہ تھکاؤ۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا مجاہدہ

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ بہت سخت بیمار پڑ گئے...... ڈاکٹروں کو دکھایا گیا...... انہوں نے کہا کہ اس بندے نے کبھی سالن نہیں کھایا...... جب پوچھا گیا تو فرمایا پچھلے بیس سال سے سالن نہیں کھایا...... اس لئے کہ علمی مصروفیات اتنی زیادہ ہوتی تھیں کہ...... کھانے کہ فرصت ہی نہیں ملتی تھی...... بس بادام کے پانچ سات دانے کھا کر گزارا کر لیتے تھے...... ارشاد فرمایا، اگر کوئی انسان پابندی سے سات بادام کھائے...... تو حافظہ بہت تیز ہوگا اور انسان ہلکا بھی رہے گا...... لیکن اس کے لئے بھی اپنے کسی استاد یا شیخ سے مشورہ کر لیں...... تو بہتر ہے۔

بزرگی شکل میں نہیں عمل میں ہے

امام لغت محمد بن عباد بہت ہی جید عالم تھے...... لیکن شکل وصورت کے لحاظ سے بہت ہی غیر وجیہہ اور انتہائی بدشکل تھے...... یہ خلیفہ بغداد مامون رشید کے دربار میں پہنچے...... تو خلیفہ نے ان کا انتہائی اعزاز واکرام کیا...... یہاں تک کہ اپنے ہاتھ سے ان کے سر پر امامہ باندھنے لگا...... خلیفہ کی ایک لونڈی یہ منظر دیکھ کر مسکرانے لگی......

خلیفہ نے پوچھا کہ تو کیوں ہنس رہی ہے......؟ محمد بن عباد فوراً بول اٹھے کہ...... امیر المومنین! میں آپ کو بتاتا ہوں...... یہ میری بدصورتی اور آپ کے اعزاز واکرام پر ہنس رہی ہے...... یہ سن کر خلیفہ مامون نے کہا کہ اے نادان لونڈی! تو تعجب مت کر تجھے کیا خبر......؟ کہ

اس پگڑی کے نیچے ایک مجسم بزرگی ہے۔

وهل ينفع الفتيان حسن وجوههم
انا كانت الاعراض غير حسان
فلا تجعل الحسن الليل على الفتى
فما كل مصقول الحديد يماني

یعنی اگر آبرو میں کوئی حسن وخوبی نہ ہوتو...... جوانوں کے خوبصورت چہروں کا کیا فائدہ خوبصورتی کسی نوجوان کے کمال کی دلیل نہیں...... کیونکہ ہر صیقل کیا ہوا لوہا یمنی تلوار نہیں ہوتا...... خلیفہ مامون کی یہ حقیقت افروز گفتگو سن کر...... پورے دربار پر سکتہ طاری ہو گیا...... اور لونڈی شرم وغیرت سے پانی پانی ہوگئی۔ (مستطرف ج۱ص۱۱۶)

بے مثال احتیاط

محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ حدیث میں اس بات کا پورا پورا اہتمام کرتے تھے کہ...... الفاظ رسول (ﷺ) کو من وعن نقل کریں...... صرف معنٰی مفہوم کو ادا کرنا کافی نہیں سمجھتے تھے ...... الفاظ حدیث میں کچھ شبہ ہوتا...... تو حدیث کو نقل نہیں کرتے تھے...... کتاب دیکھ کر ہی بیان کرتے...... امام ابن سیرین کی یہ احتیاط...... اپنے عہد کے علاوہ آنے والے زمانے کے ...... سب علماء کیلئے ''راہِ نما'' دلیل کی حیثیت رکھتی ہے۔

جب حدیث شریف روایت کرتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ کسی چیز سے خوف کر رہے ہیں دراصل یہ قول رسول ﷺ کے ادب واحترام کی حالت ہوا کرتی تھی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے...... کہ انہوں نے اپنی عظیم کتاب ''بخاری شریف'' میں ایک حدیث بھی بے وضو درج نہیں کی...... اور لکھنے کی ہر مجلس سے پہلے غسل بھی کرلیا کرتے تھے...... ''بخاری شریف'' ...... میں جملہ احادیث (۷۲۵۷) درج کی ہیں...... الغرض نقل حدیث میں امام ابن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ کی اس

احتیاط......اہل علم ان کو صادق القول اور ان کی روایات کو معتبر و مقبول سمجھا کرتے تھے۔

ہشام بن حسان کہتے ہیں کہ میں نے انسانوں میں سب سے زیادہ سچا......ابن سیرین کو پایا......شعیب بن حجاب کا بیان ہے...... کہ امام شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں سے کہا کرتے تھے......کہ تم لوگ ابن سیرین کا دامن تھام لو۔

ابن عون کہتے ہیں کہ مجھے تین علماء کا مثل نہ مل سکا...... اعراق میں ابن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ حجاز میں قاسم بن محمد (سیدنا صدیق اکبر کے پوترے) اور ملک شام میں حیوٰۃ بن رجاء اور پھر ابن سیرین ان میں سب سے فائق تھے۔

ایک حدیث سے چالیس مسائل کا جواب

ایک مرتبہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ، امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچے...... انہوں نے وہاں رات جاگتے ہوئے گزار دی......امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ نے پوچھا آپ رات کو کیوں نہیں سوئے......؟ فرمانے لگے میرے سامنے ایک حدیث پاک آگئی تھی کہ...... ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے ایک چھوٹے سے بچے کو...... جو انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھائی تھا فرمایا:

يَا اَبَا عُمَيْرُ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ ......

اے ابو عمیر تیرے پرندے نے کیا کیا؟

اس نے ایک پرندہ رکھا ہوا تھا...... وہ مر گیا تو جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ملتے......تو اس کو خوش طبعی سے فرماتے کہ...... تیرے پرندے نے تیرے ساتھ کیا کیا......یعنی مر گیا اور تجھے چھوڑ گیا......تو میں ان الفاظ پر غور کرتا رہا......اور حدیث پاک کے اتنے سے ٹکڑے سے ......میں نے فقہ کے چالیس مسائل کا جواب نکال لیا ہے......جیسے چھوٹے بچے کو تصغیر کے صیغے سے بلا سکتے ہیں......

سبحان اللہ! سبحان اللہ! اسی لئے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! دن اچھا نہیں لگتا مگر تیری یاد کے ساتھ اور رات اچھی نہیں لگتی مگر تجھ سے راز و نیاز کے ساتھ۔

ساری ملکیت کی قیمت چوبیس درہم

حضرت ابوالقاسم بغوی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میرے دادا یعنی احمد ابن منیع ابدال میں سے تھے...... آپ نے کوئی اینٹ میں لگا ہوا تنکا نہ چھوڑا...... ہم نے کتابوں کے سوا ان کی ساری ملکیت چوبیس درہم میں فروخت کی۔

دوڑتے ہوئے علم حاصل کیا

امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ ایک جگہ درس دیا کرتے تھے وہاں سے چند میل کے فاصلے پر ایک اور بستی تھی...... وہاں سے بھی لوگ ان کے پاس حاضر ہوئے...... اور عرض کیا کہ حضرت! آپ ہمارے ہاں بھی درس دیا کریں...... انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس وقت بہت کم ہوتا ہے...... انہوں نے کہا......

حضرت! ہم ایک سواری کا بندوبست کر دیتے ہیں...... آپ درس دیتے ہی اس پر سوار ہوں...... اور ہماری بستی میں آئیں...... اور وہاں درس دے کر جلدی واپس آ جائیں...... اس طرح پیدل آنے جانے میں جو وقت لگے گا وہی درس میں لگ جائے گا۔ آپ نے قبول فرمالیا۔

جب آپ نے وہ درس دینا شروع کیا تو یہ وہ دن تھے ...... جب امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ ان کی خدمت میں پہنچے ہوئے تھے...... انہوں نے بھی اپنی درخواست پیش کرتے ہوئے کہا......

حضرت میں نے بھی آپ سے یہ کتاب پڑھنی ہے......

حضرت نے فرمایا......

بھئی اب کیسے وقت فارغ کریں گے ...... اب مجھے یہاں بھی درس دینا ہوتا ہے...... اور وہاں بھی درس دینا ہوتا ہے۔

انہوں نے عرض کیا......

حضرت! جب آپ یہاں درس دینے کے بعد سواری پر بیٹھ کر اگلی بستی کی طرف جائیں گے......تو آپ سواری پر بیٹھے بیٹھے درس دے دیں...... میں سواری کے ساتھ دوڑتا بھی رہوں گا......اور آپ سے علم بھی سیکھتا رہوں گا...... تاریخ انسانیت طلب علم کی اس سے اعلیٰ مثال پیش نہیں کر سکتی...... یہ دین اسلام کا حسن جمال ہے ......

امام بخاری کا ہر حدیث لکھنے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنا

خالد بن احمد ذہلی اور ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل میں باتیں ہو رہی تھیں...... خالد بن احمد ذہلی بخارا کا امیر تھا......اور ابو عبداللہ تھے امام بخاری۔ امام صاحب جب حدیث لکھنے بیٹھتے تو بڑا اہتمام کرتے ...... پہلے نہاتے پھر دو نفل پڑھتے تب کہیں جا کر ایک حدیث لکھتے ......یہی وجہ ہے کہ ان کی کتاب صحیح بخاری سولہ برسوں میں جا کر مکمل ہوئی۔

حدیثوں کے بیان کرنے میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے ذرا اونچ نیچ نہیں ہو سکتی وہ بات جو آنحضرت ﷺ نے نہیں فرمائی اسے آپ کے نام سے بیان کرنا سخت گناہ ہے......

امام بخاری کی شہرت ان کی زندگی ہی میں دور دور پھیل گئی تھی......

جیسے امیروں اور بادشاہوں کے ڈھنگ ہوتے ہیں...... امیر بخارا نے چاہا کہ امام بخاری اس کی ہر بات مان لیں ایک دن اس نے کہا...... آپ میرے بچے کو پڑھایا کریں......! یہاں کسے انکار تھا...... ساری زندگی علم کے لئے وقف تھی ...... ہزاروں شاگرد تھے...... حکم ہے جو علم تمھیں حاصل ہو ...... وہ دوسروں تک پہنچا......تو امام بخاری وہ بزرگ تھے......جو اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اس حکم پر عمل کرتے تھے......

انہوں نے امیر سے فرمایا......اپنے لڑکے کو بھیج دو......امیر نے کہا نہیں میرا یہ مطلب نہیں ......آپ اسے میرے گھر پر پڑھایا کریں...... وہ آپ کے گھر نہیں جائے گا امام بخاری نے پوچھا بھلا کیوں......؟ جواب ملا وہاں اور بھی لڑکے ہوتے ہیں...... میں اسے پسند نہیں کرتا

کہ میرا بچہ عام بچوں میں بیٹھے...... کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ میرے گھر آ کر پڑھا دیا کریں۔

علماء حدیثوں کی طلب میں ہزاروں میل کا سفر کرتے تھے...... جانے کہاں کہاں سے مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ وغیرہ پہنچتے......اور استادوں سے حدیثیں سنتے...... امام بخاری نے خود اس غرض سے ہزاروں میل کا سفر کیا...... انہوں نے امیر بخارا سے فرمایا...... تم اپنے بچے کو علم حدیث پڑھانا چاہتے ہو......اور حال یہ ہے کہ علم کے لئے تمھارے دل میں عزت ہی نہیں...... میں اسے علم حدیث کی بے ادبی سمجھتا ہوں کہ...... کسی کے گھر جا کر اس کی تعلیم دوں......

امیر بخارا نے کہا: اچھا تو پھر ایسا کیجئے کہ...... جس وقت میرا بچہ پڑھنے کے لئے آئے...... آپ کسی اور طالب علم کو نہ آنے دیں......

دوٹوک جواب ملا: یہ تمیز ممکن نہیں تمھارے بچے کو اگر آنا ہے...... تو آئے گا اور سب کے ساتھ پڑھے گا۔

امیر نے غصے سے کہا: میرا بچہ بھلا عام آدمیوں کے بچوں کے ساتھ بیٹھے گا......

امام بخاری نے فرمایا: "علم پیغمبروں کی میراث ہے...... اس میراث میں تمام امت شریک ہے یہاں امیر اور غریب کی کوئی تمیز نہیں۔"

امیر بخارا بھول گیا کہ امام بخاری کون ہیں...... کتنے بڑے عالم...... کیسے زاہد...... اور کس قدر نیک ہیں...... بس اس کے دل میں تو یہ بات بیٹھ گئی کہ...... انہوں نے اس کی بات نہیں سنی...... چنانچہ وہ انہیں نقصان پہنچانے کے درپے ہو گیا...... یہ حیلہ وہ حیلہ استعمال کر کے اس نے انہیں شہر سے نکال دیا...... امام بے کسی کے عالم میں...... ادھر ادھر سر چھپاتے چھپاتے نیشاپور پہنچے...... وہاں سے تنگ نامی جگہ آئے...... خیال تھا کہ یہیں ٹھہر جائیں گے......

لیکن مسلسل پریشانیاں اور ذہنی کوفت ایسی ہوئی کہ...... وہ تنگی میں اللہ کو پیارے ہو گئے...... کیسا بڑا عالم زاہد و عابد...... شب زندہ دار اور کس حال میں دنیا سے گزر گیا...... کہ اپنوں سے جدا...... سکون سے محروم...... سر چھپانے کا ٹھکانہ نہیں...... مگر ان کی زبان پر کبھی حرف شکایت نہ آیا...... وہ تو اللہ کے نیک بندے تھے...... اسوۂ حسنہ کی پیروی میں...... خالد کا بھی برا چاہنے سے رکے رہے...... لیکن فطرت کی تعزیریں بڑی سخت ہوتی ہیں۔

ابھی انہیں بخارا چھوڑے ایک مہینہ بھی نہ گزرا تھا کہ...... خالد بن احمد ذہلی گورنر بخارا اپنی خدمت سے معزول کر دیا گیا...... اور یہی نہیں اللہ نے ظالم کو اس طرح نیچا دکھایا کہ...... معزول کرتے ہی اسے گدھے پر سوار کر کے...... تمام شہر میں گھمایا گیا...... اور وہاں سے نکال دیا گیا...... پھر بہت جلد وہ دن آئے کہ امیر بخارا کو دولقموں کے لالے پڑ گئے۔

اللہ اللہ شوق علم

جے دربار میں جہاں ایک طرف بیچارہ قیدی تھا...... اپنے دور کا سب سے بڑا محدث ...... عظیم عالم...... بڑا صاحب تقویٰ انسان...... اور دوسری طرف حاضر باشان دربار تھے...... وزیر تھے...... مشیر تھے...... اور علمائے دربار تھے...... وہیں ایک طرف ایک جلاد بھی کھڑا تھا...... ہاتھ میں ننگی تلوار تھی...... تازہ تازہ باڑھ پر رکھی ہوئی...... کچھ اور قیدی بھی اس کے پاس کھڑے تھے...... ان میں سے کوئی قاتل تھا...... کوئی باغی اور کوئی ڈاکو......

حکم ہوا امام احمد بن حنبل کو...... جلاد کے قریب کھڑا کر دیا جائے...... جب انہیں وہاں پہنچا دیا گیا...... تو جلاد کو اشارہ ہوا...... اس نے عام قیدیوں میں سے ایک قیدی کو پکڑ کر...... اس کی گردن اڑا دی...... اتنے میں دوسرا قیدی آگے بڑھایا گیا...... اس کی گردن بھی اڑا دی گئی ...... یہ سب کچھ اس لئے ہو رہا تھا کہ...... امام صاحب ہیبت زدہ ہو کر اپنی رائے بدل دیں...... لیکن اللہ کے نیک بندوں کا کچھ اور ہی حال ہوا کرتا ہے......

امام صاحب نے جلاد کے پاس کھڑے کھڑے...... اپنے قریب کے لوگوں پر نظر ڈالی تو ...... وہاں انہیں امام شافعی کے ایک شاگرد نظر آئے...... امام احمد بھی امام شافعی کے شاگرد تھے جیسے ہی امام صاحب کی نظر ان پر پڑی...... ذرا ان کے قریب ہوئے اور پوچھا...... موزے پر مسح کرنے کے بارے میں...... تمھیں کوئی ایسی حدیث یاد ہے...... جو امام شافعی بھی روایت کرتے ہوں...... پاس والوں نے یہ بات سنی...... تو سناٹے میں آ گئے...... کیا موقع تھا اور کیا بات پوچھی جا رہی ہے...... یہ بھی کوئی وقت تھا کہ کسی علمی مسئلے کی تحقیق ہو؟

احمد بن داؤد امام صاحب کا شدید مخالف تھا ان پر یہ ساری مصیبت اسی کی لائی ہوئی تھی وہ بھی وہیں پاس کھڑا تھا جب اس نے امام صاحب کی یہ حالت دیکھی تو بے اختیار بولا اس شخص کو دیکھو اس کی گردن اڑنے والی ہے اور یہ حدیث پوچھ رہا ہے۔ اللہ یہ شوق علم۔۔۔

امام شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا حافظہ

امام شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ روشن دماغ بیدار دل، باریک بین، زود فہم، قوت حافظہ اور یادداشت میں اللہ کی نشانی تھے...... وہ خود بیان کرتے ہیں کہ...... میں نے کبھی کوئی بات کاغذ پر نہیں لکھی ...... اور نہ ہی کبھی ایسا ہوا کہ...... کسی شخص نے میرے سامنے...... کوئی حدیث بیان کی ہو...... اور وہ مجھے یاد نہ رہی ہو...... اور نہ ہی کبھی ایسے ہوا کہ کسی شخص نے مجھے کوئی بات کہی ہو...... اور میں نے اسے دوبارہ دہرانے کے لئے کہا ہو۔

امام شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علم کے دلدادہ اور معرفت حاصل کرنے کے مشتاق تھے...... وہ علم و معرفت حاصل کرنے میں...... انتہائی محنت کرتے تھے...... اور اس کی وجہ سے مصائب ومشکلات کو جھیلتے ہوئے خوشی محسوس کرتے تھے...... یہ اکثر کہا کرتے تھے:

اگر ایک شخص ایسی بات کو حاصل کرنے کے لئے دور دراز کا سفر اختیار کرے جو اس کے مستقبل میں مفید ثابت ہو سکتی ہے تو میرے نزدیک اس کا یہ سفر رائیگاں نہیں گیا۔

امام شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علم کے بلند مقام پر فائز تھے...... وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سب سے کم شعر و شاعری کا علم حاصل کیا...... پھر بھی اگر مہینہ بھر اشعار سناتا رہوں...... لوگ سنتے رہیں...... الحمد للہ پہلے اشعار بغیر دھرائے سنا سکتا ہوں۔

امام شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی فصاحت

کوفہ کی مرکزی جامع مسجد میں امام شعبی کا ایک علمی حلقہ قائم تھا...... لوگ اس میں جوق

در جوق شریک ہوتے...... ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے...... مسجد میں امام شعبی کو اسلامی غزوات کی داستانیں...... تفصیل کے ساتھ نہایت دلپذیر انداز میں بیان کرتے ہوئے غور سے سنا......اور فرمایا جو واقعات اور داستانیں یہ بیان کررہے ہیں......

ان میں سے بعض کا میں نے خود مشاہدہ کیا...... لیکن میں اس طرح بیان نہیں کرسکتا...... جس قدر تفصیل اور دلچسپ انداز میں یہ بیان کررہے ہیں...... امام شعبی کی وسعت علمی اور حاضر دماغی کے شواہد بے شمار ملتے ہیں۔

امام شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ اور بردباری وحلم

حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علم ودانش وخوش طبعی کے پیکر تھے، ایک شخص نے ایک مرتبہ انہیں گندی گالی دی اور آپ کے خلاف ہرزہ سرائی کی اور بہت سی بیہودہ باتیں کیں۔ آپ نے اپنے خلاف باتیں سن کر اس سے زیادہ کچھ نہ کہا:

"بھائی اگر آپ میری عیب جوئی میں سچے ہیں...... تو اللہ مجھے بخش دے اور اگر آپ جھوٹے ہیں...... تو اللہ تجھے معاف کرے۔"

امام شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے اعلیٰ مرتبے اور رفعت وشان کے باوجود...... علم ومعرفت اور حکمت ودانائی کی بات...... کسی معمولی آدمی سے بھی سنتے...... تو اس سے اخذ کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کیا کرتے تھے۔

امام شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ذہانت شاہ روم کی نظر میں

ایک مرتبہ خلیفۃ المسلمین نے حضرت امام شعبی کو ایک خصوصی پیغام دے کر شاہ روم کی طرف بھیجا...... جب یہ اس کے دربار میں پہنچے...... اس سے ملاقات کی تو وہ ان کی ذہانت، فراست، سیاسی سوجھ بوجھ وسعت مطالعہ اور زور بیانی سے بہت متاثر ہوا...... شاہ روم نے کئی

روز انہیں اپنے پاس معزز مہمان کی حیثیت سے رکھا...... حالانکہ وہ زیادہ دیر کسی بھی سفیر کو اپنے پاس نہیں ٹھہرایا کرتے تھے۔

جب آپ نے شاہ روم سے...... واپس دمشق جانے کے لئے اجازت چاہی...... تو شاہ روم نے اس سے پوچھا...... کیا آپ شاہی خاندان میں سے ہیں......؟ فرمایا نہیں میں عام مسلمانوں میں سے ہوں...... جب شاہ روم نے انہیں واپس جانے کی اجازت دے دی...... تو کہا: جب آپ خلیفہ عبدالملک بن مرحان کے پاس جائیں...... تو اپنے مشاہدے کے مطابق تمام معلومات انہیں بہم پہنچائیں...... اور بعد میں میرا یہ رقعہ انہیں دے دینا۔

جب امام شعبی دمشق پہنچے...... تو سب سے پہلے خلیفۃ المسلمین عبدالما لک بن مروان سے ملاقات کی...... روم کے متعلق اپنے مشاہدات اور تاثرات بیان کئے...... خلیفۃ المسلمین نے جو سوالات کئے ان کا تسلی بخش جواب دیا...... جب واپس جانے کے لئے اٹھے تو فرمایا ......شاہ روم نے آپ کے لئے یہ خط دیا تھا...... وہ امیر المومنین کو پکڑایا اور چل دیئے۔

جب خلیفۃ المسلمین نے خط پڑھا...... تو اپنے دربان سے کہا کہ امام شعبی کو میرے پاس بلا کر لاؤ...... وہ واپس دربار میں آئے...... خلیفہ نے پوچھا کیا آپ کو معلوم کہ اس خط میں کیا لکھا ہوا ہے......؟ آپ نے فرمایا نہیں...... مجھے کچھ معلوم نہیں کہ اس خط مندرجات کیا ہیں۔

خلیفہ عبدالملک بن مروان نے کہا...... شاہ روم نے مجھے اس خط میں لکھا ہے...... عرب قوم پر مجھے بڑا تعجب ہے...... جس نے اس عظیم نوجوان کو چھوڑ کر...... کسی اور کو اپنا بادشاہ بنایا ہے۔ امام شعبی نے فوراً جواب دیا...... امیر المومنین اس نے یہ بات اس لئے لکھ دی کہ...... اس نے آپ کو دیکھا نہیں...... اگر آپ کو دیکھا ہوتا تو قطعاً یہ بات تحریر نہ کرتا......

خلیفہ عبدالملک نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ...... شاہ روم نے یہ کیوں لکھا؟ آپ نے فرمایا نہیں...... خلیفہ عبدالملک نے کہا یہ بات اس نے حاسدانہ جذبے سے لکھی ہے...... اس نے یہ شیطانی انداز اختیار کر کے...... مجھے آپ کو قتل کرنے پر اکسایا ہے...... اور اس نے آپ جیسے ذہین و فطین سپوت سے...... امت مسلمہ کو محروم کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔

جب یہ بات شاہ روم تک پہنچی...... تو وہ بے ساختہ پکار اٹھا کہ...... اس قوم پر غالب نہیں

آیا جا سکتا...... جس کا خلیفہ اس قدر ذہین فطین ہے...... اور کہا کہ بخدا میرا یہی ارادہ تھا جو خلیفۃ المسلمین کے ذہن میں آیا۔

امام شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ اور حسن تدبیر

امام شعبی علیہ الرحمۃ دوران گفتگو اس قدر فصاحت و بلاغت سے بولتے کہ کم ہی فصیح و بلیغ اس مرتبے کے ہوئے ہیں۔ بطور نمونہ آپ کی یہ بات ملاحظہ کریں۔

چند افراد کو عراق و ایران کے گورنر عمر بن ہبیرہ فزاری نے گرفتار کر لیا جب امام شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ کو ان کی گرفتاری کا پتہ چلا تو فرمایا:

ایھا الامیر ان کنت حبستھم با لباطل فالحق یخرجھم وان کنت حبستھم بالحق فا لعفو لیسعھم

"جناب گورنر! اگر آپ نے انہیں ناحق قید کیا ہے...... تو معافی اور درگزر ان پہ سایہ فگن ہونی چاہئے"......

گورنر کو یہ انداز گفتگو اس قدر پسند آیا کہ آپ کی عزت و تکریم کرتے ہوئے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا......

سعید بن مسیّب کی صاحبزادی کا نادر المثال واقعہ

کہا کہ ہمارے پڑوس میں ایک نوجوان ابووداعہ نامی تھا...... اس نے خود اپنا قصہ بیان کیا کہ...... میں طلب علم کا بے حد شوق رکھتا تھا...... اس کے لئے ہر روز مسجد نبوی میں شریف کے علمی حلقوں میں شریک ہوتا...... خاص طور پر شیخ سعید بن المسیّب کے علمی حلقے کو دل و جان سے پسند کرتا تھا...... اس میں ہجوم کے باوجود ہر روز حلقہ کے صف اوّل میں رہتا...... اور کسی دن بھی غیر حاضر نہ ہوتا...... علاوہ ازیں شیخ کے درس کو پابندی سے لکھ لیا کرتا تھا۔

طویل عرصہ تک میرا یہی معمول رہا درمیان میں چند ایک یوم غیر حاضر رہا...... شیخ نے میری غیر حاضری محسوس کی...... اور شاگردوں سے پوچھا...... ابو وداعہ کیا بیمار ہو گیا...... یا اس کو کوئی عذر پیش آیا ہے...... شاگردوں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا...... شیخ خاموش ہو گئے...... دو چار یوم کے بعد میں خود حاضر ہو گیا...... تو شیخ نے پوچھا ابو وداعہ کیا حال ہے؟ مزاج کیسا ہے؟ کہاں تھے؟

میں نے کہا: سیدی! میری بیوی کا انتقال ہو گیا تھا...... اس کی تجہیز و تکفین کے بعد میرا برا حال ہو گیا...... ہر وقت اداس اداس رہنے لگا...... باہر نکلنا تو درکنار کھانا پینا بھی بند ہو گیا...... ہر تھوڑی دیر بعد گریہ طاری ہو جاتا تھا...... اب کچھ افاقہ محسوس ہوا تو حاضر ہو گیا...... براہ کرم میری غیر حاضری معاف کر دی جائے۔

شیخ سعید بن مسیّب نے کہا، ارے تم نے یہ کیا غضب کیا؟ انتقال کی خبر ہمیں بھی دیتے تو ہم جنازے میں شرکت کرتے اس کی مغفرت کی دعا کرتے اور تمھارے غم میں شریک ہوتے

میں نے کہا حضرت خیال تو ضرور آیا...... لیکن میں ایک غریب آدمی ہوں...... آپکے عظیم مشاغل میں خلل ڈالنا پسند نہ کیا...... آپ کو زحمت نہ دی...... ارادہ یہی تھا کہ آجکل میں اطلاع دوں...... لیکن چند دن ایسے ہی گزر گئے...... اب آپ دعا فرما دیں...... میں خود بھی جناب کی دعاؤں کا محتاج ہوں...... شیخ کی آنکھیں پرنم ہو گئیں رقت قلبی سے دعا فرمائی...... مجھ کو تو اسی وقت تسلی ہو گئی...... اور یقیناً میری بیوی کی بھی مغفرت ہو گئی ہو گی۔ اس کے بعد شیخ کی مجلس برخواست ہونے لگی...... تو میں بھی اٹھ کھڑا ہوا شیخ نے مجھے روک لیا...... جب سب لوگ چلے گئے تو شیخ نے فرمایا ابو وداعہ کیا تم نے نکاح ثانی کے لئے غور نہیں کیا؟

میں نے بے تکلف کہہ دیا: حضرت! مجھ غریب کو کون اپنی بیٹی دے گا......؟ میری پرورش تو یتیمی حالت میں ہوئی...... اور جوانی فقر و فاقہ میں گزری...... اور اب تو میں دو چار درہم کا بھی مالک نہیں ہوں...... ان حالات میں دوسرے نکاح کا تصور بھی نہیں کر سکتا......

شیخ نے فرمایا......

نہیں نہیں ایسا نہیں ہے اگر میں اپنی بیٹی کا نکاح تم سے کر دوں تو کیا تم کو اتفاق ہے؟

اس استفسار پر میری زبان بند ہوگئی...... جواب نہ بن پڑا حیرانی میں اس طرح بول پڑا ......آپ اپنی صاحبزادی سے میرا نکاح کرنا چاہتے ہیں...... جبکہ جناب کو معلوم ہے کہ میں ایک غریب اور مسکین طالب علم ہوں...... میرے روزگار کا بھی تو کچھ انتظام نہیں...... شیخ نے فرمایا: ہاں! ہاں! ہم اسلامی تعلیمات کے پابند ہیں...... نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب تمھارے پاس ایسے شخص کا رشتہ آئے...... جس کے دین واخلاق سے تم مطمئن ہو...... اسکو قبول کرلو۔'' (الحدیث)

الحمدللہ! ہم تھارے دین واخلاق سے مطمئن ہیں آؤ بسم اللہ کریں۔ پھر شیخ نے عصر کی نماز کے بعد حاضرین میں اعلان کروایا۔

لوگو! مجلس نکاح میں شریک ہوں...... شیخ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی صاحبزادی کا نکاح ابووداعہ سے کرنا چاہتے ہیں...... اس اعلان پر سارے حاضرین ٹوٹ پڑے...... شیخ نے خطبہ پڑھا اور صرف دو درہم مہر پر نکاح کر دیا...... نکاح کے بعد لوگوں نے گرمجوشی سے مبارک باد دینی شروع کی...... میں اس اچانک صورت سے حیران تھا کہ...... لوگوں کو کیا جواب دوں ......دل خوشیوں اور مسرتوں سے بھرا جارہا تھا......

حاضرین میں یہ چرچا تھا کہ شیخ نے کیسا...... عجیب وغریب اور اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے......؟ نکاح کے لئے علم واخلاق کو معیار بنایا...... اور حدیث رسول کی عملی تفسیر پیش کی ہے۔

مجلس نکاح کے اس ہجوم سے فارغ ہو کر میں اپنے گھر آیا...... میں اس دن روزہ سے تھا اپنا روزہ بھی بھول گیا...... اور اپنے دل میں کہنے لگا...... اے ابو واعہ! تو نے یہ کیا ذمہ داری قبول کرلی......؟ گھریلو خرچ کے لئے کس سے قرض لے گا......؟

اور ضرورت کا اظہار کس کس سے کرے گا؟ بیوی کی ضرورتیں کیسے پوری ہوں گی......؟ وغیرہ وغیرہ انھیں خیالات میں ڈوبا ہوا تھا کہ عشاء کی اذان ہوگئی...... مسجد نبوی شریف آیا ......نماز ادا کی پھر نوافل کے بعد اپنے گھر آیا...... افطار کی روٹی اور زیتون کا تیل تھا...... بس دو ایک لقمے لیا تھا کہ دروازہ پر کسی نے دستک دی...... میں نے پوچھا کون......؟ جواب ملا سعید! اللہ کی قسم میرا ذہن ہر اس شخص کی طرف گیا جس کا نام سعید تھا...... سوائے شیخ سعید بن

مسیّب جو کبھی کسی کے دروازے پر دیکھے نہیں گئے ...... مدینہ منورہ میں یہ بات عام تھی ...... کہ شیخ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ تعالیٰ چالیس سال سے ...... سوائے اپنے گھر اور مسجد نبوی شریف کے ...... اور کہیں دیکھے نہیں گئے۔

بس میں اٹھا اور دروازہ کھولا دیکھا تو ...... شیخ سعید بن مسیّب کھڑے ہیں ...... مجھ پر سکتہ طاری ہوگیا اور دل میں یہ وسوسہ آیا کہ ...... شاید شیخ اپنا فیصلہ واپس لینے آئے ہیں ...... ممکن ہے صاحبزادی صاحبہ راضی نہ ہوئی ہوں ...... میں نے عرض کی ...... حضرت نے یہ زحمت کیوں فرمائی مجھ کو یاد فرمالیتے ...... میں خود حاضر ہو جاتا۔

شیخ نے فرمایا: نہیں نہیں آج مناسب یہی ہے کہ میں تمھارے گھر آؤں ...... میں نے عرض کیا تشریف لائیے ...... غریب خانہ حاضر ہے، زہے نصیب ...... اللہ اکبر

فرمایا میں ایک ضروری کام کے لئے آیا ہوں ...... اللہ کے فضل وکرم سے آج میری بیٹی تمھاری بیوی ہو چکی ہے ...... اور مجھے معلوم ہوا کہ تم اپنے گھر تنہا ہو ...... گھر میں اور کوئی نہیں ہے میں نے یہ بات مناسب نہ سمجھی کہ ...... تم ایک گھر میں ہو اور تمھاری بیوی دوسرے گھر میں ...... لو یہ تمھاری بیوی کھڑی ہے ...... اس کو اپنے گھر لے جاؤ اللہ تمھارے گھر میں برکت نصیب کرے۔

ابو واعہ کہتے ہیں ...... میں نے جو دیکھا تو ...... صاحبزادی کو کھڑا پایا ...... جو شرم وحیا سے گری جارہی تھیں ...... میری حیرت وتعجب کی انتہا نہ رہی ...... میں نے کہا: اے میرے آقا! آپ نے یہ کیا کیا ......؟ میں نے اس کے استقبال کے لئے ...... کوئی تیاری بھی تو نہیں کی ہے ...... فرمایا، کوئی حرج نہیں ...... پھر صاحبزادی سے فرمایا ...... بیٹی اللہ کے نام اور اس کی برکت کے ساتھ گھر میں داخل ہو جاؤ۔

یہ کہہ کر شیخ تو رخصت ہوگئے ...... میں اس نعمت عظیمہ کو اپنے گھر لے آیا ...... جب وہ اندر آگئیں ...... تو میں نے روشنی سے اپنا وہ افطار ہٹا دیا ...... جس کے دو ایک لقمے لے چکا تھا۔ تا کہ عزیز مہمان کی اس پر نظر نہ پڑے ...... اور پھر میں حیرانی کی حالت میں کھڑا رہ گیا ...... کچھ بھی تو سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کہوں ...... اور کس طرح استقبال کروں ......؟ پھر مہمان کو میں نے

وہیں چھوڑا......اور چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی......

پڑوسیوں نے کہا کیا بات ہے......؟ کیا حادثہ پیش آیا......؟ میں نے کہا آج شام مسجد نبوی شریف میں شیخ سعید بن المسیّب نے......اپنی صاحبزادی کا نکاح مجھ سے کر دیا تھا...... اس وقت وہ دلہن کو میرے گھر پہنچا گئے ہیں......آپ حضرات کچھ دیر کے لئے میرے گھر آئیں......تا کہ مہمان کی تسلی ہو......ابھی میں اپنی ماں کو لینے جا رہا ہوں......(ابو وداعہ کی ماں کچھ فاصلہ پر اپنی صاحبزادی کے گھر مقیم تھی)

پڑوسیوں میں سب سے پہلے ایک بڑھیا خاتون نے اس طرح جواب دیا کیا کہہ رہے ہو......؟ شیخ سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی بیٹی کا نکاح تم سے کر دیا......؟ اور پھر اسکو تمہارے گھر چھوڑ گئے ہیں......؟ کیا ایسا ممکن ہے......؟ تمھاری عقل ٹھکانے ہے یا نہیں......؟ شیخ نے تو امیر المومنین عبدالملک بن مروان کے بیٹے......شہزادہ ولید بن عبدالملک کا رشتہ قبول نہ کیا تھا......اور اب تم سے اسکا نکاح کر دیا؟

میں نے کہا خالہ جان واقعہ یہی ہے......گھر آیئے دیکھئے......شہزادی تشریف فرما ہیں۔ پھر کیا تھا پڑوسیوں کی قطار لگ گئی......اور میں اپنی والدہ کو لینے گھر سے نکلا......بہت جلد والدہ صاحبہ کو لے آیا...... جب میری ماں نے یہ منظر دیکھا کہ......غریب خانے میں چاند نکل آیا ہے تو دلہن کو اپنے گلے لگا لیا......اور مجھ سے کہا بیٹا بات سنو......میں تم سے اس وقت تک بات نہ کروں گی...... جب تک کہ دلہن کو......مدینہ منورہ کی معزز و امیرزادیوں کی طرح......آرائش وزیبائش کر کے تمھارے یہاں نہ لے آؤں۔

یہ کہہ کر والدہ صاحبہ دلہن کو اپنے گھر لے گئیں......دوسرے دن پوری آرائش وزیبائش کے ساتھ میرے گھر لے آئیں......اور میرے حوالہ کیا......دلہن پر جب نظر پڑی......تو میری آنکھیں اس کے حسن و جمال سے خیرہ ہونے لگیں...... چند لمحات یہ طے نہ کر سکا کیا زمین پر حوران جنت جیسی عورتیں ہوا کرتی ہیں؟

اس پر مزید یہ کہ وہ کتاب اللہ کی حافظہ......فن قرأت کی قاریہ......احادیث رسول کی عملہ تھیں......میں نے انہیں مانوس کرنا چاہا......تو معلوم ہوا کہ شیخ سعید بن المسیّب نے اُن پر

دین اور اہل دین کی قدر دانی وعزت ومقام کا ایسا تصور قائم کیا ہے کہ...... وہ اب دین واہل دین کے سوا کسی کو ایک نظر بھی دیکھنا پسند نہیں کرتیں تھیں...... ایک ہفتہ گزر گیا نہ شیخ سعید بن المسیّب میرے گھر آئے...... اور نہ کوئی ان کے افراد خاندان سے آیا۔

میں ایک صبح شیخ کی مجلس میں حاضر ہوا...... اور سلام کیا، شیخ نے سلام کے جواب کے علاوہ اور کچھ نہ کہا...... جب مجلس برخواست ہوگئی...... تو شیخ نے نہایت خندہ پیشانی سے پوچھا تمھاری بیوی کا کیا حال ہے؟......

میں نے کہا الحمد للہ وہی حال ہے...... جو ایک دوست دوسرے دوست کے لئے پسند کرتا ہے...... فرمایا اللہ کا شکر واحسان ہے۔

کچھ دیر بعد مجھ کو رخصت کیا...... جب میں اپنے گھر پہنچا...... دیکھا کہ شیخ کا ایک خادم بہت بڑی رقم لئے...... میرا انتظار کر رہا ہے...... کہنے لگا: شیخ نے یہ رقم آپکی خانگی ضروریات کے لیئے روانہ کی ہے...... میں نے وہ رقم حاصل کی اور بیوی کے آگے رکھ دیا...... اس طرح ہماری خوشحال زندگی کا آغاز ہوا...... اور ہمیں دنیا کا وہ سب چین وسکون ملا...... جس کا ازدواجی زندگی میں ہر شخص محتاج ہے......

خلیفہ عبد الملک بن مروان کے دونوں بیٹوں نے جب یہ تفصیل سنی...... تو چھوٹے بیٹے نے اس تفصیل بیان کرنے والے پڑوسی سے کہا...... سعید بن المسیّب عجیب وغریب آدمی ہیں...... اگر یہ تمھارا چشم دید واقعہ نہ ہوتا...... تو میں کبھی یقین نہ کرتا...... پڑوسی نے کہا صاحبزادے اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟......

شیخ سعید بن مسیّب نے اپنی ساری زندگی کو آخرت کا ذریعہ بنالیا ہے...... اپنی بیٹی کے لئے بھی وہی خیر اختیار کیا...... اللہ گواہ ہے...... انہوں نے شہزادہ ولید بن عبد الملک کو اپنا داماد بنانا اس لئے پسند نہیں کیا...... کہ شہزادہ ہمسر یا قابل نہ تھا...... بلکہ وہ اپنی بیٹی کو مال ودولت کے فتنے سے بچانا چاہتے تھے...... جیسا کہ خود ان کی زندگی ان فتنوں سے محفوظ تھی۔

ایک شخص نے شیخ سعید بن المسیّب سے کہا تھا...... کہ آپ نے امیر المومنین عبد الملک بن مروان کے ولی عہد...... شہزادہ ولید بن عبد الملک کا رشتہ قبول نہ کیا...... اور اپنی بیٹی کو ایک

غریب آدمی کے نکاح میں دے دیا؟

شیخ نے فرمایا سنو! اللہ تمہیں ھدایت دے...... اولاد اللہ کی امانت ہوا کرتی ہے...... میں نے اس کی دنیا و آخرت کی صلاح و فلاح کے لئے...... ایک دیندار، نیک و صالح فطرت نوجوان کا انتخاب کیا...... جو اپنے ساتھ اس کی بھی صلاح و فلاح کرے گا...... اس طرح میری بیٹی دنیا اور اہل دنیا کے فتنوں سے محفوظ رہے گی...... لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ...... سوال کرنے والے نے کہا یہ کیونکر ممکن ہے؟

شیخ نے فرمایا: اچھا تم خود جواب دو...... جب میری بیٹی مستقبل کی ملکہ بن کر...... اُموی بادشاہوں کے محلات میں جائے گی...... اور وہاں کے مال و متاع...... دولت و حشمت...... حشم و خدم...... آسائش و زیبائش...... اور آگے پیچھے خدامات کے ہجوم...... میں ہوگی...... تو آخر وہ کونسی طاقت ہے جو اس کو رات کی تہجد و مناجات نیم شبی اور دن کے صوم و صلوٰۃ پر برقرار رکھ سکے گی؟

چسکا ہے مینا و جام کا شغل ہے صبح شام کا

پھر اس کو خلیفۃ المسلمین کی بیوی ہونے کی ذمہ داریوں سے بھی سبکدوش ہونا ہے...... کیا میں جانتے بوجھتے اس قیمتی امانت کو خطرات میں ڈال دوں......؟ سوال کرنے والا جواب نہ دے سکا...... اسی مجلس میں ایک شامی النسل آدمی نے کہا...... شیخ نادر الوجود شخصیت ہیں...... دوسرے مدنی النسل نے کہا:

بے شک تم نے صحیح کہا، شیخ قائم اللیل صائم النہار، ذاکر و شاغل عالم ہیں۔ مسجد نبوی میں چالیس سال سے مقیم ہیں ہر نماز صف اوّل میں تکبیر اولیٰ کے ساتھ ادا کی ہے اس بات کی عام شہرت ہے کہ اس چالیس سالہ طویل عرصہ میں مسجد نبوی کی نماز باجماعت میں شیخ نے کسی مصلّی کی پشت نہیں دیکھی (یعنی ہر نماز صف اوّل میں ادا کی ہے)......

شوق علم

حضرت یحییٰ بن معین نے تعارف کرایا کہ یہ احمد بن حنبل ہیں۔

دونوں پائے کے عالم اور بڑے نیک بزرگ تھے......دونوں کا مقام بڑا اونچا تھا...... یہ تعارف ہوا...... حضرت عبدالرزاق بن ہمام سے...... جو شیخ الحدیث تھے...... دور دور تک ان کی شہرت تھی...... یمن میں صنعاء نامی جگہ ان کا قیام تھا...... عالم اسلام سے سینکڑوں طالب علم حدیث کی تعلیم کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ کو بھی بڑی آرزو تھی کہ کچھ دنوں تک ان کی خدمت میں حاضر رہیں...... اور ان کے علم سے استفادہ کریں...... علم محنت سے آتا ہے...... اس کیلئے لگن کی ضرورت ہے...... احمد بن حنبل اپنے وقت کے امام کہلائے...... تو یہ صرف اسی وجہ سے ممکن ہوسکا...... کہ انہوں نے اپنے طالب علمی کے دور میں بڑی محنت کی......

اس وقت بھی جب ان کا بڑا نام اور بڑی شہرت تھی...... وہ اپنے آپ کو طالب علم ہی سمجھتے رہے...... سچ تو یہ ہے کہ علم کا شوق آدمی کو زندگی بھر طالب علم ہی بنائے رکھتا ہے...... چنانچہ جب ان کا شیخ صاحب سے تعارف ہوا...... تو انہوں نے ارشاد فرمایا...... میں ان کا شہرہ سن چکا ہوں! امام احمد امام شافعی کے شاگرد تھے...... اور ایسے شاگرد کہ استاد محترم ان پر فخر کرتے تھے۔

حضرت یحییٰ بن معین نے جنہوں نے امام احمد بن حنبل کا تعارف کرایا تھا شیخ سے عرض کیا کہ ہم انشاء اللہ کل آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر حدیث کا درس لیں گے۔ شیخ نے فرمایا کہ شوق سے آؤ...... علم حاصل کرنے کی تڑپ ہو تو صاحبان علم خوش ہوتے...... اور طالب علم کی ہمت بڑھاتے ہیں...... یہ ۱۹۹ھ کی بات ہے کہ امام احمد بن حنبل حج کے لئے گئے تھے...... حضرت یحییٰ بن معین بھی حج پر گئے ہوئے تھے......

دوران حج میں امام احمد نے اپنے دوست حضرت یحییٰ سے فرمایا...... کہ شیخ عبدالرزاق کی خدمت میں حاضر ہوکر...... کچھ دن ان سے حدیث پڑھنا چاہتا ہوں...... حسن اتفاق کہ ایک دن یہ دونوں دوست طواف کر رہے تھے...... کہ شیخ عبدالرزاق پر نظر پڑی...... یحییٰ بن معین انہیں پہچانتے تھے...... اس لئے جیسے ہی موقعہ ملا...... انھوں نے شیخ کے قدم جالئے...... اور اپنے دوست احمد بن حنبل کا تعارف کرایا...... پھر امام احمد کی خواہش کا ذکر کیا...... شیخ اجازت دے کر رخصت ہوئے...... تو احمد بن حنبل نے اپنے دوست سے کہا:

یہ تم نے کیا کیا......؟ شیخ سے کل کا وعدہ کرلیا...... یحییٰ بن معین نے فرمایا......بھئی اس سے بڑھ کر خوشی کی بات اور کیا ہوسکتی ہے......؟ وہ یہیں مل گئے...... تمھارا بڑا وقت آنے جانے میں ضائع ہونے سے بچ گیا......اور سفر کے اخراجات کی بھی بچت ہوگئی......امام نے جواب دیا:

"نہیں یہ بات غلط ہے......میں اسے آداب تلمذ کے خلاف سمجھتا ہوں کہ شیخ کو یہاں دیکھا اور پکڑ لیا...... میں یمن جاؤں گا......اور وہیں ان کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔"

امام احمد بڑے غریب آدمی تھے۔ سفر ان کیلئے بہت دشوار ہوتا تھا کیونکہ محنت مزدوری کر کے اپنا کام چلاتے تھے مگر علم کی لگن پھر علم کی لگن ہوتی ہے پتہ نہیں علم کا یہ شوق اب مسلمانوں میں کیوں باقی نہیں رہا۔

حدیث کی برکات

حدیث نبوی ﷺ کا عبداللہ بن مبارک کے دل میں بے حد احترام تھا...... اگر کسی سے اس کے خلاف حرکت سرزد ہو جاتی......تو خفگی کا اظہار کرتے تھے...... ایک بار کوئی شخص دور سے سفر کر کے سماع حدیث کے لئے ان کے پاس آیا......اور اسی وقت سماع کی درخواست کی ......انھوں نے انکار کیا وہ فوراً اٹھ کر جانے لگے......تو دوڑ کر اس کی سواری کی رکاب تھام لی......اس نے کہا آپ نے مجھے حدیث کے سماع سے تو محروم رکھا......مگر میری سواری کی رکاب تھام رہے ہیں......فرمایا کہ ہاں میں اپنی ذات تو ذلیل کر سکتا ہوں...... مگر حدیث نبوی کی ﷺ کی توہین مجھے گوارا نہیں۔ (مناقب کردری ج ۲ ص ۱۷۳)

حدیث سنانے کا بدلہ! ایک گھونٹ پانی پینا بھی جائز نہیں

خلیفہ ہارون رشید جب حج کے لئے روانہ ہوا......اور کوفہ میں داخل ہوا......تو اس نے امام ابو یوسف سے کہا......کہ آپ کوفہ کے تمام محدثین کو دربار میں بلائیے......تاکہ وہ مجھے

یہاں آکر احادیث سنائیں...... چنانچہ کوفہ کے تمام محدثین احادیث سنانے کے لئے دربار شاہی میں تشریف فرما ہوگئے...... مگر عبداللہ بن ادریس اور عیسیٰ بن یونس...... یہ دونوں محدثین دربار شاہی میں نہیں گئے...... خلیفہ نے اپنے دونوں شہزادوں امین اور مامون کو...... ان دونوں محدثین کی خدمت میں بھیجا......

چنانچہ یہ دونوں پہلے عبداللہ بن ادریس کی خدمت میں حاضر ہوئے...... اور محدث ممدوح نے ان دونوں کے سامنے...... ایک سو حدیثیں سنائیں...... جب آپ خاموش ہوگئے...... تو مامون نے کہا...... کہ چچا جان اگر اجازت ہوتو...... یہ سو حدیثیں زبانی میں آپ کو سنا دوں چنانچہ اجازت پاکر مامون نے تمام حدیثوں کو زبانی سنا دیا...... عبداللہ بن ادریس مامون کی قوت حافظہ پر حیران رہ گئے۔

پھر یہ دونوں عیسیٰ بن یونس کی درس گاہ میں پہنچے...... تو انہوں نے بھی ایک سو احادیث شہزادوں کے سامنے بیان فرمائیں...... مامون احادیث سن کر بے حد متاثر ہوا...... اور دس ہزار درہم کا نذرانہ پیش کیا...... عیسیٰ بن یونس نے لینے سے صاف انکار کر دیا...... اور فرمایا کہ حدیث سنانے کے بدلے...... میں تمھارا ایک گھونٹ پانی بھی قبول نہیں کرسکتا۔

زیادتی کا صلہ عاجزی

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ کچھ لوگ حضرت نظام الدین اولیاء کی زیارت کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہر شخص اپنی اپنی حیثیت کے مطابق آپ کے لئے تحفہ لایا۔ ان میں ایک طالب علم بھی تھا۔ اس کے پاس ان کو دینے کے لئے کچھ نہ تھا۔ اس نے تھوڑی سے مٹی ایک کاغذ میں ڈالی...... اس کی پڑیا بنائی اور تحفوں میں رکھ دی۔

اس کا خیال تھا کہ جب خادم سب کے تحفے اٹھا کر لے جائے گا...... تو یہ پڑیا بھی چلی جائے گی...... یوں اس کا بھرم رہ جائے گا...... جب خادم تمام تحائف اٹھانے لگا...... تو حضرت محبوب الٰہی نے اس پڑیا کی طرف اشارہ کیا...... اور اس کو اٹھانے سے روک دیا...... اور فرمایا یہ

پڑیا مجھے دے دو اس میں بڑا عمدہ سرمہ ہے......

اب جب پڑیا آپ کے ہاتھ میں پکڑائی گئی...... تو اس طالب علم کی حالت دیکھنے جیسی تھی...... وہ شرمندگی کی وجہ سے پانی پانی ہو رہا تھا...... فوراً آپ کے کان میں جا کر اصلی صورت حال بیان کی...... آپ نے اس کو تشفی دی...... اور فرمایا: تو اپنی پڑیا کھول کر دیکھ...... اس میں سے سرمہ ہی نکلے گا...... جب پڑیا کھولی گئی تو اس میں سے واقعی سرمہ نکلا...... طالب علم بہت خوش ہوا آپ نے طالب علم سے فرمایا...... تو اپنی حاجت بیان کر...... طالب علم خاموش رہا...... اس پر آپ نے اپنی پوشاک اس کو عنایت کر دی۔

ایک مرتبہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ، امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا...... اور امام مالک سے کہنے لگا کہ میں قمریوں کی تجارت کرتا ہوں...... یعنی قمری بیچتا ہوں...... چنانچہ میں نے ایک دن ایک صاحب کو قمری فروخت کی...... مگر ان صاحب نے یہ کہہ کر قمری کو واپس کر دیا...... کہ یہ آواز نہیں کرتی...... یعنی بولتی نہیں...... پس میں نے قسم کھائی کہ اگر میری قمری برابر آواز نہ کرے...... تو میری بیوی کو طلاق ہے...... چنانچہ امام مالک نے اس شخص سے فرمایا کہ تمھاری بیوی کو طلاق ہوگئی اور تمھارے لئے اب کوئی چارہ نہیں۔

امام شافعی جو اس پوری گفتگو کو سن رہے تھے...... انہوں نے اس شخص سے فرمایا کہ کیا تمھاری قمری اکثر وقت آواز کرتی رہتی ہے......؟ امام شافعی نے کہا کہ اگر تمھاری قمری اکثر وقت آواز کرتی رہتی ہے...... تو تمھاری بیوی کو طلاق نہیں ہوئی......

اس وقت امام شافعی کی عمر چودہ سال تھی...... امام مالک کو جب امام شافعی کے اس جواب کا علم ہوا...... تو آپ نے امام شافعی کو بلا کر پوچھا کہ "لڑکے" تم نے کیسے ایسا فتویٰ دے دیا...... اور تم کو یہ بات کہاں سے حاصل ہوئی......؟ امام شافعی نے فرمایا کہ بے شک آپ نے ہی مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے......

زہری نے ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن سے ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن نے ام سلمہ سے کہ فاطمہ بنت قیس نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا...... یا رسول اللہ! مجھ کو ابو جہم اور معاویہ نے پیغامات (شادی کے پیغام) ارسال کئے ہیں...... تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ معاویہ فقیر محتاج شخص

ہے...... اور اس کے پاس کچھ بھی مال نہیں...... اور رہے ابوجہم تو وہ اپنی گردن سے...... کبھی لاٹھی نہیں رکھتے (نہیں اتارتے)

چنانچہ آنحضور ﷺ کا یہ قول...... جس میں آپ نے ابوجہم کے لئے...... "لایضع عصاہ"...... استعمال کیا مجازاً استعمال فرمایا...... حالانکہ آنحضور ﷺ کو علم تھا کہ ابوجہم کھاتے ہیں، سوتے ہیں اور آرام کرنے کے علاوہ دیگر ضروریات زندگی بھی پوری کرتے ہیں...... مگر چونکہ اہل عرب دو فعل میں سے اغلب فعل کو مانند مداومت قرار دیتے ہیں...... اس لئے میں نے بھی ایسا ہی کیا اور اسی حدیث سے استدلال کیا کیونکہ اس شخص کی قمری اکثر وقت (چپ رہنے کے مقابلہ میں) آواز کرتی ہے...... اس لئے میں نے اس کے دو فعل میں سے اغلب فعل کو دائمی قرار دیا۔

امام مالک نے امام شافعی کے اس استدلال کو سن کر بڑے متعجب ہوئے اور امام شافعی سے فرمایا کہ اب تم کو فتویٰ دینے کی اجازت ہے۔ چنانچہ امام شافعی نے چودہ سال کی عمر سے فتویٰ دینا شروع کر دیا تھا۔

امام احمد بن حنبل، چرواہے کی علمیت پر حیران ہو گئے

امام ابوالفرج ابن الجوزی وغیرہ نے ذکر کیا ہے...... کہ ایک مرتبہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل...... شیبان الراعی کے پاس سے گزرے...... امام احمد فرمانے لگے کہ اس راعی (چرواہے) سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں...... امام شافعی بولے جانے بھی دو...... امام احمد بن حنبل نے کہا کہ میں ضرور پوچھ کر رہوں گا۔

چنانچہ دونوں صاحبان ان کے پاس پہنچے...... امام احمد نے ان سے سوال کیا کہ اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے کہ...... اگر کسی شخص نے چار رکعت نماز کی نیت باندھی...... تین رکعت پوری پڑھ لی...... چوتھی رکعت میں سجدہ کرنا بھول گیا...... تو اس کا کیا حکم ہے؟

شیبان نے پوچھا آپ کے مذہب کے مطابق جواب دوں...... یا اپنے مسلک کے

مطابق......؟ اس پر حضرت امام احمد بولے کہ کیا مذہب بھی دو دو ہیں......؟ شیبان نے کہا ہاں میرا مذہب اور ہے اور آپ کا مذہب دوسرا......

آپ کے مذہب کی رو سے...... اس کو دو رکعت اور پڑھ کر...... سجدہ سہو کر لینا چاہیئے...... اور میرے مذہب کا حکم یہ ہے کہ...... چونکہ اس شخص کا دل بٹا ہوا ہے......لہٰذا اس کو چاہیئے کہ...... وہ پہلے اپنے قلب کو خوب تکلیف پہنچائے...... تا کہ وہ آئندہ ایسا نہ کرے۔

اس کے بعد امام موصوف نے دوسرا سوال کیا کہ ایک شخص کی ملکیت میں چالیس بکریاں ہیں......اور ان پر ایک سال گزر چکا ہے......تو اس پر کس قدر زکوٰۃ واجب ہے......؟ شیبان نے جواب دیا:

آپ کے مذہب میں...... ایک بکری واجب ہے......اور ہمارے مذہب میں مولا کے ہوتے ہوئے...... بندہ کسی چیز کا مالک نہیں......لہٰذا اس پر کچھ بھی واجب نہیں......

یہ جواب سن کر امام احمد کو چکر آ گیا اور ان پر بے ہوشی طاری ہوگئی ہوش آنے کے بعد دونوں امام صاحبان ان سے رخصت ہوئے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض کتابوں میں لکھا دیکھا ہے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ شیبان الراعی کے پاس جا کر بیٹھتے تھے......اور ان سے مسائل پوچھتے تھے......فرماتے ہیں کہ شیبان ناخواندہ تھا......اور جب ناخواندہ لوگوں کا اہل علم کی نگاہوں میں اتنا بڑا رتبہ تھا......تو ہماری نظروں میں کتنا عظیم الشان مرتبہ ہونا چاہیئے

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علماء باطن کی فضیلت کے معترف تھے......حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ......اگر علماء دین اور اولیاء اللہ نہ ہوں گے تو پھر کون ہوگا؟

ابو العباس ابن شریح جب لوگوں کے سامنے کوئی علمی نکات بیان فرماتے......تو اہل مجلس سے کہتے...... تمھیں معلوم ہے کہ یہ فیض مجھ کو کس سے حاصل ہوا......؟ پھر بعد میں کہتے کہ جو کچھ مجھ کو حاصل ہوا...... وہ حضرت جنید بغدادی کی صحبت کا نتیجہ ہے...... حضرت شیبان الراعی

اکثر اس دعا کو پڑھتے تھے۔

یا ودود، یاودو، یا ذوالعرش المجید یامبدی یا معید یافعال لما یرید اسئلک بعذک الذی لا یرام وبملک الذی لایزول و بنور وجھک الذی ملا ارکان عرشک وبقدرتک التی قدرت بھا علی جمیع خلفک ان تکفینی شر الظالمین اجمعین.

میں صرف ان مسائل کی تنخواہ لیتا ہوں جو مجھے معلوم ہیں

ابراہیم بن طہمان کے لئے بیت المال سے روزینہ مقرر تھا۔ ہارون کے دربار میں اس سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا...... تو اس نے لاعلمی کا اظہار کر دیا...... اس سے کہا گیا ہر مہینے تم اتنی تنخواہ وصول کرتے ہو...... اور تمہیں مسائل کا صحیح جواب تک معلوم نہیں۔

ابراہیم نے کہا میں صرف ان مسائل کی تنخواہ لیتا ہوں...... جن کا صحیح جواب مجھے معلوم ہوتا ہے...... اگر میں ہر مسئلے پر تنخواہ لینا شروع کر دوں...... تو سارا خزانہ خالی ہو جائے...... ہارون اس کے جواب سے بہت خوش ہوا...... اسے انعام دیا اور اس کی تنخواہ میں اضافہ کر دیا۔

غسل جنابت بھی ہو گیا اور طلاق بھی واقع نہ ہوئی

ایک صاحب امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے بظاہر ایک لاینحل مشکل درپیش ہے...... اگر غسل کرتا ہوں...... تو بیوی کو طلاق ہوتی ہے...... اگر جنابت میں رہتا ہوں تو اللہ ناراض ہوتا ہے...... وجہ یہ کہ میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ...... اگر میں غسل جنابت کروں تو میری بیوی پر تین طلاق...... اب کیا کروں...... خدارا میری مدد فرمائیے۔

امام ابوحنیفہ نے اس کا ہاتھ پکڑا...... اور باتوں باتوں میں...... انہیں وہاں قریب کی ایک نہر کے پل پر لائے...... اور دفعۃً اسے پانی میں دھکا دے دیا...... وہ شخص از سر تا قدم پانی میں

ڈوب گیا...... پھر امام صاحب نے اسے باہر نکلوایا...... اور اس سے فرمایا: جا اب تیرا غسل بھی ہو گیا ہے...... اور بیوی کو بھی طلاق نہیں ہوئی۔

کہیں ثواب نہ چلا جائے

روایت ہے کہ ایک عالم کنویں میں گر پڑے...... لوگ ان کو نکالنے آئے...... اور رسی اندر ڈالی...... تو انہوں نے اندر سے قسم دلائی کہ...... جس شخص نے مجھ سے ایک آیت بھی قرآن مجید کی پڑھی ہو...... یا حدیث سنی ہو...... وہ اس رسی کو ہاتھ نہ لگائے...... اس خوف سے کہ مبادا اتنی خدمت لینے سے ثواب نہ جاتا رہے......

شقیق بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں کہ میں ایک کپڑا حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ کے پاس بطور ہدیہ بھیجا...... انہوں نے مجھ کو واپس کر دیا...... میں نے عرض کیا کہ یا حضرت میں تو آپ سے حدیث نہیں پڑھتا ہوں کہ...... آپ پھیرے دیتے ہیں...... انہوں نے فرمایا کہ یہ تو میں بھی جانتا ہوں...... مگر تمہارا بھائی مجھ سے حدیث پڑھتا ہے...... مجھے یہ خوف ہے کہیں اس کے لئے میرا دل...... بنسبت اوروں کے زیادہ نرم نہ ہو جائے۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ کا یہودی کے مکان کو خریدنا

ایک یہودی مکان بیچنے لگا...... تو چار ہزار دینار قیمت مانگی...... مکان کی مالیت دو ہزار تھی...... لیکن اس کے پڑوس میں حضرت عبداللہ بن مبارک رہتے تھے...... خریدار نے کہا کہ اس مکان کی قیمت تو دو ہزار دینار ہے...... یہودی نے کہ جی ہاں دو ہزار دینار مکان کی قیمت...... اور بقیہ دو ہزار دینار عبداللہ بن مبارک کے پڑوس کی قیمت ہے......

ہمارے اسلاف دوسروں کے اتنے خیر خواہ ہوتے ہیں کہ غیر مسلم بھی ان کی خیر خواہی کو مانتے تھے...... اس بناء پر ان کے پڑوس کے مکانوں کی قیمتیں بڑھ جایا کرتی تھیں...... سوچیں

اگر دنیاوی لحاظ سے بھی کسی کی خیر خواہی کر لی جائے......تو اس کے کتنے فوائد ہوتے ہیں......تو پھر اگر کسی کی دینداری کی وجہ سے خیر خواہی کریں گے......تو کتنے زیادہ فوائد حاصل ہوں گے......ارشاد فرمایا: اگر آپ نے کسی کو نصیحت کر کے نیکی پر لگا دیا......اور برائی سے نجات عطا کر دی......تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسے بندے کا مرتبہ بہت بلند ہوگا......اسی لئے قرآن حکیم میں دینی خیر خواہی کے لئے......چند بول بولنے پر بھی......آدمی اجر و ثواب کا مستحق سمجھا گیا ہے......

......وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحاً......

اس سے بڑھ کر کس کی بات اچھی ہوگی......جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے۔

جھوٹ سے بچیئے

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے سنا کہ دمشق میں ایک عالم (محدث) کے پاس ایک حدیث ہے۔ انہوں نے (اس حدیث کے لئے) بغداد سے دمشق کا سفر کیا دمشق پہنچ کر امام صاحب نے اس عالم کے بارے میں پوچھا......تو آپ کو اس کی رہائش کا بتایا گیا......جب آپ اس کے گھر کے قریب پہنچے......تو دیکھا کہ وہ گھر سے باہر اپنے گدھے کو کھینچ رہا ہے......وہ بار برداری کا کام کرتا تھا......گدھے نے چلنے سے انکار کر دیا......اس نے اسے کھینچنے اور ہانکنے کی ہر ممکن کوشش کی......مگر بے سود......آخر اس نے اپنے جبے کو سمیٹا اور گدھے کی طرف اٹھایا......تا کہ گدھا یہ سمجھے کہ اس میں جَو یا اس طرح کی کوئی اور چیز ہے (گدھے نے یہ دیکھا) تو اس کے پیچھے چل پڑا......

امام احمد کو جب پتہ چلا کہ جبہ تو خالی تھا......اور اس میں کوئی چیز نہیں تھی......تو انہوں نے اس عالم سے ملنے کا ارادہ ترک کر دیا......اور اس سے حدیث کے بارے میں پوچھا تک نہیں کیونکہ ان کے سامنے اس نے گدھے کے ساتھ جھوٹ کا معاملہ کیا تھا۔

(ارشاد العباد ص ۱۳۸)

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا علمی مباحثہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک حدیث پر بحث شروع ہوئی...... عشاء کی نماز پڑھ کے نکلے...... مسجد نبوی کے دروازے پر سردیوں کی رات تھی...... امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک حدیث بیان فرمائی...... امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رائے دی...... فجر کی اذان ہوگئی...... دونوں ایک ہی جگہ کھڑے ہوئے ہیں...... وہ بات کر رہے ہیں ...... یہ بھی بات کر رہے ہیں...... ایک دوسرے کا اجر بھی ہے۔

پسو کی روح کون قبض کرتا ہے؟

ایک مرتبہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے یہ سوال کیا کہ پسو کی روح کو فرشتہ قبض کرتا ہے یا نہیں؟ تو آپ تھوڑی دیر خاموش رہے...... پھر آپ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ پسوؤں کے بہتا ہوا خون ہوتا ہے یا نہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ہاں ان کے بہتا ہوا خون ہوتا ہے...... تو آپ نے فرمایا کہ ہاں ملک الموت ہی ان کی روح کو قبض کرتا ہے...... اس کے بعد قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

......اَللّٰهُ یتوفی الانفس حین موتها ......

......''ان کی موت کے وقت اللہ ہی ان کی روحوں کو کھینچ لیتا ہے۔'' ......

علامہ ابوالفرج بن جوزی کی کتاب مدھش میں مذکور ہے کہ ایک عجمی شخص علم کی تلاش میں نکلا...... راستہ میں چلتے وقت ایک پتھر کا ٹکڑا نظر آیا...... جس پر ایک لال چیونٹی پھر رہی تھی ...... اس نے اس پتھر کو غور سے دیکھا...... تو معلوم ہوا کہ چیونٹی کے چلنے سے اس پتھر پر نشان پڑ گئے ہیں...... یہ دیکھ کر اس نے غور وفکر کیا کہ اتنے سخت پتھر پر ایک معمولی چیونٹی کے بار بار چلنے سے نشان پڑ گئے...... تو میں اس بات کا زیادہ مستحق ہوں کہ طلب علم پر مداومت کروں...... شاید اسی

طریقہ سے میں اپنی مراد پالوں...... چنانچہ یہی چیز ہر طالب علم دین کی ضرورت ہے۔

علم کی قدر و قیمت

شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ شام یا عراق کے کسی شہر میں سے گزر رہے تھے کہ...... آپ نے دیکھا کہ قاضی شہر اپنی مجلس لگائے بیٹھا ہے...... شیخ سعدی بھی اس مجلس میں امراء ساتھ بیٹھ گئے اس وقت آپ کے کپڑے پھٹے پرانے تھے...... اور آپ کی حالت بڑی دگرگوں تھی...... مجلس میں بیٹھے ہوئے امراء اور شرفاء نے...... شیخ سعدی کو کم حیثیت جانتے ہوئے ان کو محفل سے نکال دیا۔ آپ اٹھ کر پائیں مجلس میں جا بیٹھے...... آپ نے سنا کہ اہل مجلس کسی نقطہ پر بحث کر رہے ہیں...... مگر کوئی حل تلاش کرنے میں ناکام ہیں...... آپ نے دور سے صدا لگائی اور کہا کہ قاضی شہر اگر پسند فرمائیں...... تو آپ کا یہ حل طلب مسئلہ میں حل کرسکتا ہوں...... قاضی نے آپکو اجازت دے دی...... آپ نے نہایت سہل اور قابل فہم طریقے سے یہ مسئلہ حل کر دیا...... ہر طرف سے آپ کو داد تحسین ملنے لگی آفرین وشاباش کے ڈونگرے آنے لگے......

جب قاضی شہر نے آپ کو بلند مرتبے پر جاتا ہوا دیکھا...... تو وہ اپنا عمامہ اتار کر سعدی کو دینے لگے...... مگر شیخ سعدی نے انکار کر دیا...... اور فرمایا اگر میں نے عمامہ پہن لیا...... تو پھر میری آنکھوں پر بھی چربی چڑھ جائے گی...... اور غریب لوگ مجھے حقیر و ذلیل معلوم ہونگے...... اور یوں مجھے لوگوں سے مختلف لعنت ملامت کے الفاظ سننا پڑیں گے۔

تین سوال

روضۃ الریاحین میں ہے عبداللہ بن مبارک سے کسی نے پوچھا:

انسان کون ہے؟ فرمایا علم والے...... سوال ہوا بادشاہ کون ہے......؟ فرمایا: زاھد

......یعنی جو لوگ دنیا سے بے رغبتی کرتے ہیں...... پھر پوچھا گیا: کمینے اور نکمے کون ہیں......؟
جواب دیا: وہ جو دین داری کو دکانداری بناتے ہیں...... اور دین بیچ کر اپنا پیٹ پالتے ہیں۔

ابوالحسن خرقانی اور حدیث کا درس

حضرت ابوالحسن خرقانی علیہ الرّحمۃ کے پاس ایک شخص علم حدیث پڑھنے کے لئے آیا اور دریافت کیا کہ آپ نے حدیث کہاں سے پڑھی......؟ حضرت نے فرمایا، براہ راست حضور ﷺ سے، اس شخص کو یقین نہ آیا، رات کو سویا تو حضور خواب میں تشریف لائے اور فرمایا ابو الحسن سچ کہتا ہے میں نے ہی اسے پڑھایا ہے...... صبح کو حضرت ابوالحسن کی خدمت میں وہ حاضر ہوا اور حدیث پڑھنے لگا...... بعض مقامات پر حضرت ابو الحسن نے فرمایا ...... یہ حدیث آنحضرت ﷺ سے مروی نہیں...... اس شخص نے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟

فرمایا تم نے حدیث پڑھنا شروع کی...... تو میں نے حضرت محمد ﷺ کے ابروئے مبارک کو دیکھنا شروع کیا...... میری یہ آنکھیں حضور کے ابروئے مبارک پر ہیں...... جب حضور کے ابروئے مبارک پر شکن پڑتی ہے...... تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ حضور اس حدیث سے انکار فرما رہے ہیں۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۴۹۶)

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ تاجدار نبوت کی گود میں

جناب شیخ بوعلی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے نزدیک سویا ہوا تھا...... تو میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں مکہ معظمہ میں ہوں...... اور حضور اقدس ﷺ باب ابن شیبہ سے ایک معمر شخص کو...... اپنی آغوش مبارک میں لئے ہوئے تشریف لائے ...... میں حیرت زدہ اور سراپا استفہام ہوگیا ...... حضور اقدس ﷺ نے میری حیرت واستعجاب اور ارادہ استفسار سمجھتے ہوئے ارشاد فرمایا

''یہ مسلمانوں کا امام اور تمھارے ملک کا باشندہ ابوحنیفہ ہے۔''

اسلاف کی کثرت تصنیف وتالیف

اس میدان میں مسلمانوں نے جولانیاں دکھائیں کہ اہل مغرب حیران رہ گئے۔ حافظ جمال الدین نے اس قدر کتابیں لکھیں کہ ان کی عمر کے حساب سے نو صفحے روزانہ اوسط آتے ہیں۔ ابن خطیب نے فلسفہ تاریخ میں اور علم طب پر گیارہ سو۔ ابن حبیب اسلمی ابومروان اور عبدالملک نے ہزار ہزار ابن حسن نے فلسفہ وقانون پر ساڑھے چار چار سو ابن خرم ابن مانی اور امام غزالی نے چار چار سو شیخ ابن جوزی نے اڑھائی سو ابوعبید اور ابن ھشیم نے دو دو سو کتابیں لکھیں۔

ابن عساکر کی تاریخ دمشق اسی (۸۰) جلدوں میں مکمل ہوئی...... ابوحنیفہ دینوری نے کتاب البنات ساٹھ جلدوں میں ختم کی...... المظفر شاہ بطلیوس نے عربی زبان میں ایک انسائیکلوپیڈیا مرتب کی جو پچاس جلدوں پر مشتمل ہے......

سبط بن جوزی کی مرأت الزمان اور امام غزالی کی تفسیر یاقوت التاویل چالیس چالیس جلدوں پر مشتمل تھیں...... علامہ ابوالفرح اصفہانی کی تصنیف آغانی بیس جلدوں کی ہے...... (جو الحکم خلیفہ اندلس نے چار ہزار میں خریدی تھی) ابن رشد نے طبی سائنس پر سولہ کتابیں لکھیں...... تاریخ بغداد چودہ جلدوں کی اور تاریخ ابن اثیر بارہ جلدوں کی ہے۔

غرض یہ کی مسلمانوں نے جس فن کو بھی سنبھالا...... اسے معراج ترقی پر پہنچا دیا...... جس کی وجہ سے مسٹر جوزف میکب یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ...... اگر اسلامی تعلیمات ہم تک بروقت پہنچ چکی ہوتیں...... اور فرانس کے عیسائی بادشاہ مسلمانوں کو یورپ میں داخل ہونے سے نہ روک دیتے...... تو آج نہ صرف ہم بلکہ تمام بنی نوع انسان...... پانچ سو برس پہلے ہر شعبہ علم و فلسفہ میں ترقی کر چکے ہوتے...... ان نقصانات کی تلافی ہم رو دھو کر کسی طرح نہیں کر سکتے...... تصنیف وتالیف کے میدان مین بھی اب وہ رونق نظر نہیں آتی۔

علم الابدان وجراحی

ابوالقاسم علم جراحی کے موجد تھے......انہوں نے علم جراحی، علم ادویہ، اور علم الابدان میں نئے نئے انکشافات کئے تھے......ابن زہرا نے سب سے پہلے دنیا کو......خارش کے اسباب وعلاج سے آگاہ کیا......محمد ابن قاسم نے امراض چشم، داؤد الاغربی نے تبخیر اور قبض......محمد تمیمی نے فتق اور رسولی......صلاح الدین بن یوسف نے نگاہ کے مسئلہ پر سب سے زیادہ توجہ دی تھی۔مختلف قسم کے انجکشن، زخموں کو سینے کی سوئیاں اور ردھاگے......ماہرین اندلس نے ایجاد کیئے تھے......اور آج کل کی طرح پٹی باندھنے کے طریقہ سے دنیا کو روشناس کرایا......

ان کے معملوں اور تجربہ گاہوں میں......علم الابدان کی عملی تعلیم کے لیے......ہر وقت محفوظ حالت میں جانوروں اور انسانوں کی نعشیں موجود رہتی تھیں......ان کی ایجادات اور آلات جراحی آج تک یورپ میں مقبول اور رائج ہیں......آج جو انجکشنوں کا دور چل رہا ہے......یہ مسلمانوں کا لایا ہوا ہے جس سے اہل مغرب فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

علم کیمیا

علم کیمیا سے مسلمانوں کی دلچسپی نے......انہیں دواسازی کا موجد بنایا......تیزاب شورہ، تیزاب کبریت، الکحل، تیزاب نوشادر، پوٹاش، چاندی کا پانی اور فاسفورس مسلمانوں نے ایجاد کیے......

جابر ابن حیان پہلے سائنسدان ہیں......جنہوں نے معدنیات کے تکسد اور گاسوں کے علم سے......دنیا کو روشناس کرایا......نمک اور شورہ کا مرکب تیزاب بنایا، کچلہ، سچہ، حب الملوک، املی، صندل، کباب، چینی، جویدار، سنا، ریوند چینی اور کافور ایسے مفردات سے......یورپ کو آگاہ کیا......علم ادویہ پر اتنی توجہ دی جاتی تھی......جتنی آجکل ملکی دفاع پر دی جاتی ہے۔

ہر بڑے شہر میں علم الادویہ کی تجربہ گاہیں...... اور دوا سازی کے سرکاری کارخانے موجود تھے...... جن میں سرکاری عمال کی زیر نگرانی...... دوائیاں تیار ہو کر ہسپتالوں اور دواخانوں کو مہیا کی جاتی تھیں...... اس امر کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا تھا کہ...... کوئی دوائی غلط طور پر تیار نہ ہو جائے...... جس سے صحت عامہ پر برا اثر پڑے......

جسد انسانی تشریح، امراض چشم، علم تولید، چیچک، خسرہ اور مختلف بخاروں اور بیماریوں پر الگ الگ سینکڑوں کتابیں تصنیف ہو چکی تھیں۔

انہوں نے نباتات یعنی پودوں کے خواص معلوم کرنے پر بھی خاص توجہ دی...... ابن العوام نے اپنی کتاب میں چھ سو ایسی بوٹیوں کے نام لکھے ہیں...... جن سے مختلف دوائیاں تیار ہوتی تھیں...... ابن بیطار نے جڑی بوٹیوں سے تین سو دواؤں کے نسخے تیار کیے...... اور ابن اسواری نے تو...... ذاری تجربوں کے بعد ایسی بوٹیوں کی تصویریں چھاپ دیں...... جو دواؤں کے کام آسکتی تھیں۔

علم طب کے طلباء کو نظری تعلیم کے علاوہ...... شاہی تجربہ گاہوں میں عملی تعلیم بھی حاصل کرنا پڑتی تھی...... اور اس وقت تک کسی کو سند نہ ملتی تھی...... جب تک وہ متعلقہ فن کی جزئیات تک سے پورا واقف نہ ہو جائے...... کند ذہن، نکمے، اور بے حس طلباء کو...... دوا سازی یا علاج کی ممانعت ہوتی تھی...... اس دور میں مسلمان اس شعبہ میں خال خال نظر آتے ہیں...... جن کی وجہ سے پاکستان میں ڈاکٹروں کی کمی ہے۔

علم سائنس

علم سائنس میں اولیت کا سہرا مسلمانوں کے سر رہا ہے...... قرطبہ، اشبیلیہ، اور غرناطہ کی یونیورسٹیوں کی عمارتیں...... خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھیں...... یہ تجربہ گاہیں اور معملوں کا سامان عجائبات کی حیثیت رکھتا تھا...... ان میں ایسے درجنوں کرے موجود تھے...... جن کی لمبائی اور چوڑائی سو فٹ تھی۔

ہر پروفیسر اور ماہر فن کی تجربہ گاہ الگ خصوصی ہوتی ...... جو شاہی محل کا درجہ رکھتی تھی۔ تمام ضروری سامان حکومت مہیا کرتی تھی ...... اور سائنس دانوں کی حوصلہ افزائی کے لئے ...... خزانہ کے دروازے پر وقت کھلے رہتے تھے ...... صرف سائنس کی ضروریات پوری کرنے کے لئے شاطبہ کے عظیم الشان کاغذ ساز کارخانے ...... پورے چوبیس گھنٹے چلتے رہتے تھے ...... جبکہ سارے یورپ میں کاغذ کا ایک ورق بھی تیار نہ ہوتا تھا ......

سائنس کی تحقیقات و انکشافات اور ایجادات کے سلسلہ میں باقاعدہ طور پر ہفتہ وار، ماہوار، دو ماہی، سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ روئیدادیں چھاپی جاتی تھیں ...... جن کی ایک ایک کاپی ہر سائنسدان ...... سرکاری ادارہ اور کتب خانہ کو مہیا کی جاتی تھیں۔

الناصر، منصور اور الحکم ثانی کے دور میں ...... بعض سائنسدانوں کی تجربہ گاہیں ...... شاہی محلات سے زیادہ وسیع اور شاندار ہوتی تھیں ...... اور سائنسدانوں کا بادشاہ وقت سے زیادہ احترام کیا جاتا تھا۔ ایسی ہی بغداد، مراغہ، سمرقند، اصفہان، دمشق اور مصر کی بڑی بڑی رصد گاہیں تھیں۔

الخازن یا الہیثم نے دنیا میں پہلی بار شفق جو کہ ثقل نوعی اور ایتھر کے متعلق انکشافات کیئے، بندوق بارود، بحری جہاز، باد نما، آلہ قانون، دوربین، کرے، گھڑیاں، قطب نما، مقیاس الحرایت، اصطرلاب، جر ثقیل، مساحت کیمیا، اور موسیقی کے آلات ......

مختلف قسم کے ترازو، کاغذ کرسیاں، زربفتی، اور ریشمی کپڑے، صابن طلسمی پیالے وغیرہ سب مسلمانوں کی ایجادیں ہیں ...... جو آجکل اہل مغرب سے منسوب کر کے مسلمانوں کو علم سائنس کا مخالف ظاہر کیا جاتا ہے۔

علم جغرافیہ

عرب جغرافیہ دانوں نے اس سلسلہ میں بڑی محنت و کاوش کی تھی۔ انہوں نے نہ صرف اندلس کا جغرافیہ تیار کیا۔ بلکہ اس وقت جس قدر یورپ اور ایشیا کا علاقہ معلوم ہو چکا تھا۔ اس کی جغرافیائی معلومات بھی مرتب کیں ساتھ جغرافیہ دانوں نے اس علم کے متعلق اعلیٰ درجہ کی

تصنیفات مرتب کیں..... جغرافیائی درجے قائم کیئے...... پیمائش ارض کے بعد ریشم کے کپڑوں پر نہایت اعلیٰ درجوں کے نقشے...... اس عمدگی سے تیار کیئے کہ وہ اب تک صحیح مانے جاتے ہیں۔

ابن حمید ادریسی اور ابن جبیر نے صرف علم جغرافیہ کے لئے دنیا بھر کی سیاحت کی عبید الکبیری نے اسی سلسلہ میں اپنی آدھی زندگی گزار دی۔ ابن بطوطہ اس فن کی خاطر چوبیس برس تک دنیا کا سفر کرتے رہے...... بعض روایات کے مطابق ادریسی نے ہی امریکہ کا پتہ لگایا تھا ...... یہ اپنی سیاحت کے دوران میں جہاں جہاں پہنچے...... ان تمام ملکوں کے طول وعرض کا حساب لگایا۔

ادریسی ہی دنیا کے سب سے بڑے جغرافیہ دان تھے...... انہوں نے ہی دنیا کا سب سے پہلا صحیح جغرافیہ تیار کیا...... اس کے ساتھ جو نقشے لگائے وہ تین سو سال تک بطور سند استعمال ہوتے رہے...... جن کی صحت کا آج تک انکار نہیں کیا گیا...... ایک چاندی کا ایسا کرہ تیار کیا...... جس میں زمین کے چپہ چپہ کا پتہ دیا گیا تھا...... دوسرے کرے پر جو ساڑھے پانچ من وزنی تھا زمین وآسمان کی ہر کیفیت درج تھی...... اس کے ایک طرف ستارے اور برج بنے ہوئے تھے...... اور دوسری طرف خشکی وتری کے تمام زمینی حصے ظاہر کئے گئے تھے...... اور ایسے اصطرلاب بنائے...... جن کے ذریعے شہروں کا طول بلد معلوم کیا جا سکتا تھا۔

...... سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ...... کے امر الٰہی پر ان جغرافیہ دانوں نے ایسے وقت میں عمل کیا جبکہ سفر بہت دشوار گزار تھا...... اخراجات سفر برداشت کرنے کے لئے کہیں بھی ایسے ادارے موجود نہ تھے...... جیسے آجکل یورپ اور امریکہ میں موجود ہیں...... دور حاضرہ کے مسلمانوں نے اس سلسلہ میں کوئی قابل قدر اضافہ نہیں کیا، نہ اب وہ جذبہ اور ہمت نظر آتی ہے۔

علم تاریخ

فن تاریخ کا آغاز حضرت امیر معاویہ کے زمانے سے شروع ہوا عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ سے اس نے کتابی شکل اختیار کی اور مسلمانان اندلس نے اسے عروج پر پہنچایا۔ اس

زمانے میں مؤرخوں کی حیثیت اخبار نویسوں جیسی تھی...... فکر معاش سے آزاد ہو کر دلجمعی سے کام کرنے کے لئے...... انہیں باقاعدہ طور پر سرکاری خزانہ سے تنخواہیں ملا کرتی تھیں...... کتاب مرتب ہونے پر ہمت افزائی کے لئے...... انہیں گرانقدر انعامات سے نوازا جاتا تھا۔

اس زمانہ میں تاریخ نویسی پر خصوصی توجہ کا یہ نتیجہ نکلا کہ ہر مقام پر ضلع اور شاہی دربار میں واقعہ نگار موجود رہتے تھے...... اور ہر واقعہ پوری چھان بین اور ذاتی تحقیق و تفتیش کے بعد...... ضبط تحریر میں لاتے تھے...... ان میں سے ابن احمد طلیطلی، خزاجی، انضر ابی الحجازی، ابن بشکوال محمد اور لسان الدین ابن خطیب بہت مشہور مؤرخ گزرے ہیں۔

مؤرخین میں شاہان وقت بھی شامل تھے...... بطلیوس کے بادشاہ ابن افطس نے اندلس کی...... ایک بہت بڑی مستند تاریخ لکھی تھی...... خلیفہ الحکم ثانی نے ایک ایسی بلند پایہ تاریخ مرتب کی تھی...... جو صدیوں ممتاز رہی...... ویسے اندلس کے مسلمانوں نے علم تاریخ پر بارہ ہزار کتابیں لکھیں...... جن میں سے بعض نے غیر معمولی شہرت پائی......

ان باہمت مؤرخوں نے جانوروں تک کی تاریخ لکھ ڈالی...... ابوالمنذر بلنسی اور ابن زید نے گھوڑوں کی تاریخ لکھی...... اور عبدالملک نے اونٹوں کی تاریخ تحریر کی...... بن جبرائیل اور ابن رشد نے سب سے پہلے اپنی کتب میں یہ نظریہ پیش کیا کہ...... قانون ارتقاء کا اثر حیوانات نباتات اور جمادات پر یکساں موجود ہے...... جس پر ڈارون نے اپنی شہرۂ آفاق نظریہ کی بنیاد رکھی...... یہ اس کا نظریہ نہ تھا بلکہ انہیں فلسفیوں کی موشگافیوں کا مرہون منت تھا...... مسلمانوں نے...... اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْن...... پر ہزاروں کتابیں لکھیں مگر انہیں سرمایہ عبرت و بصیرت نہ بنایا۔

علم ریاضی

ریاضی کے میدان میں اندلسی مسلمان گویا سبقت لے گئے...... انہوں نے ستاروں کی رفتار معلوم کی...... ان کے جدول تیار کئے...... سورج کے مدار کی دوری، دائرۃ البروج کا

تدریجی ارتقاء انحراف اور دن رات میں اعتدال کی صحیح قدر مقرر کی...... کسور اعشاریہ کے قواعد بنائے ۔ الجبرا میں نئی نئی باتیں معلوم کیں...... حبیب ہندسی ایجاد کیا، قاعدہ، مساوات مکعبی اور مساحت المثلثات ان ہی کی ایجاد ہیں۔

اشبیلی اور زرقل اس فن کے امام تھے...... انہوں نے اس فن کو بہت ترقی دی...... زرقل نے مدار النجوم کے لئے بیضوی راستہ تجویز کیا...... اس علم بے مثل نے آفتاب بُعدِ اقصیٰ کی حرکت معلوم کرنے کے لئے...... چار سو دو تجربے کئے...... اس نے اپنی رصدگاہ میں ان مشاہدات پر جتنی محنت کی کسی اور نے نہیں کی۔

ابوالحسن علی نے نو سو مشاہدات کئے...... ابن سینا نے جو فہرست تیار کی...... اس میں ایک ہزار بائیس ستاروں کے نام لکھے...... ابن ابی صلت تیس سال تک سیاروں کی رفتار معلوم کرنے میں لگے رہے...... مسلمان ریاضی دانوں اور سائنسدانوں نے...... جو کرۂ ارضی وسماوی بنائے ...... وہ اپنی مثال آپ تھے......

ان میں پانچ صد جدولیں ہوتیں...... جو دونوں طرف کھودی جاتیں...... نیچے کے حصے میں گیارہ عدد لٹکن ہوتیں...... اوپر کے حصوں میں برجوں کی علامتیں بنی ہوتیں...... کہکشاں کی طرف اشارے ہوتے...... اور بڑے بڑے ستارون کے نام لکھے ہوتے......

آفتاب کی رفتار معلوم کرنے کے لئے ابن یونس نے...... دھوپ گھڑی اور کلاک ایجاد کئے...... بلکہ بعض نے پانی کی گھڑیاں، آب پیا، آلات منظر، کواکب اور تربیعات ایجاد کئے...... سرقسط کے بادشاہ المقتدر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ...... وہ اپنے وقت کے سب سے بڑے سائنسدان اور ریاضی دان تھے...... آجکل مسلمانوں میں اس علم کا شوق نظر نہیں آتا...... اس لئے اکثر طلباء آرٹس کو ترجیح دیتے ہیں۔

نصیحت بذریعہ خط

چھٹی صدی ہجری کے مشہور عالم علامہ ابن جوزی اپنے بیٹے محمد (ابوالقاسم) کو جو

۶۵۶ھ میں تاتاریوں کے حملے میں شہید ہوئے ایک خط کے دوران یوں نصیحت کرتے ہیں۔

میرے لخت جگر!

اللہ تمھیں نیکیوں کی توفیق دے...... دنیا میں زندگی کی سانسیں بہت کم...... اور قبر کی زندگی بہت طویل ہے...... نیکی اس کے نصیب میں آئی...... جس نے اپنی خواہشات کو چھوڑا...... اور محروم وہی ہے...... جس نے دنیا کے مقابلہ میں آخرت سے منہ موڑا...... اصل کمال علم اور عمل دونوں کے جمع کرنے میں ہے...... جس کو یہ دونوں نعمتیں ملیں اس کا مرتبہ بلند ہوا...... قرآن مجید کی تفسیر...... حضرت نبی کریم ﷺ کی سیرت...... صحابہ کرام اور علماء کے حالات پیش نظر رہیں تاکہ بلند سے بلند مرتبہ اختیار کرنے کی توفیق ہو...... طلب علم کے دوران میں طالب علم کو بلند ہمتی سے کام لینا چاہئے...... میں اپنے حالات کا ایک نمونہ تمھارے سامنے پیش کرتا ہوں......

مجھے خوب یاد ہے کہ میں چھ سال کی عمر میں مدرسہ میں داخل ہوا...... بڑی عمر کے طلباء میرے ہم سبق تھے...... میں بچوں کے ساتھ کبھی کھیل میں حصہ نہیں لیتا تھا...... میں نے کبھی اپنے کام میں غفلت نہیں کی تھی...... اور نہ کبھی ہنسی مذاق میں اپنا وقت ضائع کیا تھا...... دوسرے لڑکے دجلہ کے کنارے کھیلا کرتے تھے...... اور میں سب سے الگ علمی کاموں میں مشغول رہتا تھا...... استاد کی زبان سے جو سنتا اسے خوب یاد کر لیتا...... اور گھر آ کر لکھ لیتا تھا۔

خدا نے مجھ کو زہد کی توفیق عطا فرمائی...... میں نے کثرت سے روزے رکھے...... کھانے میں کمی کی...... راتوں کو جاگتا تھا...... اور ہر فن کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا تھا...... میں فخر کے طور پر نہیں...... بلکہ شکر کے طور پر کہتا ہوں کہ...... اللہ نے میرے کلام میں عجیب تاثیر بخشی...... قریباً دوسو ذمی (غیر مسلم) میرے ہاتھ پر اسلام لائے...... اور ایک لاکھ سے زائد آدمیوں نے میری مجلس میں توبہ کی......

میں مشائخ کے حلقوں میں حاضری دینے میں...... اس قدر جلدی کرتا تھا کہ دوڑنے کی وجہ سے...... میری سانس پھولنے لگتی تھی...... صبح اور شام اس طرح گزرتی کہ...... کھانے کا انتظام نہ ہوتا تھا...... مگر رب کا شکر ہے کہ اس نے مخلوق کی احسان مندی سے بچایا...... تم کو چاہئے کہ اس غفلت کی نیند سے جاگو...... پچھلی زندگی پر شرمندہ ہو...... اپنی عمر کی گھڑیوں کو یاد

کرو...... جو بیکاری میں گزر گئیں...... اور اتنی کوشش کرو کہ کاملین کے درجہ تک پہنچ جاؤ......

ہمارے نونہالوں کو ذرا اپنے گریبانوں میں جھانکنا چاہئے کہ...... وہ اپنی طالب علمانہ زندگی کو آوارگی میں گزارتے ہیں...... جو قحط الرجال کی سب سے بڑی وجہ ہے۔

محمد نام کے چار خوش نصیب محدثین

تیسری صدی ہجری میں مصر میں چار محدثین بہت مشہور ہوئے...... چاروں کا نام محمد تھا چاروں علم حدیث کے جلیل القدر ائمہ میں شمار ہوئے...... ان میں سے

......ایک...... محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں......

......دوسرے...... محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ......

......تیسرے...... محمد بن المنذر رحمہ اللہ تعالیٰ......

اور چوتھے...... محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمہ اللہ تعالیٰ......

ان کا ایک عجیب واقعہ حافظ ابن کثیر نے نقل کیا ہے...... یہ چاروں حضرات مشترک طور پر حدیث کی خدمت میں مشغول تھے...... بسا اوقات ان علمی خدمات میں انہماک...... اس قدر بڑھتا کہ فاقوں تک نوبت پہنچ جاتی...... ایک دن چاروں ایک گھر میں جمع ہو کر احادیث لکھنے میں مشغول تھے...... کھانے کو کچھ نہیں تھا...... بالآخر طے پایا کہ چاروں میں سے ایک صاحب طلب معاش کے لئے باہر نکلیں گے...... تاکہ غذا کا انتظام ہو سکے......

قرعہ ڈالا گیا تو حضرت محمد بن نصر مروزی کا نام نکلا...... انہوں نے طلب معاش کے لئے نکلنے سے پہلے...... نماز پڑھنی اور دعا کرنی شروع کر دی...... یہ ٹھیک دوپہر کا وقت تھا...... اور مصر کے حکمران احمد بن طولون رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی قیام گاہ میں آرام کر رہے تھے...... ان کو سوتے ہوئے خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی...... آپ فرما رہے تھے کہ محدثین کی خبر لو...... ان کے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے۔

ابن طولون بیدار ہوئے تو لوگوں سے تحقیق کی کہ اس شہر میں محدثین کون کون ہیں؟

لوگوں نے ان حضرات کا پتہ دیا...... احمد بن طولون اسی وقت...... ان کے پاس ایک ہزار دینار بھجوائے اور جس گھر میں وہ خدمت حدیث میں مشغول تھے...... اسے خرید کر وہاں ایک مسجد بنوادی...... اور اسے علم حدیث کا مرکز بنا کر اس پر بڑی جائیدادیں وقف کر دیں۔

(البدایہ والنہایہ ص ۱۰۳ ج ۱۱ سن ۲۹۴ ء و ص ۱۴۶ ج ۱۱ سن ۳۲۱ ھ)

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذہانت

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی والدہ بہت بزرگ تھیں...... اور اکثر لوگ ان کے پاس امانتیں رکھوایا کرتے تھے...... ایک دفعہ دو آدمیوں نے کپڑوں سے بھرا صندوق...... ان کے پاس بطور امانت رکھوایا...... چند روز بعد ایک شخص نے آکر ان سے صندوق لے گیا...... پھر کچھ عرصہ بعد دوسرے شخص نے آکر ان سے صندوق طلب کیا...... تو انہوں نے کہا کہ میں صندوق تمہارے ساتھی کو دے چکی ہوں...... اس نے کہا جب صندوق ہم دونوں نے ایک ساتھ رکھوایا تھا...... تو پھر آپ نے میری غیر حاضری میں اس کیسے دے دیا؟

اس جملہ سے حضرت امام شافعی کی والدہ کو بڑی ندامت ہوئی...... لیکن اسی وقت امام صاحب گھر میں آگئے...... اور والدہ سے کیفیت معلوم کر کے اس شخص سے فرمایا...... تمہارا صندوق ہمارے پاس موجود ہے...... لیکن تم تنہا کیونکر آئے ہو...... اپنے ساتھی کو کیوں ساتھ نہیں لائے...... جاؤ پہلے اپنے ساتھی کو لے کر آؤ...... یہ جواب سن کر وہ شخص حیران رہ گیا۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اور موچی

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ ہی سے متعلق ایک اور واقعہ بھی ملتا ہے...... آپ کے حلقہ درس کا ایک طالب علم...... اپنا جوتا مرمت کرانے کے لئے کسی قریبی موچی کے پاس لے گیا...... موچی سے دو درہم کے عوض...... جوتا مرمت کرنے کا معاملہ طے ہو گیا......

نادار طالب علم نے جوتا موچی کے پاس رکھ کر...... دو درہم کے لئے اپنے ہم جماعتوں سے رابطہ قائم کیا...... مگر وہ یہ ادنیٰ سی رقم بھی حاصل نہ کر سکا...... بالآخر وہ طالب علم یاس وامید کے ملے جلے جذبات کے ساتھ...... موچی کے پاس پہنچا...... اور اپنی بیچارگی کا اظہار کرتے ہوئے...... مرمت شدہ جوتے کا مطالبہ کیا...... اور ساتھ ہی اس کو یہ بھی بتا دیا کہ...... وہ امام مالک کے مدرسہ کا متعلم ہے...... اور جونہی ممکن ہوا...... وہ آپ کی اجرت آپ کو پیش کر دے گا......

مگر موچی نے بلا اجرت جوتا دینے سے انکار کیا...... اور ساتھ ہی دینی طالب علموں کے متعلق سخت الفاظ بھی کہے...... اس بات کا ذکر طالب علم نے اپنے استاد محترم امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا...... تو انہوں نے طالب علم کی تشفی کے لئے...... عجیب وغریب طریقہ اختیار کیا...... آپ نے اپنی جیب سے ایک قیمتی موتی نکال کر طالب علم کو دیا کہ...... جاؤ اس موچی کو کہو کہ دو درہم کے بدلے میں...... یہ موتی لے لو اور میرا جوتا مجھے دے دو......

طالب علم نے حکم کی تعمیل کی...... اور وہ موتی اس موچی کے سامنے جا کر رکھ دیا...... مگر موچی بیچارے کو اس موتی کی کیا قدر تھی...... اس نے وہ موتی بھی لینے سے انکار کیا...... اور کہا کہ دو درہم لاؤ...... مجھے اس موتی کی کوئی ضرورت نہیں......

طالب علم مایوسی کی حالت میں واپس استاذ صاحب کے پاس آیا۔ امام صاحب کہنے لگے کہ...... اس موچی کو جس طرح علم کی قدر نہیں ہے...... اسی طرح اس کو اس موتی کی قیمت کا بھی علم نہیں ہے...... لہٰذا تم اس کی بدسلوکی سے دل برداشتہ نہ ہو...... پھر امام صاحب نے طالب علم سے کہا کہ...... یہ موتی شہر میں فلاں جوہری کے پاس لے جاؤ...... اور اس سے کہو کہ وہ یہ موتی خرید کر...... اس کی قیمت تم کو ادا کر دے......

شاگرد نے ایسا ہی کیا...... جوہری اس موتی کی قدر وقیمت سے واقف تھا...... اس نے موتی کے بدلے ڈھیر ساری رقم...... طالب علم کی جھولی میں ڈال دی...... اور اس نے وہ رقم لا کر امام صاحب کی خدمت میں پیش کر دی...... امام صاحب نے فرمایا کہ اس رقم میں سے دو درہم لے جا کر موچی کو دے دو...... اور اپنا مرمت شدہ جوتا لے آؤ...... شاگرد دو درہم لے کر موچی کے پاس گیا...... تو اس نے فوراً جوتا دے دیا۔

امام صاحب نے فرمایا کہ تم نے موچی کو اپنی طالب علمی کے متعلق بتایا...... مگر اسے نہ تو علم قدر معلوم تھی...... اور نہ اس قیمتی موتی کی...... اگر اسے قیمتی موتی کی قدر معلوم ہوتی...... تو وہ اس کو لینے سے انکار نہ کرتا...... اور ناقدری کی وجہ سے اتنی بڑی رقم سے محروم ہو گیا...... جس طرح ہیرے اور موتی کی قدر جوہری جانتا ہے...... اس طرح علم کی قدر بھی علم والے ہی جانتے ہیں...... لہٰذا تم موچی کے رویئے سے بددل نہ ہونا...... تم کو علم کی قدر کرنے والے لوگ بھی ملیں گے...... جو تمھیں سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔

امام بخاری کو پتہ چلا کہ فلاں دور دراز علاقے میں ایک شخص کے پاس حضور ﷺ کی ایک حدیث ہے...... جو لوگوں کو سناتا ہے...... آپ لمبا سفر کر کے اس شخص کے پاس گاؤں میں پہنچے...... اس کا پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ آدمی اپنے جانوروں کو چرانے کے لئے باہر جنگل میں گیا ہے" امام بخاری کو تحصیل حدیث کا اس قدر شوق تھا کہ آپ نے اس آدمی کے گھر میں آنے کا انتظار نہ کیا اور اس کے پیچھے جنگل میں چلے گئے۔

جب وہ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ وہ آدمی خالی جھولی پھیلائے اپنے گھوڑے کو اپنے قریب بلانے کی کوشش کر رہا ہے گویا گھوڑے پر ظاہر کر رہا ہے کہ اس کے دامن میں اس کے لئے چارہ ہے جس کے لالچ میں وہ آجائے گا......

امام صاحب اس آدمی کی یہ حرکت دیکھ کر اس سے ملے بغیر واپس ہو لئے اس شخص نے پیچھے سے آواز دی کہ مسافر آؤ! کیسے آئے تھے اور اب جا بھی رہے ہو' تو امام صاحب نے کہا کہ میں تو آپ سے حدیث سننے کے لئے آیا تھا مگر یہاں آکر دیکھا کہ آپ گھوڑے کو خالی جھلی پھیلا کر دھوکہ دے رہے ہیں لہٰذا مجھے شک پیدا ہو گیا ہے کہ آپ حدیث کے معاملہ میں بھی کوئی گڑبڑ نہ کرتے ہوں لہٰذا میں نے آپ سے حدیث سننا مناسب نہیں سمجھا۔

حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کو علم کی قدر تھی اس وہ اس کے حصول کے لئے عمریں کھپا دیتے تھے اور پھر خالص علم کی تلاش میں اس قدر محتاط بھی تھے۔ اب موجودہ زمانے میں علم بالکل مدت میں ملتا ہے مگر لینے والے نظر نہیں آتے کیونکہ وہ اس کی قدر و قیمت سے واقف نہیں ہیں۔

عجمی مفتی

عطاء بن ابی رباح حجاز کے مفتی تھے۔ عبدالملک بن مروان کہنے لگا: عامر شعبی سے کہ حجاز کا مفتی کون ہے......؟ انہوں نے کہا کہ عطاء بن ابی رباح...... کہا: کون ہے......؟ عرب ہے موالی ہے......؟ کہا: موالی ہے...... غلاموں میں سے...... کہا: یمن کا مفتی کون ہے؟ کہا طاؤس یمانی...... کہا وہ عرب ہے یا موالی ہے؟ کہا: عجمی ہے...... کہا: شام کا مفتی کون ہے......؟ کہا مکحول ہے...... کہا وہ عربی ہے یا عجمی ہے......؟ کہا عجمی ہے...... کہا خراسان کا مفتی کون ہے......؟ کہا ضحاک بن مزاحم ہے...... کہا: وہ عربی ہے یا عجمی ہے؟ کہا عجمی ہے...... کہا مصر کا مفتی کون ہے؟ کہا حبیب بن ابی تمام ہے...... کہا وہ عربی ہے کہ عجمی ہے؟ کہا عجمی ہے......

یہ سن کر عبدالملک کا رنگ فق ہوتا جارہا نیلا پڑتا جارہا تھا...... کہا: بصرے کا مفتی کون ہے؟ کہا وہ حسن بصری ہے...... کہا وہ عجمی ہے یا عرب ہے؟ کہا عجمی ہے...... کہنے لگا: عراق کا مفتی کون ہے؟ انہوں نے دل میں سوچا:

اب اگر میں نے کوئی عجمی بتادیا تو یہ میری گردن مار دے گا...... تو میرے جی میں آیا کہ میں کہوں حماد ہے...... لیکن پھر میں موت سے ڈرا...... میں نے کہا: ابراہیم نخعی ہے۔ نخعی کہنا ہی کافی ہے...... نخعی تو عرب کا ایک بڑا قبیلہ ہے...... تو عبدالملک نے کہا: ہاں اب تو! اگر کسی عجمی کا نام لیتا...... تو میری جان نکل جاتی میں مرجاتا...... یہ جو بن باز تھے...... ابھی عرب کے مفتی یہ بھی موالی میں سے تھے...... عرب نہیں تھے موالی میں سے تھے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح کا مقام و مرتبہ

عطاء بن ابی رباح جا تھے...... سارے حجاز کے مفتی تھے' ان کا ذرا ظاہری حلیہ سن لینا:

......اَسْوَدُ...... کالے......

......اَخْنَسُ......چپٹی ناک......

......اَعْمٰی......اندھے......

......اَشَلُ......گنجے......

......اَعْرَجُ......لنگڑے اور سارے حجاز کے مفتی......

ایوب آ کے بیٹھا......ان کی مجلس میں ایوب ولی العہد سلیمان کا بیٹا......جس کے مرنے کے بعد اس نے خلافت کی وصیت......عمر بن عبدالعزیز کے لئے کر دی......ورنہ اس نے اپنی طرف سے ایوب کو طے کیا تھا......وہ پہلے مر گیا زندگی میں......کسی نے کہا حضور ایوب آیا بیٹھا ہے......

تو فرمانے لگے مجھے پتہ ہے آیا ہوا ہے لیکن میں اسے اور اس کے باپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ دنیا میں اب بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں تمہاری دولت کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

سلمان بن عبدالملک آیا ان کی مجلس میں اور متادب تھا......علماء کا ایسے ادب سے بیٹھا بچے بھی بیٹھے......اور انہوں نے استغناء کا رخ رکھا۔ وہ پوچھتے تھے......اور وہ اپنی بے نیازی سے بتاتے تھے حج کے مسائل......باہر نکل کر کہنے لگا......بیٹو! علم سیکھو......دیکھا تم نے ایک کالے کے سامنے میں کیسے ذلیل ہوا ہوں......علم سیکھو......اعمٰی سے کچھ واقعات یاد آ گئے۔

علم کے شوق میں سیکڑوں میل کا سفر

سیکڑوں میل کا سفر کر کے مدینہ منورہ سے شام پہنچتا ہے اور دمشق کی مسجد میں پیارے صحابی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔

صحابی: کہیے بھائی کیسے آنا ہوا۔

مسافر: حضرت! آپ کی زبان سے صرف ایک حدیث سننے کے لئے مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ حدیث آپ نے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے سنی ہے۔

صحابی: واقعی آپ کسی اور غرض سے نہیں آئے ہیں؟

مسافر: جی ہاں حضرت! اور کوئی غرض نہیں ہے۔

صحابی: کسی کاروباری ضرورت سے تو نہیں آئے۔

مسافر: جی نہیں کوئی کاروباری ضرورت نہیں

صحابی: صرف حدیث رسول کے شوق میں آئے ہیں تو سنیئے۔

میں خود رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنا ہے آپ ﷺ ارشاد فرماتے تھے۔

جو شخص تلاش علم کے شوق میں کسی راہ پر نکلتا ہے...... تو خدا اسے جنت کو جانے والی راہ پر چلاتا ہے...... اور فرشتے اس مسافر کی خوشی کے لئے اس کی راہ میں اپنے پر بچھا دیتے ہیں...... اور زمین و آسمان کی ساری مخلوقات...... یہاں تک کہ پانی کی مچھلیاں بھی عالم دین کے لئے دعائیں کرتی ہیں کہ...... خدایا! تو اسے بخش دے۔

ایک عبادت گزار کے مقابلے میں...... ایک عالم دین کی بڑائی اتنی ہی زیادہ ہے...... جتنی ایک چاند کی بڑائی آسمان کے تمام ستاروں کے مقابلہ میں...... اور انبیاء کی میراث پانے والے وہی لوگ ہیں...... جو دین کا علم حاصل کریں...... کیونکہ انبیاء کی میراث نہ سونے کے سکے ہیں اور نہ چاندی کے...... ان کی میراث تو صرف دین کا علم ہے...... پس جس نے یہ دولت پالی، اس خوش نصیب نے بہت بڑی دولت پالی۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آرزو

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے مرتبے والے صحابی ہیں...... پیارے رسول نے خود انہیں یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تھا...... حضرت عمر کے دل میں ان کی بڑی قدر تھی...... فرماتے تھے:

"عورتیں اب معاذ جیسے آدمی کو جنم نہیں دے سکتیں"......

آپ کو عالموں کی صحبت کا بڑا شوق تھا...... جب آپ کا آخر وقت ہوا...... تو اپنی باندی سے پوچھا: کیا صبح ہوگئی؟ باندی نے کہا: "ابھی نہیں"۔ آپ کچھ دیر چپ رہے...... پھر پوچھا، باندی نے کہا: جی ہاں' اب صبح ہوگئی ہے...... یہ سن کر آپ نے ایک آہ بھری...... اور فرمایا:

خدا ایسی صبح سے بچائے...... جو دوزخ کی طرف لے جانے والی ہو...... پھر فرمایا: اے موت! اے اچھے مہمان! مرحبا تو ایسے گھر میں آیا جس میں فاقہ ہے...... پھر آپ نے اپنے خدا کو پکارا! اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ معاذ دنیا میں رہنے کی آرزو اس لئے ہرگز نہیں رکھتا کہ...... یہاں باغ لگائے...... نہریں نکالے...... وہ تو بس میں اس لئے دنیا میں رہا کہ...... تکلیفوں میں لمبی لمبی راتیں کاٹ دے...... اور گرمی کے دنوں میں سخت پیاس کی تکلیف برداشت کرے۔

دنیا میں رہنے کی آرزو اگر اسے ہے تو صرف اس لئے وہ علمی مجلسوں میں بیٹھے اور علماء کے ہجوم میں رہے۔ تھوڑی دیر میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ صورت شخص کے گرد ایک بھیڑ جمع ہے لوگ عقیدت ومحبت سے بچھے جا رہے ہیں ہر ایک آگے بڑھ بڑھ کر پوچھ رہا ہے۔ بہت دیر ہوگئی لیکن لوگوں کی بھیڑ کسی طرح کم ہونے میں نہیں آتی۔

حضرت معاویہ نے پوچھا: یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے بتایا حضور یہ رسول خدا کے پیارے صحابی حضرت عبداللہ ابن عمر ہیں۔ معاویہ کا دل احترام سے جھک گیا عقیدت ومسرت کے ساتھ اپنی بیوی سے مخاطب ہو کر فرمایا: خدا گواہ ہے سب سے بڑی بزرگی یہی ہے خدا کی قسم دنیا وآخرت کی بزرگی یہی ہے۔

نواب کے آنے سے زیادہ عالم کے آنے کی خوشی

ایک بار مولانا عبد الحئی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مولانا فضل رحمن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ...... سے ملنے کے لئے ان کے یہاں تشریف لے گئے...... لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت گنج مراد آبادی ان کے آنے سے اتنے خوش ہوئے کہ...... اس سے پہلے آپ کبھی اتنے خوش نہیں دیکھے گئے...... فوراً اٹھے اور نہایت عزت واحترام سے مولانا کو چارپائی پر بٹھایا...... اور پھر فرمایا تم بچے ہو اور میں بوڑھا ہوں...... مگر تم سمجھے میں نے تمھاری عزت اتنی کیوں کی؟ صرف اس لئے کہ تم دین کے عالم ہو...... حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے ہوتے ہوئے ...... حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعظیم اسی وجہ سے کی تھی۔

اس کے بعد پھر حضرت گنج مراد آبادی نے اپنے لڑکے احمد میاں کو آواز دی اور فرمایا بیٹے بتاؤ تمھیں ان کے آنے سے زیادہ خوشی ہوئی یا نواب حیدر آباد کے آنے سے لائق بیٹے نے کہا حضرت ان کے آنے سے آپ بہت خوش ہوئے اور اپنے بیٹے کو حکم دیا جاؤ دالان میں چارپائی پر ان کے لئے بستر بچھاؤ۔ اور ان کے لئے اچھے اچھے کھانے تیار کرو۔

نیک ماں کا دفینہ

حضرت ربیعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ رائی مدینہ کے ایک مشہور عالم تھے امام مالک کے قابل فخر استاد تھے تابعین میں ان کا درجہ بہت اونچا مانا جاتا ہے...... حکومت عباسیہ کے پہلے حکمران ابو العباس نے دار الخلافہ کا قاضی انہیں کو مقرر فرمایا تھا...... ربیعہ رائی مسجد میں درس دیا کرتے تھے...... اور بڑے بڑے علماء ان کے درس میں شریک ہوا کرتے تھے...... امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ امام اوزاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ، حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ، حضرت شعبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ حضرت لیث مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ...... جیسے علم و کمال والے علماء ان کی مجلس سے فائدہ اٹھاتے...... اور ان کی شاگردی پر فخر کرتے تھے...... امام مالک فرمایا کرتے تھے جب سے حضرت ربیعہ دنیا سے رخصت ہوئے فقہ کا مزہ بھی جاتا رہا۔

ایک دن امام مالک نے اپنے شاگردوں کو آپ کی تعلیم کا بڑا ہی دلچسپ قصہ سنایا...... فرمایا: حضرت ربیعہ رائی کے والد حضرت فروخ رحمۃ اللہ تعالیٰ فوج میں تھے...... ایک بار جب وہ جنگی سپاہیوں کے ساتھ خراسان کی جنگ میں جانے لگے...... تو اپنی بیوی کو تیس ہزار اشرفیاں خرچ کے لئے دیتے گئے...... اس وقت حضرت ربیعہ ماں کے پیٹ میں تھے...... باپ کے جانے کے بعد حضرت ربیعہ پیدا ہوئے...... ان کی امی بہت نیک اور دین دار بی بی تھیں...... دین کے علم سے انہیں بڑی دلچسپی تھی...... ان کی سب سے بڑی آرزو یہ تھی کہ...... ان کا بیٹا علم کے آسمان پر سورج بن کر چمکے...... چنانچہ اس نیک بی بی نے ساری دولت حضرت ربیعہ کے پڑھانے پر صرف کر ڈالی...... اور خود موٹا جھوٹا کھا پہن کر گزارہ کیا......

خدا کے فضل و کرم سے تھوڑے ہی دنوں میں...... حضرت ربیعہ نے فقہ اور حدیث میں کمال حاصل کر لیا...... اور خدا کی مہربانی سے انہیں وہ درجہ حاصل ہوا کہ...... بڑے بڑے اہل کمال نبی کی مسجد میں...... ان سے فائدہ اٹھانے کے لئے ان کی مجلس میں جمع ہونے لگے...... اتفاق کی بات ہے کہ حضرت فروخ کو خراسان میں زیادہ دیر ٹھہرنا پڑا......

پورے ستائیس سال کے بعد جب گھر واپس آئے...... گھر میں بیوی سے ان دنوں کے حالات پوچھتے رہے...... باتوں باتوں میں خرچ کا ذکر بھی آیا...... پوچھا تیس ہزار دینار میں سے کیا بچا؟ بیوی نے کہا آپ فکر نہ کریں وہ سب اشرفیاں محفوظ ہیں...... میں نے حفاظت سے ایک زمین میں سب اشرفیاں دفن کر دی ہیں...... آپ پہلے مسجد نبوی میں نماز پڑھ آئیے...... تو پھر میں آپ کو بتاؤں۔

حضرت فروخ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں گئے...... نماز کے بعد انہوں نے دیکھا کہ ایک مجلس میں بڑے بڑے علماء جمع ہیں...... ان کے بیچ میں مسند درس پر...... ان کے پیارے بیٹے حضرت ربیعہ تشریف فرما ہیں ...... خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی...... دوڑے دوڑے گھر آئے...... اور بیوی کو سارا قصہ سنایا اور دیر تک خدا کا شکر کرتے رہے...... نیک بیوی بھی خدا کا شکر کرتی رہی...... پھر کہنے لگی:

ابو ربیعہ! یہ بتائیے تیس ہزار اشرفیاں زیادہ عزیز ہیں...... یا ایسا انمول بیٹا!

حضرت فروخ کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو چھلک پڑے کہنے لگے...... ام ربیعہ! تیس ہزار اشرفیاں، ایسے بیٹے کی قیمت تو سارے جہاں کی دولت بھی نہیں ہو سکتی! امّ ربیعہ کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا کہنے لگیں: یہی وہ زمین ہے جس میں نے تمہاری تیس ہزار اشرفیان دفن کی ہیں۔

حکمت کی آٹھ باتیں

امام احمد بن حنبل کے زمانے میں ایک بزرگ تھے...... ان کا نام حاتم الاصم تھا...... بڑے ہی نیک اور سمجھدار تھے...... ان کے استاد حضرت شقیق رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے زمانے کے مانے ہوئے عالموں میں سے تھے...... قرآن، زبور، تورات، انجیل تمام ہی آسمانی کتابوں کے ماہر

تھے...... حضرت حاتم الاصم ۳۳ سال تک ان کی تربیت میں رہے...... اور بہت کچھ سیکھا ایک دن حضرت شقیق نے حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ سے پوچھا:

استاد: کیوں بھئی حاتم تم کتنے دنوں سے میرے ساتھ ہو؟

طالب علم: جناب ۳۳ سال ہو گئے ہیں۔

استاد: اچھا بتاؤ اتنے دنوں میں تم نے مجھ سے کیا سیکھا؟

طالب علم: استاد محترم صرف آٹھ باتیں سیکھیں۔

استاد: اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن...... تم نے ساری عمر میرے ساتھ بتادی اور صرف آٹھ باتیں سیکھیں۔؟

طالب علم: استاد محترم جھوٹ بولنا تو میں پسند نہیں کرتا...... واقعی میں نے تو آپ سے صرف آٹھ باتیں ہی سیکھیں ہیں۔

استاد: اچھا سناؤ کیا آتھ باتیں تم نے سیکھیں؟ طالب علم نے کہنا شروع کیا

پہلی بات

استاد محترم! جہاں تک میں نے دنیا پر نظر ڈالی...... میں نے دیکھا کہ آدمی کسی نہ کسی کو اپنا محبوب بنائے ہوئے ہے...... اور اس سے محبت کرتا رہتا ہے...... یہاں تک کہ مر جاتا ہے اور قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے...... لیکن اس کا وہ محبوب اسے قبر میں اکیلا چھوڑ دیتا ہے...... پس میں نے صرف نیکیوں کو اپنا محبوب بنایا کہ...... یہ قبر میں بھی میرے ساتھ رہیں گی...... اور مجھے کہیں اکیلا نہ چھوڑیں گی...... استاد نے شاباشی دی اور کہا اچھا حاتم دوسری بات بتاؤ۔

دوسری بات

استاد محترم! میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہمیشہ اپنے سامنے رکھا......

......وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى......

''اور جو اپنے رب کے حضور حاضری سے ڈرتا رہا...... اور اپنے آپ کو بری خواہشوں سے روکتا رہا......اس کا ٹھکانا یقیناً جنت ہے''......

اور مجھے پورا پورا یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے بالکل سچ فرمایا ہے۔ بس میں نے بری خواہشات سے بچنے کی پوری پوری کوشش کی اور جی جان سے اپنے خدا کی بندگی میں لگ گیا۔ حضرت شقیق رحمہ اللہ تعالیٰ بہت ہی خوش ہوئے اور کہا عزیز تیسری بات کیا ہے؟ حضرت حاتم نے کہا:......

تیسری بات

استاد محترم دنیا والوں کی حالت پر جہاں تک میں نے غور کیا...... یہی نظر آیا کہ جس کے پاس بھی کوئی اچھی یا قیمتی چیز ہے...... وہ اسے سینت سینت کر حفاظت سے رکھتا ہے...... پھر میری نظر سے یہ آیت گزری......

......مَا عِنْدَ كُمْ يَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَاللّٰهِ بَاقٍ ط ......

''جو کچھ تمھارے پاس ہے (ایک دن) ختم ہو جائے گا......اور جو خدا کے پاس ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گا۔''

اب یہ حال ہے کہ جو اچھی چیز بھی میرے ہاتھ لگتی ہے...... اسے اللہ کے حوالے کر دیتا ہوں...... کیونکہ میرے پاس رہے گی...... تو فنا ہو جائے گی...... اللہ تعالیٰ کے ہاں رہے گی...... تو ہمیشہ ہمیشہ میرے لئے باقی رہے گی۔

چوتھی بات

استاد محترم! میں نے مخلوق کی حالت پر جہاں تک غور کیا...... یہ دیکھا کہ کوئی مال و دولت

اور شان کے پیچھے لگا ہوا ہے...... اور کوئی نسب اور دنیوی شرافت پر رتجھتا ہے...... لیکن میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ سب چیزیں کوئی وزن نہیں رکھتیں ...... قرآن شریف کی یہ آیت میرے سانے آئی......

......اِنَّ اَکْرَ مَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَا کُمْ ......

''تم لوگوں میں جو سب سے زیادہ برائی سے بچنے والا اور نیکیاں کمانے والا وہی ہے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا''......

اور میں نے برائیوں سے بچنے کے لئے کمر باندھ لی تا کہ خدا کے یہاں عزت والا بنوں۔

پانچویں بات

استاد محترم! دنیا والوں کے حالات پر میں نے جہاں تک سوچا...... یہی پایا کہ کوئی کسی کو لعنت ملامت کر رہا ہے...... کوئی کسی کو برا بھلا کہہ رہا ہے...... اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان سب پاپوں کی جڑ حسد ہے...... پھر میں نے خدا کے اس فرمان پر غور کیا۔

...... نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ مَعِیْشَتَھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا......

''ان لوگوں کو دنیا کی زندگی کا ساز وسامان ہم ہی نے اپنی مصلحت کے مطابق دیا ہے۔''

اور میں نے حسد سے بچنے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے...... لوگوں سے بے پرواہ ہوگیا ہوں...... اور پھر کبھی حسد اور جلن کو اپنے پاس پھٹکنے نہ دیا...... اور مجھ پر یہ حقیقت کھلی کہ دنیا کے ساز وسامان اور مال ودولت کی یہ تقسیم...... تو خدا نے کی ہے...... جو برے جذبات اور بے جا جھکاؤ سے پاک ہے اس کے بعد پھر میں نے کسی سے دشمنی نہیں کی۔

چھٹی بات

استاد محترم! لوگوں کے حالات پر جہاں تک میں نے نظر ڈالی...... یہی دیکھا کہ کوئی کسی

پر زیادتی کر رہا ہے...... اور کسی کی کسی سے ٹھنی ہوئی ہے...... چنانچہ میں نے سب سے ہٹ کر خدا کے اس فرمان کو لیا ہے......

...... اِنَّ الشَّیْطَا نَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَا تَخِذُوْہُ عَدُوًّا......

''بے شک شیطان تمھارا دشمن ہے پس تم اسی کو اپنا دشمن سمجھو''......

اور پھر میں نے اس عدو مبین سے بچنے کی کوشش کی صرف اسی سے دشمنی ٹھانی اور کسی کو اپنا دشمن نہ سمجھا کیونکہ خدا نے اسی کو دشمن ٹھہرایا ہے۔

ساتویں بات

پھر حاتم نے کہا، استاد محترم! میں نے جہاں تک دنیا والوں پر نظر دوڑائی...... دیکھا کہ چند ٹکڑوں کی طلب میں ہر ایک لگا ہوا ہے...... اسی کے لئے ہر طرح کی ذلت اوڑھتا ہے...... اور لالچ میں حلال وحرام کی پرواہ نہیں کرتا...... پھر میں نے خدکی اس آیت پر غور کیا......

...... وَمَا مِنْ دَابَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَے اللّٰہِ رِزْقُھَا......

''زمین پر چلنے پھرنے والے ہر جاندار کی روزی اللہ نے اپنے ذمہ لی''......

اور آخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ میں بھی تو زمین پر چلنے والے...... جانداروں ہی میں سے ہوں جن کی روزی کا ذمہ اللہ نے لیا ہے...... چنانچہ پھر میں کبھی اس چیز کی فکر میں نہیں پڑا...... جو اللہ کے یہاں سے بہر حال مجھے ملنے والی ہے...... اور ہر طرف سے بے پرواہ ہو کر یکسوئی کے ساتھ...... ان تمام حقوق کو ادا کرنے میں لگ گیا جو مجھ پر واجب ہیں۔

آٹھویں بات

استاد محترم! آخری بات یہ ہے کہ لوگوں کے حالات پر جہاں تک میں نے سوچا یہی معلوم ہوا کہ...... ہر ایک نے بودی اور کمزور چیزوں پر بھروسہ کر رکھا ہے...... کوئی اپنے مال اور

سامان پر بھروسہ کیے ہوئے ہے...... کوئی اپنی کاری گری پر...... کوئی اپنی صحت وقوت پر ......غرض انسان اپنے ہی جیسے انسانوں پر تکیہ کیئے ہوئے ہیں...... یا اپنی حقیر قوتوں پر۔ یہ حالت دیکھ کر میں خدا کے اس سچے فرمان کو دل سے لگالیا......

...... وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ......

''اور جو اللہ پر بھروسہ کرے گا تو اللہ اس کے لئے کافی ہے''......

پس میں نے ہر چیز سے نظر ہٹا کر صرف خدا پر بھروسہ کیا......اور واقعی خدا میرے لئے کافی ہے۔

شاگرد کی سیدھی سچی ایمان افروز باتیں سن کر حضرت شقیق بلخی رحمہ اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوئے......لائق شاگرد کو علم وعمل اور ترقی کی دعائیں دیں......اور فرمایا میں نے تورات وانجیل پر بھی غور کیا زبور اور قرآن پر بھی خوب خوب غور کیا حاتم! تمام آسمانی کتابوں کا خلاصہ یہی آٹھ باتیں ہیں۔

خیرات میں کھوٹے سکے

درس جاری تھا طالب علم بیٹھے تھے کہ ایک سائل وہاں آیا...... تو بلا جھجک سیدھا مولوی صاحب کے پاس پہنچا۔ اور بولا کیا زمانہ آگیا ہے...... لوگ ہم فقیروں سے بھی دھوکہ کرتے ہیں۔ مولوی صاحب نے درس روک دیا...... پوچھا کیا بات ہے؟ فقیر نے کہا کل میں نے آپ کے آگے ہاتھ پھیلائے تھے...... آپ نے مجھے کچھ درہم دیئے...... میں دعا کرتا چلا گیا ......گھر پہنچ کے وہ درہم دیکھے......تو بڑا غصہ آیا۔

مولوی صاحب! آپ تو اللہ اور اس کے رسول کو جاننے والے ہیں...... یہ کام آپ کو تو زیب نہیں دیتا......مولوی صاحب نے ایک مرتبہ اپنے شاگردوں کی طرف دیکھا...... پھر مڑ کر سائل سے فرمایا...... میرا قصور بھی تو بتاؤ......؟ فقیر نے کہا مولوی جی! اللہ کے نام پر خیرات دی تو وہ بھی کھوٹے سکے۔!

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی فقیر کو ڈانٹ

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد...... مدینے میں ابو محمد عبداللہ بن وہب کے درس کا بڑا شہرہ تھا...... وہ عالم فاضل اور بڑے پرہیز گار آدمی تھے...... آس پاس ہی نہیں دور دور تک ان کی بڑی اچھی شہرت تھی...... ایک فقیر اب سب کے سامنے کھڑا انہیں ڈانٹ رہا تھا......

ابو محمد نے کہا! لوگ مجھے ہدیۃً کچھ دے جاتے ہیں...... یا میں پریشان ہو جاتا ہوں تو کسی سے قرض۔ لے لیتا ہوں...... پڑھانے کا میں کوئی معاوضہ نہیں لیتا...... اس لئے یہ سکے جیسے کچھ بھی ہیں...... لوگوں کے دیئے ہوئے ہیں...... میں نے انہیں چھانٹ کے نہیں رکھا...... نہ لیتے وقت...... اور نہ ہی دیتے وقت مجھے یہ معلوم تھا کہ یہ کھوٹے سکے تھے...... اگر مجھے ذرا بھی اندازہ ہوتا تو میں تمھیں ایک بھی کھوٹا سکہ نہ دیتا...... میں شرمندہ ہوں۔ مجھے معاف کرو......

سائل کو یہ سن کر چپ ہو جانا چاہیئے تھا...... مگر وہ برابر بڑبڑاتا رہا...... غالباً وہ تھوڑا پڑھا لکھا بھی تھا...... اس زعم میں چلا چلا کر کہنے لگا...... کہ اللہ کے رسول نے یہ سچ فرمایا تھا کہ...... ایک وقت آئے گا جب صدقات وخیرات کے...... ذرائع منافقین کے پاس ہوں گے! یہ تم ہی جیسے لوگوں کی طرف اشارہ ہے۔

فقیر نے تو ابو محمد پر طنز کیا تھا...... وہ تو اس ترشی اور تلخی پر چپ رہے...... لیکن ان کے ایک عراقی طالب علم نے اسے وہاں سے نکل جانے کو کہا...... وہ نہ مانا تو اسے دو ہاتھ جڑ دیئے......

سائیں جی نے شور مچایا:

ابو محمد! دیکھا تمہاری مجلس میں کیا سلوک ہوتا ہے؟

استاد محترم نے شاگرد کو روک دیا...... اس نے کہا:

حضرت والا! میں نے تو آپ ہی سے اللہ کے رسول کا یہ فرمان سنا ہے کہ...... اگر کوئی شخص کسی منافق کی بدگوئی سے...... کسی مسلمان کو بچائے...... تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھے گا...... اس ارشاد نبوی کی روشنی میں غور کیجئے کہ......

آج ہماری کیا حالت ہے؟ اگر کسی سے ذرا اختلاف ہو جائے...... تو ہم اس کے خلاف دس جھوٹی باتیں اڑا دیں گے...... چار آدمیوں میں کھڑے رہ کر...... اس کے وہ عیب بیان کریں گے کہ...... جن سے اسے اور بھی نقصان ہوگا...... اور بہتان لگانا...... منافق کی خاص علامت ہے...... کیونکہ منافق کے دو چہرے ہوتے ہیں......

جب وہ خیرات دیتا ہے...... تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں اللہ کا ڈر ہے...... لیکن اگر اس کے چہرے کا نقاب الٹ کر دیکھا جائے...... تو معلوم ہوگا کہ وہ سود خور اور ریاکار صرف شہرت چاہتا ہے...... جب وہ پیسہ بٹورتا ہے...... تو یہ بھول جاتا ہے کہ کیا حلال اور کیا حرام ہے...... یہی وجہ ہے آج دولت سیاہ کاروں کے ہاتھوں میں سمٹ آئی ہے۔

فقیر کی بدگوئی پر ابو محمد کی شرمندگی ان کے چہرے سے ظاہر ہو رہی تھی...... عراقی شاگرد نے استاد سے کہا...... یہ تو ایک عام آدمی کے لئے حکم ہے...... آپ تو صاحب علم اور وارث انبیاء ہیں...... اس بدگو کو تو روکنے کا مجھے بہت ثواب ملے گا۔

ابو محمد نے کہا! اللہ تعالیٰ نیتوں کو دیکھتا ہے...... امید ہے کہ وہ تمہیں اس کا اجر دے گا۔ پھر کچھ دیر خاموش رہ کر بولے کہ اس سلسلے کی دوسری حدیث بھی سن لو! رسول محترم ﷺ نے فرمایا:

> کچھ ایسے مانگنے والے بھی ہوں گے...... جو مالدار ہوں گے...... وہ نہ تو نماز پڑھنے کے لئے وضو کریں گے...... نہ ناپاکی دور کرنے کے لئے غسل کریں گے...... مسجدوں اور عید گاہوں میں جا کر...... اپنی بزرگی جتلائیں گے...... دست سوال پھیلائیں گے...... اور زعم یہ ہوگا کہ وہ جو کچھ لوگوں سے وصول کرتے ہیں...... یہ ان کا حق ہے...... لیکن اپنے اوپر اللہ کا کوئی حق نہ سمجھیں گے۔

بادشاہِ مصر کو ڈانٹنے والی شخصیت

شیخ الاسلام علامہ سلفی بڑے بارعب اور جاہ و جلال والے محدث تھے...... مذہبی

اختلافات کے باوجود شاہان مصر کے دربار میں آپ کا بڑا اثر و اقتدار تھا۔ حضرت ممدوح کا طریقہ تھا کہ باوجود یہ کہ عمر شریف سو برس سے زیادہ تھی...... مگر انتہائی وقار کے ساتھ حدیث بیان فرماتے تھے......اور درمیان درس پانی نہ پیتے تھے......نہ تھوکتے......اور نہ ہی پہلو بدلتے تھے......نہ کوئی دنیاوی گفتگو کرتے......

ایک مرتبہ بادشاہ مصر اپنے بھائی کے ساتھ آپ کی درس گاہ میں آیا اور درس کے دوران بادشاہ نے اپنے بھائی سے کوئی بات کہہ دی تو آپ کو اس قدر جلال آ گیا۔ کہ آپ نے تڑپ کر بادشاہ کو جھڑک دیا اور فرمایا ہم اس لئے حدیث نہیں پڑھتے کہ تم دونوں باتیں کرتے رہو۔

آپ انتہائی مفلسی کی حالت میں اپنے وطن سے اسکندریہ میں جا کر آباد ہو گئے تھے۔ مگر وہاں کی ایک مالدار خاتون نے آپ سے نکاح کر لیا اس لئے آپ کی مالی حالت قدرے بہتر ہو گئی اور آپ تمام عمر حدیث شریف کے درس اور کتابیں جمع کرنے میں مصروف رہے۔ ۵۷۶ھ میں ایک سو چھ برس کی عمر پا کر دار البقاء کو روانہ ہو گئے۔

عثمان حیری کا تواضع

ایک شخص نے مشہور صوفی عثمان حیری محدث کی دعوت کی جب آپ اسکے مکان پر پہنچے......تو اس نے کہا کہ حضرت! آپ کی دعوت نہیں ہے......آپ واپس جائیے...... چنانچہ آپ لوٹ گئے......اور جب مکان پر پہنچے تو یہی شخص دوڑتا ہوا آیا......اور کہا کہ حضرت معاف کیجئے مجھ سے غلطی ہو گئی......آپ کی دعوت ہے چلئے......

چنانچہ حضرت موصوف پھر اس کے ساتھ اس کے گھر تشریف لائے......لیکن یہاں آ کر اس نے پھر کہا کہ......حضرت آپ کی دعوت نہیں ہے آپ واپس چلے جائیے......اسی طرح چار مرتبہ اس شخص نے بلایا......اور واپس کر دیا اور ہر مرتبہ آپ آتے جاتے رہے......مگر آپ کی پیشانی پر ذرا بل نہیں آیا......آخری مرتبہ یہ شخص گڑگڑا کر معافی طلب کرنے لگا......اور کہنے

لگا کہ واللہ! میں آپ کے حلم واخلاق کا امتحان لے رہا تھا...... مگر خدا گواہ ہے کہ میں نے آپ کو حلم واخلاق اور تواضع انکسار کا دریا پایا...... جب بہت زیادہ اس نے آپ کی تعریف کی...... تو آپ نے فرمایا کہ میرے اس حلم واخلاق کی تم کیا اتنی تعریف کرتے ہو......

یہ حلم و اخلاق تو کتے میں بھی پایا جاتا ہے کہ جب اس کو بلایا جائے تو آجاتا ہے۔اور جب بھگایا جائے بھاگ جاتا ہے...... (مستطرف ج ا ص ۱۱۸)

مولانا طارق کے مدرسہ کے اصول

مولانا طارق جمیل صاحب فرمانے لگے میں نے اپنے مدرسے میں یہ کیا ہوا ہے کہ جو بچہ فیل ہو جائے اسے ہم فیل کر دیتے ہیں...... ہم اسے پچھلی کتاب میں بٹھاتے ہیں اور ہر سال ہم نے دو چار دس تک لڑکے فیل کئے...... پچھلی جماعت میں بٹھایا وہ چل رہے ہیں...... مگر جو فیل ہو جائے...... میرے نزدیک کوئی بات نہیں...... ذہین کم زیادہ ہوتے ہیں...... پڑھائی میں سستی ہو جائے......انسان میں اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے......لیکن اگر مجھے یہ پتہ لگ گیا کہ دو لڑکے آپس میں بولتے نہیں......تو میں ان دونوں کو مدرسے سے نکال دوں گا...... یہ میرے نزدیک ناقابل معافی جرم ہے......

واللہ ہم پڑھائی میں پورا زور لگاتے ہیں ہم ان کو دائیں بائیں نہیں ہونے دیتے......اس لئے پڑھائی میں ایسے ہیں کہ...... ہمارا میزان کا بچہ عربی بولتا ہے...... ہم تو پڑھاتے بھی عربی میں ہیں ......سارا سبق ہمارے ہاں عربی میں ہوتا ہے...... ساری تحریر، تقریر، تعلیم، تدریس سب عربی میں ہے......اردو میں نہیں ہے عصر تک اس چار دیواری میں...... نہ کوئی دعا، دعا بول سکتا ہے نہ کوئی ہیلو ہیلو بول سکتا ہے......

انگریزی بولنے والے بھی ہیں...... فارسی بولنے والے بھی ہیں...... اردو بولنے والے بھی ہیں...... پنجابی بولنے والے بھی ہیں...... فجر سے عصر اور مغرب سے فجر تک کوئی عربی کے سوا نہیں بول سکتا...... عصر سے مغرب میں......

اردو بولو...... فارسی بولو...... پشتو بولو...... ہندکو بولو...... پنجابی بولو...... جو مرضی بولو......
گشتیں کرنی ہوتی ہے...... عصر سے مغرب تک...... لیکن فجر سے لے کر عصر اور مغرب سے
لے کر فجر تک کوئی...... اردو نہیں بول سکتا...... پنجابی نہیں بول سکتا...... پشتو نہیں بول سکتا......
پنجابی نہیں بول سکتا...... فارسی نہیں بول سکتا

تو ہمارا تو میزان کا لڑکا بھی فرفر عربی بولتا ہے...... اور ہدایۃ النحو کے بچوں کی میں آپ کو
تحریریں دکھاؤں...... آپ کہیں گے مولوی صاحب جھوٹ بول رہے ہیں...... کہیں اور سے
لے کر آ گئے ہیں...... کسی عرب کی لے کر آ گئے ہیں آپ تصدیق نہیں کریں گے۔ لاتکادلصدق
لیکن میں نے ان سے کہا کہ اگر مجھے یہ پتہ چل گیا کہ دو لڑکے آپس میں نہیں بولتے
آپ کی لڑائی کیا ہوتی ہے کہ...... اس نے مجھے کیا کہا تھا بس اتنی سی لڑائی ہو گی...... تو اگر بد
اخلاق ہے تو یہ نا قابل معافی ہے...... تو میں نے استاذوں سے بھی کہا کہ ان کو نکالو...... یہ آپس
میں سلام دعا نہیں کرتے بعد میں کیا کریں گے۔

علم ہر جگہ کام آتا ہے

یحییٰ بن اکثم کا انتقال ہوا محدث ہیں...... خواب میں ملے...... پوچھا کیا ہوا؟ انہوں نے
کہا: اللہ نے پوچھا...... او بدکار بوڑھے تو نے یہ کیا تو نے یہ کیا؟ میں نے کہا: اے اللہ! میں نے
تیرے بارے میں یہ حدیث نہیں سنی...... علم کی شان دیکھو...... اللہ کے سامنے بھی حدیث بیان
ہو رہی ہے......

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا انہیں جبرائیل علیہ السلام نے
بتایا جبرائیل کو آپ نے بتایا:

''جب کوئی مسلمان بوڑھا ہو جاتا ہے...... تو عذاب دیتے شرماتا ہوں...... اور
میں اسلام میں بوڑھا ہوا ہوں...... تو اللہ نے مجھے اس پر معاف کر دیا اس امت کو
عزت بخشی...... کیونکہ یہ گھروں کو چھوڑ چھوڑ کر نکلتے ہیں۔''

مہکتے پھول

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے مشہور صحابی ہیں۔ آپ کے والد کا نام حضرت مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا بہت بڑے علامہ تھے...... صحابہ کرام ان کے علم کی بڑی قدر کرتے تھے...... کوفہ میں انہوں نے ایک قرآن کی مجلس قائم کی تھی...... جس میں بڑے بڑے عالم شریک ہوتے...... اور قرآن شریف کے سمجھنے سمجھانے کی کوشش کرتے...... آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم سے بڑی محبت تھی...... جب کبھی لڑکوں کو پڑھتے دیکھتے تو خوشی سے جھوم جاتے...... اور فرماتے......

شاباش بچو! تم حکمت اور دانائی کے سرچشمے ہو...... دنیا کی اندھیریوں کے لئے روشنی ہو...... تم پھٹے پرانے کپڑوں میں ہو...... لیکن تمھارے دل تروتازہ ہیں...... تم علم کی خاطر دنیا کے دھندوں سے الگ حجروں میں قید ہو...... تم قوم وملت کے مہکتے پھول ہو......

تمام رات غور وتدبر میں گزاردی......

ایک مرتبہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ہاں رات بسر کی...... اور صبح تک نماز میں کھڑے رہے اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ بستر پر لیٹ گئے...... امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناگوار گزری...... جب فجر ہوئی تو امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ اٹھ بیٹھے...... اور بغیر تجدید وضو کے نماز پڑھ لی...... امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس کا سبب دریافت کیا...... تو امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نے اپنے نفس کے لیے عمل کر کے صبح کردی...... اور میں نے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عمل کر کے ایک ہزار سے زائد مسائل کتاب اللہ میں غور و تدبر کر کے نکال لیے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر پر

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ جب بغداد میں تشریف لائے ...... تو جس مسجد میں نماز پڑھی ...... وہ مسجد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر کے نزدیک ہے ...... وہاں پر رفع یدین نہ کیا ...... کہا آپ نے رفع یدین نہیں کیا؟ کہا کہ اس قبر والے کے احترام میں چھوڑا ہے ...... اور یہاں ایسا تشدد ہوگیا ہے کہ ...... امت کو بھی توڑ کر رکھ دیا ...... سارا جہاد اسی میں ہے کہ ...... مسلمان مسلمان کے پیچھے پڑھ جائے ...... اور اسی کو جہاد کہتے ہیں۔

محبت سے چلنا اختلاف کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے ...... اگر چہ رائے ایک نہ ہو ...... لیکن یہ چھ باتیں ہیں ...... جو دلوں کو توڑ دیتی ہیں ...... اور وہ چار باتیں ہیں ...... جو دلوں کو جوڑ دیتی ہیں یہ چار باتیں دشمنوں کو بھی اپنا بنادیں گی ...... اور یہ چھ باتیں دوستوں اور اپنوں کو بھی توڑ کر رکھ دیں گی ...... بھائی بھائی ٹوٹ جائے گا ...... دوست دوست کا دشمن بن جائے گا ...... ایک کلمہ پڑھنے والے ایک دوسرے کا گلا کاٹے گے ...... یہ چار باتیں آپس میں زندہ کردیں ...... تو کافر بھی جھکتے چلے آئے گے۔

پہلے کاروبار کے اسلامی اصول سیکھو پھر!

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ حکم کرتے تو وہ تجارت پیشہ اور اہل بازار کو جمع کرتے ...... پھر ان سے سوال کرتے ...... اور ان میں سے جس کو احکام معاملات معلوم نہ ہوتے ...... اور حلال اور حرام کی تمیز نہ ہوتی اس کو بازار سے اٹھا دیتے ...... اور اس کو حکم دیتے کہ بیع وشراء کے احکام سیکھو ...... اس کے بعد بازار میں بیٹھو ...... کیونکہ جو شخص بازار میں بیٹھے ...... اور فقیہ نہ ہو ...... وہ سود کھاتا ہے خواہ وہ اس کو چاہے یا نہ چاہے ...... قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ تاجر کے لئے تعجب ہے کہ ...... وہ کیوں کر سلامت رہے گا ...... جب کہ دن بھر وہ قسمیں کھاتا ہے ...... اور رات کو حساب کرتا ہے۔

عابد اور عالم میں فرق

ایک حدیث میں بعد نماز عصر شیاطین سمندر پر جمع ابلیس کا تخت بچھتا ہے...... شیاطین کی کارگزاری پیش ہوتی ہے...... کوئی کہتا ہے اس نے اتنی شرابیں پلائیں...... کوئی کہتا ہے اس نے اتنے زنا کرائے...... سب کی سنی...... کسی نے کہا آج اس نے فلاں طالب علم کو پڑھنے سے باز رکھا...... سنتے ہی تخت پر سے اچھل پڑا...... اور اس کو گلے سے لگایا...... اور کہا:

''انت انت تو نے کام کیا تو نے کام کیا''......

اور شیاطین یہ کیفیت دیکھ کر جل گئے کہ انہوں نے اتنے بڑے بڑے کام کیے...... ان کو کچھ نہ کہا اور اس کو اتنی شاباش دی...... ابلیس بولا تمھیں نہیں معلوم...... جو کچھ تم نے کیا سب اسی کا صدقہ ہے...... اگر علم ہوتا تو وہ گناہ نہ کرتے...... بتاؤ وہ کون سی جگہ ہے...... جہاں سب سے بڑا عابد رہتا ہے...... مگر وہ عالم نہیں اور وہاں ایک عالم بھی رہتا ہو......

انہوں نے ایک مقام کا نام لیا...... صبح کو قبل طلوع آفتاب شیاطین کو لئے ہوئے...... اس مقام پر پہنچا...... اور شیاطین مخفی رہے...... اور یہ انسان کی شکل بن کر راستے پر کھڑا ہو گیا...... عابد صاحب تہجد کی نماز کے بعد فجر کے واسطے مسجد کی طرف تشریف لائے...... راستے میں ابلیس کھڑا ہی تھا...... سلام علیکم و علیکم سلام...... حضرت مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے کہ عابد صاحب نے فرمایا: جلد پوچھو مجھے نماز کو جانا ہے...... اس نے جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکال کر پوچھا...... کیا اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ ان سماوات وارض کو...... اس چھوٹی سی شیشی میں داخل کردے......

عابد صاحب نے سوچا اور کہا کہاں زمین و آسمان اور کہاں چھوٹی سی شیشی...... بولا بس یہی پوچھنا تھا...... تشریف لے جایئے اور شیاطین سے کہا دیکھو میں نے اس کی راہ ماردی اس کو اللہ کی قدرت ہی پر ایمان نہیں...... عبادت کس کام کی۔

طلوع آفتاب کے قریب عالم صاحب جلدی کرتے ہوئے تشریف لائے...... اس نے کہا...... السلام علیکم...... و علیکم السلام...... مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے...... انہوں نے فرمایا پوچھو

نماز کا وقت کم ہے......اس نے وہی سوال کیا......فرمایا ملعون تو ابلیس معلوم ہوتا ہے......ارے وہ قادر ہے کہ یہ شیشی تو بہت بڑی ہے......ایک سوئی کے ناکے کے اندر اگر چاہے تو کروڑوں آسمان اور زمین داخل کر دے......ان اللہ علی کل شیء قدیر......عالم صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد شیاطین سے بولا دیکھا یہ علم ہی کی برکت ہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ کا سفر علم

امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ نے جب آنکھ کھولی تو مدینہ منورہ باغ و بہار تھا...... یہاں ہر سو نہایت پاکیزہ ماحول تھا...... چنانچہ انہوں نے اس سے پورا فائدہ اٹھایا......اور جو علم الگ الگ سینوں میں تھا ایک سینہ میں جمع ہو گیا۔

حضرت امام مالک فطرۃً قوی الحافظہ تھے......خود فرماتے ہیں کہ کوئی چیز میرے خزانہ دماغ میں آ کر پھر نہ نکلی......اور دوسرے بزرگ بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ اپنے استاذ ربیعہ کے ساتھ......امام زہری کی مجلس میں حاضر ہوئے تو انہوں نے اس دن چالیس سے زیادہ حدیثوں کا املا کیا...... پھر دوسرے دن مجلس میں حاضر ہوئے تو......امام زہری نے فرمایا کل جو میں نے بیان کیا تھا......اس سے تم کو کیا فائدہ ہوا؟

اس وقت حضرت ربیعہ نے فرمایا......اس مجلس میں ایک شخص ہے...... جو کل کی تمام حدیثیں سنا دے گا......امام زہری نے فرمایا وہ کون ہے؟ فرمایا ابن عامر ہے......اس پر انہوں نے سنانے کے لئے کہا......تو امام مالک نے وہ سب حدیثیں سنا دیں......اس سے ان کو بڑا تعجب ہوا کہنے لگے......میرا خیال تھا کہ میرے سوا کسی کو یاد نہیں ہے۔

یہ پیش نظر رہے کہ علم کے اس شوق کے لئے......آپ نے بھی فاقے کئے ہیں......گھر کی چھت کی کڑیاں بیچ کر ضرورتیں پوری کی ہیں......خود فرماتے ہیں:

"اس علم میں کمال اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا...... جب تک وہ فقر میں مبتلا نہ ہو اور اس پر بھی وہ بہر حال طلب علم کو ترجیح نہ دے۔"

حضرت کو کوڑے مارے گئے...... جس سے پیٹھ لہولہان ہوگئی...... اور دونوں مونڈھے بھی اتر گئے...... لیکن یہ حال تھا کہ ہر کوڑے کی ضرب پر آپ بلند آواز فرماتے...... جبری طلاق جائز نہیں ہے...... پھر جب کوڑوں کی سزا سے جعفر کو تسلی نہ ہوئی...... تو آپ کو اونٹ پر بیٹھا کر شہر میں گھمایا گیا...... اس وقت بھی آپ بلند آواز میں یہ کہتے جاتے تھے۔

جو جانتا ہے وہ جانتا ہے جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں مالک بن انس ہوں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ جبری طلاق جائز نہیں ہے۔

آپ کی مجلس میں جب حدیث کا درس ہوتا...... تو عود ولوبان جلایا جاتا تھا...... حدیث نبوی کے املا کا وقت آتا...... تو پہلے وضو یا غسل کر کے عمدہ لباس پہنتے...... بالوں میں کنگھی کرتے اور خوشبو لگاتے تھے...... اس وقت مجلس میں عجیب خاموشی رہتی تھی...... حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہم کتاب کے ورق بھی اس ڈر سے نہیں الٹتے تھے کہ...... کھڑکھڑاہٹ کی آواز نہ ہوایک مرتبہ ایک شاعر وہاں سے گزرے...... تو بے ساختہ کہہ اٹھے۔

"اگر امام جواب نہیں دیتے تو ہیبت سے پھر پوچھا نہیں جاسکتا پوچھنے والے سر نیچے کیے رہتے ہیں ادب و وقار اور سلطان تقویٰ کا جاہ و جلال ہے اور لوگ اس سے ڈرتے ہیں حالانکہ یہ صاحب حکومت نہیں ہے۔"

علم کی عظمت دیکھئے...... کتنی خوبیوں کے مالک تھے۔

امام مالک ایک مرتبہ امام شافعی کو لے کر اصطبل دیکھ رہے تھے...... اس وقت حضرت امام شافعی نے چند گھوڑوں کی تعریف کی...... تو اسی وقت پورا اصطبل ان کی نذر کر دیا...... آپ ہر سال امام شافعی کو گیارہ ہزار دینار دیتے تھے...... حضرت امام شافعی علم حاصل کرنے ان کے گھر ٹھہرتے...... تو ان کے لئے اپنے ہاتھ سے خوان اٹھا کر لاتے تھے...... صبح کی نماز کے لئے اپنے ہاتھ سے پانی اٹھا کر رکھتے تھے...... پھر رخصت کے وقت خود بازار تک جا کر سواری کر دیا کرتے تھے...... اور سفر کا خرچ بھی عنایت کرتے تھے۔

آپ نہایت بلند مقام رکھنے کے باوجود...... جس مسئلہ کے بارے میں علم نہ ہوتا......

تو برملا کہہ دیتے مجھے نہیں معلوم

ان سب کے علاوہ کیا یہ کم ہے کہ مدینہ منورہ کی خاک پاک ان کے جسم مبارک کا عنصر ہے...... پھر یہ کہ آپ کا گھر دراصل حضرت عبداللہ بن مسعود کا مکان تھا...... اور آپ کی نشست گاہ اور جہاں آپ اکثر درس دیا کرتے تھے...... وہ حضرت عمر فاروق کا دولت خانہ تھا...... اس بنا پر وہ معارف فاروقی کے وارث تھے...... اور ان کی ظاہری جائیداد کے بھی وارث تھے۔

امام صاحب رحمت عالم ﷺ سے اتنی محبت رکھتے تھے کہ...... بڑھاپے اور کمزوری کے باوجود بھی مدینہ منورہ میں سوار ہو کر نہیں گزرتے...... فرماتے ہیں کہ مجھے شرم آتی ہے کہ...... جس ارض مقدس میں...... حضور اقدس ﷺ ہوں...... اس کی مٹی کو سواری کے کھروں سے روندوں...... مدینہ منورہ سے اتنی محبت تھی کہ سوائے سفر حج کے کبھی وہاں سے باہر نہیں گئے...... خلیفہ منصور نے بغداد میں رہنے کی درخواست کی...... مگر قبول نہ کی......

خلیفہ مہدی نے تین ہزار دینار بھیجے...... اور بغداد آنے کی درخواست کی...... تو فرمایا تمھارے دینار رکھے ہیں...... چاہے تو لے لو...... مگر مالک سے مدینہ نہیں چھوٹ سکتا۔

امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کو چور کی نصیحت

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ اکثر کہا کرتے تھے...... خدا ابوالہیثم پر رحم کرے...... خدا ابوالہیثم پر رحم کرے...... ایک روز امام صاحب کے لڑکے عبداللہ نے پوچھا: بابا ابوالہیثم کون ہیں؟

امام صاحب نے کہا: جس دن مجھے خلیفہ کے سپاہی دربار میں لے گئے تھے...... اور مجھے کوڑوں سے نوازا گیا تھا...... اس دن کا ذکر ہے کہ ایک آدمی ہم سے ملا...... اور پوچھنے لگا مجھے پہچانتے ہو......؟

میں مشہور چور عیار ابوالہیثم خداد ہوں...... میرا نام شاہی دفتر میں ثبت ہے...... بار بار چوری کرتے پکڑا گیا...... اور بڑی بڑی سزائیں جھیلیں...... اگر صرف کوڑوں کی مار گنوں...... تو سب ملا کر اٹھارہ ہزار ضربیں تو ضرور پڑی ہوں گی...... اس کے باوجود میری استقامت دیکھو...... اب تک چوری سے باز نہیں آیا...... جب بھی کوڑے کھا کر جیل سے نکلتا ہوں...... سیدھا

چوری کی تاک میں چلا جاتا ہوں...... میری استقامت کا یہ حال...... شیطان کی اطاعت میں دنیا کی خاطر ہے...... افسوس تم پر! اگر اللہ کی محبت میں اتنی استقامت بھی نہ دکھا سکو...... اور دین حق کی خاطر چند کوڑے بھی نہ برداشت کر سکو......

میں نے جب یہ سنا تو اپنے جی میں کہا...... اگر ہم حق کی خاطر اتنا بھی نہ کر سکے...... جتنا دنیا کی خاطر ایک چور کر رہا ہے...... تو ہماری بندگی پر ہزار حیف...... اور ہماری خدا پرستی سے بت پرستی لاکھ بہتر......

کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز
اے روسیاء تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

جن کا قتل

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ایک مرتبہ تلاوت قرآن فرما رہے تھے کہ...... ایک جن سانپ کی شکل میں نمودار ہوا...... اور آپ کے پاس سے گزرا...... آپ نے سانپ سمجھ کر مار ڈالا...... تھوڑی دیر کے بعد دو شخص مسجد میں آئے...... اور شاہ صاحب کو اپنے ملک کے بادشاہ کے پاس لے آئے...... مدعی نے بادشاہ کے روبرو عرض کیا کہ...... شاہ صاحب نے میرے بیٹے کو قتل کر دیا ہے...... لہٰذا شریعت کے مطابق قصاص ملنا چاہیے...... اس پر بادشاہ شاہ صاحب کے قتل کیے جانے کا حکم دینے ہی والا تھا کہ...... وہاں ایک بوڑھا جن موجود تھا۔ اس نے کہا: شاہ صاحب پر قصاص واجب نہیں اس لیے کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے۔

......من قتل فی غیر زیہ ندمہ ھدر......

جس شخص کا قتل کیا جانا جائز تو نہ ہو مگر وہ ایسی قوم کے لباس و وضع ہو جس کا قتل کیا جانا جائز ہے تو اسے کوئی اگر قتل کر دے تو اس کا خون معاف ہے۔

تو چونکہ یہ جن سانپ کی شکل میں تھا...... جس کا قتل کر دینا جائز ہے...... اس لئے شاہ صاحب کا اسے سانپ سمجھ کر قتل کر دینا بموجب اس حدیث کے قصاص کا موجب نہیں......

بادشاہ نے یہ حدیث سن کر شاہ صاحب کو رہا کر دیا اور دو جن آپ کو اپنی جگہ پر پہنچا آئے۔
(التحریر الافہم ص ۵۴)

علم پر ناز کرنے پر شرمندگی

قاضی ابو بکر بن عربی حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے علم حاصل کر کے اپنے وطن کو واپس جا رہے تھے...... اور ایک کشتی پر بیٹھے ہوئے دریا عبور کر رہے تھے...... اچانک دریا کی موجوں میں طوفان سا پیدا ہوا اور کشتی ڈگمگانے لگی...... قاضی ابو بکر نے دریا کو مخاطب کیا خبردار اے دریا! تجھ پر سے تیری ہی مثل ایک دریا جا رہا ہے...... قاضی صاحب نے اپنے علم پر فخر کر کے اپنے آپ کو دریا کہا...... اتنے میں ایک عجیب شکل کا جانور ظاہر ہوا اور کشتی روک کر کھڑا ہو گیا...... اور پوچھنے لگا:

''اگر تم اتنے ہی بڑے عالم ہو تو بتاؤ...... جس عورت کے شوہر پر عذاب مسخ نازل ہو...... اور وہ ممسوخ ہو جائے...... تو وہ عورت کتنے دن عدت گزارے؟......''

قاضی ابو بکر لاجواب ہو گئے..... اور وہیں سے پھر واپس ہو گئے...... تاکہ امام غزالی سے یہ مسئلہ پوچھ کے آئیں...... چنانچہ امام غزالی کے پاس پھر پہنچے اور یہی مسئلہ پوچھا...... تو امام غزالی نے جواب دیا کہ......

اگر وہ شخص ممسوخ ہو کر کسی حیوان کی شکل میں چلا گیا ہے...... تو عورت پر طلاق کی عدت لازم ہوگی...... اس لئے کہ اس شخص کی روح باقی ہے...... اور اگر وہ ممسوخ ہو کر پتھر بن گیا ہے...... تو عورت پر وفات کی عدت لازم ہے...... اس لئے کہ روح بھی بدن سے جدا ہو گئی......

یہ جواب معلوم ہو کر قاضی صاحب پھر واپس ہوئے اور اسی دریا سے گزرے تو وہی جانور پھر ملا اور قاضی صاحب نے اسے جواب سنایا تو اس نے کہا جناب دریا اگر ہے تو غزالی ہے آپ نہیں۔

سورہ یٰسین کی برکات

علامہ قرطبی فرماتے ہیں میں اندلس میں قرطبہ کے علاقہ میں تھا کہ...... دشمن نے دیکھ لیا وہ تعداد میں کافی تھے...... اور میں اکیلا میں کسی طرح ان سے بھاگ نکلا...... اور چھپتا چھپاتا ایک طرف نکل گیا...... ادھر دشمن بھی میری تلاش میں تھا...... میں ایک چٹیل میدان میں تھا کہ...... اچانک دو گھڑ سوار مجھے تلاش کرتے ہوئے آ گئے...... چھپنے کی کوئی جگہ نہ تھی...... مجھے اور تو کچھ نہ سوجھی...... میں ذرا نشیبی زمین میں بیٹھ گیا...... سورہ یاسین اور دوسری سورتیں پڑھنا شروع کر دیں اچانک وہ دونوں میرے پاس سے باتیں کرتے ہوئے گزر گئے...... پھر تو ڑی دیر کے بعد دوبارہ ان کا گزر میرے پاس سے ہوا...... میں اسی جگہ بیٹھا رہا...... میرے کانوں میں ان کی گفتگو کی آواز آ رہی تھی...... ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا:

''لگتا ہے وہ آدمی کوئی شیطان ہے...... ورنہ ہمارے سامنے اس میدان میں تھا...... اب نظر نہیں آ رہا۔''

دراصل اللہ تعالیٰ نے وقتی طور پر اندھا کر دیا تھا...... وہ میرے سامنے سے گزرے اور واپس بھی آئے...... چٹیل میدان تھا کوئی آڑ بھی نہ تھی...... بس رب کو بچانا تھا...... اور اس نے اپنے فضل وکرم سے مجھے بچا لیا...... اور یہ سچ ہے جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے!

محدثین اور قلت خوراک

مولانا ذوالفقار مدظلہ نے فرمایا دنیا میں جتنے مشاہیر گزرے ہیں...... اگر آپ ان کی زندگیوں کو اس اعتبار سے دیکھیں کہ...... وہ کتنا کھاتے تھے...... تو یہ چیز آپ کو یکسا نظر آئے گی کہ ان کی خوراک بہت واجبی سی تھی...... مثال کے طور پر۔

امام بخاری کو اللہ رب العزت نے ایسی ذہانت دی تھی کہ...... آپ کو لاکھوں حدیثیں

زبانی یاد تھیں...... ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ دن میں کتنا کھاتے ہیں......؟ فرماتے ہیں کہ میں آج کل سات بادام کھا کر...... اپنے کام میں مصروف ہو جاتا ہوں...... اور میرا پورا دن اسی میں گزر جاتا ہے...... اللہ اکبر...... جتنے لوگوں کا آئی کیو لیول اچھا ہوتا ہے...... یہ سب وہ لوگ ہوتے ہیں...... جن کے اندر چربی تھوڑی ہوتی ہے اور ان کے جسم بہت اچھے ہوتے ہیں۔

ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ مجھے ایک دفعہ میوزیم دیکھنے کا موقع ملا...... میں نے وہاں آئن سٹائن کی حنوط شدہ لاش دیکھی...... یہ آئن سٹائن آج کی دنیا میں اسی طرح معزز ہے...... جیسے دین کے حلقوں میں پیغمبروں کی عزت کی جاتی ہے...... اس نے نظریہ اضافت پیش کیا...... میں تو اس کا دبلا پتلا سٹرکچر دیکھ کر حیران رہ گیا...... میرا خیال ہے کہ اس کا وزن ساٹھ کلوگرام سے زیادہ نہیں ہوگا...... لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسا دماغ دیا کہ...... اس نے معدے اور انرجی کے ٹرانسفارمر ہونے کی جو مساوات دی...... آج اس کی بنیاد پر دنیا کے اندر سب سے زیادہ ریسرچ کی جا رہی ہے۔

لوہار، محدث کا عمل برابر کیسے؟

ہمیں اذان کا احترام کرنا چاہیے کیونکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف پکارا جا رہا ہوتا ہے۔ اس کا ایک ادب یہ ہے کہ...... اذان سنتے ہی دنیا کے کاموں کو...... چھوڑ کر نماز کی تیاری کرنی چاہیے...... امام احمد بن حنبل کے پڑوس میں ایک لوہار حداد رہتا تھا...... جب وہ فوت ہوا تو بعد میں کسی محدث نے خواب میں دیکھا...... اس نے پوچھا سنایئے آگے کیا معاملہ پیش آیا......؟

وہ کہنے لگا کہ مجھے بھی احمد بن حنبل کے درجے میں رکھ دیا گیا ہے...... اور اب میں ان کے ساتھ رہ رہا ہوں...... جس محدث نے یہ خواب دیکھا...... وہ بڑے حیران ہوئے کہ یہ لوہار تو سارا دن لوہا کاٹتا تھا...... اور امام احمد بن حنبل دین کا کام کرنے والے تھے...... اور مسئلہ خلق قرآن کے معاملے میں قربانیاں دینے والے...... اللہ کے ایک مقبول بندے تھے...... اس لوہار کو ان کے برابر مرتبہ دے دیا گیا...... چنانچہ انہوں نے دوسرے محدثین کو بتایا...... انہوں

نے جواب دیا اس کا کوئی نہ کوئی ایسا عمل ہے...... جو اللہ کے ہاں پسند آ گیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ اچھا اس کے اہل خانہ سے پتہ کرتا ہوں...... چنانچہ انہوں نے اس لوہار کی اہلیہ سے جا کر کہا کہ...... میں نے تمھارے خاوند کو خواب میں بڑے اچھے درجے میں دیکھا ہے مجھے لگتا ہے اللہ تعالیٰ کو اس کا کوئی عمل پسند آ گیا ہے آپ مجھے اس کا کوئی خاص عمل بتائیے۔

اس نے جواب دیا کہ...... وہ ایک عیال دار اور غریب آدمی تھا...... وہ سارا دن بھٹی میں لوہا کوٹتا رہتا تھا...... اور وقت پر نمازیں بھی پڑھتا تھا...... اس کے علاوہ اس کی کوئی خاص عبادت نہیں ہوتی تھی...... انہوں نے کہا پھر بھی ذرا سوچ کر بتائیے...... اس کی بیوی نے سوچ سوچ کر بتایا کہ...... مجھے اس کی زندگی میں دو باتیں نمایاں ہو رہی ہیں......

ایک تو یہ کہ اس کے اندر نماز اور اذان کا اتنا ادب تھا کہ...... اگر لوہا کوٹتے ہوئے کبھی اس کا ہاتھ اوپر ہوتا...... اور ہاتھ میں ہتھوڑا ہوتا...... اور عین اسی لمحے اللہ اکبر کی آواز آتی...... تو وہ اس کو مارنے کے بجائے رکھ دیتا تھا کہ...... اب میرے مالک کے منادی نے پکارا ہے...... اور مجھے اب اس کے دربار میں حاضری دینی ہے......

دوسری بات یہ ہے کہ وہ سارا دن محنت کر کے...... رات کو تھکا ہوا آتا تھا...... تو ہم میاں بیوی بچوں کے ساتھ اپنے گھر کی چھت پر سوتے تھے...... اور ہمارے پڑوس میں امام احمد بن حنبل رہتے تھے...... امام احمد بن حنبل ساری رات اللہ کا قرآن پڑھتے ہوئے گزار دیتے تھے...... یہ ان کی طرف دیکھتا...... اور حسرت سے ٹھنڈی سانس لیتا...... اور کہتا کہ میرے بچے زیادہ ہیں...... اور گھر میں کوئی اور ایسا بندہ نہیں ہے...... جو محنت کر سکے مجھے ہی سارا دن لوہا کاٹنا پڑتا ہے...... اور اس محنت کی وجہ سے میں اتنا تھک جاتا ہوں کہ...... اللہ کی عبادت نہیں کر سکتا...... اگر میری پیٹھ ہلکی ہوتی...... تو میں بھی امام احمد بن حنبل کی طرح قیام کرتا......

وہ محدث یہ سن کر فرمانے لگے کہ اذان کے اس ادب اور دل میں نیکی کا یہ شوق رکھنے کی وجہ سے...... اللہ تعالیٰ نے اس کو امام احمد بن حنبل کا رتبہ عطا فرما دیا ہے...... سبحان اللہ۔

اس سے یہ پتہ چلا کہ انسان کسی ایسے ماحول میں پھنس جائے کہ وہ نیکی نہ کر سکے...... تو کم از کم دل میں تڑپ ضرور رکھنی چاہیے...... کیونکہ بسا اوقات اللہ تعالیٰ دل کی تڑپ پر بھی وہ

نعمت اور اجر عطا فرما دیتے ہیں۔

ہارون الرشید کا محدث کی تعظیم کرنا

ہارون رشید گھوڑے پر سوار کہیں جا رہا تھا کہ راستے میں عزلت نشین ظالم ابوالحسن علی بن حمزہ سے ملاقات ہوگئی...... ہارون رشید اس سے ملنے کا متمنی تھا...... لیکن یہ مجسمہ فقر و غنا ہمیشہ دربار سے دور...... مطالعے میں غرق رہتا...... ہارون رشید اس عالم کے احترام میں...... گھوڑے سے نیچے اتر پڑے......اور سلام میں پہل کر کے مصافحے کو ہاتھ بڑھایا۔

اس عالم نے بھی ہارون رشید سے مرعوب ہوئے......بغیر ہاتھ بڑھا دیا......اور مصافحہ کر کے ہاتھ کھینچ لیا...... ہارون الرشید نے شکایتاً کہا......ابوالحسن مجھے آپ سے سخت شکایت ہے۔

عالم نے لاپروائی سے جواب دیا......آپ سے ملاقات ہی نہیں ہوتی...... امیر المومنین دراصل بات یہ ہے کہ......مطالعے سے فرصت ہی نہیں ملتی...... ہارون الرشید نے قدرے ترشی سے کہا......آخر اتنے علم کا فائدہ بھی کیا ہے؟

عالم نے فوراً جواب دیا......امیر المومنین ایک دو فائدے ہوں......تو گنا بھی دوں لیکن اس کا یہی فائدہ کم ہے کہ......اس علم کی بدولت امیر المومنین گھوڑے سے اتر کر...... باادب مصافحہ کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

آپ کا حدیث کی تصدیق کرنا! واقعہ

ایک ولی ایک محدث کے درس حدیث میں حاضر ہوئے......تو اس محدث نے ایک حدیث پڑھی......اور کہا: قال رسول اللہ ﷺ یعنی رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا......تو وہ ولی بولے...... یہ حدیث باطل ہے......رسول اللہ ﷺ نے یوں ہرگز نہیں فرمایا...... وہ محدث بولے کہ تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو......؟ اور تمہیں کیسے پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا نہیں

فرمایا......؟ تو اس ولی نے جواب دیا۔

ھذا النبی ﷺ واقف علی راسک یقول انی لم اقل ھذا الحدیث۔

یہ دیکھو نبی کریم ﷺ تمھارے سر پر کھڑے ہیں......اور فرما رہے ہیں میں نے ہرگز یہ حدیث نہیں کہی۔

وہ محدث حیران رہ گئے......اور ولی بولے کیا تم بھی حضور اکرم کو دیکھنا چاہتے ہو......تو لو دیکھ لو......چنانچہ جب ان محدث نے اوپر دیکھا......تو حضور کو تشریف فرما دیکھ لیا۔

حدیث کی سند کا روحانی معیار

مشہور بزرگ حضرت ابوالحسن خرقانی کا واقعہ ہے کہ......ایک مرتبہ آپ کے ایک مرید کو حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کا بے حد شوق تھا......اس نے آپ سے اجازت طلب کی......اور عرض کیا کہ میں حدیث فقہ کی تعلیم کے حصول کے لئے......کسی دوسری جگہ جانا چاہتا ہوں۔آپ نے فرمایا باہر جانے کی ضرورت نہیں......تم یہ تعلیم مجھ سے بھی حاصل کر سکتے ہو......

وہ شخص حیران ہو کر بولا آپ تو بنیادی تعلیم سے بھی نا آشنا ہیں......تو حدیث کیسے پڑھائیں گے......؟ آپ نے فرمایا: یہ کیسے کا لفظ استعمال مت کرو......اور حدیث کی کتاب میرے پاس لے کر آجاؤ......جب آپ نے حدیث پڑھنا شروع کی......تو وہ شخص حیران رہ گیا کہ اس طرح جامع طریقے سے کوئی شخص بھی نہیں پڑھا سکتا تھا جس طرح آپ نے پڑھایا......

آپ حدیث پڑھاتے ہوئے......جس حدیث کو وضعی خیال کرتے فوراً بتا دیتے......

آپ کے شاگرد مرید نے آپ سے دریافت کیا کہ......یہ وضعی حدیث کا آپ کو کیسے پتہ چل جاتا ہے......؟ آپ نے فرمایا جب میں حدیث پڑھ رہا ہوتا ہوں......تو آنحضرت ﷺ کا روئے مبارک میرے سامنے ہوتا ہے......اگر حدیث سچی ہو تو آپ کا چہرہ بڑا شگفتہ ہو جاتا ہے......اور اگر حدیث وضع ہو تو آپ کا چہرہ شکن آلود ہو جاتا ہے......اور اس طرح مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ اس حدیث کا حضور ﷺ سے کوئی تعلق نہیں ہے......مرید نے آپ سے معزرت

کی کہ میں نے آپ کو تعلیم یافتہ نہ سمجھنے کی گستاخی کی ہے...... آپ نے اس کو معاف کر دیا۔
ابو داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے...... تم بازاریوں کی ہم نشینی سے بچتے رہو...... کیونکہ یہ غافل بنا دیتی ہے...... سفیان ثوری فرماتے تھے کہ تم تاجروں اور دیگر بازاریوں کے ظاہری لباس کو نہ دیکھو کیونکہ...... ان کے نیچے پہاڑ نے دانے جھیڑے ہوتے ہیں۔
حماد بن زید فرماتے ہیں کہ تاجر کبھی مفلس نہیں ہوتا...... مگر ان خصلتوں میں سے کسی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے...... یعنی لغو، جھوٹ، جھوٹی قسم، کدورت، خیانت، حسد، نماز جماعت اور مجالس علمی کا ترک کرنا، اور شہوات دینویہ میں گرفتار ہونا۔

ابلیس کی مجلس بازار میں ہے

حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ...... اچھا تاجر وہ ہے...... جس سے دنیا خفا ہو ...... اور آخرت خوش ہو...... نیز فرماتے تھے کہ مجھے معلوم ہوا ہے......

ابلیس نے عرض کیا: یا اللہ! میں اپنا گھر کہاں بناؤں......؟

تو حکم ہوا: حمام میں......

پھر اس نے پوچھا: میرا جال کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عورتیں......

پھر اس نے پوچھا: میری مزامیر کیا ہوں گی؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شعر و شاعری..........

پھر عرض کیا: میں اپنی مجلس کہاں بناؤں؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بازار میں......

پس اے دوست اس میں غور کر اور کسی تاجر کی تعریف نہ کر...... جب تک تجھے اس بات کا علم نہ ہو کہ...... وہ آفات و شبہات سے بچا ہوا ہے...... اور سب تعریف اللہ کے لئے ہے...... جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

جنت کا محل دنیا میں خرید لیا

شیخ السلام ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاطم طمیمی ...... بہت ہی عظیم الشان محدث ہیں ...... اپنے زمانہ طالب علمی میں ...... بڑی محنت اور عرق ریزی سے ...... علم حدیث پڑھا تھا ...... یہ بہت ہی عابد و زاہد اور باکرامت بزرگ تھے ...... اور عام طور پر ان کو طبقہ اولیا اللہ کی جماعت (ابدال) کا ایک فرد سمجھتے تھے ...... ایک مرتبہ ان کے وطن میں قحط پڑ گیا ......

اسی دوران میں ان کے ایک دوست نے اصفحان سے ...... ایک گھوڑا ان کے پاس بھیجا ...... اور لکھا کہ آپ اس کو فروخت کر کے ...... اپنے شہر میں میرے لئے ایک مکان خرید لیجئے آپ نے گھوڑے کو بیس ہزار درہم میں بیچ کر ساری رقم ...... شہر کے قحط زدہ محتاجوں میں خیرات کر دی ...... اور اپنے دوست کو لکھا

میں نے تمھارے لئے جنت میں ایک محل خرید لیا ہے ...... دوست نے جواب دیا کہ ...... اگر آپ اس کے ضامن بن جائیں ...... تو مجھے جنتی محل کی خریداری منظور ہے ...... آپ نے فورا ہی اپنی ضمانت کی ایک دستاویز لکھ کر ...... اپنے دوست کے پاس بھیج دی ......

اسی رات میں آپ نے یہ خواب دیکھا کہ ...... باری تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ کہہ رہا ہے کہ ...... اے ابن ابی حاطم تم نے جس جنتی محل کی ضمانت لے لی ہے ...... ہم نے تمھاری ضمانت قبول فرما لی ہے ...... مگر آئندہ کسی کے لئے ایسا مت کرنا ...... محرم سن ۳۲۷ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔ (تذکرہ الحفاظ ج ۳ ص ۴۸)

چیف جسٹس کی دنیا کی بے رغبتی کا مثالی واقعہ

ایک خلقت تھی کہ قاضی ابو عمر محمد کو ...... رخصت کرنے بندرگاہ پر جمع تھی ...... تونس کی اس بندرگاہ سوس میں ...... اس سے پہلے کبھی اتنے لوگ دیکھنے میں نہ آئے تھے ...... قاضی ابو عمر محمد جو

شمالی افریقہ کے صدر قاضی یا آج کی اصطلاح میں...... چیف جسٹس تھے...... سسلی کے جزیرے میں چیف جسٹس بن کر جا رہے تھے......

۲۸۹ ہجری کی بات ہے......اس زمانہ میں بنو اغلب شمالی افریقہ پر حکمران تھے......قاضی صاحب نے جہاز پر سوار ہونے سے پہلے......رخصت کرنے والوں سے خطاب کیا......حمد و ثناء اور شکریہ کے بعد انہوں نے کہا:

دیکھو یہ میرا کمبل ہے......اور یہ میرا کرتہ ہے......اس بڑے تھیلے میں میری کتابیں ہیں یہ حبشن میری لونڈی ہے......اس کے پاس میرا ایک چوغا اور ایک کمبل ہے......بس یہ کل مال و متاع ہے...... جسے لے کر میں سسلی جا رہا ہوں......زندگی باقی رہی......تو واپسی میں دیکھنا کہ میرے پاس کیا کیا مال واسباب ہوگا......

ہم لوگ بھی مسلمان ہیں......ہمارا ملک بھی اسلامی ہے......اسلام کا درد ہم کو بھی ہے اور ہم سے زیادہ سیاست دانوں کو......پچھلے ۳۶ برس سے ہم نے تو بس یہ دیکھا کہ......اس بدقسمت ملک میں ایسے ایسے لوگ کرسی پر بیٹھے کہ......اپنے اپنے دور اقتدار میں انہوں نے حکومت کی زمینیں بیچیں...... پرمٹیں بیچیں......لائسنس بیچے......ملک کا نام بیچا......اپنی عزت بیچی صرف اس لئے کہ کمائی کر سکیں......خدا جھوٹ نہ بلوائے......تو شاید ایک آدھ ہی اللہ کا بندہ ایسا بچا ہو......جس نے کمائی نہ کی ہو......اللہ تو خیر جانتا ہی ہے بہت سوں کا مال......انگلستان کے بینک اور سوئزرلینڈ کے بینک بھی جاتے ہیں......

بات کرسی کی ہے...... چاہے وہ کسی محکمے کی کرسی ہو کہ...... کسی نیم سرکاری تجارتی ادارے......یا کارپوریشن کی کرسی......روایت سب جگہ ایک سی رہتی ہے......

سسلی پہنچتے ہی قاضی صاحب کا شاندار استقبال ہوا......صاحبان علم اور بزرگان خوص کی شہرت ہمیشہ ان سے آگے رہتے ہیں......نہ جانے یہاں ان کے کتنے شاگرد اور عقیدت مند تھے......سیکڑوں کی تعداد میں وہ امڈ آئے......لوگ محبت اور عقیدت سے جمع ہوتے ہیں......تو ان کا انداز ہی کچھ اور ہوتا ہے......

چیف جسٹس صاحب کو ایک بہت بڑے محل میں اتارا گیا......انہوں نے کہا: میاں میں

اس کا کیا کروں گا...... مجھے تو ایک کونہ کافی ہے کہ پڑا رہوں...... میں تو دن بھر کچہری میں ہوں گا رات کو سونے اور دو لقمے کھانے کی جگہ چاہیے...... بڑی کشمکش کے بعد آخر انہیں ایک چھوٹے مکان میں ٹھہرایا گیا...... انہوں نے کہا: ہاں یہ جگہ ٹھیک ہے...... میں تو اللہ تعالیٰ کا ایک حقیر اور عاجز بندہ ہوں...... بڑی بڑی عمارتیں...... تو دفتروں کے لئے ہی موزوں ہوتی ہے۔

قاضی صاحب کے علم وفضل اور پرہیزگاری کا...... بہت جلد چرچا ہو گیا...... ان کی بصیرت اور بے لاگ عدل وانصاف پر لوگ جان دیتے تھے...... تنخواہ کا معاملہ آیا تو انہوں نے ایک حبہ تنخواہ نہ لی...... بولے: یہ انتظام تو میں پہلے ہی کر آیا ہوں...... میری لونڈی حبشن سوت کاتے گی...... میں اس کا ہاتھ بٹاؤں گا...... اسی پر ہماری گزر بسر ہوگی...... مجھے تو ملک وملت کی خدمت اللہ واسطے کرنی ہے۔

یہ نہیں معلوم کہ کتنا عرصہ گزرا...... لیکن ایک دن قاضی صاحب عدالت نہیں گئے...... یہ غیر حاضری کا پہلا موقع تھا...... لوگ انہیں دیکھنے گھر پہنچے...... ایک کوٹھری میں وہ کھری چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے...... لوگ پہنچے تو اٹھ بیٹھے...... پھر بڑی محبت سے بولے کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں...... بہت بوڑھا اب مزید خدمت نہیں کر سکتا...... میں نے حکومت سے کہا ہے کہ اب مجھے اپنی ذمہ داریوں سے فارغ کر دیا جائے...... الحمدللہ آج یہ اجازت مل گئی ہے...... اس لئے میں دفتر نہیں گیا...... ادھر سسلی کے لوگوں نے انہیں روتی آنکھوں سے رخصت کیا......

ادھر سوس والے ان کے لئے چشم براہ تھے...... وہاں پہنچے تو بولے دیکھ لو جو سات لے گیا تھا...... وہی سامان میرے پاس ہے اور کچھ نہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اور شوق علم

جس زمانہ میں امام شافعی بغداد میں تھے...... اور امام احمد بن حنبل ان کے درس میں شریک ہوتے تھے...... خلیفہ ہارون رشید نے انہیں کہلا بھیجا کہ...... یمن میں قاضی کی ضرورت ہے...... آپ کے پاس آنے جانے والوں میں...... کوئی شخص اس کے مناسب ہو تو بھیج دیں۔

دوسرے دن امام شافعی حلقہ درس میں آئے...... تو امام احمد بن حنبل نے کہا کہ خلیفہ نے یمن میں عہدہ قضاء کے لئے مجھ سے بات چیت کی ہے...... اور آدمی کا انتخاب میری مرضی پر چھوڑا ہے...... میں اس کام کے لئے آپ کو پسند کرتا ہوں...... آپ ذہنی طور پر تیار ہو جائیں...... تاکہ میں آپ کا نام امیر المومنین کے سامنے پیش کرسکوں...... امام احمد بن حنبل نے جواب دیا۔

''میں آپ کی خدمت میں رہ کر...... علم حاصل کرنا چاہتا ہوں...... لیکن آپ مجھے مشورہ دیتے ہیں کہ...... میں سلاطین کی مرضی کے لئے...... عہدہ قضاء قبول کرلوں'' یہ بیباکانہ جواب سن کر امام شافعی خاموش ہو گئے۔

پیر کی توجہ انور شاہ کشمیری پر

اپنے بارے میں حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ایک واقعہ سناتے ہوئے فرمایا کہ ایک دفعہ میں کشمیر سے چلا...... راستہ میں کافی مسافت گھوڑے پر سوار ہو کر طے کرنا پڑتی تھی...... راستہ میں ایک صاحب کا ساتھ ہو گیا...... یہ پنجاب کے ایک مشہور پیر صاحب کے مرید تھے...... وہ مجھ سے اپنے پیر کے کمالات و کرامات کا تذکرہ کرتے رہے...... ان کی خواہش اور ترغیب یہ تھی کہ میں بھی ان پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں...... اتفاق سے وہ مقام میرے راستے میں ہی پڑتا تھا...... میں نے بھی ارادہ کرلیا...... جب ہم دونوں پیر صاحب کی خانقاہ پر پہنچے...... تو ان صاحب نے کہا:

نئے آدمیوں کو اندر حاضر ہونے کے لئے اجازت کی ضرورت ہوتی ہے۔

چنانچہ وہ اندر تشریف لے گئے اور ان بزرگ نے اطلاع پا کر خود اپنے صاحبزادے کو مجھے لینے کے لئے بھیجا اور اکرام سے پیش آئے۔ خود ایک تخت پر بیٹھے ہوئے تھے...... باقی سب مریدین وطالبین نیچے فرش پر تھے...... مگر مجھے اصرار سے اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا...... کچھ باتیں ہوئی اس کے بعد اپنے مریدین کی طرف متوجہ ہوئے...... اور اپنے طریقہ سے ان پر توجہ

ڈالنی شروع کی...... اس کے اثر سے وہ بے ہوش ہو، ہو کر لوٹنے اور تڑپنے لگے۔

میں یہ سب دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کہا: میرا جی چاہتا ہے کہ اگر مجھ پر بھی یہ حالت طاری ہو سکے تو مجھ پر بھی توجہ فرمائیں...... انہوں نے توجہ دینا شروع کی...... اور میں اللہ تعالیٰ کے ایک اسم پاک کا مراقبہ کر کے بیٹھ گیا...... بے چارے نے بہت زور لگایا اور بہت محنت کی...... لیکن مجھ پر کچھ اثر نہیں ہوا...... کچھ دیر بعد انہوں نے خود ہی فرمایا کہ آپ پر اثر نہیں پڑ سکتا۔

دارالعلوم دیوبند ایک الہامی ادارہ

یہ ایک الہامی ادارہ ہے...... یہ مدرسہ کسی رسمی مشورہ سے قائم نہیں ہوا...... بلکہ اشارات غیبی سے قائم ہوا ہے...... محمود صاحب اس کے پہلے مدرس...... اور مولانا محمود الحسن اس کے پہلے طالب علم تھے...... حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مدرسہ اور اس جیسے تمام مدارس کے لئے...... آٹھ اصول وضع فرمائے تھے۔

مولانا محمد علی جوہر تحریک خلافت کے موقع پر دیوبند تشریف لائے...... تو ان کے سامنے حضرت ہی کے قلم سے لکھے ہوئے یہ پیش کئے گئے تو ان کی آنکھیں بھر آئیں اور فرمایا:

"ان اصول کا عقل سے کیا تعلق؟ یہ تو خزانہ غیب اور مخزنِ معرفت سے نکلے ہوئے ہیں۔ حیرت ہے کہ جن نتائج تک ہم سو برس میں دھکے کھا کر پہنچے ہیں یہ بزرگ سو برس پہلے ہی ان نتائج تک پہنچ چکے تھے۔"

غرض اس مدرسے کے اصول بھی الہامی ہیں۔ جب طلباء کی تعداد زیادہ ہوئی تو یہ جگہ جہاں آج دارالعلوم قائم ہے خریدی گئی۔ یہاں سے کسی وقت حضرت سید احمد بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھیوں کے ساتھ گذرے تو فرمایا کہ مجھے یہاں سے علم کی خوشبو آتی ہے۔ اب اس کے سو سال بعد اسی جگہ سے علوم نبوت کی اشاعت شروع ہوئی گویا یہ جگہ بھی الہامی ہے۔

زمین مل جانے کے بعد جب مولانا رفیع الدین کے زمانہ اہتمام میں اس کی پہلی بنیاد کھود کر تیار کی گئی اور اس پر عمارت اٹھائی جانے والی تھی کہ مولانا نے خواب میں دیکھا کہ اس زمین پر حضور

اقدس ﷺ تشریف فرما ہیں...... عصا ہاتھ میں ہے...... حضور ﷺ نے مولانا سے فرمایا:

اس سے صحن مدرسہ چھوٹا اور تنگ رہے گا...... اور آپ نے عصاء مبارک دس بیس گز شمال کی جانب ہٹ کر نشان لگایا...... کہ یہاں بنیاد ہونی چاہیے تاکہ مدرسے کا صحن وسیع رہے۔

مولانا صبح بنیادوں کو دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے...... تو حضور اقدس ﷺ کا لگایا ہوا نشان اسی طرح موجود تھا...... پھر مولانا نے کسی سے نہ پوچھا...... اور اسی نشان پر بنیاد رکھ دی...... اور مدرسہ کی تعمیر شروع ہوگئی...... اب سنگ بنیاد رکھنے کا وقت آیا...... تو تمام اہل اللہ جمع ہی نہ تھے...... بلکہ ان کے قلوب میں ایک عجیب خوشی تھی...... اس وقت جس سے کہا جاتا کہ سنگ بنیاد رکھے...... تو وہ دوسرے کا نام لیتے...... کہ وہ سب کے بڑے اور اس کے اہل ہیں۔

بالآخر حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے پہلی اینٹ رکھوائی گئی اور اسی وقت حضرت نانوتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت میاں جی کا ہاتھ پکڑ کر آگے کر دیا اور فرمایا کہ یہ وہ ہیں جن کو صغیرہ گناہ کا کبھی تصور نہیں ہوا اور انہوں نے حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اینٹ رکھی۔

حضرت سہارنپوری کی توجہ کا اثر

کسی وقت سہارنپور میں آریوں سے مناظرہ ہوا تو اس میں حضرت مولانا خلیل احمد رحمہ اللہ تعالیٰ بھی شریک تھے...... اس کے بارے میں مولانا کفایت اللہ لکھتے ہیں...... کہ مجلس مناظرہ میں آریوں کی طرف سے ایک خوبصورت جوان...... گیروے کپڑے پہنے ہوئے...... آرام دہ کرسی پر لیٹا رہتا تھا...... اور جب مسلمانوں کے مقرر تقریر کرنے کھڑے ہوتے...... تو وہ گردن جھکا کر بیٹھ جاتا تھا...... اس کا یہ اثر تھا کہ مقررین اسلام کی تقریریں...... نہایت خراب ہو رہی تھیں...... حتیٰ کہ مولانا عبدالحق حقانی صاحب سے بھی تسلسل کی تقریر نہ ہو سکی...... چنانچہ میں نے صدر جلسہ مرزا عزیز بیگ کو ایک پرچہ لکھ کر دیا...... کہ مسلمانوں کی طرف سے جب مناظر تقریر کرنے کھڑا ہوتا ہے...... تو یہ جوگی اثر ڈالتا ہے...... اس لئے مولانا خلیل احمد

صاحب کو اس کی اطلاع کردو۔

اس پر انہوں نے پڑھ کر حضرت کی طرف سرکا دیا۔ حضرت نے پڑھتے ہی گردن جھکالی اور دو منٹ بھی نہ گذرے تھے کہ وہ سادھو بے قرار ہو کر آرام دہ کرسی سے اٹھا اور جلسہ گاہ کے باہر چلا گیا۔ پھر کیا تھا مسلمانوں کی وہ تقریریں ہوئی کہ گویا کہ دریا کا بند کھل گیا۔

وراثت انبیاء کیا ہے؟

ایک بزرگ حضرت ربیع نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا انتقال ہو گیا ہے...... اور لوگ آپ کا جنازہ مبارک اٹھا رہے ہیں...... حضرت ربیع یہ خواب دیکھ کر جاگ پڑے...... اور صبح ایک تعبیر بتانے والے سے اس خواب کی تعبیر پوچھی...... تو اس نے بتایا کہ اس وقت جو زمانے بھر میں بہت بڑا عالم ہے...... اس کا انتقال ہو جائے گا۔ کیونکہ وعلم آدم الاسماء کلھا کے مطابق علم خاصیت حضرت آدم علیہ السلام کی ہے۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد حضرت امام شافعی کا انتقال ہو گیا۔

صبر کا پھل

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں نے بہت تنگ کیا...... ایک مرتبہ ان کے مکان پر ایک شخص آیا اور آپ سے کہا......

میں آپ کی والدہ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں......

امام صاحب نے فرمایا......

دیکھو بھائی میری والدہ عاقلہ بالغہ ہیں...... ان پر کسی کو ولایت حاصل نہیں...... میں ان سے معلوم کر آؤں...... اگر وہ اجازت دے دیں گی...... تو کردوں گا...... ورنہ نہیں۔

اس کے بعد آپ اندر تشریف لے گئے...... پھر جو باہر تشریف لائے...... تو وہ شخص مقتول ملا۔ معلوم ہوا کہ غیب سے ایک تلوار نمودار ہوئی اس نے اس کو قتل کر دیا۔ اس پر امام صاحب نے فرمایا...... قتلہ صبری...... یعنی میرے صبر نے اس کو قتل کر دیا۔

ہارون رشید اور شوق علم

ہارون رشید نے جب مسجدِ نبوی کی زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ کا سفر کیا تو اس کی نگاہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ پر پڑی جو مسندِ تدریس پر جلوہ افروز تھے۔ وہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ امام مالک میری خواہش ہے کہ میں بھی علم حاصل کروں۔ کیا آپ کے لئے ممکن ہے کہ میرے گھر تشریف لائیں اور ہمیں علم سکھائیں۔ امام مالک نے کہا:

یاھارون ان العلم لا یاتی ولکنّہ یؤتی الیہ

اے ہارون! علم کسی کے پاس خود چل کر نہیں جاتا...... بلکہ علم کے خوگر خود ہی اپنی تشنگی...... بجھانے کے لئے علم کے آگے زانوئے تلمذتہ کرتے ہیں۔

یہ ہارون بن رشید بن مہدی محمد منصور ابو جعفر ہیں...... ان کا شجرۂ نسب عبداللہ بن عباس بن عبد المطلب سے ملتا ہے...... آپ کی والدہ خیزران تھیں...... آپ کی ولادت ماہ شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی...... آپ کی شادی آپ کے چچا ابو جعفر کی صاحبزادی...... ام جعفر زبیدہ سے ہوئی۔ جس کے بطن سے امین کی ولادت ہوئی...... ہارون رشید کی وفات جمادی الثانی ۱۹۳ھ میں ہوئی۔

امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ ائمہ اربعہ میں سے ایک ہیں...... آپ کی ولادت مدینہ منورہ کے اندر ۹۳ھ میں ہوئی...... جہاں آپ نے صحابہ وتابعین کے آثار دیکھے...... اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کا بچشم خود معائنہ کیا...... امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی پرورش

و پرداخت...... ایک علمی خانوادے میں ہوئی...... جہاں اثر وحدیث اور اخبار صحابہ سے متعلق علم موجود تھا...... آپ کے دادا مالک بن ابی عامر...... کبار تابعین اور بلند پایہ علماء میں سے تھے...... جب امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فقہ وآثار میں اپنی تعلیم مکمل کی...... تو مسجد نبوی میں درس وافتاء کی مجلس منعقد کی...... مسجد نبوی میں آپ کی مجلس کی جگہ بھی وہی تھی...... جہاں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ...... مشورہ اور حکم وقضا کے لئے بیٹھا کرتے تھے۔امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ کی وفات نوے (۹۰) سال کی عمر میں ۱۷۹ھ میں مدینہ منورہ ہی میں ہوئی۔

ہارون رشید: سچ فرمایا آپ نے، اے امام دار الہجرۃ! میں عنقریب مسجد نبوی کے اندر آپ کی خدمت میں زانوئے تلمذتہ کروں گا۔

امام مالک: ہارون رشید! اگر آپ کی تشریف آوری میں تاخیر ہوئی تو پھر مسجد کے اندر موجود طالبانِ علوم نبوت کی گردنیں پھلانگ کر آگے بیٹھنے کی اجازت نہ ہوگی

ہارون رشید: امام صاحب! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔

امام مالک اگلے دن نمازِ عصر کے بعد درس دے رہے تھے کہ آپ کی نگاہ ہارون رشید پر پڑی جو مسجد کے اندر موجود کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔یہ دیکھ کر آپ کے کلام کا انداز بدل گیا اور فرمایا: رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

من تواضع للّٰہ رفعه، ومن تكبر وضعه اللّٰہ

جو اللہ کیلئے تواضع وانکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلندی ورفعت عطا کرتے ہیں اور جو تکبر اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے پست کردیتے ہیں۔

ہارون رشید اشارہ سمجھ گیا...... اور کرسی ہٹانے کا حکم دیا...... پھر زمین پر دوسرے شاگردوں کے ساتھ بیٹھ گیا...... اس کے بعد امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا ...... اور آپ کی پیشانی کو بوسہ دے کر چار سو دینار کا تحفہ پیش کیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: امیر المومنین! میری معذرت قبول کریں۔ میں صدقے

کا مستحق نہیں ہوں اور نہ ہی ہدیہ قبول کرتا ہوں۔

ہارون رشید: آخر ہدیہ قبول کرنے میں حرج کیا ہے؟ جبکہ نبی کریم ﷺ نے ہدیہ قبول فرمالیا ہے۔

امام مالک: میں کوئی نبی نہیں ہوں۔

چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے وہ دینار نہایت احترام کے ساتھ خلیفہ کو واپس کر دیئے ......اب ہارون رشید اس بات پر بضد ہوا...... کہ امام صاحب بغداد کا دورہ کریں...... جو ان دنوں خلافت عباسیہ کا دار الخلافہ تھا...... اور علمی مرکز بھی تھا۔ مگر امام صاحب نے اس دعوت کو بھی یہ کہہ کر مسترد کر دیا:

واللہ لا ارضی بجوار رسول اللہ ﷺ بدیلا

اللہ کی قسم میں رسول اللہ ﷺ کی ہمسائیگی کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ کی زیارت نہیں کر سکتا۔

میدان حشر

حضرت نوفل بن حیان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال ہوا......تو میں نے خواب دیکھا......

میدان قیامت ہے...... اور ساری مخلوق حساب گاہ میں کھڑی ہے...... اور میں نے دیکھا کہ حضور سرور عالم ﷺ حوض کوثر پر تشریف فرما ہیں...... اور آپ کے دائیں بائیں بڑے نورانی لوگ کھڑے ہیں...... اور میں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو بہت بڑے صاحب جمال تھے...... اور ان کی داڑھی اور سر سفید تھا...... اور حضور ﷺ کے دائیں طرف کھڑے تھے...... اور میں نے حضرت امام ابو

حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کو بھی دیکھا...... جو حضور ﷺ کے قریب ہی کھڑے تھے......
میں نے حضرت امام صاحب کی خدمت میں سلام عرض کیا...... اور عرض کیا مجھے پانی عطاء فرمائیے۔
حضرت امام صاحب نے فرمایا:
جب تک رسول اللہ ﷺ اجازت نہ دیں گے...... میں نہ دوں گا...... پھر حضور ﷺ نے فرمایا اسے پانی دے دو...... حضرت امام صاحب نے ایک پیالہ میں مجھے پانی دیا...... میں نے پانی پیا...... اور پھر حضرت امام صاحب سے پوچھا...... کہ یہ جو حضور ﷺ کے دائیں طرف پیر مرد صاحب جمال ہیں...... یہ کون بزرگ ہیں؟ امام صاحب نے فرمایا: یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں...... اور بائیں طرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں...... اسی طرح میں پوچھتا گیا اور امام صاحب بتاتے گئے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ اور تلاش علم

ابو عبد اللہ محمد بن ادریس الشافعیؒ...... اہل اسلام کے چار مشہور و مقبول مسالک میں سے ایک...... مسلک شافعی کے امام ہیں...... انہوں نے ۳۰ رجب ۲۰۴ھ (۲۰، جنوری ۸۲۰ء) کو وفات پائی...... ان کا مزار مبارک قاہرہ میں ہے...... ذیل میں دیا گیا مضمون دراصل وہ روداد ہے جو انہوں نے اپنے شاگرد ربیع بن سلیمان سے بیان کیا تھا...... لائق شاگرد نے اپنے استاد کی یہ سرگزشت...... آنے والے زمانوں کے لئے محفوظ کر لی...... آیئے امام شافعی کی کہانی...... خود ان کی زبانی سنتے ہیں۔

میں چودہ برس کی عمر میں مکہ سے روانہ ہوا...... اس وقت دو یمنی چادریں میرے جسم پر تھیں...... ذی طویٰ پہنچا تو ایک پڑاؤ دکھائی دیا...... میں نے ان لوگوں سے علیک سلیک لی ایک ضعیف العمر شخص میری طرف بڑھے...... اور کھانے میں شرکت کی دعوت دی...... میں نے بے تکلفی سے وہ دعوت قبول کر لی...... کھانے سے فراغت کے بعد خدا کا شکر اور اپنے

بوڑھے میزبان کا شکریہ ادا کیا۔ کھانے کے بعد بات چیت شروع ہوئی......

انہوں نے سوال کیا: تم مکی ہو؟

میں نے جواب دیا: جی ہاں! میں مکی ہوں۔

انہوں نے پوچھا: قریش سے ہو؟

میں نے جواب دیا: جی ہاں!

پھر میں نے پوچھا: چچا! آپ نے کیسے جانا کہ میں مکی اور قریش سے ہوں؟

انہوں نے کہا: شہری ہونا تو تمہارے لباس ہی سے ظاہر ہے اور قریش سے ہونا، تمہارے کھانے سے معلوم ہو گیا۔ جو شخص دوسروں کا کھانا کھانے میں بے تکلفی برتتا ہے وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ لوگ اس کا کھانا بھی دل کھول کر کھائیں اور یہ خصلت صرف قریش کی ہے۔

پھر میں نے پوچھا: آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟

جواب ملا: رسول اللہ ﷺ کا شہر مدینہ میرا وطن ہے۔

میں نے پوچھا: مدینہ میں کتاب وسنت کا سب سے بڑا عالم ومفتی کون ہے؟

انہوں نے کہا: بنی اصبح کا سردار مالک بن انس۔ (امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ)

میں نے کہا: خدا ہی جانتا ہے کہ مجھے امام مالک سے ملنے کا کتنا شوق ہے؟

بوڑھے نے کہا: خوش ہو جاؤ، خدا نے تمہارا شوق پورا کر دیا...... اس بھورے اونٹ کو دیکھو یہ ہمارا سب سے اچھا اونٹ ہے...... اسی پر تم سوار ہو گے...... اب قافلہ کوچ کرنے ہی والا ہے۔ جلد ہی اونٹ قطار میں کھڑے کر دیئے گئے...... مجھے اس بھورے اونٹ پر بٹھایا گیا...... اور قافلہ چل پڑا...... میں نے تلاوت قرآن پاک شروع کر دی۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات

آٹھویں دن عصر کے وقت مدینہ میں ہمارا داخلہ ہوا...... مسجد نبوی ﷺ میں نماز پڑھی...... پھر مزار مقدس کے قریب حاضر ہوا...... اور درود شریف پیش کیا...... امام مالک

رحمۃ اللہ تعالیٰ دکھائی دیئے...... ایک چادر کا تہبند باندھے تھے...... دوسری چادر اوڑھے ہوئے تھے...... اور بلند آواز سے حدیث روایت کر رہے تھے......

''مجھ سے نافع نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے اس قبر کے مکین (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے روایت کیا۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور قبر شریف کی طرف اشارہ کیا۔''

یہ نظارہ دیکھ کر امام مالک کی ہیبت میرے دل پر چھا گئی...... اور جہاں جگہ ملی وہیں بیٹھ گیا...... امام رحمۃ اللہ تعالیٰ حدیث روایت کرنے لگے...... میں نے جلدی سے ایک تنکا اٹھالیا...... وہ جب کوئی حدیث سناتے...... تو میں تنکے کو اپنے لعاب دہن میں تر کر کے...... اپنی ہتھیلی پر لکھ لیتا...... مجلس کے اختتام پر لوگ اٹھ اٹھ کر جانے لگے...... میں بیٹھا ہی رہا...... تو انہوں نے مجھے اشارے سے بلایا...... میں قریب پہنچا...... تو کچھ دیر تک بڑے غور سے مجھے دیکھتے رہے......

پھر فرمایا: تم حرم کے رہنے والے ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں، حرم کا ہی باشندہ ہوں۔

پوچھا: مکی ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

کہنے لگے: قریش سے ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں!

فرمایا: سب اوصاف پورے ہیں...... مگر تم میں ایک بے ادبی بھی ہے...... میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات سنا رہا تھا...... اور تم اپنے ہاتھ میں تنکا لئے کھیل رہے تھے۔

میں نے جواب دیا: کاغذ پاس نہیں تھا۔ اس لئے جو کچھ آپ سے سنتا تھا...... اسے ہتھیلی پر لکھتا جاتا تھا۔ اس پر امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ہاتھ کھینچ کر دیکھا اور......

انہوں نے فرمایا: ہاتھ پر تو کچھ بھی لکھا نہیں۔

میں نے عرض کیا: ہاتھ پر لعاب باقی نہیں رہتا...... لیکن آپ نے جتنی حدیثیں سنائیں

ہیں مجھے سب یاد ہو چکی ہیں۔امام رحمۃ اللہ تعالیٰ کو تعجب ہوا۔

کہنے لگے: سب نہیں ایک ہی حدیث سنا دو۔

میں نے فوراً کہا:

''ہم سے مالک نے نافع اور اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ کے واسطے سے اس قبر شریف کے مکین سے روایت کیا ہے۔اور امام مالک ہی کی طرح میں نے بھی ہاتھ پھیلا کر قبر شریف کی طرف اشارہ کیا۔پھر وہ پوری ۲۵ احادیث سنا دیں جو انہوں نے پوری مجلس میں سنائی تھیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ کے گھر میں

اب سورج ڈوب چکا تھا...... امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھی...... پھر میری طرف اشارہ کر کے خادم سے کہا: اپنے آقا کا ہاتھ تھام...... اور مجھ سے فرمایا: اٹھو خادم کے ساتھ میرے گھر جاؤ...... میں اٹھ کھڑا ہوا...... جب گھر پہنچا تو خادم ایک کوٹھڑی میں مجھے لے گیا...... اور کہنے لگا: گھر میں قبلے کا رخ یہ ہے...... پانی کا لوٹا یہ رکھا ہے...... اور بیت الخلاء ادھر ہے...... تھوڑی دیر بعد امام مالک آگئے...... خادم بھی ساتھ تھا...... اس کے ہاتھ پر ایک خوان تھا...... امام رحمۃ اللہ تعالیٰ نے خوان لے کر فرش پر رکھ دیا...... پھر مجھے سلام کیا اور خادم سے کہا: ہاتھ دھلاؤ۔خادم برتن لئے میری طرف بڑھا۔مگر امام مالک نے ٹوکا:

''جانتا نہیں! کھانا شروع کرتے وقت پہلے میزبان کو ہاتھ دھونے چاہئیں اور کھانے کے اختتام پر پہلے مہمان کو۔''

مجھے یہ بات پسند آئی اور وجہ دریافت کی۔امام نے جواب دیا:

''میزبان کھانے پر مہمان کو بلاتا ہے...... اس لئے ہاتھ بھی میزبان کو پہلے دھونے چاہئیں...... اور کھانے کے بعد آخر میں اس لئے...... کہ اگر کوئی اور مہمان آجائے...... تو میزبان اس کا بھی ساتھ دے سکے۔''

کھانے کے بعد امام مالک...... مکہ والوں کے حالات پوچھنے لگے......اور جب رات زیادہ ہوگئی تو اٹھ کھڑے ہوئے...... اور فرمایا: اب تم آرام کرو...... پچھلے پہر کوٹھڑی کے دروازے پر...... دستک ہوئی اور آواز آئی:

''خدا کی رحمت ہو تم پر! نماز!!!''

میں اٹھ بیٹھا، کیا دیکھتا ہوں کہ خود امام مالک ہاتھ میں لوٹا لئے کھڑے ہیں...... مجھے بڑی شرمندگی ہوئی...... تو وہ کہنے لگے: کچھ خیال نہ کرو...... مہمان کی خدمت فرض ہے...... امام مالک کے ساتھ مسجد نبوی ﷺ میں نماز فجر ادا کی ...... اندھیرا بہت تھا...... جب پہاڑیوں پر دھوپ نمودار ہوگئی...... تو امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ کل جس جگہ بیٹھے تھے...... آج بھی اسی جگہ جا بیٹھے......اور اپنی کتاب موطا میرے ہاتھ میں دے دی...... میں نے کتاب سنانا شروع کی اور لوگ لکھنے لگے۔

میں امام مالک کے یہاں آٹھ مہینے رہا...... پوری موطا مجھے حفظ ہوگئی...... مجھ میں اور امام مالک میں اس قدر محبت اور بے تکلفی پیدا ہوگئی تھی...... کہ انجان دیکھ کر نہیں کہہ سکتا تھا...... کہ مہمان کون ہے......اور میزبان کون؟ حج کے بعد مدینہ کی زیارت کرنے......اور موطا سننے کے لئے مصر کے لوگ مدینہ آئے...... میں نے مصریوں کو پوری موطا سنادی......اس کے بعد اہل عراق حاضر ہوئے ...... قبر شریف اور منبر کے درمیان مجھے ایک نوجوان دکھائی دیا...... صاف ستھرے کپڑے پہنے کھڑا تھا...... اس کی نماز بھی اچھی تھی...... میں نے نام پوچھا اس نے بتادیا...... معلوم ہوا کہ وہ کوفے کا باشندہ ہے...... میں نے کہا: کوفے میں کتاب وسنت کا عالم ومفتی کون ہے؟ اس نے جواب دیا:

''ابو یوسف اور محمد بن حسن جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں۔''

یہ سن کر میرے دل میں عراق جانے کا شوق پیدا ہوا...... میں امام مالک کے پاس آیا......اور ان کا عندیہ معلوم کیا...... انہوں نے حصول علم کے لئے میری ہمت افزائی کی...... اور زادِ سفر کا انتظام کرکے...... مجھے رخصت کرنے کے لئے علی الصبح بقیع تک آئے......اور زور سے پکارنے لگے کوفہ کے لئے اپنا اونٹ کون کرایہ پر دیتا ہے...... میں نے عرض کیا: یہ کیا کرتے ہیں؟ میرے پاس

کوئی رقم ہے...... نہ خود آپ ہی کی حالت اس قابل ہے...... پھر کرائے کا اونٹ کیسا؟

امام مالک رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ مسکرائے اور کہنے لگے: نماز عشاء کے بعد جب تم سے رخصت ہوا...... تو دروازے پر دستک ہوئی...... میں باہر نکلا...... دروازے پر عبدالرحمٰن بن قاسم (امام مالک کے ایک شاگرد رشید) کھڑے تھے...... ہدیہ لائے تھے...... منت کرنے لگے کہ قبول کرلوں...... ہاتھ میں ایک تھیلی تھمادی...... تھیلی میں سو دینار نکلے...... پچاس تو میں نے اپنے اہل وعیال کے لئے رکھ لئے...... اور پچاس تمہارے واسطے لایا ہوں...... پھر امام مالک نے چار دینار میں اونٹ طے کر دیا...... اور باقی رقم میرے حوالے کی مجھے خدا حافظ کہا۔

امام شافعی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کوفے میں

حاجیوں کے اس قافلے کے ساتھ چوبیسویں دن ہم کوفہ پہنچے...... وہاں مسجد میں عصر کے وقت...... امام محمد بن حسن اور امام ابو یوسف (رحمۃ اللہ علیہ) سے ملاقات ہوئی...... میری باتوں سے ان کو گمان ہوا...... کہ یہ کوئی صاحب علم ہے...... محمد بن حسن نے اثنائے گفتگو میں دریافت کیا...... کہ امام مالک رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کو تم نے دیکھا ہے......؟ میں نے کہا:

جی ہاں! امام مالک رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ ہی کے پاس سے آرہا ہوں...... سوال کیا: موطا دیکھی ہے؟ میں نے کہا: موطا حفظ بھی کر چکا ہوں...... محمد بن حسن اس پر متعجب ہوئے...... اسی وقت لکھنے کا سامان طلب کیا...... اور ابواب فقہ کا ایک ایک مسئلہ لکھا...... ہر دو مسئلوں کے درمیان خاصی جگہ سادہ چھوڑ دی...... اور کاغذ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا: ان مسائل کا جواب موطا سے لکھ دو...... میں نے سب مسئلوں کے جواب لکھے...... اور کاغذ محمد بن حسن کے سامنے رکھ دیا...... اس کے بعد محمد بن حسن نے مجھے خادم کے ہمراہ اپنے گھر بھیجا...... میں مسجد کے دروازے پر پہنچا...... تو خادم نے کہا: آقا کا حکم ہے کہ آپ سواری پر ان کے گھر جائیں...... خادم نے ایک سجا سجایا خچر پیش کیا...... جب میں سوار ہوا...... تو تن کے پرانے کپڑے نگاہوں میں کھٹکنے لگے...... اور اپنی حالت پر افسوس ہوا...... کچھ دیر بعد محمد بھی گھر پر آئے...... انہوں نے

ایک ہزار درہم کا قیمتی جوڑا مجھے پہنایا...... اور اپنے کتب خانے سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تالیف کردہ ''کتاب الاوسط'' نکال کر دی۔

الٹ پلٹ کر دیکھی......اور رات کو اسے حفظ کرنا شروع کر دیا......صبح ہونے سے پہلے مجھے پوری کتاب حفظ ہوگئی......کچھ دنوں بعد میں نے محمد بن حسن سے سفر کی اجازت چاہی۔ فرمایا: میں اپنے کسی مہمان کو جانے کی اجازت نہیں دیتا...... میرے پاس جو مال ودولت موجود ہے......اس میں سے آدھا تم لے لو......انہوں نے اپنے صدوق کی ساری نقدی منگوائی...... تین ہزار درہم نکلے......وہ میرے حوالے کر دیئے اور میں بلاد فارس وعراق کی سیاحت کرنے لگا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی خلیفہ ہارون رشید سے ملاقات

اب میری عمر اکیس برس ہوگئی تھی...... یہ امیر المومنین ہارون رشید کا زمانہ تھا...... جب میں بغداد آیا...... بغداد کے دروازے پر قدم رکھا ہی تھا......کہ ایک شخص نے روکا اور نرمی سے پوچھا: آپ کا نام؟ میں نے کہا: محمد بن ادریس شافعی......اس نے جیب سے ایک نوٹ بک نکالی......اور میرا بیان قلمبند کر کے مجھے جانے دیا......میں ایک مسجد میں جا کر قیام پذیر ہوا......آدھی رات کے بعد پولیس نے مسجد پر چھاپا مارا......اور ہر شخص کو روشنی میں دیکھنا شروع کر دیا...... آخر میری باری آئی ...... پولیس نے پکار کر لوگوں سے کہا: ......ڈرنے کی بات نہیں......جس آدمی کی تلاش تھی ......وہ مل گیا ہے......پھر مجھے شاہی محل پہنچا دیا گیا...... جب امیر المومنین پر میری نظر پڑی......تو صاف مضبوط آواز میں......میں نے انہیں سلام کیا......امیر المومنین کو میرا اندازِ سلام پسند آیا...... انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا: تم کہتے ہو کہ ہاشمی ہو؟

میں نے جواب دیا کہ امیر المومنین! ہر فخر کتاب اللہ میں باطل ہے......پھر میرا نسب نامہ دریافت کیا...... میں نے بیان کر دیا......اس پر امیر المومنین کہنے لگے: بے شک یہ فصاحت وبلاغت اولادِ مطلب ہی کا حصہ ہے...... بتاؤ کیا تم پسند کرو گے کہ مسلمانوں کا قاضی بنا کر

تمہیں اپنی سلطنت میں شریک کرلوں...... اور تم کتاب وسنت کے مطابق اپنا...... اور میرا حکم چلایا کرو...... میں نے جواب دیا: سلطنت میں شرکت کے ساتھ...... صبح سے شام تک بھی مجھے یہ منصب منظور نہیں...... یہ سن کر امیر المومنین رو پڑے۔

اب مجھے تین برس اور ہو چکے تھے...... اسی اثناء میں حاجی حجاز سے لوٹے...... مجھے ایک نوجوان ملا...... میں جا کر اس سے امام مالک اور حجاز کے بارے میں پوچھنے لگا...... اس نے کہا: امام مالک تندرست ہیں...... اور بہت دولت مند ہو گئے ہیں...... یہ سن کر شوق ہوا کہ امام صاحب کو غربت میں دیکھ چکا ہوں...... اب دولت مندی میں بھی ان کو دیکھنا چاہیے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا دوسرا دور

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

میں نے سفر کی تیاری کی...... مجھے ایک دولت مند آدمی نے بلا اصرار چالیس ہزار کی نقدی پیش کی...... میں نے اسے خدا حافظ کہا اور روانہ ہو گیا...... راستے میں اصحاب حدیث ملے...... ان میں احمد بن حنبل سفیان بن عیینہ اور اوزاعی (رحمہم اللہ) وغیرہ تھے...... میں نے ہر ایک کو اس قدر دیا...... جتنا اس کے مقدر میں تھا...... جب سر رملہ پہنچا تو میرے پاس صرف دس دینار باقی تھے...... میں نے کرایہ پر سواری لی اور ستائیسویں دن مدینہ منورہ پہنچا...... مسجد نبوی ﷺ میں نماز پڑھی...... اب کیا دیکھتا ہوں کہ لوہے کی ایک کرسی مسجد میں رکھی ہے...... کرسی پر قباطی مصر کا تکیہ جما ہوا ہے...... اور کرسی پر لکھا ہے

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

میں ابھی یہ منظر دیکھ ہی رہا تھا کہ مالک بن انس آتے دکھائی دیئے...... پوری مسجد عطر سے مہک اٹھی...... ان کے ساتھ چار سو یا اس سے بھی زیادہ مجمع تھا...... اپنی مجلس میں پہنچے...... تو بیٹھے ہوئے سب آدمی کھڑے ہو گئے...... امام صاحب کرسی پر بیٹھ گئے۔

امام ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خواہش

میں علم کا وہ درجہ حاصل کرنے کا خواہاں ہوں...... کہ شاید جہاں تک میں نہیں پہنچ سکوں گا...... میں تمام علوم کا حصول چاہتا ہوں...... چاہے انکا موضوع کچھ بھی ہو...... اور صرف یہی نہیں بلکہ...... ہر علم کی تکمیل اور احاطہ چاہتا ہوں...... ایک علم میں کامل اور دوسرے علم میں ناقص...... مجھے کامل دکھائی نہیں دیتا...... میں تمام علوم میں کمال چاہتا ہوں۔

پھر علم سے میرا مقصود پورا پورا عمل ہے...... میرا جی چاہتا ہے کہ مجھ میں بشر حافی کی احتیاط...... اور معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کا زہد جمع ہو جائے...... ساتھ ہی عامۃ الناس اور بندگانِ خدا کو تعلیم بھی دینا چاہتا ہوں...... پھر یہ بھی چاہتا ہوں...... کہ مخلوق سے مستغنی رہوں ...اور بجائے ان کا احسان لینے کے...... ان پر احسان کرنے کے قابل بن سکوں...... یہ بھی جانتا ہوں کہ علم کے ساتھ مشغولیت...... کسب معاش میں رکاوٹ ہے...... دوسروں کا ممنون ہونے...... اور ان سے تحفے قبول کرنے کو میری ہمت گوارا نہیں کرتی۔

پھر مجھے اولاد کی خواہش ہے...... بلند پایہ تصانیف کا بھی شوق ہے...... تاکہ یہ سب میری یادگار اور دنیا سے جانے کے بعد...... میرے قائم مقام ہوں...... لیکن اس کا اہتمام کروں...... تو دل کے پسندیدہ مشغلہ پر زد پڑتی ہے...... کہ دل خلوت وتنہائی پسند واقع ہوا ہے...... مجھے پاک نعمتوں سے جائز لطف لینے کا بھی شوق ہے...... اس میں مال کی کمی رکاوٹ بنتی ہے...... اور اگر مال کی زیادتی ہو تو جمعیت خاطر رخصت ہو جاتی ہے......

پھر میں عمدہ غذاؤں اور جسم کے موافق مفید کھانے کا بھی شوقین ہوں...... میرا جسم بھی نفاست پسند اور شائق واقع ہوا ہے...... میری یہ بھی خواہش ہے کہ دنیا اس طرح حاصل ہو کہ میرے دین پر آنچ نہ آئے...... اور وہ بالکل محفوظ ہو...... اور نہ میرے علم وعمل پر کچھ اثر پڑے...... میری بے چینی کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے؟ ایک طرف مجھے شب بیداری عزیز ہے...... احتیاط وتقویٰ کا خواہش مند ہوں...... دوسری طرف علم کی اشاعت اور

تصنیف وتالیف مطلوب ہے......

عمدہ غذاؤں کا بھی خواہاں ہوں......لوگوں سے ملنا اور انکو تعلیم دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں......اور خلوت وتنہائی کی دعا ومناجات کی حلاوت میں کمی ہو......تو یہ بھی قبول نہیں...... متعلقین کے لئے دوست کا اہتمام کرنا چاہتا ہوں......مگر اس زہد واحتیاط کے معیار میں فرق آتا ہے......شاید میری اصلاح وترقی اسی تکلیف وکشمکش میں ہے...... میں اپنے انفاس کی حفاظت کرتا ہوں......اور اس میں احتیاط کرتا ہوں......کہ ایک سانس بھی کسی لایعنی کام میں صرف نہو......اگر میرا مطلوب حاصل ہو گیا......تو سبحان اللہ ورنہ......نیت المومن خیر من عملہ......مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے)

حضرت ابوحمزہ سکری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا واقعہ

جتنے بھی بزرگ گذرے ہیں ان کا اپنے پڑوسیوں سے اتنا عمدہ معاملہ ہوتا تھا کہ لوگ ان کے پڑوسی ہونے پر فخر محسوس کرتے تھے۔ایک بہت مشہور محدث ابوحمزہ سکری کے نام سے گذرے ہیں۔ان کا نام سکری یوں مشہور رہا کہ عربی میں سکر نشے کو کہتے ہیں۔انہیں اس لئے سکری کہتے تھے کہ ان کی باتیں سن کر سننے والے پر ایک قسم کا نشہ طاری ہو جاتا تھا۔

ایک مرتبہ کسی ضرورت کی وجہ سے اپنا مکان بیچنے کا ارادہ کیا اور خریدار سے بات چیت بھی ہوگئی۔اہل محلّہ کو معلوم ہوا تو سارے محلے والوں کا وفد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی......ہمیں اپنے پڑوس سے محروم نہ کریں......اور مکان فروخت کرنے کی وجہ بتائیں......حضرت ابوحمزہ سکری نے فرمایا: بھائی کچھ ضرورت ہے......جس کی وجہ سے مکان بیچنے کی ضرورت پیش آئی ہے......تو تمام اہل محلّہ نے نے کہا......کہ حضرت جتنی رقم میں مکان فروخت کرنا چاہتے ہیں......ہم اتنی رقم بطور ہدیہ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کو تیار ہیں......لیکن آپ ہمیں اپنے پڑوس سے محروم نہ کریں......یہ صرف اس لئے تھا......کہ حضرت ابوحمزہ سکری رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے پڑوسیوں کا خاص خیال رکھتے تھے۔

انگوٹھی کا نقش

ایک شخص کے پاس ایک انگوٹھی کا نگینہ تھا۔ جس پر کسی دوسرے شخص کا نام عطاء بن عبداللہ نقش تھا۔ وہ سارا نام اس پر سے مٹانا سخت مشکل تھا۔ اس نے حضرت امام صاحب سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا:

تم ...... بن ...... کا سر گول بنادو اور ...... ب ...... کے نقطہ کو زیر بنالو ...... اور عبداللہ کا نقطہ ...... نیچے سے اوپر لے آؤ ...... تو عطاء من عند اللہ ہو جائے گا۔

حصول علم کا مقصد علم کو پھیلانا ہے

ایک مدرسہ میں بخاری شریف کے ختم کے موقع پر حضرت مولانا یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''بھائیو! آپ نے بخاری ختم کی، علم حاصل ہوا۔ اب اس علم پر تین مقصدوں کے لئے محنت ضروری ہے۔ اس علم کے مطابق اپنے اندر یقین، اس علم کے مطابق عمل اور اس علم و عمل کو عالم میں پھیلانا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے علم پر تینوں پہلوؤں پر ابتداء میں محنت کی گئی ...... تو اس زمانہ کے کائناتی نقشے پر چلنے والا باطل ...... روم و فارس پاش پاش ہو گیا ...... اور آخر میں دجال ...... اپنی ذات سے اتنی بڑی طاقت کا مظاہرہ کرے گا ...... کہ اس کے مقابلہ میں موجودہ طاقتیں کچھ بھی نہیں ...... اس وقت حضرت مہدی زمین سے ...... اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے ...... آئیں گے اور من و عن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق ...... اس علم پر محنت کریں گے ...... اور اس پر اللہ جل جلالہ اس دجالی طاقت کو ہلاک کر دے گا ......

اور جب پہلے یہ ہو چکا ہے ...... اور آخر میں بھی ہو گا ...... تو پھر یہ وسوسہ کیوں ہو ...... کہ درمیان میں کیسے ہو گا؟ آج بھی وہ سب کچھ ہو سکتا ہے۔

حصولِ علم کے ساتھ ساتھ استاد کی دعائیں بھی لو!

ارشاد فرمایا: اگر طالب علم اپنا یہ مشن بنالے...... کہ اس نے علم حاصل کرنا ہے...... ب کے ساتھ اور دعائیں لینی ہیں...... اور ادب کا مظاہرہ کرنا ہے...... تو اس کے لئے حصول علم بہت آسان ہو جائے گا۔

حضرت مولانا نور بخش پونٹوی رحمۃ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ تعالیٰ کے شاگرد رشید تھے...... آپ شیخ الہند رحمۃ اللہ تعالیٰ کا اتنا ادب کرتے تھے ...... کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ تعالیٰ نے جس راستے سے آنا ہوتا تھا...... اس راستے میں اپنی پگڑی سے جھاڑو دیتے تھے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ایک دن دیکھا تو دعا دی...... آپ کو یہ دعا ایسی لگی کہ آپ امام النحو بن گئے...... حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تعلیم میں ایسی تاثیر تھی...... کہ آپ کا کوئی ایک بھی شاگرد نہیں تھا...... کہ جس نے بے کار زندگی گزاری ہو...... اور اس نے دین کی خدمت نہ کی ہو۔

سال پہلے کے ایک لاکھ روپے واپس کر دیئے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ایک شخص نے بیعت کی جو حکومت کے کسی بڑے عہدے پر تعینات تھا۔ کچھ عرصے کے بعد اس نے ایک لاکھ روپیہ ہدیہ منی آرڈر کے ذریعے بھیجا...... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے واپس بھیج دیا...... ان صاحب کو ہرگز ہرگز یہ توقع نہ تھی...... انہوں نے خط میں لکھا کہ میں نے ایک لاکھ روپے بھیجے...... جو آپ نے واپس کر دیئے...... آپ کو مجھ جیسا کوئی مرید نہ ملے گا...... حضرت نے جواب میں لکھا کہ میں نے پیسے واپس بھیج دیئے ہیں...... آپ کو بھی مجھ جیسا کوئی پیر نہیں ملے گا...... جو ایک لاکھ روپے کو ٹھوکر مار دے۔ انہی سلف صالحین کی شان تھی کہ دنیا ذلیل ہو کر ان کے قدموں میں جگہ ڈھونڈتی تھی۔

امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ کی بصیرت

امت مرحومہ میں اس پایہ کے لاکھوں......اولیاء اللہ گزرے ہیں......جن کو حقائق اشیاء اور اسرار کائنات کا علم دیا گیا......ان برگزیدہ ہستیوں میں......جنہیں مقام قرب میں جگہ دی گئی......امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ کی شخصیت ایسی زبردست ہے......جن کی ذات میں مقام ولایت کے ساتھ ساتھ......تعبیر خواب کا غیر معمولی جوہر بھی ودیعت تھا۔

محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ حضور کونین مرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تسلیماً کثیراً کے خادم جناب انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے......آپ کی والدہ صفیہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لونڈی تھیں......آپ کی کنیت ابو بکر تھی...... مدت سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پرائیویٹ سیکرٹری کی حیثیت سے......نہایت دقیع خدمات انجام دیتے رہے......آپ کا مولد ومنشاء جرجرایا تھا...... جو بصرہ کے مضافات میں ہے...... وطن مالوف کو چھوڑ کر بصرہ میں اقامت گزیں ہوئے......آپ کے عہد حیات میں اسلامی دنیا کا یہ معمول تھا......کہ اگر کوئی شخص ایسا خواب دیکھتا کہ علماء وصلحاء وقت اس کی تعبیر سے قاصر رہتے......تو انجام کار آپ کی طرف رجوع کرتے......آپ اس کی جو تعبیر دیتے......اسی صائب اور اٹل ہوتی......کہ اس کا اثر ظاہر ہونے پر بڑے بڑے آئمہ وقت بھی......آپ کے نور فراست کی داد دیتے تھے۔

آپ کو تعبیر دانی میں جو کمال حاصل تھا......اس واقعہ سے اس کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے......ایک دفعہ آپ کے پاس ایک شخص آیا......اس نے اپنا جواب بیان کیا......کہ میں نے دیکھا کہ میری آستین میں بہت سے چڑیاں ہیں......اور میں ایک ایک کو نکال کر ذبح کرتا ہوں......اور کلمہ شہادت پڑھتا ہوں......اور کنویں میں ڈالتا جاتا ہوں۔

آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا گھر کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا فلاں محلہ اور فلاں کوچہ میں رہتا ہوں۔آپ نے فرمایا ایک گھنٹہ بیٹھ، یہاں تک میں جلد واپس آؤں۔ پھر آپ

اٹھے اور بادشاہِ وقت کے پاس گئے اور اس کو سب حال بتایا کہ ایک شخص لوگوں کے ایذاء کے درپے ہے۔ پھر آپ بادشاہ کے سپاہیوں کو اس کے گھر لائے اور تلاشی لی۔ دیکھا کہ پچاس کے قریب آدمیوں کو مار کر کنویں میں ڈالے ہوئے ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ شخص لوگوں کو حیلہ سے گھر لے جاتا اور ان کا مال لے کر گھر میں کنویں کے اندر مار کر ڈال دیتا۔ بادشاہ نے اس کو قصاص میں مارنے کا حکم دیا۔ لوگ اس خواب کی تعبیر سے نہایت متعجب ہوئے۔

آپ بڑے زاہد و متقی انتہا درجہ کے پرہیز گار مشہور تھے...... آپ کو قدرت کی طرف سے حسن اخلاق خوش معاملگی...... اور انکسار و فروتنی کی نعمت بدرجہ اتم ملی ہوئی تھی...... اور خشیت الٰہی کی بدولت...... آپ پر یہ حالت طاری رہتی تھی...... کہ آپ کو دیکھ کر خدا یاد آتا تھا...... آپ کے سامنے جب موت کا ذکر آتا...... تو آپ کے اعضاء جوارح بے حس اور مردہ ہو جاتے......

ابن عون رحمۃ اللہ کا بیان ہے کہ...... ان حضرت کی مانند میں نے دنیا میں کوئی نہیں پایا ...... عراق میں ابن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ...... حجاز میں قاسم بن محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ...... اور شام میں رجاء بن حیوٰۃ رحمۃ اللہ...... اور پھر ان تینوں میں...... ابن سیرین رحمۃ اللہ بالکل بے عدیل تھے۔

جن ایام میں آپ کا آفتاب حیات لب بام تھا...... آپ کائنات کی ہر چیز سے منقطع ہو کر ...... ہمہ تن ذکر و عبادت...... تلاوت قرآن پاک...... ریاضت و مجاہدہ میں مستغرق ہو گئے۔ اسی عزت گزینی کے ایام میں ایک مرتبہ آپ کا مزاج اعتدال سے بہت زیادہ منحرف ہو گیا۔ آخر ۹ شوال ۱۱۰ھ کے دن یہ آفتاب علم و عمل دنیا کے افق سے غروب ہو گیا۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے سبزہ نورسہ اس گھر کی نگہبانی کرے

شاگرد کا استاد کی جگہ بیٹھنا بے ادبی ہے

خلاصۃ الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ شاگرد پر لازم ہے کہ مجلس میں استاد سے پہلے کلام نہ شروع کرے اور استاد کی جگہ نہ بیٹھے اگرچہ استاد وہاں موجود نہ ہو۔ علماء نے فرمایا ہے کہ اس طرح ہر عالم کا ادب ہر آدمی پر واجب ہے جو احکام دین سے واقف نہ ہو۔ (خلاصہ ص ۳۲۷)

مولانا گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بصیرت

جس زمانہ میں سرسید نے علی گڑھ میں کالج کی بنیاد رکھی...... تو اپنے ایک ساتھی کو مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس یہ کہہ کر بھیجا...... کہ میں نے ایک کالج کی بنیاد انگریزی تعلیم کے لئے رکھی ہے...... اس میں اگر آپ شرکت فرمائیں...... تو جلد کامیابی حاصل ہوجائے گی...... چنانچہ وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے...... اور سرسید کا پیغام عرض کیا ...... حضرت نے فرمایا: میری تو ساری عمر...... قال اللہ وقال رسول اللہ ﷺ...... میں گذری ہے...... مجھے ان چیزوں میں زیادہ تجربہ نہیں ہے...... ہاں البتہ مولانا محمد قاسم کو ان میں زیادہ بصیرت ہے...... ان سے بیان کیجئے۔ وہ اگر شرکت قبول فرمالیں گے...... تو ہم ان کے ساتھ ہیں...... یہ بات ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ مولانا وہاں تشریف لے آئے...... اب سرسید کے ساتھی نے یہ پیغام سنایا تو فرمایا:

پیر جی صاحب! تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں...... ایک وہ کہ جس کی نیت تو اچھی ہے ...... مگر عقل نہیں۔ دوسرے وہ کہ اس میں عقل ہے...... مگر نیت اچھی نہیں ہے۔ اور تیسرا وہ کہ جس کی نہ نیت اچھی ہے...... اور نہ عقل رکھتا ہے۔ تو میں یہ تو نہیں کہہ سکتا...... کہ سرسید کی نیت اچھی نہیں ہے...... لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ ان کو عقل کافی نہیں ہے...... اس لئے کہ وہ جس زینہ سے مسلمانوں کو معراج ترقی پر لے جانا چاہتا ہے...... وہی ان کا تنزل ہوگا...... اور وہی تباہی وبربادی کا سبب بنے گا۔

اس پر پیر جی نے عرض کیا کہ...... جس چیز کی کمی حضرت نے سرسید میں فرمائی ہے...... اس کو پورا کرنے کے لیے...... تو آپ کی شرکت کی ضرورت ہے...... تاکہ یہ کمی پوری ہو کر کام انجام کو پہنچ جائے...... اس پر حضرت نے فرمایا: جی ہاں یہ تو صحیح ہے...... لیکن جس قسم کا بانی کسی چیز کی بنیاد رکھتا ہے...... تو اس کے جذبات اور نیت کے آثار بھی...... اس چیز میں پیوست ہوجاتے ہیں...... اس سے الگ نہیں ہوتے...... اور اس شخص سے تعلق رہتے ہوئے اس بناء کی

اصلاح...... صرف مشکل ہی نہیں بلکہ عادۃً محال ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے...... جیسے ایک تلخ درخت بویا جائے...... اور ایک بزرگ کو شربت کا مٹکا دے کر کہا جائے...... کہ اس کو اس شربت سے سینچا کرو...... مگر جس وقت وہ درخت برگ و پھول لائے گا...... تو وہ سب تلخ ہوں گے...... اس طرح یہاں بھی کسی عالم اور بزرگ کو شریک کر کے...... اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے...... تب بھی یہ کمی پوری ہو نہیں سکتی...... یہ ممکن ہے کہ خود شرکت کرنے والے میں...... اس کے الٹے آثار پیدا ہو جائیں۔

پھر یہ بھی ہوا کہ تحریک خلافت کے زمانہ میں...... جب یہ لوگ علی گڑھ کالج کو ختم کرنے اور بند کرنے کے ارادہ سے...... علی گڑھ پہنچے...... اور وہاں جلسہ کیا تو یہی کہا...... کہ یہ سب نقصانات اس کالج...... اور اس کی تعلیمات کی بدولت مسلمانوں کو ہوئے ہیں...... اس نے ہندوستان میں انگریزیت...... عیسائیت اور دہریت پھیلائی ہے...... اور یہ کہنے والے وہ بڑے بڑے مسلمان لیڈر تھے...... جو اسی کالج کے تعلیم یافتہ تھے...... غرض مولانا نے پچاس سال پہلے جو فرمایا تھا...... وہ حرف بحرف ثابت ہو کر رہا۔

علم کا چلتا پھرتا کتب خانہ

آپ علم دین کا چلتا پھرتا کتب خانہ تھے...... تمام علوم منقولات و معقولات میں کامل مہارت رکھتے تھے...... عجب قوت حافظہ رکھتے تھے...... ایک مرتبہ جو دیکھ لیا اور سن لیا...... وہ ذہن سے مٹتا نہیں تھا...... تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ...... جو بھی دیکھتا تو پہلی نظر میں یہ جان لیتا...... کہ کوئی نیک بندہ ہے......

درس حدیث پاک کے وقت...... صحاح ستہ اور چند اور احادیث کی کتابیں حضرت کے سامنے رہتی تھیں...... اب کسی مسئلہ میں بحث کرتے ہوئے کسی حدیث کا حوالہ دینا ہوتا...... تو صرف زبانی حوالہ پر اکتفا نہیں کرتے تھے...... بلکہ تقریر کے دوران ہی بے تکلف اسی کتاب پر

ہاتھ جاتا تھا...... اور...... حسبنا اللہ ونعم الوکیل ...... کہتے ہوئے ایک خاص انداز میں کتاب کھولتے تھے...... کہ کبھی تو وہی صفحہ کھلتا تھا کہ جس پر وہ حدیث پاک ہوتی تھی...... ورنہ دو چار ورق الٹنے کے بعد وہ سامنے ہوتی تھی۔

کتب خانہ بھی مغفرت اور نجات کا ذریعہ بن جائے گا

علی بن عیسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی روایت ہے: کہتے ہیں کہ میں ایک بار ایسے وقت میں...... امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا...... کہ مجھے گمان تھا کہ وہ آرام گاہ میں ہوں گے...... اور ملاقات نہ ہو سکے گی...... میں نے اطلاع کرائی تو فوراً اندر بلالیا...... میں نے دیکھا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ ایک علیحدہ کمرے میں لنگی باندھے ہوئے بیٹھے ہیں...... اور ان کے گرد کتابوں کا انبار ہے...... میں نے کہا کہ میں تو سمجھ رہا تھا...... کہ ملاقات نہ ہو سکے گی۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کمرے کے چاروں طرف یہ جو الماریاں ہیں...... ان میں کتابوں اور کاغذات کے بہت سے پوٹ رکھے ہوئے ہیں...... یہ تمام فیصلوں کی نظیریں ہیں...... قیامت کے دن جب مجھ سے باز پرس ہوگی...... کہ تم نے فیصلے کس طرح کئے...... تو خدا کے حضور اس کے جواب میں یہی پیش کردوں گا۔

امیروں کی بریانی اور فقیروں کی دال

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ریاست بہاولپور میں بہت زیادہ مشاہرہ پر کام کر رہے تھے۔ حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ بانی جامعہ اشرفیہ نے خط لکھا کہ حضرت! آپ امیروں کی بریانی تو کھاتے رہتے ہیں، ہم فقیروں کی دال بھی قبول فرمائیں۔ حضرت کاندھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی تفصیل معلوم کئے وہاں استعفیٰ پیش کیا اور بقیہ زندگی جامعہ اشرفیہ میں دینی خدمت کرتے کرتے گزار دی۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کو لکھا:

آپ فرض کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟......اور فرض کا فرض کیا ہے؟......اور وہ کیا چیز ہے، جس سے فرض کی تکمیل ہوتی ہے؟......اور وہ کون سی نماز ہے، جو فرض نہیں؟......اور وہ نماز کون سی ہے، جس کو چھوڑنا فرض ہے؟......اور وہ نماز کون سی ہے، جو زمین و آسمان کے درمیان ہے؟ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں لکھا:

فرض کے بارے میں قائل کا کہنا ہے کہ وہ پنج وقتہ نمازیں ہیں......اور فرض کا فرض وضوء ہے......اور وہ چیز جس سے فرض کی تکمیل ہوتی ہے......وہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا اور وہ نماز جو فرض نہیں......وہ ہے بچہ کی نماز......بالغ ہونے سے پہلے......اور وہ نماز جس کا چھوڑنا فرض ہے......وہ ہے نشہ میں مست آدمی کی نماز......اور وہ نماز جو زمین اور آسمان کے درمیان ہے......وہ ہے سلیمان علیہ السلام کی نماز......اور وہ نماز جو زمین اور آسمان پر ہے......وہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز......معراج کی رات۔

سخاوت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سخاوت

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک دن مصر میں لوہاروں کے بازار سے گھوڑے پر سوار گزر رہے تھے کہ اچانک چابک گر پڑا۔ ایک شخص نے دوڑ کر امام موصوف کا چابک اٹھایا اور اسے صاف کر کے پیش کیا۔

آپ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ اس وقت تمہاری جیب میں کتنی رقم ہے۔ اس نے عرض کیا دس دینار۔ آپ نے فرمایا اس شخص کو انعام کے طور پر دے دو۔ پھر آپ اس شخص سے معذرت فرماتے ہوئے تشریف لے گئے۔ (مستطرف ص ۱۹۲)

گئے تو کنگال، آئے تو مالا مال

حضرت نضر بن شمیل (متوفی سن ۲۰۳ھ) حدیث وفقہ، نحو وشعر وغیرہ علوم وفنون کے مانے ہوئے استاد وقت تھے...... لیکن بہت ہی سادہ مزاج تھے...... ایک مرتبہ مدت کا بوسیدہ، میلا کچیلا لباس پہنے ہوئے ...... بے دھڑک خلیفہ بغداد مامون رشید کے دربار شاہی میں داخل ہوگئے...... مامون نے پہلے تو ان کے لباس پر اظہار حیرت کرتے ہوئے...... انہیں ٹوکا لیکن پھر ایک استاد حدیث کی صحبت کو غنیمت جان کر...... علم حدیث کا تذکرہ شروع کردیا...... اور اپنی سند سے ایک حدیث سنائی...... مگر ''سداد'' کے لفظ کو جو اس حدیث میں تھا...... ''سداد'' زبر کے ساتھ پڑھ دیا۔

حضرت نضر بن شمیل نے مامون رشید کو اس کی غلطی پر متنبہ کرنے کے لئے اپنی سند سے اس حدیث کو پڑھا...... اور...... سداد...... کو زیر کے ساتھ پڑھا...... مامون دفعتاً چونکا...... اور سنبھل کر بیٹھ گیا...... اور حضرت نضر بن شمیل سے سوال کیا...... کہ کیا سداد زبر کے ساتھ غلط ہے؟ حضرت نضر بن شمیل نے فرمایا کہ جی ہاں! آپ کے استاد ہشیم نے آپ کو غلط بتایا...... مامون نے کہا کیا سِداد...... اور...... سَداد...... ان دونوں لفظوں کے معنی میں کچھ فرق ہے؟ حضرت نضر نے فرمایا:

جی ہاں! سداد زبر کے ساتھ...... سیدھا راستہ چلنے کے معنی میں ہے اور سداد زیر کے ساتھ...... رکاوٹ ڈالنے والی چیز کو کہتے ہیں۔

مامون نے کہا کہ اس کی کوئی سند بھی آپ پیش کرسکتے ہیں؟ حضرت نضر نے فوراً عربی کا شعر پڑھ دیا:

اضاعونی وای فتی اضاعوا
لیوم کریهه وسداد ثغر

اور فرمایا کہ امیر المومنین! آپ ملاحظہ فرمایئے...... کہ اس شعر میں سداد کا لفظ آیا ہے...... جو سرحد پر دشمن کو روکنے والی چیز کے معنی میں ہے۔

مامون اپنی غلطی پر شرمندہ ہوگیا اور کہا کہ خدا اس کا برا کرے...... جس کو فن ادب نہیں آتا...... پھر مامون نے حضرت نضر سے مختلف مضامین کے اشعار سنے...... اور رخصت ہونے کے وقت...... اپنے وزیر اعظم فضل بن سہل کو رقعہ لکھ دیا...... کہ پچاس ہزار درہم حضرت نضر کو عطاء کئے جائیں...... حضرت نضر یہ فرمان شاہی لے کر فضل کے پاس گئے...... اس نے رقعہ دیکھ کر پوچھا...... کہ آپ نے امیر المومنین کی غلطی ثابت کی؟

حضرت نضر نے فرمایا کہ غلطی تو ہشیم نے کی...... امیر المومنین پر کیا الزام ہے......؟ فضل نے یہ سن کر تیس ہزار درہم اپنی طرف سے مزید نذر کئے۔ اس طرح صرف ایک غلطی بتانے پر حضرت نضر بن شمیل کو اسی ہزار درہم ملے۔ (تاریخ الخلفاء سیوطی المومن جلد ۲ ص ۱۴۲)

علامہ اقبال کی علامہ کشمیری کے علم کی وسعت پر حیرانی

علامہ اقبال جو فلسفہ میں اپنا جواب نہیں رکھتے...... وہ فرماتے ہیں کہ میں تو مولانا انور شاہ صاحب کا رسالہ پڑھ کر دنگ رہ گیا ہوں کہ رات دن...... **قال اللہ قال الرسول اللہ** ﷺ...... سے واسطہ رکھنے کے باوجود...... فلسفہ میں بھی ان کو اس درجہ درک وبصیرت...... اور اس کے مسائل پر اس قدر گہری نگاہ ہے کہ "حدوث عالم" پر انہوں نے جو کچھ لکھ دیا ہے...... تو حق یہ ہے کہ آج یورپ کا بڑے سے بڑا فلسفی بھی اس مسئلہ پر اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتا۔ آپ ۱۹۳۳ء میں لاہور کے جلسہ تعزیت میں یہ بھی فرماتے ہیں:

اسلام کی پانچ سو سال کی تاریخ علامہ انور شاہ کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھ سے اگر مصر وشام کا کوئی شخص پوچھے:

کیا تم نے حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ تقی الدین اور سلطان العلماء حضرت شیخ عزیز الدین بن عبد السلام کو دیکھا ہے؟ تو میں کہہ سکتا تھا کہ ہاں دیکھا ہے۔ کیونکہ صرف زمانہ کا تقدم وتاخر ہے...... ورنہ اگر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ

بھی چھٹی یا ساتویں صدی میں ہوتے تو اسی طرح آپ کے مناقب ومحامد بھی تاریخ کے اوراق کا گراں قدر سرمایہ ہوتے۔ میں محسوس کررہا ہوں کہ حافظ ابن حجر، شیخ تقی الدین اور سلطان العلماء کا انتقال آج ہو رہا ہے۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کے استاد تھے لیکن پھر بھی مشکل مسائل حل کرنے کے لئے آپ کی رائے دریافت کرتے تھے۔ مولانا اصغر حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے جب کبھی کسی مسئلہ میں دشواری پیش آتی...... تو دار العلوم کے کتب خانہ کی طرف رجوع کرتا...... پھر اگر کوئی چیز مل جاتی تو فبہا...... ورنہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ سے رجوع کرتا...... اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ جو جواب دیتے اسے آخری اور تحقیقی پاتا...... اور اگر آپ نے کبھی یہ فرمایا کہ...... میں نے کتابوں میں یہ مسئلہ نہیں دیکھا تو مجھے یقین ہو جاتا کہ اب یہ مسئلہ کہیں نہیں ملے گا...... اور تحقیق کے بعد ایسا ہی ثابت ہوتا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انور شاہ کا وجود اسلام کی حقانیت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

شاہ صاحب کی مثال اس سمندر کی مانند ہے...... جس کی سطح تو اوپر سے ساکت وساکن ہو...... لیکن جس کی گہرائیوں میں گراں قدر اور گراں بہا موتی بھرے ہوئے ہوں۔ علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ نہ تو ہم نے شاہ صاحب جیسی عظیم وبے بدل ہستی کو اپنی نظر سے دیکھا ہے...... اور نہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے خود اپنا ہی نظیر دیکھا...... مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کا یہ قول نقل فرماتے تھے کہ جب میں کسی کتاب کو جلدی دیکھتا ہوں...... اور اس کے مباحث محفوظ رکھنے کا ارادہ نہیں ہوتا...... تو میرے حافظہ میں ان کے مباحث پندرہ سال تک باقی رہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ کی علمی مجلسیں

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ کے پاس حدیث کا علم سیکھنے کے لئے اتنا بڑا مجمع

ہوتا تھا کہ ایک دفعہ دواتوں کی تعداد کو گنا گیا تو وہ چالیس ہزار نکلیں۔اس دور میں لاؤڈ اسپیکر تو ہوتے نہیں تھے۔وہ حدیث سناتے تو بعض لوگ نماز کے مکبر کی مانند ان کے الفاظ کو اونچی آواز سے دہرا دیتے۔تاکہ پورے مجمع تک آواز پہنچ جائے۔ان مکبر حضرات کی تعداد ۱۲۰۰ ہوا کرتی تھی۔پورا مجمع کتنا بڑا ہوگا؟ اتنے بڑے بڑے مجمع کے اندر بیٹھ کر حدیث کا علم پڑھایا۔

مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا تواضع

مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ میں یہ صفت نمایاں تھی کہ جہاں اپنی غلطی کا احساس ہوتا تو فراخ دلی سے اس کو قبول کر لیتے تھے۔اگر کسی مقام پر شرح صدر نہ ہوتا تو فوراً اپنے ماتحت مدرس کے پاس کتاب لئے جاتے اور ان سے فرماتے،مولانا یہ مقام میری سمجھ میں نہیں آیا۔آپ ذرا اس کی تقریر کر دیجئے۔پھر واپس آکر طلباء کے سامنے دہراتے اور فرماتے کہ مولانا نے اس مقام کی یہ تقریر کی ہے۔

اس طرح اگر کوئی طالب علم بھی کسی مقام کی مولانا کی تقریر سے ہٹ کر تقریر کرتا اور وہ صحیح ہوتی تو فوراً درس ہی میں رجوع فرما لیتے۔اور صاف کہہ دیتے کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔اور یہ ایک بار ہی نہیں بلکہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد جوش اٹھتا تو فرماتے ہاں،واقعی مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی فراست

چند لڑکے گیند کھیل رہے تھے۔اتفاق سے ایک بار ان کی گیند حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کے آگے مجمع میں آکر گری۔کسی لڑکے کی یہ ہمت نہ پڑی کہ گیند وہاں سے اٹھا لائے۔ایک لڑکے نے ان لڑکوں سے کہا کہ اگر کہو تو میں گیند اٹھا لاؤں۔

پھر انتہائی گستاخی کے ساتھ گیا اور وہ گیند جا کر اٹھا لایا۔حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا حلالی نہیں ہے۔لوگوں نے دریافت کیا تو واقعی وہ لڑکا ویسا ہی

نکلا۔ جیسا کہ حضرت امام نے فرمایا تھا۔ لوگوں نے پوچھا: حضور آپ نے یہ کیسے جان لیا کہ وہ لڑکا حلالی نہیں ہے؟ فرمایا: اگر وہ حلالی ہوتا تو حیاء اسے مانع ہوتی۔

رحمتوں کے جھرمٹ میں رحمت سے محرومی

مولانا ذوالفقار نقشبندی صاحب مدظلہ عالی نے فرمایا:

یہ بات بڑے افسوس سے کہہ رہا ہوں کہ ایک قاری صاحب اپنے حالات بتاتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ حضرت! جب میں بچوں کو پڑھا رہا ہوتا ہوں......تو عین سبق سننے کی حالت میں میری شہوت بھری نظر......ایک بچے پر پڑ رہی تھی......آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ جہاں قرآن پڑھا جائے......وہاں رحمت اترتی ہے......اب وہ بندہ جس نے فجر سے پہلے کلاس لینی شروع کی......اور پھر فجر کے بعد سے لے کر عشاء تک مختلف وقفوں سے بچوں کو اللہ کا قرآن پڑھایا......خود بھی پڑھا......بچوں سے بھی سنا......اور ایک وقت میں درجنوں بچوں کی قرآن پڑھنے کی آواز......اس کے کانوں میں جاتی رہی......تو وہ تو دن کے بارہ چودہ گھنٹے......اللہ کی رحمتوں کے جھرمٹ میں بیٹھا رہا......ایسے بندے کا دل تو بالکل ڈھل جانا چاہیے تھا......اس پر نفس وشیطان نے غلبہ کیوں کیا......؟ اور اس پر قرآن مجید کی تلاوت کا اثر کیوں نہ ہوا......؟

ہمارے مشائخ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت اللہ کی رحمتوں کے اترنے میں تو کوئی شک ہی نہیں......مگر اس کا دل ان رحمتوں کو جذب نہیں کر رہا ہوتا۔ ایک مثال سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجائے گی۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اگر آپ اس کو پہلے دن بھینس کا دودھ پلا دیں......تو اس کا معدہ اسے برداشت نہیں کر سکتا......اس کا پیٹ خراب ہو جائے گا......اور اسے اسہال کی تکلیف ہو جائے گی......اس لئے بچے کو یا تو ماں کا دودھ پلایا جائے......یا بکری کا دودھ پلایا جائے......چونکہ بکری کا دودھ بہت ہلکا اور پتلا ہوتا ہے......اس لئے بچہ اسے برداشت کر لے گا......اور جوان ہو کر بھینس کا ایک کلو دودھ بھی

برداشت کرلے گا۔

کیا مطلب؟ مطلب یہ ہے کہ شروع میں اس کی استعداد کمزور تھی......اس لئے اسے کسی ہلکی پھلکی چیز کی ضرورت تھی...... جب ہلکی غذا ملتی رہی......اور وہ پرورش پاتا رہا......تو پھر اس کے اندر استعداد بڑھتی گئی...... حتیٰ کہ گائے کا دودھ جذب کرنے کی......اس کے اندر صلاحیت پیدا ہوگئی......پھر جب بڑھتے بڑھتے وہ جوان ہوگیا......تو اب اس کے اندر بھینس کا دودھ برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگئی...... بالکل اسی طرح قرآن مجید کے انوارات ثقیل ہیں۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

انا سنلقی علیک قولاً ثقیلاً (المزمل ۵)

ہم عنقریب آپ پر ایک بھاری بات نازل کریں گے۔

اس لئے اس کے انوارات کو برداشت کرلینا ہر بندے کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ کے انوارات بہت لطیف ہوتے ہیں......لہٰذا جو بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے......اس کا قلب گناہوں کی میل کی وجہ سے...... جتنا بھی گندہ ہو ذکر کے انوارات کو قبول کرلیتا ہے......اس ذکر اللہ سے اس کے قلب کی نورانیت بڑھتی رہتی ہے......حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس کا قلب......لا الہ الا اللہ......کے انوارات قبول کرنے کے قابل ہوجاتا ہے......لا الہ الا اللہ......کا ذکر کرتے کرتے انسان کی ایک ایسی کیفیت بن جاتی ہے......کہ جب وہ قرآن مجید کے انوارات سے بھی فیض پانا شروع کردیتا ہے۔اب اس کے قلب کی روحانیت اتنی بن چکی ہوتی ہے کہ یہ قرآن سن کر پھڑک اٹھتا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی بینائی لوٹ آئی

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی آنکھیں بچپن میں جاتی رہیں۔آپ کی والدہ کو اس کا بڑا صدمہ ہوا۔ایک روز امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی والدہ نے رات کو خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔آپ نے فرمایا: جاؤ! تمہاری دعائیں سنی گئیں۔اور اللہ نے تمہارے بیٹے کو

آنکھیں عطا فرمادی ہیں۔ چنانچہ صبح ہوئی تو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ کی آنکھیں بالکل ٹھیک تھیں۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۵۶۴)

علم کے شہر کا دروازہ

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ تورات کا ایک بہت بڑا عالم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور اس نے آپ کے سامنے اپنے چند سوال پیش کئے اور کہا کہ آپ مجھے ان سوالوں کے فوری طور پر جواب دیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا کہ تم سوال کرو۔

اس نے کہا: آپ یہ بتائیں:

وہ کون سا مرد ہے...... جس کی نہ والدہ ہے اور نہ والد ہے؟

وہ کون سا مرد ہے...... جس کی والدہ تو ہے...... مگر والد نہیں ہے؟

اور وہ پتھر کون سا ہے...... جس سے ایک جانور کی ولادت ہوئی ہے؟

اور وہ کون سی عورت ہے...... جس نے ایک ہی دن میں صرف تین پہروں میں ایک بچہ جنم دیا؟

اور کون سے وہ دوست ہیں...... جو کبھی بھی آپس میں دشمن نہیں بنیں گے؟

اور وہ کون سے دو دشمن ہیں...... جو کبھی دوست نہیں بنیں گے۔

اس عالم کے سوالات ختم ہوتے ہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا کہ تمہارے سوالوں کے جوابات یہ ہیں:

وہ مرد جس کی نہ والدہ ہے اور نہ والد...... وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں......

اور وہ عورت جس کی نہ والدہ ہے اور نہ ہی والد وہ حضرت بی بی حوا علیہا السلام ہیں۔

جس پتھر کے بارے میں تم نے پوچھا ہے...... وہ پتھر وہ ہے...... جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی پیدائش ہوئی تھی......

اور وہ عورت جس نے ایک ہی دن میں تین پہروں میں ایک بچے کو جنم دیا...... وہ

حضرت مریم علیہا السلام ہیں...... جن کو ایک پہر میں حمل ٹھہرا...... اور دوسرے پہر میں زچگی کی درد ہونا شروع ہوئی...... اور تیسرے پہر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت پاک ہوگئی...... اور وہ دوست جو کبھی بھی آپس میں دشمن نہ بنیں گے...... وہ روح اور جسم ہیں......

اور وہ دو دشمن...... جو آپس میں کبھی بھی دوست نہیں بنیں گے...... موت اور زندگی ہیں۔

یہ جوابات سن کر وہ عالم حیرت کے سمندر میں کھو گیا۔ اور کہنے لگا: اے علی! بلاشبہ آپ نے درست جواب دیئے ہیں اور واقعی آپ علم کے شہر کے دروازے ہیں۔

مدرسہ کے اموال میں احتیاط اکابر سے سیکھو

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے کہ قدوۃ الاتقیاء حضرت مولنا الحاج شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کا یہ مقولہ بہت ہی مشہور تھا اور سنا بھی ہے کہ مجھے مدارس کی سرپرستی سے جتنا ڈر لگتا ہے اتنا کسی سے نہیں لگتا۔

اگر کوئی شخص کسی کے ہاں ملازم ہو...... وہ مالک کے کام میں کچھ کوتاہی کرے...... خیانت کرے...... کسی قسم کا نقصان پہنچائے...... ملازمت سے علیحدہ ہوتے وقت...... یا مرتے وقت مالک سے معاف کروالے...... تو معاف ہوسکتا ہے۔

لیکن مدرسوں کا روپیہ...... جو عام غربا اور مزدوروں کے دو دو پیسے ایک ایک آنے کا چندہ ہوتا ہے...... ہم سب سرپرستان مدرسہ اس کے مالک تو ہیں نہیں...... امین ہیں...... اگر اس مال کے اندر افراط و تفریط ہو...... تو ہم لوگوں کے معاف کرنے سے معاف تو نہیں ہوسکتا...... اس لئے کہ دوسرے کے مال میں ہمیں معافی کا کیا حق ہے؟

اتنا ضرور ہے کہ ہم اگر بمصالح مدرسہ...... چشم پوشی کریں...... تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے قوی امید ہے...... کہ وہ ہم سے درگزر فرمالے...... لیکن اگر اپنے ذاتی تعلقات سے ہم لوگ تسامح کریں...... تو ہم بھی جرم کے اندر شریک ہیں...... لیکن جرم کرنے والے سے کسی حال میں بھی معاف نہیں ہوسکتا...... کیونکہ حقوق العباد ہے...... جن کا مال ہے وہ اتنے کثیر کہ ان

سے معاف نہیں کرایا جا سکتا۔

شیخ مصلح الدین کی دنیا والوں سے بے رغبتی

شیخ مصلح الدین مصطفیٰ بن احمد نویں صدی ہجری کے حنفی عالم اور علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے...... گوشہ نشینی اختیار کی ہوئی تھی...... انکے دروازہ پر امراء واکابر کا ہجوم لگا رہتا تھا...... صرف ایک وقت مقررہ پر باہر تشریف لاتے تھے...... ان کو امراء کی نسبت فقراء کی صحبت زیادہ پسند تھی...... امرا کو بھی تھوڑا سا وقت دیتے تھے...... مگر زیادہ تر فقرا کے لئے وقف تھا...... ارباب دنیا سے دور ہی رہنا بہتر سمجھتے تھے...... ترکیہ کے سلطان بایزید خان نے ملاقات کی خواہش ظاہر کی...... انہوں نے یہ درخواست منظور نہ کی...... جس سے سلطان کی حسرت دل ہی دل میں رہ گئی۔ سلطان بھی صاحب فہم تھا۔ وہ جان گیا کہ اس میں ضرور کوئی مصلحت ہوگی...... اس لئے اس نے شرف ملاقات کے لئے اصرار کرنا ادب کے خلاف سمجھا...... جس وقت ان کا انتقال ہوا تو سلطان بایزید خان خود ان کے جنازہ میں شریک ہوا...... اور چہرہ سے کفن اٹھا کر ان کی زیارت کا شوق پورا کیا۔

اربابِ دنیا سے اہل اللہ کی یہ بے نیازی صرف اس لئے ہوتی ہے کہ یہ ان لوگوں کے سامنے بھی اپنی دنیوی اغراض پیش کر کے ان کی پریشانی کا موجب بنتے ہیں۔ ان سے اپنی اصلاح کرانے یا دین سیکھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

ڈیوٹی

ہمارے شیخ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب جنہوں نے پینتالیس برس تک دار العلوم دیوبند میں تعلیم دی ان کی بیوی فوت ہوگئی۔ عصر کے وقت دفن کرآئے۔ مولانا مغرب کے بعد شمائل شریف کا درس دیتے تھے۔ کتاب بغل میں لی اور درس گاہ میں پہنچ گئے۔ لوگوں نے کافی

کہا سنا حتیٰ کہ منت خوشامد بھی کی۔ مگر آپ نے فرمایا میں تو اپنی ڈیوٹی ادا کروں گا۔ حدیث کی تعلیم سے بڑھ کر کونسا کام ہوسکتا ہے۔

مدرسہ چلانے والے مہتممین کے لئے واقعہ نصیحت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہونے سے پہلے بڑے مالدار تاجر تھے۔ جب اسلام قبول کیا تو سب مال واسباب اسلام کی سربلندی کے لئے راہ خدا میں صرف کر دیا۔ خلیفہ مقرر ہونے سے پہلے آپ تجارت کر کے گزارہ کرتے تھے۔ لیکن چونکہ خلافت کے ساتھ ساتھ کاروبار جاری رکھنا ممکن نہ تھا اس لئے ان کے گزارہ کے لئے بیت المال سے اس قدر رقم مقرر کی گئی جو معمولی گزارے کے لیے ہی کافی ہوسکتی تھی۔

ایک دن آپ کی اہلیہ محترمہ نے خواہش ظاہر کی کہ کوئی میٹھی چیز کھانے کو جی چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اتنے پیسے کہاں ہیں؟ آپ کی اہلیہ روزانہ کے خرچ میں سے تھوڑا تھوڑا بچاتی رہیں تاکہ میٹھا پکا سکیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن گھر آئے تو آپ کی اہلیہ نے کھانے کے لئے حلوہ پیش کیا۔ آپ نے پوچھا: حلوہ پکانے کے لئے پیسے کہاں سے آئے؟ عرض کیا: روزانہ کے خرچ میں سے تھوڑے تھوڑے پیسے پس انداز کرتی رہی تھی۔ فرمایا اس سے ثابت ہوگیا ہے کہ ہمیں جو خرچ ملتا ہے اس سے کم میں بھی گزارہ ہوسکتا ہے۔ چنانچہ جتنی رقم اہلیہ نے بچائی تھی اسی حساب سے آپ نے اپنے وظیفہ میں کمی کر دی۔

احترام استاد

محمد بن یوسف صالحی نے لکھا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دل میں استاذ کے احترام اور عظمت شیخ کا یہ عالم تھا کہ جب تک زندہ رہے...... استاد کے گھر کی طرف پاؤں پھیلا کر نہیں سوئے۔ حالانکہ ابوحنیفہ اور ان کی استاد امام حماد کے گھروں کے درمیان فاصلہ

طویل تھا۔ اور درمیان میں تقریباً سات گلیاں پڑتی تھیں۔

حق گوئی و بے باکی اور امام ابو یوسف

امام ابو یوسف سے ایک مرتبہ کسی تقریب میں ہارون الرشید نے کہا کہ امام اعظم ابو حنیفہ کے اوصاف اور اخلاق ومحاسن بیان کیجئے۔ تو امام ابو یوسف نے فرمایا:

کان واللّٰہ شدیدالذب عن حرام اللّٰہ مجانباً لاھل الدنیا، طویل الصمت، دائم الفکر، لم یکن مھذاراً ولاثر ثاراً، ان سئل عن مسئلة کان عندہٗ علم اجاب فیھا! وما علمتہ یا امیر المومنین الا صائنا لنفسہٖ ودینہ لایذکر احداً الاّ بخیر فقال الرشید، ھذہٖ اخلاق الصالحین.

(جہاں تک میں جانتا ہوں ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے اخلاق وعادات یہ تھے کہ) نہایت پرہیزگار تھے۔ منہیات سے بچتے تھے اہل دنیا سے احتراز تھا۔ اکثر خاموش رہتے تھے۔ اور زیادہ تر سوچا کرتے تھے۔ فضول باتیں کرنے اور بے مقصد کی گفتگو اور لایعنی کلام سے نفرت تھی۔ جب کوئی شخص مسئلہ پوچھتا اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہوتا تو جواب دیتے ورنہ خاموش رہتے ہر طرح سے اپنے دین وایمان کو محفوظ رکھتے۔ غیبت سے بچتے تھے۔ جب بھی کسی کا ذکر کرتے بھلائی کے ساتھ کرتے۔ ہارون الرشید نے ابو یوسف کا بیان سنا تو کہنے لگا: صالحین کے اخلاق ایسے ہی ہوتے ہیں۔

ابو حنیفہ کے اخلاص وللّٰہیت، دیانت وتقویٰ، اور اخلاق ومحاسن کی مندرجہ بالا اجمالی تصویر جو قاضی ابو یوسف کی زبانی ہارون الرشید کے دربار میں بیان کی گئی یقیناً بڑے محتاط اور بغیر کسی مبالغہ کے حقیقت پسندانہ اور واقعاتی صورت کا عکس جمیل پیش کیا گیا۔ بھرے دربار میں علماء اور معاصرین کی موجودگی میں جہاں حاسدین ومخالفین انگل رکھنے کی تاک میں ہوں۔ مبالغہ آرائی کا تصور کب کیا جا سکتا تھا۔

یہ ہاتھ کبھی گراں اور کبھی ارزاں کیوں؟

قاضی عبدالوہاب بغدادی بہت ہی ذہین اور حاضر جواب علماء کبار میں سے تھے۔ایک مرتبہ کسی یہودی نے آپ کے سامنے دین اسلام کے قانون پر اعتراض کرتے ہوئے نہایت طنز کے ساتھ یہ شعر پڑھا:

ید بخمس مئین عسجد ودیت ما بالہا قطعت بربع دینار

یعنی اگر کوئی کسی کا ہاتھ کاٹ لے تو اس کی دیت (عضو کا بدلہ) پانچ سو اشرفیاں دینی پڑتی ہیں۔لیکن اگر یہی شخص چوری کر لے تو صرف ایک چوتھائی دینار کی چوری پر اس کا ہاتھ کاٹ لیا جاتا ہے۔

تو کیا معاملہ ہے؟ کہ قانون اسلام میں یہی ہاتھ کبھی اتنا مہنگا سمجھا گیا کہ پانچ سو اشرفی اس کی قیمت ٹھہری اور کبھی اتنا سستا ہو گیا کہ صرف ایک چوتھائی دینار اس کی قیمت رہ گئی۔
یہودی کا یہ طنز آمیز شعر سنتے ہی قاضی عبدالوہاب نے جواب میں فی البدیہہ یہ شعر پڑھ دیا کہ

عز الامانة اغلاها وارخصها!

یعنی ہاتھ جب تک امانت دار تھا...... عزت امانت نے اس کو بیش قیمت بنا رکھا تھا...... لیکن جب چوری کر کے یہ ہاتھ خائن بن گیا...... تو خیانت کی ذلت نے اس کی اس قدر قیمت گھٹا دی...... کہ صرف چوتھائی دینار اس کی قیمت رہ گئی...... یہ ہاتھ کبھی اتنا گراں اور کبھی اتنا ارزاں کیوں ہو جاتا ہے؟ اس میں باری تعالیٰ کی یہی حکمت ہے اس کو خوب ذہن نشین کر لیں۔ (صاوی جلد۲ ص ۲۸۳)

دعا کی قبولیت

خلیفہ ہارون رشید نے ایک روز امام ابو یوسف سے کہا کہ مجھے حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کے لئے لے چلو...... جب خلیفہ اور اور امام ابو یوسف دونوں آپ کے دروازے پر پہنچے...... تو آپ نے اندر آنے کی اجازت نہ دی...... خلیفہ نے آپ کی والدہ صاحبہ سے عرض کیا کہ ہماری باریابی کی سفارش کیجئے...... انہوں نے سفارش کی...... لیکن آپ نے اپنی والدہ کی سفارش کو بھی قبول نہ کیا...... اور فرمایا کہ مجھے ظالموں اور دنیا داروں سے کیا غرض......؟ میں ہرگز ظالم کو نہ دیکھوں گا...... پھر آپ کی والدہ نے کہا:

الٰہی کیا تیرا حکم ہے کہ ماں کے حقوق کو نگاہ میں نہ رکھا جائے...... اور میری رضامندی اس میں ہے کہ خلیفہ کو اندر آنے دیا جائے ...... ورنہ مجھے بھی ایسے لوگوں سے کچھ غرض نہیں...... جو اپنی والدہ کی رضا کے طالب نہیں۔

آپ نے جب اپنی والدہ کے یہ کلمات سنے تو خلیفہ کو اندر آنے کی اجازت دی۔ خلیفہ کچھ دیر آپ کی خدمت میں بیٹھا رہا۔ جب واپس جانے لگا تو ایک اشرفی نذر کی۔ اور عرض کیا یہ حلال ہے، قبول فرمایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

اسے اٹھا لیجئے۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں...... میں نے اپنا مکان حلال روپوں کے عوض میں فروخت کیا ہے...... اور میں اسی روپیہ کو خرچ کرتا ہوں...... اور میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ...... جس وقت یہ روپے خرچ ہو جائیں...... تو مجھے موت دے دے...... تاکہ میں مخلوق کا محتاج نہ ہوں...... مجھے امید ہے کہ حق تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی ہوگی۔

پھر دونوں واپس ہو گئے۔ امام یوسف نے پوچھا کہ آپ کا نفقہ کس قدر رہ گیا ہے۔ فرمایا: دس درہم چاندی کے رہ گئے ہیں۔ اور ایک درہم روزانہ کا خرچ ہے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ امام یوسف محراب میں پیٹھ لگائے بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ آج داؤد طائی نے وفات پائی ہے۔ جب دریافت کیا گیا تو درست نکلا۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے کس طرح جانا؟ ابو

یوسف نے جواب دیا کہ میں نے آپ کے نفقہ کی مقدار سے حساب کیا کہ اب باقی نہیں رہا ہے۔اور یہ کہ آپ کی دعا ضرور قبول ہوگی۔

علم کے درس کی تنخواہ

ایک مرتبہ مولانا مرتضیٰ حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا:
حضرت تنخواہ لینے میں میری طبیعت کو الجھن ہوتی ہے۔یہ تو صاف دین فروشی ہے۔
حکیم الامت نے جواب دیا:
تنخواہ لینی چاہئے کیونکہ اس سے طبیعت پر بوجھ رہے گا کہ کام اچھی طرح کرنا چاہیے۔
مولانا نے عرض کیا:
یہ تو ہوئی مصلحت مگر اس ضرر کا کیا علاج ہے کہ اس میں دین فروشی ہے۔
حکیم الامت نے جواب دیا:
تنخواہ میں دین فروشی ہے یا نہیں اس کی بہترین پہچان یہ ہے کہ اگر کسی جگہ گزارہ کی تنخواہ ملتی ہے مگر دوسری جگہ زیادہ کی صورت نظر آئی مگر دینی خدمت کا موقع زیادہ نہیں تو اگر پہلی جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جائے گا تو دین فروشی ہوگی۔

میرے لئے ضرورت سے زیادہ تنخواہ لینا جائز نہیں

ریاست بہاولپور میں جب جامعہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی تو نواب صاحب نے علماء کرام سے پوچھا کہ اس مدرسے کی آبادی کی کیا صورت ہوگی؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم آپ کو ایک عالم باعمل کا نام بتا دیں گے۔آپ انہیں کام کے لئے یہاں لے آنا تو مدرسہ خود بخود آباد ہو جائے گا۔نواب صاحب نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ہیرا آپ چنیں قیمت میں لگا دوں گا۔
جب عمارت مکمل ہوگئی تو نواب صاحب نے پوچھا کہ کس عالم کو یہاں کا انتظام وانصرام

سپرد کرنا ہے......؟ علماء کرام نے حضرت مولانا نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام پیش کیا۔

نواب صاحب نے پوچھا کہ دیوبند میں کیا مشاہرہ لے رہے ہوں گے......؟ جواب ملا: دو یا تین روپے ماہانہ......نواب صاحب نے کہا کہ آپ وفد کی صورت میں جا کر انہیں دعوت دیں......اور بتائیں کہ انہیں یہاں تعلیم تدریس کی ہر آسانی ہوگی......مزید برآں انہیں سو روپے ماہانہ مشاہرہ بھی پیش کیا جائے گا۔

علماء کرام نواب صاحب کی اس فراخدلی پر بہت خوش ہوئے اور کچھ عرصے کے بعد ایک وفد کی صورت میں دیوبند حاضر ہوئے۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور کی خصوصیات نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان کیں۔ نواب صاحب کی دیندارانہ اور فیاضانہ طبیعت کا نقشہ بھی خوب کھینچا اور یہ بھی بتایا کہ وہاں جانے کی صورت میں آپ کو سو روپے ماہانہ مشاہرہ عطاء کیا جائے گا۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ سن کر جواب دیا:

یہاں میرا مشاہرہ تین روپے ماہانہ ہے......دو روپے میری گھر کا خرچہ ہے......اور تیسرا روپیہ میں فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیتا ہوں......اگر مین بہاولپور چلا گیا......اور مجھے ماہانہ سو روپے ملے......تو دو روپے تو میرے گھر کے خرچہ کے ہوں گے......اور بقیہ اٹھانوے روپے مستحق لوگوں میں تقسیم کرنے کیلئے......سارا دن اسی کام میں مشغول رہنا پڑے گا......میں پھر تعلیم تدریس کا کام کیسے کروں گا......؟ لہٰذا میں وہاں جانے سے معذور ہوں۔ علمائے کرام یہ جواب سن کر لاجواب ہوگئے۔

دین کی محنت کرنے والے حضرات جس قدر استغناء سے کام کریں گے اسی قدر دینی محنت کے گہرے اثرات ہوں گے۔ انہیں چاہئے کہ امراء کو استغناء کی چھری سے ذبح کریں۔ دنیا سے جتنی بے رغبتی ہوگی دین کی شان وشوکت اتنی زیادہ ہوگی۔ سلف صالحین تو ایسے شاگرد سے ہدیہ بھی قبول نہ فرماتے تھے جس پر دین کا رنگ نہ چڑھا ہو یا جو احسان جتا کر ہدیہ دے۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا استغناء

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ایک شخص نے ہدیہ پیش کیا، آپ نے

معذرت کر دی۔ اس نے بہت اصرار کیا۔ لیکن حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ بھی انکار کرتے رہے۔ جب اس نے دیکھا کہ کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوئی تو واپس گھر جانے لگا۔ جب مسجد سے باہر نکلنے لگا تو اس کی نظر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے جوتوں پر پڑی اس نے وہ تمام رقم حضرت کے جوتوں میں چھپا دی۔ دل میں یہ خیال تھا کہ جب حضرت گھر جانے کے لئے جوتے پہنیں گے تو رقم کو خواہ مخواہ قبول کرنا پڑے گا۔ جب حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ مسجد سے باہر نکلے اور رقم جوتے میں پڑی دیکھی تو حضرت مسکرائے اور فرمایا:

''جو آدمی دنیا کو دور دھکیلتا ہے...... دنیا اس کے جوتوں میں ذلیل و خوار ہو کر آتی ہے...... پہلے یہ بات کتابوں میں پڑھتے تھے...... آج الحمد للہ اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لیا ہے۔''

یہودی حیران رہ گیا

ابو ہذیل کا قول ہے کہ ایک یہودی بصرہ آیا۔ وہ انتہائی عیار تھا۔ اس نے بصرہ کے تقریباً تمام منطقیوں کو خاموش کرا دیا۔ میں نے اپنے چچا سے اس یہودی کے پاس جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ میرے چچا کہنے لگے: بیٹے وہ تو بصرہ کے متکلمین کی جماعت کو بھی شکست دے چکا ہے۔ میں نے کہا جو کچھ بھی ہو اس سے بات کرنا ضروری ہے۔ وہ مجھے لے گئے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو وہ لوگوں کو اس بات پر قائل کر چکا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام برحق نبی تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کر چکا تھا۔

میں نے اس کے سامنے ہو کر کہا تم سوال کرو گے یا میں پوچھوں؟

وہ کہنے لگا بیٹے تمہیں پتہ نہیں میں نے تمہارے مشائخ سے کیا سلوک کیا ہے؟

میں نے کہا چھوڑیئے ان باتوں کو۔ یا خود سوال کیجئے یا مجھے سوال کرنے کا موقع دیجئے۔

وہ کہنے لگا نہیں میں سوال کروں گا۔ اچھا یہ بتاؤ:۔

کیا حضرت موسیٰ e اللہ کے نبی تھے یا نہیں؟ تم اس کا اقرار کرتے ہو یا اس کا انکار کرکے

اپنے نبی کی مخالفت کرنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا:

تم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ پوچھا ہے اس کی دو صورتیں ہیں۔ میں اس حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو تسلیم کرتا ہوں...... جنہوں نے حضرت محمد ﷺ کی نبوت کو تسلیم کیا ہے...... اور ہمیں ان کی اتباع کا حکم دیا...... بلکہ ان کی تشریف آوری کی بشارت دی...... اگر تیرا سوال اس بارے میں ہے...... تو میں ان کی نبوت کو تسلیم کرتا ہوں...... اور اگر تیرا سوال اس کے بارے میں ہے...... جس نے سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کو تسلیم نہیں کیا...... اور نہ ان کی اتباع کا حکم دیا ہے...... تو میں اسے نہیں جانتا...... اور نہ ہی اس کی نبوت کا مانتا ہوں...... وہ میرے نزدیک ذلیل شیطان ہے۔ یہ سن کر وہ ششدر رہ گیا۔

اس نے دوسرا سوال کیا اچھا تورات کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا تورات کے سوال کی بھی...... میرے نزدیک دو صورتیں ہیں...... اگر یہ تورات وہی ہے...... جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی...... جو حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت کے قائل تھے...... تو یہ تورات حق ہے...... اگر تورات سے مراد وہ ہے...... جس کا دعویٰ تو کرتا ہے...... تو یہ باطل ہے...... اور میں اس کی تصدیق نہیں کرتا۔ یہ سن کر وہ مبہوت ہو گیا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ اور حاسدین کا فریب

ہمارے امام حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے بعض حاسدوں نے ایک عورت کو پھسلا کر اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ کسی طریقہ سے حضرت امام اعظم پر تہمت لگائے۔ چنانچہ وہ عورت ایک رات امام صاحب کے پاس آئی اور کہنے لگی: میرا خاوند سخت بیمار ہے اور وہ آپ کے روبرو کچھ وصیت کرنا چاہتا ہے۔ آپ میرے ساتھ میرے گھر چلئے۔

امام صاحب چل پڑے، آپ جب اس کے گھر پہنچے تو اس نے سب دروازے بند کر لئے۔ اور شور مچانا شروع کر دیا کہ ابوحنیفہ نے تنہائی میں مجھے ستایا ہے۔ (معاذ اللہ) یہ سن کر حاسدین امام فوراً وہاں پہنچ گئے۔ اور امام صاحب اور اس عورت کو خلیفہ کے پاس لے

گئے۔خلیفہ نے امام صاحب اور اس عورت کو جیل میں بند کر دیا۔اور کہا کہ صبح فیصلہ کیا جائے۔

امام اعظم ساری رات جیل میں نفل پڑھتے رہے۔وہ عورت یہ دیکھ کر بڑی شرمندہ ہوئی اور امام صاحب کے قدموں میں گر گئی اور اصل واقعہ عرض کر کے معافی مانگنے لگی۔امام صاحب نے فرمایا:اب تم یوں کرو کہ داروغہ جیل سے کسی بہانے اجازت لے کر باہر نکلو اور سیدھی میرے گھر جاؤ اور ام حماد (زوجۂ امام) کو سارا قصہ سناؤ اور اپنی جگہ اسے یہاں بھیج دو۔

چنانچہ وہ عورت اٹھی اور داروغہ جیل سے کسی بہانے اجازت لے کر باہر نکلی اور دن چڑھنے سے پہلے ہی حضرت امام کی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی زوجہ کو جیل میں بھیج دیا۔صبح ہوئی تو امام صاحب کے جملہ حاسد عدالت میں پہنچ گئے۔خلیفہ کے حکم سے امام صاحب اور عورت کو بلایا گیا۔

خلیفہ نے امام صاحب سے کہا:

اے ابوحنیفہ!کیا آپ کو ایک اجنبیہ عورت سے بند مکان میں خلوت جائز تھی؟

امام اعظمؒ: کس عورت کے ساتھ؟

خلیفہ: یہ جو سامنے بیٹھی ہے۔

امام اعظم: ام حماد کے والد کو بلایا جائے۔(چنانچہ امام صاحب کے خسر کو بلایا گیا۔)

امام اعظم: (والدِ ام حماد کی طرف مخاطب ہوکر) جناب ذرا اس عورت کا گھونگٹ اٹھا کر پہچانیے کہ یہ عورت کون ہے؟

والدِ ام حماد: (گھونگھٹ اٹھا کر دیکھتے ہی) اے خلیفہ یہ تو میری بیٹی ہے۔جس کا نکاح ابوحنیفہ سے ہو چکا ہے۔پھر یہ ہنگامہ کیسا؟

یہ بات سنتے ہی حاسدین امام دھر لئے گئے۔اور سخت ذلیل ہوئے اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کی عزت و عظمت کے نعرے بلند ہوئے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی حق گوئی

حجۃ الاسلام امام غزالی (اصل نام محمد بن محمد) علم کلام،علم تصوف اور علم فلسفہ کے امام

تھے۔انہوں نے ۴۹۹ ہجری میں بمقام خلیلؑ حضرت ابراہیم کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر تین باتوں کا عہد کیا:

اول......کسی دربار میں نہ جاؤں گا!!!!

دوم......کسی بادشاہ کا عطیہ نہ لوں گا!!!!

سوم......کسی سے مناظرہ ومباحثہ نہ کروں گا!!!!

امام صاحب کی بعض تصانیف کی وجہ سے اکثر لوگ ان کے مخالف تھے۔سلطان سنجر بن ملک شاہ سلجوقی اس زمانہ میں خراسان کا بادشاہ تھا۔وہ خود صاحب علم نہ تھا۔اس لئے بدگوؤں نے اس کو دبالیا اور ظاہری جبہ ودستار والوں نے جو کچھ کہا اس پر اس کو یقین آ گیا اور امام کو بلوا بھیجا۔انہوں نے ایک خط بادشاہ کو لکھا:

میں نے عہد کیا ہے کسی بادشاہ کے پاس نہ جاؤں گا......دس سال سے اس پر عمل کر رہا ہوں......سلطان شہید (ملک شاہ) نے اس دعا گو کو معذور کر رکھا ہے......اب میں نے سنا ہے کہ مجلس عالی نے میری حاضری کا حکم دیا ہے......میں شاہی فرمان کے لحاظ سے یہاں تک آیا ہوں......لیکن بادشاہ نے نہ مانا، مجبوراً آئے۔وزیراعظم نے استقبال کیا۔سنجر نے معانقہ کے بعد تخت کے قریب جگہ دی۔گفتگو کے خاتمہ کے بعد امام نے بادشاہ سے کہا:

طوس کے لوگ پہلے ہی بدانتظامی اور ظلم کی وجہ سے تباہ تھے......اب سردی اور قحط کی وجہ سے بالکل برباد ہو گئے......ان پر رحم کر خدا تجھ پر بھی رحم کرے گا......لوگوں کی گردنیں مصیبت سے ٹوٹی جاتی ہیں......اور تیرے گھوڑوں کی گردنیں طوقہائے زریں کے بار سے لدی ہیں۔

(الغزالی ص ۲۶)

صدرالدین محمد بن فخرالملک بن نظام الملک سنجر کا وزیر تھا۔اس نے مدرسہ نظامیہ بغداد کی صدر مدرسی کے لئے امام کو ایک خط لکھا۔دربار خلافت سے بھی نظامیہ کے درس کے لئے دعوت آئی تھی۔اور اس دعوت پر علاوہ خلیفہ بغداد مستظہر باللہ کے تمام ارکان خلافت کے دستخط تھے۔امام صاحب نے ان خطوط وفرامین کے جواب میں ایک طول طویل خط لکھا اور بغداد نہ آنے کے متعدد عذر لکھے۔

جن میں دو عذر یہ بھی تھے کہ موجودہ ڈیڑھ سو طلباء کو جو مصروف تحصیل ہیں...... بغداد جانے میں زحمت ہوگی...... میں نے عہد کیا ہے کہ کبھی مناظرہ ومباحثہ نہ کروں گا......اور بغداد میں مباحثہ کے بغیر چارہ نہیں...... اس کے سوا دربار خلافت میں سلام کے لئے حاضر ہونا ہوگا......اور میں اس کو گوارا نہیں کرسکتا...... سب سے بڑھ کر یہ کہ میں مشاہرہ اور وظیفہ قبول نہیں کرسکتا......اور بغداد میں میری کوئی ایسی جائیداد نہیں......جس سے میرا گزارہ ہوسکے۔ غرض امام صاحب نے صاف انکار کردیا۔

امام الحرمین کی جرأت ایمانی اور بادشاہ کی بردباری

ایک دفعہ سلطان ملک شاہ سلجوقی نے رمضان المبارک کی ۲۹ ویں تاریخ کو عید الفطر کے سبب سے اپنا ملکی دورہ ملتوی کردیا......اور دار السلطنت نیشاپور میں قیام فرمایا......اور شام کے وقت معہ ارکان دولت چاند دیکھنے میں مصروف ہوا......خوشامدی مصاحب موجود تھے...... انہوں نے شور مچادیا کہ حضور چاند نکل آیا ہے......سلطان نے گو خود نہیں دیکھا......اور نہ کسی اور نے دیکھا لیکن بادشاہ کی مرضی اور اس کا خیال معلوم کرکے......سب نے اس کو رویت ہلال کا یقین دلادیا اور حکم ہوگیا کہ کل عید ہے۔

امام الحرمین ابو المعالی کو کہ مفتی اور قاضی القضاۃ تھے......خبر ہوئی......انہوں نے منادی کا بایں الفاظ حکم دے دیا۔

''ابو المعالی کہتا ہے کہ کل تک ماہ رمضان ہے جو میرے فتویٰ پر عمل کرنا چاہتا ہے اسے لازم ہے کہ وہ کل بھی روزہ رکھے۔''

مفتی شرع کی اس منادی کو مفتریوں نے برے الفاظ میں بادشاہ تک پہنچایا۔ بلکہ یہاں تک کہا کہ ابو المعالی کے خیالات سلطنت کی طرف سے اچھے نہیں ہیں اور عوام ان کے معتقد ہیں۔ اگر بندگانِ عالی کے حکم کے مطابق کل عید نہ ہوئی تو بڑی توہین اور ذلت ہوگی۔

بادشاہ طبیعت کا برا نہیں تھا۔ اس لئے باوجود امام الحرمین کی منادی ناگوار گزرنے کے

اس نے حکم دیا کہ ان کو عزت واحترام کے ساتھ میرے پاس لاؤ۔ فتنہ پردازوں نے پھر کہا کہ جو شخص بادشاہی حکم کی عزت نہ کرے وہ قابل احترام نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا جب تک دو بدو بات نہ ہو ایسے رفیع القدر کی بے حرمتی کی جرأت نہ ہونی چاہیے۔

امام صاحب کو جب شاہی پیغام پہنچا تو اس خیال سے کہ درباری لباس پہننے سے دیر نہ ہو جائے اور مفسدہ پرداز خدا جانے بادشاہ کیس پیرایہ میں میری تاخیر بیان کریں۔ جیسے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اسی طرح اٹھ کھڑے ہوئے۔ حاجب چوکیدار نے محل سرائے کے دروازے پر روکا کہ درباری لباس کے بغیر اندر جانا منع ہے۔ ادھر بادشاہ کو اطلاع کی کہ پہلی عدول حکمی کے علاوہ امام صاحب نے دوسری گستاخی یہ کی ہے کہ معمولی لباس پہن کر آ گئے ہیں۔

بادشاہ کی طبیعت کچھ اور مکدر ہو گئی۔ مگر اندر آنے کا حکم دیا اور پوچھا اس ہیت کذائی سے آپ کیوں تشریف لائے ہیں...... اور درباری لباس کیوں نہیں پہنا......؟ امام نے کہا اے سلطان! میں اس وقت جس لباس میں ہوں...... اسی سے نماز پڑھتا ہوں...... اور وہ شرعاً جائز ہوتی ہے...... پس جب خدا کے سامنے میں اس طرح جاتا ہوں...... تو آپ کے سامنے آنے میں کیا قباحت ہے؟

البتہ دستور کے مطابق میرا لباس درباری نہیں ہے...... اور اس کی وجہ گستاخی نہیں ہے...... بلکہ یہ ہے کہ ذرا سی دیر کی غفلت میں فرشتے...... میرا نام نافرمانوں کی فہرست میں نہ لکھ لیں...... اور مجھ سے بادشاہ اسلام کے حکم کی مخالفت سرزد نہ ہو جائے...... اس لئے جلدی میں جس طرح بیٹھا تھا اسی طرح چلا آیا۔

سلطان نے کہا: جب بادشاہِ اسلام کی اطاعت اس قدر واجب ہے...... تو پھر ہمارے حکم کے خلاف منادی کرانے کے کیا معنیٰ ہیں؟ امام صاحب نے فرمایا: جو امور حکم سلطانی پر موقوف ہیں...... ان کی اطاعت ہم پر فرض ہے...... اور جو حکم فتویٰ کے متعلق ہے...... وہ بادشاہ ہو یا کوئی اور...... اسے مجھ سے پوچھنا چاہیے...... کیونکہ بحکم شریعت...... علماء کا فتویٰ حکم شاہی کے برابر ہے۔

جب سلطان نے امام صاحب کی یہ تقریر سنی تو اس کا غصہ جاتا رہا اور ان کی جرأت وصداقت سے بہت خوش ہوا اور اعلان کرا دیا کہ میرا حکم درحقیقت غلط تھا اور امام الحرمین کا حکم

صحیح ہے۔ ہمارے زمانہ کے علماء اور مسلمان حکمرانوں کے لئے امام الحرمین کی آزادی وحریت اور سلطان ملک شاہ کی یہ بردباری وانصاف پسندی ایک قیمتی نصیحت وہدایت ہے۔

تم نے علم کی قدر کی، اللہ تمہاری مغفرت فرمائے!

قاضی اسماعیل (جو بغداد کے بڑے لوگوں میں سے تھے) بہت خواہشمند تھے کہ ابراہیم حربی سے ملیں۔ ابراہیم نے کہا: میں جانتا ہوں، قاضی اسماعیل بہت بڑے عالم ہیں...... میں خود ان سے ملنے کا آرزومند ہوں...... لیکن ان کے دروازے پر دربان اور نقیب ہیں...... اس لئے میں جاکر اپنے آپ کو ذلیل نہیں کروں گا......

قاضی صاحب نے جب یہ بات سنی تو فوراً دربان اور نقیب اٹھادیئے...... اور کہا بھیجا کہ میرا دروازہ اب جامع مسجد کے دروازے کی طرح ہے...... تب ابراہیم ان سے ملنے گئے...... قاضی صاحب نے ازراہِ تعظیم ابراہیم کا جوتا اٹھاکر رومال میں لپیٹا اور بغل میں دبالیا...... اس کے بعد دونوں میں علمی گفتگو ہوتی رہی...... اور دونوں ایک دوسرے سے مل کر خوش ہوئے۔

ابراہیم جب چلنے لگتے تو جوتا تلاش کیا۔ قاضی صاحب نے رومال میں سے نکال کر سامنے رکھ دیا۔ ابراہیم مسکرائے اور دعا دی کہ تم نے علم کی قدر کی اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے۔

کہتے ہیں کہ جب قاضی صاحب نے انتقال کیا تو ایک شخص نے ان کو خواب میں دیکھا پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے ابراہیم حربی کی دعا میرے حق میں قبول فرمائی۔ ابراہیم کی تصانیف میں سے بہت سی کتابیں اب بھی موجود ہیں۔ ابراہیم حربی کا سن ولادت ۱۹۸ ہجری اور سال وفات ۲۸۵ ہجری تھا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ صبر

ایک روز ظہر کی نماز کے بعد گھر تشریف لے گئے...... بالاخانے پر آپ کا گھر تھا...... جا

کر آرام کرنے کے لئے بستر پر لیٹ گئے...... اتنے میں کسی نے دروازے پر نیچے دستک دی...... آپ اندازہ کیجئے جو شخص ساری رات کا جاگا ہوا ہو...... اور سارا دن مصروف رہا ہو...... اس وقت اس کی کیا کیفیت ہوگی......؟ ایسے وقت کوئی آجائے...... تو انسان کو کتنا ناگوار ہوتا ہے کہ یہ شخص بے وقت آگیا...... لیکن امام صاحب اٹھے زینے سے نیچے اترے...... دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک صاحب کھڑے ہیں۔

امام صاحب نے اس سے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا؟ اس نے کہا کہ ایک مسئلہ معلوم کرنا ہے۔ دیکھئے اول تو امام صاحب جب مسائل بتانے کے لئے بیٹھے تھے وہاں آکر تو مسئلہ پوچھا نہیں، اب بے وقت پریشان کرنے کے لئے یہاں آگئے۔

لیکن امام صاحب نے اس کو کچھ نہیں کہا۔ بلکہ فرمایا کہ اچھا بھائی، کیا مسئلہ معلوم کرنا ہے؟ اس نے کہا کہ میں کیا بتاؤں...... جب میں آرہا تھا...... تو اس وقت مجھے یاد تھا...... کہ کیا مسئلہ معلوم کرنا ہے...... لیکن اب میں بھول گیا...... یاد نہیں رہا کہ کیا مسئلہ پوچھنا تھا......؟ امام صاحب نے فرمایا کہ اچھا جب یاد آجائے...... تو پھر پوچھ لینا...... آپ نے اس کو برا بھلا نہیں کہا...... نہ اس کو ڈانٹا ڈپٹا...... بلکہ خاموشی سے واپس اوپر چلے گئے۔

ابھی جا کر بستر پر لیٹے ہی تھے کہ دوبارہ دروازہ پر دستک ہوئی۔ آپ پھر اٹھ کر نیچے تشریف لائے اور دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہی شخص کھڑا ہے۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ حضرت! وہ مسئلہ مجھے یاد آگیا تھا۔ آپ نے فرمایا پوچھ لو۔ اس نے کہا کہ ابھی تک تو یاد تھا مگر جب آپ آدھی سیڑھی تک پہنچے تو میں وہ مسئلہ بھول گیا۔ اگر ایک عام آدمی ہوتا تو اس وقت تک اس کے اشتعال کا کیا عالم ہوتا۔ مگر امام صاحب اپنے نفس کو مٹا چکے تھے۔ امام صاحب نے فرمایا اچھا بھائی جب یاد آجائے تو پوچھ لینا۔

یہ کہہ کر آپ واپس چلے گئے اور جا کر بستر پر لیٹ گئے...... ابھی لیٹے ہی تھے کہ دوبارہ پھر دروازے پر دستک ہوئی...... آپ پھر نیچے تشریف لائے...... دروازہ کھولا...... تو دیکھا کہ وہی شخص کھڑا ہے...... اس شخص نے کہا کہ حضرت! وہ مسئلہ یاد آگیا...... امام صاحب نے پوچھا کہ کیا مسئلہ ہے؟ اس نے کہا:

یہ مسئلہ معلوم کرنا ہے کہ انسان کی نجاست (پاخانہ) کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے یا میٹھا ہوتا ہے؟ (العیاذ باللہ، یہ بھی کوئی مسئلہ ہے)

اب صبر کا پیمانہ لبریز ہوجاتا!!!

اگر کوئی دوسرا آدمی ہوتا...... اور وہ اب تک ضبط بھی کر رہا ہوتا...... تو اب اس سوال کے بعد تو اس کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہوجاتا...... لیکن امام صاحب نے بہت اطمینان سے جواب دیا:

"اگر انسان کی نجاست تازہ ہو...... تو اس میں کچھ مٹھاس ہوتی ہے...... اور اگر سوکھ جائے...... تو کڑواہٹ پیدا ہوجاتی ہے۔"

پھر وہ شخص کہنے لگا کہ کیا آپ نے چکھ کر دیکھا ہے؟ (العیاذ باللہ) حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے فرمایا:

ہر چیز کا علم چکھ کر حاصل نہیں کیا جاتا...... بلکہ بعض چیزوں کا علم عقل سے حاصل کیا جاتا ہے...... اور عقل سے یہ معلوم ہوتا ہے...... کہ تازہ نجاست پر مکھی بیٹھتی ہے...... خشک پر نہیں بیٹھتی...... اس سے پتہ چلا کہ دونوں میں فرق ہے...... ورنہ مکھی دونوں پر بیٹھتی۔

اپنے وقت کا حلیم انسان

جب امام صاحب نے یہ جواب دے دیا تو اس شخص نے کہا: امام صاحب! میں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں...... مجھے معاف کیجئے گا...... میں نے آپ کو بہت ستایا...... لیکن آج آپ نے مجھے ہرا دیا۔

امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے کیسے ہرا دیا؟ اس شخص نے کہا کہ ایک دوست سے میری بحث ہو رہی تھی...... میرا کہنا یہ تھا کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علماء کے اندر سب

سے زیادہ بردبار ہیں...... اور وہ غصہ نہ کرنے والے بزرگ ہیں...... اور میرے دوست کا یہ کہنا تھا کہ سب سے بردبار اور غصہ نہ کرنے والے بزرگ...... امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں...... ہم دونوں کے درمیان بحث ہوگئی...... اور اب ہم نے جانچنے کے لئے یہ طریقہ سوچا تھا کہ...... میں اس وقت آپ کے گھر پر آؤں...... جو آپ کے آرام کا وقت ہوتا ہے...... اور اسی طرح دو تین مرتبہ آپ کو اوپر نیچے دوڑاؤں...... اور پھر آپ سے ایسا بیہودہ سوال کروں...... اور یہ دیکھوں کہ آپ غصہ ہوتے ہیں کہ نہیں؟

میں نے کہا کہ اگر غصہ ہو گئے...... تو میں جیت جاؤں گا...... اور اگر غصہ نہ ہوئے تو تم جیت گئے...... لیکن آج آپ نے مجھے ہرا دیا...... اور واقعہ یہ ہے کہ میں نے اس روئے زمین پر ایسا حلیم انسان...... جس کو غصہ چھو کر بھی نہ گزرا ہو...... آپ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔

اس سے اندازہ لگائیے کہ آپ کا کیا مقام تھا۔ اس پر ملائکہ کو رشک نہ آئے تو کس پر آئے۔ انہوں نے اپنے نفس کو بالکل مٹا ہی دیا تھا۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دنیا سے بے رغبتی

ایک مرتبہ حکمران وقت منصور نے ملاقات کے لئے...... امام ابو حنیفہ کو اپنے دربار میں بلایا جب آپ وہاں پہنچے...... اس نے شاہانہ استقبال کیا...... عزت و کرام کے ساتھ اپنے ساتھ بٹھایا...... دین و دنیا کے بارے میں بہت سے سوالات کئے...... جب ملاقات کے بعد آپ واپس جانے لگے...... تو اس نے عزت اکرام اور ادب کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے...... ایک تھیلی پیش کی...... جس میں تیس ہزار درہم تھے...... حالانکہ منصور بخل کے اعتبار سے بہت مشہور تھا۔ امام ابو حنیفہ نے ارشاد فرمایا:

امیر المومنین میں بغداد میں اجنبی ہوں...... یہ مال سنبھالنے کے لئے میرے پاس جگہ نہیں...... مجھے اندیشہ ہے کہ یہ ضائع ہو جائے گا...... آپ اسے اپنے پاس بیت المال میں سنبھال لیں...... جب مجھے ضرورت ہوگی...... میں آپ سے لے لوں گا۔

منصور نے آپ کی دلی رغبت کا احترام کرتے ہوئے وہ مال امانت کے طور پر بیت المال میں رکھ دیا۔ اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصے بعد امام ابو حنیفہ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالىٰ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اللہ کو پیارے ہو گئے۔

وفات کے وقت ان کے گھر سے لوگوں کی امانتیں اتنی مقدار میں موجود تھیں جن کی مالیت اس سے کہیں زیادہ تھی۔ جو حاکم وقت منصور کی جانب سے بیت المال بحق امام ابو حنیفہ میں محفوظ تھی۔ منصور کو جب اس صورت حال کا پتہ چلا تو اس نے آہ بھر کر کہا:

''اللہ تعالیٰ ابو حنیفہ پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے...... اس نے ہمارا عطیہ قبول کرنا گوارا ہی نہ کیا۔''

اس میں کوئی حیرانی کی بات نہیں کیونکہ امام ابو حنیفہ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالىٰ کا موقف یہ تھا کہ انسان جو خود اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتا ہے وہ زیادہ پاکیزہ، عمدہ اور دلپسند کھانا ہوتا ہے۔ ہم امام موصوف کی زندگی کا مشاہدہ کرتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ آپ نے امور تجارت کو سرانجام دینے کے لئے وقت مخصوص کر رکھا تھا۔ آپ ریشم اور اس سے تیار کردہ کپڑوں کی تجارت کیا کرتے تھے۔

عراق کے مختلف شہروں میں تجارتی کام کا خوب چلن تھا۔ ان کی ایک مشہور ومعرف منڈی بھی تھی۔ جس میں خرید و فروخت کے لئے لوگ کشاں کشاں پہنچتے۔ وہاں پوری صداقت وامانت سے لین دین ہوتا۔ لوگ بڑے اطمینان سے سودا سلف خریدتے۔ کسی کو کوئی اندیشہ نہ ہوتا اور نہ ہی کوئی خطرہ محسوس ہوتا۔ لوگوں کو منڈی میں خریدنے کے لئے اعلیٰ اور نفیس ورائٹی ملتی جس سے بلند ذوقی کا احساس پیدا ہوتا۔ تجارت سے امام موصوف کو خاطر خواہ نفع حاصل ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وافر مقدار میں مال و دولت میسر آتا۔ حلال کماتے اور اپنے مال کو اس کی اصلی جگہ خرچ کرتے۔

عرف عام میں یہ بات مشہور تھی کہ جب سال پورا ہو جاتا تو آپ تجارت سے حاصل ہونے والے تمام منافع کا حساب لگاتے۔ اپنے ذاتی اخراجات کے لئے مال رکھنے کے بعد باقی مال سے علماء محدثین فقہاء اور طلباء کے لئے ضروری اشیاء خوراک اور لباس خریدتے۔ اور کچھ جیب خرچ کے لئے انہیں نقد رقم فراہم کرتے ہوئے فرماتے:

''یہ مال تمہارا ہے...... سبحانہ وتعالیٰ نے میرے ہاتھ سے تمہارے مال میں منافع عطاء کیا ہے...... بخدا میں اپنے مال سے تمہیں کچھ نہیں دے رہا...... یہ اللہ کا خاص فضل ہے...... جو میرے ذریعہ آپ تک پہنچ رہا ہے...... اللہ کے رزق میں...... اللہ کے سوا کوئی دم نہیں مار سکتا۔''

امام بخاری مگر پہننے کے لئے کپڑے نہیں!!!

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں امام بخاری کے بارے میں لکھا ہے کہ عمر بن حفص الاشقر نے کہا کہ انہوں نے بصرہ میں جب کئی دن امام بخاری کو سبق سے غیر حاضر پایا تو ہم ان کے گھر گئے ان کو ہم نے برہنہ حالت میں پایا۔ ان کے پاس جو کچھ تھا وہ ختم ہو چکا تھا۔ کچھ بھی باقی نہیں بچا تھا۔ ہم تمام ساتھیوں نے چندہ کر کے امام بخاری کے لئے کپڑے خرید کر ان کو پہنا دیئے۔ اس کے بعد وہ ہمارے ساتھ کتابت حدیث کے لئے جانے لگے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی سخاوت

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے جود وسخا کی خبریں مشرق ومغرب میں پھیل چکی تھیں۔ خاص طور پر اپنے ہم نشینوں اور ساتھیوں پر بے دریغ خرچ کیا کرتے تھے۔ ایک روز امام موصوف کا ایک ہم نشین منڈی میں آیا اور اس نے کہا: اے ابوحنیفہ! مجھے ریشم کا کپڑا چاہیے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کس رنگ کا کپڑا مطلوب ہے؟ اس نے رنگ کے بارے میں وضاحت کی۔ آپ نے فرمایا: صبر کرو اس رنگ کا کپڑا ملتے ہی تیرے لئے محفوظ کر لوں گا۔ ایک ہفتہ گذر جانے کے بعد مطلوبہ کپڑا ملا تو آپ لے کر اپنے ساتھی کے گھر گئے۔ اور اس سے کہا لیجئے آپ کی پسند کے مطابق کپڑا مل گیا ہے۔

اس نے دیکھا تو اسے بہت پسند آیا۔ پوچھا کتنی قیمت پیش کروں؟ فرمایا: صرف ایک درہم! اس نے بڑے تعجب سے پوچھا؟ صرف ایک درہم؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا آپ میرے ساتھ مذاق کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: مذاق نہیں کر رہا دراصل میں نے ب

اس کے ساتھ دوسرا کپڑا بیس دینار ایک درہم کا خریدا تھا۔ دوسرے کپڑے سے میرے پیسے پورے ہوگئے ہیں۔ یہ باقی رہ گیا تھا۔ آپ سے ایک درہم کا مطالبہ اس لئے کر رہا ہوں کہ میں اپنے ساتھیوں سے منافع نہیں لیا کرتا۔

امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کا روٹیوں کے عوض جوتیاں بیچنا

احمد بن سنان واسطی کہتے ہیں کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے...... کہ امام احمد نے یمن سے جاتے وقت...... اپنی جوتیاں ایک نان بائی کو دے دی تھیں...... اس روٹیوں کے عوض جو انہوں نے اس سے لی تھیں۔

ساری رات روتے گزار دی

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ ساری رات سورۂ یٰسین کی یہ آیت پڑھتے رہے اور روتے رہے۔

وامتاز والیوم ایھا المجرمون اے مجرمو! آج نیکوں سے علیحدہ ہو جاؤ!

آیت شریفہ میں یہ بتایا گیا ہے...... کہ قیامت کے روز مجرموں کو حکم ہوگا...... کہ دنیا میں تو سب ملے جلے رہے...... مگر آج تم علیحدہ ہو جاؤ...... تمہارا مقام اور ہے...... اور نیکوں کا مقام دوسرا ہے...... درحقیقت اس حکم کو سن کر جتنا بھی رویا جائے تھوڑا ہے...... کیوں کہ یہ کسی کو معلوم نہیں کہ اس کا شمار مجرموں میں ہوگا...... یا فرمانبرداروں میں؟

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ہزار درہم خیرات کرنا

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تجارت نہایت وسیع تھی...... لاکھوں کا لین دین تھا...... اکثر شہروں میں گماشتے مقرر تھے...... بڑے بڑے سوداگروں سے معاملہ رہتا تھا...... ایسے بڑے

کاروبار کے ساتھ دیانت کا یہ عالم تھا...... کہ ناجائز ایک حبہ بھی ان کے خزانہ میں نہیں داخل ہوسکتا تھا......اس احتیاط میں کبھی کبھی نقصان اٹھانا پڑتا تھا...... مگر پرواہ نہیں کیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ حفص بن عبدالرحمٰن کے پاس خز کے تھان بھیجے...... اور کہلا بھیجا کہ فلاں فلاں تھان میں عیب ہے...... خریدار کو بتادینا۔ حفص کو اس ہدایت کا خیال نہ رہا...... تھان بیچ ڈالے ......اور سہواً خریداروں کو اس عیب سے مطلع نہ کیا...... امام صاحب کو معلوم ہوا تو بہت افسوس کیا اور کہا:

خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ تھانوں کی قیمت جو کہ تیس ہزار درہم تھی خیرات کردی۔

روتے روتے نابینا ہوگئے

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک بہت جلیل القدر شاگرد یزید بن ہارون واسطی ہیں۔ ان کے بارے میں علی بن مدائنی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے یزید بن ہارون سے بڑھ کر کسی کو حدیثوں کا حافظ نہیں دیکھا۔ یزید بن ہارون اپنی علمی جلالت کے ساتھ ساتھ ذوق عبادت میں بھی اپنے دور کے عدیم المثال ہی تھے۔ ان کی آنکھیں بڑی خوب صورت تھیں۔ مگر خوف خداوندی سے دن رات اس قدر رویا کرتے تھے کہ مستقل طور پر ان کی آنکھوں میں آشوب چشم کی شکایت رہنے لگی۔ یہاں تک کہ آنکھوں کی خوبصورتی اور روشنی دونوں جاتی رہیں۔

ان کی عبادت کی کثرت کے بارے میں علی بن عاصم محدث کا بیان ہے کہ یہ پوری رات ہمیشہ جاگتے اور نوافل پڑھتے رہتے تھے...... اور اپنے استاد حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی طرح...... تقریباً چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے رہے...... ایک مدت تک بغداد میں حدیث کا درس دیتے رہے...... پھر آخری عمر میں اپنے وطن واسط چلے گئے...... اور ۲۰۶ھ یا ۲۰۷ میں وصال فرمایا۔

فقہاء و محدثین ہوں یا صوفیہ و عابدین تمام خاصان خدا کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ خوف الٰہی سے بکثرت رویا کرتے تھے۔ راتوں کو جاگ کر خدا کی عبادت کرنا اور خوف خداوندی سے

تنہائی میں گڑگڑا کر رونا اس کی فضیلت کوئی حضور سید المرسلین امام النبین ﷺ سے پوچھے کہ حضور اقدس ﷺ ساری ساری راتیں نفل نمازوں میں کھڑے رہتے۔

حدیث شریف میں ہے کہ......

رجل ذکر اللہ خالیا ففاضت عیناہ

جو شخص تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے عرش کے سایہ رحمت کے نیچے سایہ عطاء فرمائے گا۔

جس دن کہ اس کی رحمت کے سایہ کے سوا دوسرا کہیں کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ یہ حقیقت ہے کہ خوف خداوندی رحمت الٰہی کا وہ ایک سمندر ہے جو گناہوں کے لاکھوں دفتر کو دھونے کے لئے کافی ہے۔ بڑے خوش نصیب ہیں وہ مسلمان جو خدا کے ڈر سے بار بار اور زار و قطار روتے رہتے ہیں۔ کاش! خداوند کریم ہم گناہگاروں کو بھی اس کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

ایک بچہ کی امام ابوحنیفہ کو تنبیہ

ایک لڑکا کیچڑ میں چل رہا تھا۔ اتفاق سے امام ابوحنیفہ ادھر سے گذرے۔ آپ نے میاں صاحبزادے! ذرا سنبھل کر چلنا کہیں پھسل نہ جاؤ...... وہ لڑکا جانتا تھا کہ امام صاحب کون ہیں؟ بولا: حضرت! اگر میں پھسلا تو اکیلا ہی گروں گا...... آپ بڑے آدمی ہیں...... ایک دنیا آپ کو عالم سمجھتی ہے...... اگر آپ پھسلے اور گرے...... تو آپ کے ساتھ وہ ہزاروں لاکھوں لوگ گر پڑیں گے...... جو آپ کو امام جانتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس لڑکے کی بات سنی تو بڑے متاثر ہوئے۔ اس وقت آپ کے ساتھ بہت سے شاگرد بھی تھے۔ ان سے فرمایا: دیکھو اس لڑکے نے کیا اچھی بات کہی ہے...... تم لوگ اس کا خیال رکھنا...... یہ علم اور عمل کی شان ہے...... سب یہ بات نہیں کہہ

سکتے...... جہاں تھوڑا بہت پڑھ لیا ذہن میں آتا ہے...... میرا فرمایا ہوا مستند ہے...... علم کے لئے عقل...... اور اس سے بھی بڑھ کر ظرف کی ضرورت ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ ایسے تھے جو لاکھوں کروڑوں میں ایک ہوتے ہیں...... دنیا اس کی عزت کرتی اور ان کی بات مانتی تھی...... لیکن ذرا بد دماغی ان میں نہ تھی۔ حضرت داؤد طائی کہتے ہیں: میں بیس برس ان کے ساتھ رہا۔ پڑھتے ہوئے یا لوگوں میں بیٹھے ہوئے میں نے کبھی ان کو ننگے سر نہیں دیکھا نہ کبھی پاؤں پھیلا کر بیٹھتے دیکھا۔

اللہ کے نبی صحابۂ کرام کے ساتھ ہوتے تو کبھی پاؤں پھیلا کے نہ بیٹھتے حالانکہ سب آپ کے خادم اور آپ کے جاں نثار تھے۔ لوگوں میں پاؤں پھیلانا غرور کی نشانی ہے۔ یہ بات اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو سخت ناپسند ہے۔ حضرت داؤد طائی کہتے ہیں:

آدمی لوگوں میں ہو اور پیر پھیلا کر نہ بیٹھے یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن آدمی گھر میں بھی پیر پھیلا کر نہ بیٹھے یہ بات مجھے سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

آخر ایک دن میں نے امام صاحب سے پوچھ ہی لیا کہ حضرت گھر میں کون دیکھنے والا ہے؟ یہاں تو آپ پیر پھیلا کر آرام سے بیٹھ سکتے ہیں؟ جواب ملا:

داؤد! تنہائی میں اس لئے پاؤں نہیں پھیلاتا کہ اللہ سے ڈرتا ہوں۔

اللہ سے ڈر کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ اپنے ایک شاگرد کے جنازے میں شریک ہونے گئے۔ اتفاق سے اس کا مکان اس جگہ تھا...... جہاں ایک ایسا شخص رہتا تھا...... جس نے امام صاحب سے کچھ رقم قرض لی تھی...... نمازِ جنازہ کے انتظار میں تھے...... سورج سر پر چڑھ آیا تھا...... گرمی کے دن تھے...... خوب گرمی پڑ رہی تھی...... اور کوئی جگہ سائے کی نہ تھی...... جہاں دم بھر کر ٹھہر سکتے...... سایہ بے شک ایک جگہ تھا...... مگر وہ اس شخص کی دیوار تلے تھا...... جس نے آپ سے قرض لیا تھا۔ لوگوں نے کہا: آپ یہاں کھڑے ہو جائیں۔ فرمایا: نہیں میں وہاں نہیں کھڑا ہو سکتا۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا: آخر کیوں؟ فرمایا:

''جس کا یہ گھر ہے...... وہ میرا قرض دار ہے...... اگر اس کی دیوار کے نیچے میں بیٹھوں...... تو اس کا مطلب ہے...... مجھے کچھ فائدہ ہوگا...... یعنی آرام ملے گا

...... یہ فائدہ سود میں شمار ہوگا۔"

اللہ رے احتیاط! جو بات اس لڑکے نے کہی تھی کس قدر سچ تھی کہ دنیا جسے بڑا مانتی ہے اسے بہت سنبھل کر رہنا چاہیے۔ یحییٰ مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ایک دن فرمایا:

عالم جب اپنے علم پر عمل نہیں کرتا...... تو اس کا وعظ دلوں سے ایسے ہی پھسل جاتا ہے...... جیسے بارش کا قطرہ پتھر کی چٹان سے پھسل جاتا ہے۔

ایک مرتبہ بے عمل قاریوں کے بارے میں فرمایا: اس زمانہ کے قاریوں کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک جال بچھا رکھا ہو...... اور جال میں گیہوں کا دانہ ڈال دیا ہو...... پھر ایک چڑیا اڑ کر جال کے پاس آئے...... اور پوچھے: اے جال! تجھ کو زمین میں کس نے بچھا دیا ہے...... جال کہتا ہے: تواضع نے...... اس پر چڑیا پوچھتی ہے: اچھا تو دبلی کیوں ہو رہی ہو......؟ کہتی ہے زیادہ عبادت کرنے کی وجہ سے...... چڑیا پوچھتی ہے:...... اور تو نے یہ گیہوں کا دانہ کیوں رکھا ہے؟ کہتی ہے، روزہ داروں کے لئے۔

اب چڑیا اس کی باتوں میں آ کر کہتی ہے بے شک تو بہت اچھا پڑوسی ہے...... اس کے بعد مغرب کا وقت ہوتا ہے...... تو چڑیا روزہ افطار کرنے جال کے پاس آتی ہے...... اور جونہی دانہ لینے کے لئے بڑھتی ہے...... کہ جال اس کا گلا گھونٹنے لگتی ہے...... یہ دیکھ کر غریب چڑیا کہتی ہے:

"اگر دنیا میں عبادت گزار سب ایسے ہوتے ہیں تو یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ یہ عبادت کرنے والے بھلائی سے بالکل محروم ہیں۔"

مرتبہ مسلم شریف لکھنے والے محدث

محدث ابوبکر ابن الخاضیہ بڑے باکمال محدثوں میں سے ہیں۔ شیخ ابوبکر محدث ان کے بارے میں اعلانیہ فرمایا کرتے تھے کہ تمام دنیا میں ان سے بہتر حدیث کی قرأت کرنے والا کوئی نہیں...... اگر یہ دو دنوں تک مسلسل حدیث پڑھتے رہیں...... تب بھی کوئی سننے والا اکتا نہیں سکتا...... انہوں نے سات مرتبہ مسلم شریف کو اجرت لے کر لکھا...... اور اسی رقم سے اپنے اہل

وعیال کی پرورش کرتے رہے۔

ان کی ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ بغداد میں ایک رئیس زادے کے ہاتھ میں چھٹی انگلی نکل پڑی اوراس کے درد سے وہ رئیس زادہ بلبلا اٹھا۔گھر والے حضرت ابوبکر بن الخاضیہ کو بلا کر لائے۔ آپ نے اس انگلی پر اپنا ہاتھ پھیر دیا اور فرمایا کہ کوئی مضائقہ نہیں۔تم لوگ اس کی کوئی فکر نہ کرو۔یہ فرما کر جیسے ہی مکان سے باہر نکلے اچانک خود بخود انگلی گر پڑی اور تکلیف جاتی رہی۔سن ۴۸۹ھ میں آپ نے وفات پائی۔آپ کے جنازہ پر اجتماع عظیم ہوا۔(تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۲۴)

ایک خواب اوراس کی محدثانہ تعبیر

ایک شخص نے یہ خواب دیکھا کہ میں زیتون کے درخت کی جڑ میں......زیتون کا تیل ڈال رہا ہوں......اس شخص نے اپنا خواب مشہور محدث امام محمد بن سیرین سے بیان کیا......تو آپ نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کوئی باندی ہے......جس سے تم صحبت کرتے ہو......؟ تو اس نے عرض کیا کہ جی ہاں! آپ نے فرمایا کہ تمہارے خواب کی تعبیر یہ ہے......کہ وہ لونڈی تمہاری ماں ہے......اس کی تحقیق کرو......چنانچہ جب اس شخص نے اس کی چھان بین کی......تو واقعی وہ لونڈی ان کی ماں نکلی۔(مستطرف ج ۲ ص ۸۸)

یہ واقعی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ امام محمد بن سیرین یقیناً صاحب کشف تھے۔آپ کو خوابوں کی تعبیر میں کمال حاصل تھا کہ آپ جس خواب کی جو تعبیر بیان فرمادیا کرتے تھے وہ سوفیصدی صحیح ہوا کرتی تھی۔چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہ نے جب اپنی جوانی میں یہ خواب دیکھا:

میں نے حضور اقدس ﷺ کی قبر کو کھود کر......جسم مبارک کو اپنے سینے سے لگایا......تو آپ یہ خواب دیکھ کر پریشان حال ہوگئے......اور گھبرائے ہوئے امام محمد بن سیرین کے پاس تعبیر کے لئے گئے......تو آپ نے فرمایا کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ تم بڑے خوش نصیب ہو......اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تم حضور اقدس ﷺ کی حدیثوں کو تمام عالم میں پھیلاؤ گے......چنانچہ دنیا جانتی ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فقہ حدیث نے تمام عالم کی علم کے نور سے پرنور کردیا۔

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا حصول علم کیلئے اونٹ چلانا

قاضی ابن ابی یعلی نے طبقات الحنابلہ میں اور ابن الجوزی نے طبقات الحنابلہ میں امام احمد کے شیخ امام عبدالرزاق بن الہمام کے احوال میں لکھا ہے کہ عبدالرزاق نے ایک دن امام احمد بن حنبل کا تذکرہ شروع کیا تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اور فرمایا کہ امام احمد ہمارے پاس دو سال سے کچھ کم عرصہ رہے۔ اس اثناء میں ہم کو پتہ چلا کہ ان کا خرچ ختم ہو چکا ہے۔

میں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور دروازے کے پیچھے کھڑا کر دیا۔ وہاں ہمارے علاوہ دوسرا کوئی نہ تھا۔ میں نے ان کو کہا میرے پاس کبھی دینار جمع نہیں ہوئے۔ جب ہم اناج فروخت کرتے ہیں تو اس رقم کو کسی کام میں لگا دیتے ہیں۔ خواتین کے پاس مجھ کو دس دینار مل گئے۔

ان کو آپ اپنی ضروریات میں صرف کر دیں۔ مجھے امید ہے کہ یہ ابھی آپ کے پاس ختم نہیں ہوئے ہوں گے۔ کہ ہمارے پاس کوئی دوسری چیز تیار ہو جائے گی۔ کہتے ہیں کہ مجھ کو امام احمد بن حنبل نے کہا کہ اگر مجھ کو لوگوں سے کچھ قبول کرنے کی عادت ہوتی تو میں ضرور آپ کا یہ مال قبول کرتا۔

پھر ابن الجوزی نے اسحٰق بن راہویہ کے احوال نقل کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب امام احمد، امام عبدالرزاق کے پاس جانے کے لئے نکلے تو راستہ میں ان کا خرچ ختم ہو گیا۔ تو انہوں نے اونٹ چلانے والوں کے ساتھ مزدوری پر اپنے آپ کو لگا دیا۔ یہاں تک کہ صنعاء پہنچ گئے۔ ان کے کچھ احباب نے ان کی مدد کرنی چاہی لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔

مثالی استاد، مثالی شاگرد

اسلام نے ہمیشہ اپنے تعلیمی پروگرام میں والدین واستاد کا ادب واحترام ملحوظ رکھا ہے۔ اگر والدین بچوں کی پیدائش کا ظاہری سبب ہیں اور ان کی جسمانی تربیت اور دیکھ ریکھ کے ذمہ

دار ہیں تو استاد اپنے شاگردوں کی روحانی تربیت پر ہر باپ سے زیادہ توجہ دیتا ہے۔
غائر نظر سے دیکھا جائے تو استاد کا درجہ و کارنامہ بہت بڑھا ہوا ہے...... کیونکہ استاد کی تعلیم کا اثر شاگرد کے ہر ہر لمحۂ زندگی پر نمایاں ہوتا ہے...... یہاں تک کہ اس کی اخروی زندگی بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتی...... جو شاگرد، استاد کے ادب واحترام کا حق ادا کرتا ہے...... اس پر استاد بھی اپنی بزرگانہ شفقت ومحبت مبذول کر دیتا ہے...... اور چاہتا ہے کہ اس سعادت مند شاگرد کے دل ودماغ میں...... اپنے تمام علوم انڈیل دے۔

اسی وجہ سے بادشاہوں نے جب بھی اپنی اولاد کو استادوں کی خدمت میں بھیجا ہے تو عام طور پر شاگردوں کی طرح اپنے بچوں کو بھی بلا امتیاز استاد کی خدمت کی تاکید کی ہے۔ خلیفۂ بغداد ہارون الرشید نے اپنے لڑکے کو اصمعی کے پاس حصول علم کے لئے بھیجا۔ ایک روز خلیفہ ہارون رشید جب اصمعی کے پاس پہنچا...... تو دیکھا کہ استاد وضو کر رہے ہیں...... اور پاؤں دھو رہے ہیں...... اور لڑکا پانی گرا رہا ہے...... خلیفہ نے ناراض ہو کر کہا:

یا حضرت! میں نے اس کو آپ کی خدمت میں...... علم وادب سیکھنے کے لئے بھیجا ہے...... آپ کو حکم دینا چاہیے تھا...... کہ لڑکا ایک ہاتھ سے پانی گرادے...... اور دوسرے ہاتھ سے پاؤں ملے...... یہ تو صرف ایک ہی کام کر رہا ہے۔ (تعلیم المتعلم زرنوجی ص ۱۰)

یہ تھی استاد کی عزت بڑوں کی نظر میں...... جب تک ان آداب پر عمل ہوتا رہا...... دنیا کہاں سے کہاں پہنچی...... اور کیسے کیسے باکمال لوگ پیدا ہوئے...... آج کے دور میں اسلامی تعلیمات سے بے زاری...... اور اس سے یکسر ناواقفیت کی بناء پر...... کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلباء اپنے اساتذہ کو اپنا خادم سمجھتے ہیں...... اور وقت بے وقت ان کی پٹائی بھی کر دیتے ہیں...... کتنے ہی اساتذہ اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو چکے ہیں...... یہی وباء اب رفتہ رفتہ ہمارے اسلامی مدارس میں داخل ہو رہی ہے۔ خدا اپنا رحم فرمائے۔

دین سکھا کر دنیاوی تحفہ لینے والے مولویوں کیلئے تنبیہ

ایک فقیر مصر کی جامع مسجد کے دروازے پر بیٹھا بھیک مانگ رہا تھا...... کچھ رئیس

لوگ وہاں سے گزرے...... اس نے ان سے سوال کیا مگر کسی نے کچھ نہ دیا...... ان لوگوں میں سے ایک رئیس کی جیب سے دیناروں بھری تھیلی گر پڑی...... اس تھیلی میں پانچ سو دینار تھے...... ان کے جانے کے بعد فقیر کی نظر پڑی...... تو اس نے وہ تھیلی اٹھالی...... اور حفاظت کے ساتھ رکھ لی۔

اتنے میں دیناروں کا مالک گھبرایا ہوا آیا...... اور پوچھا میری تھیلی کہیں گر پڑی ہے...... تم نے تو نہیں دیکھی......؟ فقیر نے کہا: وہ تھیلی مجھے ملی ہے......، اور میرے پاس ہے...... پھر اس نے تھیلی نکال کر پیش کردی...... وہ شخص بڑا خوش ہوا اور کہا: اب میں تجھے پندرہ دینار دوں گا...... فقیر بولا: میں کچھ نہیں لوں گا...... اس لئے کہ میں نے پہلے آپ سے ایک چیز بطور احسان کے مانگی تھی...... مگر اب نہیں لوں گا...... کیونکہ اب اگر کچھ قبول کروں...... تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ دین دے کر دنیا لے لوں۔ (حکایات وروایت ص ۳۲۸)

دیناروں بھری تھیلی

ایک شخص مرنے لگا تو اس نے اپنے ایک دوست کو بلایا...... اور ایک تھیلی اس کے سپرد کی...... جس میں ہزار دینار تھے...... اور کہا کہ میرا لڑکا جب بڑا ہو جائے...... تو اس تھیلی سے جو تو پسند کرے...... اسے دے دینا...... یہ کہہ کر وہ مر گیا...... اور جب اس کا لڑکا بڑا ہوا...... تو اس شخص نے اسے خالی تھیلی دے دی...... اور ہزار دینار خود رکھ لئے لڑکا حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچا اور سارا واقعہ سنایا۔ آپ نے اس شخص کو بلایا اور فرمایا:

ہزار دینار اس کے حوالے کردو...... اس لئے کہ اس کے والد نے مرتے دم...... تجھ سے یہ کہا تھا کہ اس تھیلی سے جو تو پسند کرے...... اسے دے دینا...... اور اس تھیلی سے تم نے دیناروں ہی کو پسند کیا ہے...... اسی لئے تم نے انہیں رکھ لیا ہے...... لہٰذا دینار جو تو نے پسند کئے ہیں...... حسب وصیت اسے دے دو......

چنانچہ ناچار اسے وہ دینار دینے پڑے۔

پانی کے بہانے پر طلاق

امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کے زمانے میں ایک شخص نے اپنی بیوی سے پانی مانگا۔ وہ پیالے میں پانی لائی...... ابھی وہ لا رہی تھی کہ...... کسی بات پر رنجیدہ ہو کر خاوند نے کہا کہ...... میں یہ پانی نہ پیوں گا...... اور اگر تو اس پانی کو خود بھی پیے...... تو تجھ پر طلاق...... اور اگر اسے کسی دوسرے کو پینے کے لئے دے...... تو بھی تجھ پر طلاق...... اور اگر اسے بہا دے...... تو بھی تجھ پر طلاق۔

وہ عورت بے چاری بڑی حیران ہوئی۔ ایک شخص حضرت امام صاحب کے پاس آیا اور یہ صورت بیان کی۔ آپ نے فرمایا:

فوراً جاؤ اور اس پیالے میں کوئی کپڑا ڈال کر پانی کو اس کپڑے میں جذب کر کے اسے دھوپ میں سکھا دو، اس طرح طلاق نہ پڑے گی۔

پروردگار عالم نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کو اپنے فضل و کرم سے ایک خاص سمجھ عطاء فرمائی تھی جس کی بدولت آپ ایسے ایسے مسائل کو جن کی تہ تک آج کوئی بڑے سے بڑا فلسفی بھی نہیں پہنچ سکتا، پل بھر میں حل فرما لیتے تھے۔ پھر اگر کوئی شخص جسے دو دونی چار بھی نہ آتا ہو۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کے علم و فضل پر اعتراض کرے تو کس قدر افسوس کا مقام ہے؟

آٹے کی بوری اور مسئلہ طلاق

حضرت اعمش رحمۃ اللہ تعالیٰ ایک بہت بڑے محدث تھے اور امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ہم عصر۔ حضرت اعمش کا ایک روز اپنی بیوی سے جھگڑا ہو گیا...... آپ بڑے تیز مزاج تھے۔ آپ نے تیز مزاجی میں اپنی بیوی سے یہ کہہ دیا:

تم نے اگر مجھے گھر میں آٹا ختم ہو جانے کی زبانی خبر دی...... یا لکھ کر بتایا...... یا

پیغام بھیجا...... یا دوسرے شخص سے اس بات کا ذکر کیا...... تاکہ وہ مجھ سے ذکر کرے...... یا اس کے بارے میں اشارہ کیا...... تو تجھ پر طلاق۔

آپ کی بیوی اس معاملہ میں بڑی حیران ہوئی۔ تو کسی نے ان سے کہا کہ امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کوئی حل دریافت کیجئے۔ چنانچہ حضرت اعمش کی بیوی حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کے پاس آئی اور سارا واقعہ عرض کیا۔ امام صاحب نے فرمایا:

''جب آٹے کا چرمی تھیلا خالی ہو جائے تو اس چرمی تھیلے کو ان کے سوتے ہوئے ان کے کپڑوں سے باندھ دینا۔ جب بیدار ہوں گے اور اسے دیکھیں گے تو آٹے کا ختم ہو جانا ان کو معلوم ہو جائے گا۔''

انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت اعمش آٹے کے ختم ہو جانے کو سمجھ گئے۔ اور کہنے لگے:۔

خدا کی قسم! یہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے حیلوں میں سے ہے۔ آپ زندہ ہیں تو ہم کیسے فلاح پائیں گے۔ آپ تو ہماری عورتوں کے سامنے ہم کو رسوا کرتے ہیں ان کو ہمارا عاجز ہونا اور ہماری سمجھ کا ضعف دکھاتے ہیں۔

(جواہر البیان فی ترجمۃ الخیرات الحسان)

مور کا چور

امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ایک پڑوسی کا مور کسی نے چرا لیا...... وہ حضرت امام کے پاس آیا اور مور کی چوری کا زکر کیا...... آپ نے فرمایا چپ رہو...... پھر مسجد میں تشریف لائے...... جب سب لوگ نماز کے لئے جمع ہوئے...... تو آپ نے فرمایا: کیا وہ شخص! جو اپنے پڑوسی کا مور چراتا ہے...... شرماتا نہیں کہ مور چراتا ہے...... اور پھر آ کر نماز اس حال میں پڑھتا ہے...... کہ اس کے سر پر مور کے پر کا اثر ہوتا ہے...... یہ سنتے ہی ایک شخص نے اپنا سر چھپایا...... آپ نے فرمایا: تو ہی مور کا چور ہے اسے اس کا مور دے دے۔ اس نے اسی وقت مور لا دیا۔

(الخیرات الحسان ص ۱۰۳)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی حاضر جوابی

ابو جعفر منصور کے دربار میں حضرت امام کو غیر معمولی اعزاز حاصل تھا۔ اس سبب سے منصور کے حاشیہ نشین حضرت امام صاحب سے سخت بغض رکھتے تھے۔ اور اسی جذبہ کے ماتحت ایک دن ابو العباس طوسی نے دربار میں حضرت امام سے سوال کیا:

ابو حنیفہ! بتایئے کہ اگر امیر المومنین ہم میں سے کسی کو حکم دیں کہ فلاں آدمی کی گردن ماردو اور اس کے قصور اور جرم سے ہم لوگ بالکل بے خبر ہیں تو ایسی صورت میں گردن مانی جائز ہوگی یا نہیں؟

حضرت امام رحمۃ اللہ تعالیٰ نے برجستہ فرمایا: میں تم سے پوچھتا ہوں کہ امیر المومنین صحیح حکم دیتے ہیں یا غلط؟

طوسی نے کہا بھلا امیر المومنین غلط حکم کیونکر دے سکتے ہیں۔ امام نے فرمایا پھر صحیح حکم کی تعمیل میں تردد کیسا؟ بے چارے طوسی اس جواب سے اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔

حدیث کی تعظیم کا نقد انعام

مشہور محدث ہدبہ بن خالد کو خلیفہ بغداد مامون رشید نے اپنے دستر خوان پر مدعو کیا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جب دستر خوان اٹھایا گیا تو طعام کے دو ٹکڑے جو زمین پر گر گئے تھے۔ محدث موصوف نے اٹھا اٹھا کر کھانا شروع کر دیئے۔ مامون نے حیران ہو کر کہا کہ اے شیخ! کیا آپ ابھی آسودہ نہیں ہوئے؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں! لیکن مجھ سے حماد بن سلمہ نے ایک حدیث بیان فرمائی ہے:

”جو شخص دستر خوان کے نیچے گرے ہوئے ٹکڑوں کو چن چن کر کھائے گا وہ مفلسی وفاقہ کشی سے بے خوف ہو جائے گا۔“

میں اسی حدیث پر عمل کر رہا ہوں۔ یہ سن کر مامون بے حد متاثر ہوا اور اپنے ایک خادم کو اشارہ کیا تو اچانک ایک ہزار دینار رومال میں باندھ کر لایا۔ مامون نے اس کو ہدبہ بن خالد کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کر دیا۔ ہدبہ بن خالد نے فرمایا کہ اسی حدیث پر عمل کی برکت ہے۔

عالم بادشاہ

جب سلیمان بن عبدالملک خلیفہ دمشق بہت سخت بیمار ہوا تو اس کو اپنے جانشین کی فکر ہوئی۔ چنانچہ اس نے ایک دستاویز میں اپنے ولی عہد کا نام لکھ دیا۔ مگر سلطنت کے اس انقلاب آفریں کام میں مشورہ کرنے کے لئے ایک مشہور عالم رجاء بن حیوہ محدث شامی کو بلایا۔ حضرت رجاء نے جو دستاویز پڑھی تو اس پر خلیفہ کے ایک نابالغ لڑکے کا نام درج تھا۔

آپ نے فرمایا کہ امیر المومنین! اگر آپ اپنی قبر میں سکون اور آسودگی چاہتے ہیں تو کسی ایسے شخص کو اپنا جانشین بنائیے جو سلطنت کے حسن وخوبی کو چار چاند لگا دے۔ یہ نابالغ بچہ بھلا کیا حکومت سنبھالے گا؟ حضرت رجاء کا یہ کلمہ حق تاثیر کا تیر بن کر خلیفہ کے دل میں چبھ گیا اور اس نے فوراً ہی دستاویز کو پھاڑ کر پرزے پرزے کر ڈالا۔

پھر کہا کہ میرے بیٹے داؤد کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے؟ حضرت رجاء نے فرمایا کہ وہ اس وقت دار الخلافہ سے سینکڑوں میل دور قسطنطیہ کے جہاد میں مصروف ہے اور یہ بھی پتا نہیں کہ وہ زندہ بھی ہے یا نہیں! خلیفہ نے کہا کہ پھر کس کو میں اپنا ولی عہد بناؤں؟

حضرت رجاء نے فرمایا کہ آپ کا بھتیجا عمر بن عبدالعزیز بہت ہی صالح، فاضل اور سلیم الطبع ہے۔ میرے خیال میں وہ آپ کی جانشینی کے لئے سب سے زیادہ بہتر ہے۔ خلیفہ نے فوراً ہی عمر بن عبدالعزیز کے لئے ولی عہدی کی دستاویز لکھ دی اور اس کو لفافہ میں بند کر کے کوتوال کو حکم دیا کہ خاندان خلافت کے کل ارکان دربار میں حاضر کئے جائیں۔

چنانچہ جب سب لوگ دربار میں آ گئے تو حضرت رجاء نے خلیفہ کے حکم سے اس سربمہر

لفافہ پر سب سے بیعت لے کر سب کو رخصت کر دیا۔اس دستاویز کی تکمیل کے چند ہی گھنٹے بعد خلیفہ کا انتقال ہو گیا۔حضرت رجاء نے دروازے پر پہرہ بٹھا دیا کہ خبردار! کوئی اندر نہ جانے پائے۔نہ اندر سے کوئی باہر نکلے۔تاکہ خلیفہ کی موت کا حال کسی کو معلوم نہ ہوسکے۔پھر کوتوال کو بھیج کر خلافت کے خاندان کے تمام ذمہ داروں کو بلایا اور دوبارہ اس مہر بند لفافہ پر سب سے بیعت لے کر خلیفہ کی موت کا اعلان فرمادیا۔اور لفافہ کھول کر سب کو عمر بن عبدالعزیز کا نام دکھادیا۔

جب ہشام بن عبدالملک نے (جو خلافت کا دعوے دار تھا) عمر بن عبدالعزیز کا نام سنا تو بگڑ کر کہا کہ خدا کی قسم ہم ہرگز کبھی بھی ان کو خلیفہ تسلیم نہیں کریں گے۔حضرت رجاء نے ڈانٹ کر فرمایا کہ تم دو مرتبہ اس مہر بند لفافہ پر بیعت کر چکے ہو۔اب خیریت اسی میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کی بیعت کرلو۔ورنہ ابھی تلوار سے تمہارا سر اڑا دیا جائے گا۔حضرت رجاء کے قہر آلود تیور دیکھ کر ہشام کانپ اٹھا اور فوراً بیعت کر لی۔

ہشام کی بیعت کے بعد حضرت رجاء نے عمر بن عبدالعزیز کا ہاتھ پکڑ کر منبر خلافت پر بٹھا دیا اور ان کی خلافت عملی کا دور شروع ہو گیا۔(تذکرۃ الحفاظ ص ۱۱۱)

پختہ عالم ہونے سے قبل مجالس کا انعقاد نہ کرو

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نابغہ روزگار، شیوخ زمانہ اور خود امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے استفادہ اور حصولِ تعلیم کے بعد اپنی علیحدہ درسگاہ قائم کرلی......مگر اس سلسلہ میں نہ تو اپنے محسن و مربی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مشورہ کیا اور نہ انہیں اطلاع دی......امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی شاگرد کے ذریعہ سے ان سے چند مسائل دریافت کرائے......مگر انہیں جواب سے اطمینان نہ ہوا......اور فوراً تردید کردی......اس صورت واقعہ کے پیش نظر خود امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کو احساس ہوا ......کہ انہوں نے قبل از وقت درس قائم کر دیا ہے...... چنانچہ وہ خود امام اعظم ابو حنیفہ

رحمۃ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے...... اور اپنی تقصیر کا اعتراف کیا...... امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے انہیں نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

تزبیت قبل ان تحصراً

تم انگور ہونے سے پہلے منقی بن گئے۔

مقصد یہ تھا کہ پختہ کار ہونے سے پہلے درس وتدریس کا کام شروع کر دیا جو ہرگز زیبا نہیں۔

نہ تخت وتاج میں، نہ لشکر وسپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے!

خلیفہ بغداد منصور جب حج کرنے آیا تو اس نے انہی محدث ابن ابی ذئب کو غروب آفتاب کے وقت کعبہ معظمہ کے قریب بلایا...... اس وقت ایک چوبدار مسیتب کے ہاتھ میں تلوار تھی...... اور دوسرے چوبدار ابن ہثیم کے ہاتھ میں لاٹھی......

منصور نے پوچھا: اے ابن ابی ذئب! حسن بن زید کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے......؟

آپ نے فرمایا: وہ عدل کی کوشش کرتے ہیں...... پھر دو تین مرتبہ یہ پوچھا...... میرے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں......؟ تو ابن ابی ذئب نے عالمانہ وقار کے ساتھ برجستہ یہ جواب دیا......

ورب هذه النبيه انک لجائر اس عمارت (کعبہ) کے رب کی قسم تمہارے ظالم ہونے میں کوئی شک نہیں۔

یہ سن کر ربیع حاجب نے مارے غصہ کے آپ کی ڈاڑھی پکڑ لی۔ اس وقت منصور نے بگڑ کر ڈانٹتے ہوئے کہا: اے اوگندی عورت کے بیٹے۔ خبردار! ان کو چھوڑ دے تو جانتا نہیں!

هذا خير اهل الحجاز یہ تمام اہل حجاز میں سب سے زیادہ برگزیدہ بزرگ ہیں۔ (تبصرہ تاریخ بغداد ص ۳۱)

جو مسئلہ معلوم نہ ہو اس کو مت بناؤ

امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کوئی سوال پوچھا گیا...... جواب دیا مجھے نہیں معلوم...... کہا گیا: آپ عراق کے مفتی وفقیہ ہیں......اور آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں...... یقیناً آپکو اپنے اس جواب سے شرم تو محسوس ہو رہی ہو گی...... جواب دیا:

فرشتے تو اس وقت نہیں شرمائے تھے...... جب انہوں نے کہا...... **لا علم لنا الا ماعلمتنا** ......ہمیں تو اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا رکھا ہے۔

عتبہ بن مسلم کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ماہ تک رہا۔ اس دوران کتنے ہی لوگوں نے آپ سے سوالات کئے جن کا جواب یہ ہوتا مجھے معلوم نہیں۔ مشہور تابعی سعید بن میسب رحمہ اللہ تعالیٰ سے جب فتویٰ پوچھا جاتا تو فرماتے:

اللّٰھم سلمنی وسلم منی اے اللہ مجھے غلط فتویٰ دینے سے محفوظ رکھ اور لوگوں کو مجھ سے غلط فتویٰ لینے سے محفوظ رکھ۔

ایک مرتبہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے مسئلہ دریافت کیا گیا تو جواب میں خاموش رہے۔ پوچھا گیا جواب کیوں نہیں دیتے؟ فرمایا:

حتی ادری، الفضل فی سکوتی او فی الجواب میں اس وقت تک جواب نہیں دیتا جب تک مجھے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ فضیلت میرے خاموش رہنے میں ہے یا جواب دینے میں۔

ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں...... میں نے ایک سو بیس انصاری صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیکھا......ان میں سے کسی ایک سے سوال کیا جاتا......تو دوسرے کے پاس جانے کو کہتے ......دوسرا تیسرے کے پاس......تیسرا چوتھے کے پاس......حتیٰ کہ سوال ہوتے ہوتے...... پہلے کے پاس واپس آجاتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طرز عمل یہ تھا کہ جب کوئی صحابی حدیث بیان کرتے اور ان سے

سوال ہوتا تو وہ پوری کوشش کرتے کہ اس کا جواب ان کا کائی دوسرا بھائی دے۔ ابوالحسین ازدی کہا کرتے تھے۔

ان احدھم لیفی فی المسالۃ لو وردت علی عمر ابن الخطاب لجمع لھا

اہل بدر لوگ مسئلہ میں بے جھجک فتویٰ دیتے ہیں۔ اگر یہی مسئلہ عمر بن خطاب کے سامنے رکھا جاتا تو اس کے جواب کے لئے اہل بدر کو جمع کر لیتے۔

قاسم بن محمد سے سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: مجھے اس کا جواب نہیں آتا...... سائل نے کہا: حضرت آپ کے پاس آیا ہوں...... آپ کے پاس آیا ہوں...... آپ کے سوا کسی کو نہیں جانتا...... مجھے تو جواب چاہیے...... قاسم بن محمد نے جواب دیا: بھائی! میری لمبی داڑھی کی طرف مت جاؤ......! اور نہ یہ دیکھو کہ میرے اردگرد کتنے لوگ جمع ہیں...... اللہ کی قسم! ما احسنہ میں اچھے طریقے سے جواب نہیں دے سکتا۔

قریش کے ایک آدمی نے اس سائل سے کہا: اے میرے بھتیجے! قاسم کی صحبت اختیار کرو۔ آج کے دن ان سے زیادہ علم وفضل والا کوئی شخص نہیں۔ قاسم فرمانے لگے:

واللّٰہ لان یقطع لسانی احب الی من ان اتکلم بما لا علم لی بہ

اللہ کی قسم! میری زبان کٹ جائے یہ میرے لئے اس بات سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں ایسی بات کے بارے میں گفتگو کروں جس کا مجھے علم نہیں۔

ایک مرتبہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم طبیب کی حیثیت سے کام کر رہے ہو۔ اس بات سے ڈرنا کہ کہیں تم عطائی نہ بن جاؤ۔ یا اپنی کم علمی کے باعث کسی مسلمان کو قتل نہ کر دو۔ اس تنبیہ کے بعد حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فیصلہ کرنے میں بہت احتیاط کرنے لگے۔

بلکہ کئی بار ایسا ہوا کہ دو آدمی ان کے پاس جھگڑا لے کر آئے تو ان کے درمیان فیصلہ کرنے کے بعد فرمایا: فریقین کو دوبارہ میرے پاس لے کر آؤ! میں عطائی ہوں۔ جب وہ

آجاتے تو ان سے دوبارہ معاملہ سنتے۔ اس پر دوبارہ غور وفکر کرتے اور پھر فیصلہ کرتے۔

اللہ اللہ! کتنا خوف اور ڈر تھا کہ کہیں ان سے عجلت میں غلط فیصلہ نہ ہو جائے۔ کیا آج کل کے علمائے کرام اس پر غور فرمائیں گے؟

خوف خدا کا انعام

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ یا کسی اور فقیہ کے دور کا واقعہ ہے...... وقت کا بادشاہ اپنی بیوی کے ساتھ تخلیہ میں تھا...... اس کی بیوی کسی وجہ سے اس سے ناراض تھی...... بادشاہ چاہتا تھا کہ محبت و پیار میں وقت گزاریں...... اور بیوی جلی بیٹھی تھی...... اور وہ چاہتی تھی کہ اس کی شکل ایک آنکھ بھی نہ دیکھوں...... ادھر سے اصرار...... اور ادھر سے انکار۔

جب بہت دیر گزر گئی...... تو بادشاہ نے محبت میں کچھ اور بات کر دی...... جب اس نے بات کر دی...... تو بیوی نے آگے سے کہا: جہنمی دفعہ ہو یہاں سے...... جب اس نے اتنی بڑی بات کہہ دی...... تو بادشاہ کو بھی غصہ آگیا...... چنانچہ کہنے لگا: اچھا اگر میں جہنمی ہوں...... تو تجھے بھی تین طلاق...... اب اس نے بات تو کر دی...... مگر وہ دونوں پوری رات متفکر رہے...... کہ آیا طلاق ہوئی بھی ہے یا نہیں......؟

خیر صبح اٹھے تو ان کے دماغ ٹھنڈے ہو چکے تھے۔ چنانچہ فتویٰ لینے کے لئے متفکر ہو گئے۔ چنانچہ کسی مقامی عالم کے پاس پہنچے اور ان کو پوری صورتحال بتائی اور کہا کہ بتائیں کہ طلاق واقع بھی ہوئی یا نہیں کیونکہ مشروط تھی...... انہوں نے کہا: میں اس کا فتویٰ نہیں دے سکتا کیونکہ میں نہیں جانتا...... کہ تم جہنمی ہو یا نہیں......؟ کئی اور علماء سے بھی پوچھا گیا...... مگر ان سب نے کہا کہ ہم اس کا فتویٰ نہیں دے سکتے...... کیونکہ بات مشروط ہے...... بادشاہ چاہتا تھا کہ اس قدر خوبصورت اور اچھی بیوی...... مجھ سے جدا نہ ہو...... مگر مسئلہ کا پتہ نہیں چل رہا تھا کہ اب حلال بھی ہے یا نہیں؟ چنانچہ بڑا مسئلہ بنا...... بلکہ بادشاہ کا مسئلہ تو اور زیادہ پھیلتا ہے۔

بالآخر ایک فقیہ کو بلایا گیا...... ان سے عرض کیا گیا کہ آپ بتائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ

میں جواب تو دوں گا...... مگر اس کے لئے مجھے بادشاہ سے تنہائی میں کچھ پوچھنا پڑے گا...... اس نے کہا ٹھیک ہے پوچھیں...... چنانچہ انہوں نے بادشاہ سے علیحدگی میں پوچھا کہ...... کیا آپ کی زندگی میں کبھی کوئی ایسا موقع آیا ہے کہ...... آپ اس وقت گناہ کرنے پر قادر ہوں...... مگر آپ نے اللہ کے خوف سے...... وہ کبیرہ گناہ چھوڑ دیا ہو؟

بادشاہ سوچنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد اس نے کہا: ہاں ایک مرتبہ ایسا واقعہ پیش آیا تھا۔ پوچھا وہ کیسے؟ وہ کہنے لگا:

ایک مرتبہ جب میں آرام کے لئے...... دوپہر کے وقت...... اپنے کمرے میں گیا...... تو میں نے دیکھا کہ...... محل میں کام کرنے والی لڑکیوں میں سے ایک...... بہت ہی خوبصورت لڑکی میرے کمرے میں...... کچھ چیزیں سنوار رہی تھی...... جب میں کمرے میں داخل ہوا ...... تو میں نے اس لڑکی کو کمرے میں اکیلے پایا...... اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر...... میرا خیال برائی کی طرف چلا گیا۔

چنانچہ میں نے دروازے کی کنڈی لگا دی...... اور اس کی طرف بڑھا...... وہ لڑکی ایک نیک عفیفہ اور پاکدامن لڑکی تھی...... اس نے جیسے ہی دیکھا کہ بادشاہ نے کنڈی لگالی ہے...... اور میری طرف خاص نظر کے ساتھ قدم اٹھا رہا ہے...... تو وہ فوراً گھبرا گئی...... جب میں اس کے قریب پہنچا تو وہ کہنے لگی:

...... **یاملک اتقو اللہ**...... اے بادشاہ اللہ سے ڈر۔

جب اس نے یہ الفاظ کہے...... تو اللہ کا نام سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے...... اور اللہ کا جلال میرے اوپر غالب آ گیا...... چنانچہ میں نے اس لڑکی سے کہا اچھا چلی جا۔ میں نے دروازہ کھولا اور اسے کمرے سے بھیج دیا۔

اگر میں گناہ کرنا چاہتا...... تو میں اس وقت اس لڑکی سے گناہ کر سکتا تھا...... مجھے کوئی پوچھنے والا نہیں تھا...... مگر اللہ کے جلال عظمت اور خوف کی وجہ سے...... میں نے اس لڑکی کو بھیج دیا اور گناہ سے باز آ گیا۔ اس فقیہ نے فرمایا کہ اگر تیرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تھا تو:

''میں فتویٰ دے دیتا ہوں کہ تو جنتی ہے اور تیری طلاق واقع نہیں ہوئی۔''

اب دوسرے علماء نے کہا: جناب! آپ کیسے فتویٰ دے سکتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: جناب میں نے اپنی طرف سے فتویٰ نہیں دیا بلکہ یہ فتویٰ تو قرآن دے رہا ہے۔ وہ حیران ہوگئے کہ قرآن نے فتویٰ کہاں سے دیا۔ انہوں نے جواب میں قرآن کی آیت پڑھی:

واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھویٰ فان الجنة ھی ماویٰ.

جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈر گیا اور اس نے اپنے نفس کو خواہشات میں پڑنے سے بچالیا تو ایسے بندے کا ٹھکانہ جنت ہوگی۔

پھر انہوں نے بادشاہ کو مخاطب کر کے فرمایا: چونکہ تم نے اللہ کے خوف کی وجہ سے گناہ کو چھوڑا تھا...... اس لئے میں لکھ کر دیتا ہوں کہ...... اللہ تعالیٰ تمہیں جنت عطاء فرمادیں گے۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ تعالیٰ نے علم حدیث کی سند حضرت حاجی محمد افضل صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ سے حاصل کی تھی۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ تحصیل علم سے فراغت کے بعد حاجی صاحب نے اپنی کلاہ جو پندرہ برس تک آپ کے عمامہ کے نیچے رہ چکی تھی مجھے عنایت فرمائی۔

میں نے رات گرم پانی میں وہ ٹوپی بھگو دی۔ صبح تک وہ پانی جو املتاس کے شربت سے زیادہ سیاہ ہوگیا تھا۔ میں اس کو پی گیا اس پانی کی برکت سے میرا دل ایسا روشن ہوگیا کہ کوئی کتاب مشکل نہ رہی۔ اساتذہ کی ٹوپیاں اچھالنے والے اور مدرسہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کی اسکیمیں بنانے والے طلبہ ذرا ان باتوں پر غور فرمائیں۔

مستجاب الدعوۃ ہونے کی دعا

لکھا ہے کہ ایک عازم حج بیت اللہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ مسئلہ دریافت کیا کہ مشاہدہ بیت اللہ کے اولین مرحلہ میں کونسی دعا پڑھی جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بان یدعوا اللّٰہ عند مشاهد البیت باستحبابة دعائم فان استجیبت هذه الدعوة صار مستجاب الدعوة (بحرالرائق کتاب الحج)

مشاہدہ بیت اللہ کے اولین مرحلہ پر اپنے مستجاب الدعوۃ ہونے کی دعا کرے۔ اگر یہ دعا قبول ہوگئی تو پھر کوئی دعا ہی ایسی باقی نہ رہے گی جو قبول نہ ہو۔

وزیر ابن ہبیرہ کا ادب حدیث رسول ﷺ

حضرت عون الدین یحییٰ ابن محمد ہبیرہ متوفی ۵۶۰ ھ...... علم وادب وفضل اور دیگر فنون میں فضلائے زمانہ میں ممتاز تھے۔ ابتدائی زمانے میں نہایت عسرت وتنگدستی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے وزارت کے درجہ پر پہنچایا۔ خلیفہ مقتفی باللہ نے اپنا وزیر بنالیا۔

ابن جوزی نے لکھا ہے کہ ابن ہبیرہ کو نحو ولغت وعروض میں کافی مہارت تھی۔ فقہ مذہب حنبلی پر حاصل کیا تھا۔ اتباع سنت وسیرت سلف صالحین پر شدت سے قائم تھے۔ اس سے بڑھ کر یہ واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ وزیر نے اپنے مکان پر قرأت حدیث کی مجلس برپا کی جس میں اعیان واکابر دولت وفضلاء وعلماء مجتمع تھے۔

شیخ احمد بن صالح التوفی ۵۶۵ ھ جو ابن شافع کے نام سے شہرت رکھتے تھے حدیث سنا رہے تھے کہ پردہ کے پیچھے مکان کے اندر سے اچانک رونے اور چیخنے کی آوازیں آنے لگیں۔ حاضرینِ مجلس بے تاب ہوگئے کہ کیا قصہ ہے؟ مگر وزیر اپنی جگہ ساکت وصامت رہے۔ جب ابن شافع نے ایک روایت ختم کی تو ابن ہبیرہ لوگوں کو روک کر اندر گئے اور واپس آکر مجلس جاری رکھنے کی ہدایت کی۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔

لوگ حادثہ کے حالات معلوم کرنے کے لئے بے چین تھے۔ وزیر نے فرمایا کہ میرا ایک چھوٹا بچہ تھا جو بیمار تھا۔ وہ قضاء الٰہی سے فوت ہوگیا۔ چونکہ اس وقت امر بالمعروف کا موقعہ تھا کہ میں جا کر گھر والوں کو رونے چلانے سے منع کروں۔ اس لئے میں اندر گیا ورنہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے ہرگز نہ اٹھتا۔ حاضرین مجلس کو وزیر موصوف کے صبر وتحمل اور حدیث رسول

ﷺ کے ادب واحترام سے تعجب ہوا۔ وزیر موصوف کے مناقب بہت ہیں سب کو بیان کرنے کی گنجائش نہیں۔ (شذرات الذہب ج۴ص۱۹۴)

استاد کا احترام کرنے کا انعام

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری ایام میں ایک مرتبہ سوچا کہ اپنی نیابت کا مقام کس شاگرد کو دوں...... اس کے لئے آپ نے ایک ترکیب سوچی...... اور ایک دن مدرسے میں پیغام بھجوادیا کہ...... ان کی طبیعت سخت خراب ہے...... اس لئے وہ مدرسے میں نہیں آئیں گے...... اور کوئی بھی طالب علم ان کی عیادت کو نہ آئے...... دو چار دن شاگرد بڑے پریشان رہے...... ایک دن آپ نے ذراسی دیر کے لئے...... گھر سے باہر نکل کر اپنے شاگردوں کو بلایا...... اور کہا کہ مدرسے کی چھت پر اونٹ کو چڑھاؤ...... یہ کہا اور فوراً گھر کے اندر چلے گئے۔

چونکہ یہ ان ہونی سی بات تھی...... کیونکہ ان دنوں آج کل کی مشینیں نہیں ہوتی تھیں...... اس لئے شاگردوں نے سوچا کہ...... بیماری نے امام صاحب کے ذہن پر برا اثر ڈالا ہے...... اس لئے وہ خاموشی سے اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے...... لیکن آپ کے دو شاگرد حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ ...... کہیں سے اونٹ اور رسہ لے کر آگئے...... اور اونٹ کو کوٹھے کے قریب کھڑا کر کے...... اسے رسے سے باندھا...... اور خود کوٹھے پر چڑھ کر اسے اوپر کی طرف کھینچنے لگے۔

لیکن اونٹ کیسے اٹھتا...... ان کے ہاتھوں سے خون نکلنے لگا...... امام صاحب ایک جھروکے میں سے یہ ساری کاروائی دیکھ رہے تھے...... وہ باہر تشریف لائے...... انہیں پیار سے گلے لگالیا...... اور فرمایا آج سے تم میرے نائب ہوں گے...... یہ میرے خلفاء ہیں۔

آپ نے کتابوں میں پڑھا ہوگا کہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد ان ہی دونوں بزرگوں کا درجہ اور منصب ہے اور ان ہی کے مرتب کردہ قوانین (فقہ) زیادہ مقبول اور معروف ہیں۔

ہم سنتے ہیں عمل نہیں کرتے

کیا وجہ ہے ہم علم (کی باتیں) سنتے ہیں لیکن ان سے نفع نہیں اٹھاتے؟

قیل لبعض الحکماء مالنا نسمع العلم ولا ننتفع به؟ فقال لهم لخمس خصال: اولها: قد انعم الله علیکم فرلم تشکروه. والثانی اذا اذنبتم فلم تستغفروه. والثالث: لم تعملوا بما علمتم من العلم. والرابع: صحبتم الاخیار ولم تفتد وابهم. والخامس: دفنتم الاموات فلم تعتبروا بهم

کسی دانا سے پوچھا گیا کیا وجہ ہے کہ ہم علم کی باتیں سنتے ہیں لیکن ان سے نفع نہیں اٹھاتے؟ انہوں نے فرمایا پانچ وجہ سے۔

- ......اللہ نے تم پر انعام فرمایا، لیکن تم اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔
- ......جب تم سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو تم مغفرت نہیں کرتے۔
- ......جو علم تم حاصل کرتے ہو اس پر عمل نہیں کرتے۔
- ......نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرتے ہو لیکن ان کی اقتدا نہیں کرتے۔
- ......مردوں کو دفن کرتے ہو لیکن ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

جنات کے محدث

علامہ قاضی بدرالدین حنفی جو آٹھویں صدی ہجری کے مشاہیر علماء میں سے ہیں۔ جنوں کے احوال واحکام میں ان کی مستقل کتاب ''آکام المرجان فی احکام الجان'' مشہور ومعروف ہے۔

اس میں عنوان بالا کے ماتحت انہوں نے نقل فرمایا ہے کہ: حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی ایک جماعت مکہ معظمہ کے قصد سے نکلی...... اتفاقاً راستہ بھول گئی...... اس لق ودق میدان میں زندگی کا کوئی سہارا نہ تھا...... موت کے لئے تیار ہو کر کفن پہن لئے......

اور ٹیٹ گئے تو ایک جن درختوں کو چیرتا ہوا سامنے آیا...... اور کہا کہ میں ان لوگوں میں سے باقی ہوں...... جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے احادیث سنی ہیں...... میں نے خود آنحضرت ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیحب للمسلمین مایحب لنفسہ ویکرہ للمسلمین ما یکرہ لنفسہ	جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ سب مسلمانوں کے لئے وہ چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اور اس چیز کو ناپسند کرے جس کو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے۔

اس کے بعد قافلہ کو راستہ پر لگا دیا۔ اور پانی کا پتا بتا دیا۔

پرندہ کی شکل میں جن کا علم حاصل کرنا

حضرت وہب بن منبہ سے منقول ہے کہ وہ اور حضرت حسن بصری...... ہر سال موسم حج میں مسجد خیف کے اندر...... رات کے کسی حصہ میں ایسے وقت ملاقات کیا کرتے تھے...... جب سب لوگ سو جائیں...... حسب عادت ایک مرتبہ یہ دونوں بزرگ مع اصحاب...... مسجد خیف میں بیٹھے ہوئے تھے کہ...... ایک پرندہ آیا اور حضرت وہب کے پہلو پر آبیٹھا...... اور سلام کیا۔

حضرت وہب نے سلام کا جواب دیا...... اور یہ سمجھ گئے کہ یہ کوئی جن ہے...... پھر اس سے گفتگو شروع کی...... اور دریافت کیا تم کون ہو......؟ اس نے کہا کہ میں قومِ جنات میں سے ایک مسلمان ہوں...... آپ نے فرمایا کہ اس وقت آنے سے تمہارا کیا مقصد ہے......؟ عرض کیا کہ آپ کی مجلس سے علمی اور اخلاقی فیوض حاصل کرنا...... اور ہماری قوم اسی طرح انسانی علماء وصلحا کی مجلس سے استفادہ کرتی ہے...... ہم لوگ آپ کے اکثر اعمال نماز، جہاد، عیادت، مریض نماز جنازہ حج وعمرہ وغیرہ میں شریک ہوتے ہیں...... اور آپ کے افادات علمیہ اور روایات حدیث کو محفوظ کرتے ہیں...... حضرت وہب نے فرمایا کہ جنات میں سب سے محدث اور عالم کون ہے۔ اس نے حضرت حسن بصری کی طرف اشارہ کر کے عرض کیا کہ...... ہماری قوم میں ان کے شاگرد سب سے زیادہ اعلم وافضل ہیں۔ (آکام المرجان ص ۸۱)

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ وہ شام میں چند روز کے لئے مقیم ہوئے۔ وہاں رہ کر حدیث لکھتے رہے۔ ایک باران کا قلم ٹوٹ گیا۔ اور لکھنے کے لئے کسی سے عاریۃً دوسرا قلم مانگ لیا اور اس سے حدیث کی کتابت کرتے رہے۔ جب وہاں سے اپنے وطن کو چلنے لگے تو بھولے سے وہ مانگا ہوا قلم بھی ان کے قلم دان میں رہ گیا۔ جب آپ شہر میں پہنچے اور مال اسباب کھولا تو قلم دان میں وہ قلم بھی نکلا۔ انہوں نے اسے پہچانا اور فوراً اپنے وطن سے پھر ملک شام جانے کی تیاری کی تا کہ قلم کے مالک کو اس کا قلم واپس دیں۔

دغا باز جاہل فقیر اور بڑا عمامہ

ایک مرتبہ کسی فقیہ نے یہ کام کیا کہ بہت سے چیتھڑے دھوئے...... اور پاک صاف کر کے...... انہیں اپنے سر پر عمامے کے نیچے باندھ لیا...... تا کہ جب وہ کسی اعلیٰ محفل میں ادنیٰ مقام پر بیٹھے...... تو عمامہ وزنی دکھائی دے اور لوگ سمجھیں...... کہ بڑا عالم فاضل ہے...... بلاشبہ ان حقیر اور بے قیمت دھجیوں سے دستار کا وزن دگنا تگنا ضرور ہو گیا تھا...... لیکن قلب منافق کی طرح وہ اندر سے ذلیل اور کم حیثیت تھی۔

فقیروں کی گدڑیوں کے ٹکڑے، بوسیدہ اور سڑی ہوئی روئی کے گالے اور گداگروں کی پوستین کی دھجیاں اس عمامے کی بنیاد تھیں...... وہ فقیہ یہ وزنی عمامہ سر پر باندھ کر اگلے روز منہ اندھیرے شہر میں پہنچا...... تا کہ اس وزنی دستار سے...... جسے عزت وعظمت کا سبب خیال کرتا تھا...... کچھ حاصل کرے...... دور سے ایک چور نے تاڑا کہ ایک قیمتی دستار والا چلا آتا ہے...... جوں ہی وہ فقیہ نزدیک آیا...... چور نے جھپٹ کر دستار سر سے اتار لی...... تا کہ اسے بازار میں بیچ کر ٹکے کھرے کرے۔

فقیہ نے اسے آواز دی کہ ارے بھائی! یہ دستار کدھر لئے جاتا ہے......اور کس دھوکے میں ہے......؟ ذرا اسے کھول کر بھی دیکھ لے......اس کے بعد جی چاہے تو بڑے شوق سے لے جائیو......میں نے تجھے عطا کی۔

فقیہ کی یہ آواز سن کر چور نے دوڑتے دوڑتے......وہ وزنی دستار کھولی......اس کے پر پیچ خم کھولتا جاتا تھا......اور اس میں سے رنگ برنگ چیتھڑے......اور دھجیاں نکل نکل کر......زمین پر گرتی جاتی تھیں...... یہاں تک کہ چور کے ہاتھ میں ہاتھ بھر کا بوسیدہ کپڑا رہ گیا......اس نے جھلا کر اسے بھی زمین پر پھینکا......اور کہنے لگا:

اے او ہلکے شخص! تو نے اس دغابازی سے......خوامخواہ میری محنت برباد کی......یہ کیا مکر تھا کہ ایسی عمدہ دستار بنا کر...... مجھے اس پر ہاتھ ڈالنے......اور اڑا لے جانے کا لالچ دیا......تجھے ذرا حیا نہ آئی......ایسا کام کرتے ہوئے......؟ مجھے بیٹھے بٹھائے ایک گناہ بے لذت میں مبتلا کر دیا۔

فقیہ نے جواب دیا تو سچ کہتا ہے......بے شک میں نے دھوکا دیا......لیکن یہ تو سوچ کہ بطور نصیحت تجھے آگاہ بھی کر دیا تھا......کہ لے جانے سے پہلے اسے کھول کر دیکھ لے......اب مجھے لعنت ملامت کرنے سے فائدہ......؟ کچھ میرا قصور ہو تو بتا۔

اے عزیز! فقیہ کی اس وزنی اور بظاہر قیمتی دستار کی طرح...... یہ دنیا بھی بڑی بھاری اور بیش قیمت نظر آتی ہے......مگر اس کے اندر جو عیب پوشیدہ ہے......اس کا بھی اس نے سب پر اظہار کر دیا ہے...... اور سب سے کہہ دیا ہے کہ...... اسے اچھی طرح جانچ پھٹک کر دیکھ لو......بعد میں گلہ شکوہ نہ کرنا......اے عزیز! بہاروں کی دلفریبی......اور نرماہٹ پر......زیادہ مت اچھل......خزاں کی سردی اور زردی بھی......دھیان میں رکھ۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا قرضدار کا قرض معاف کرنا

ایک دن کا ذکر ہے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے ایک دوست حضرت شفیق بلخی کے ساتھ کوفہ کے بازار میں جا رہے تھے......اتنے میں کیا ہوا کہ......دور سے ایک آدمی نظر آیا

......جو اسی طرف آرہا تھا...... جس طرف حضرت امام صاحب اور آپ کے دوست تھے......
جب تک اس آدمی نے ان دونوں کو نہ دیکھا تھا...... اپنے دھیان میں چلتا رہا...... لیکن جیسے ہی امام صاحب پر نظر پڑی...... جلدی سے ایک گلی میں مڑنے لگا۔

اتفاق سے امام صاحب نے بھی اسے دیکھ لیا تھا...... اسے گلی کی طرف رخ کرتے ہوئے محسوس کیا...... تو اونچی آواز میں بولے...... تم جس راستے پر آرہے تھے...... اسی پر چلے آؤ تم نے دوسرا راستہ کیوں اختیار کیا۔

امام صاحب کی یہ بات سن کر وہ آدمی کھڑا ہو گیا...... قریب جا کر آپ نے پھر یہی کہا: کیوں بھائی! تم نے اپنی راہ کیوں بدلی......؟ وہ شرمندہ سا ہو رہا تھا...... یہ سوال سن کر بولا:

قبلہ بات یہ ہے کہ کچھ دن پہلے...... میں نے آپ سے دس ہزار درہم قرض لئے تھے...... میں نے حد سے زیادہ کوشش کی...... لیکن ابھی تک اس قابل نہیں ہوا کہ...... آپ کی یہ رقم ادا کر سکتا...... اب آپ کو دیکھا تو دل میں شرمندہ ہوا...... سوچا آپ نے اپنا قرض مانگ لیا ...... تو کیا جواب دوں گا...... بس اسی وجہ سے منہ چھپا کر نکل جانا چاہتا ہوں۔

یہ بات سن کر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے نرمی سے کہا: سبحان اللہ! بس اتنی سی بات کے لئے تم نے مجھے دیکھ کر راستہ بدل دیا اور مجھ سے چھپنے کی کوشش کی جاؤ! میں نے یہ رقم تمہیں معاف کر دی۔

آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ بات سن کر اس غریب آدمی کی کیا حالت ہوئی ہو گی۔ اتنی رقم کے قرض کا بھاری بوجھ اس کے سر سے اتر گیا۔ اس نے سچے دل سے امام صاحب کو دعائیں دی ہوں گی اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب وہ چلنے لگا تو اس پر احسان جتانے کی جگہ حضرت امام نے فرمایا۔

حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ درس حدیث دے رہے تھے کہ ایک مقام کو حل کرنے میں مشکل پیش آئی۔ کافی دیر غور خوض کرنے کے بعد بھی کوئی نکتہ یاد نہ آیا۔ طلباء انتظار میں تھے کہ حضرت نے فرمایا کہ عزیز طلباء! مجھے اس مقام کو حل کرنے میں دقت پیش آرہی ہے۔ آپ تھوڑی دیر انتظار کریں۔ میں فلاں استاد (جو حضرت کے شاگرد رہ چکے تھے) سے

پوچھ کر آتا ہوں۔ طلباء حیران تھے کہ اتنے جلیل القدر استاد کی بے نفسی کا یہ عالم!!!

حالانکہ چاہتے تو اس بات کو اگلے دن پر بھی موخر کر سکتے تھے۔ مگر خلوص اور للہیت بھی عجیب نعمت ہے۔ جب حضرت! کمرے سے نکل کر دوسرے استاد کے دروازے پر پہنچے تو وہ دیکھتے ہی باہر آ گئے اور پوچھا کہ حضرت آپ کیسے تشریف لائے؟ فرمایا: مولانا! مجھے ایک مقام پر بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ آپ سے پوچھ لوں۔

وہ بھی آپ ہی کے صحبت یافتہ تھے۔ انہوں نے کتاب ہاتھ میں لے کر بات یوں شروع کی۔ حضرت! جب میں نے یہ کتاب آپ سے پڑھی تھی تو اس وقت آپ نے اس سوال کا جواب یوں دیا تھا۔ یہ الفاظ کہہ کر مشکل مقام کا حل تفصیل سے بیان کر دیا۔

مثالی عالم کا مثالی دبدبہ

حضرت مولانا محمد نور صاحب لکھنوی (شاگرد ملک العلماء بحر العلوم) ایک روز کہیں تشریف لئے جا رہے تھے...... سامنے سے بادشاہ اودھ کا وزیر...... علی بخش ہاتھی پر چلا آ رہا تھا...... اس نے حضرت کو دیکھ کر اتنا ادب کیا کہ...... ہاتھی کو بٹھا کر زمین پر اتر پڑا...... اور قریب آ کر سلام عرض کیا...... لیکن چونکہ اس کی ڈاڑھی منڈی ہوئی تھی...... اور وہ رافضی بھی تھا...... اس لئے آپ نے جواب نہ دیا...... اس نے دوسری طرف سے جا کر سلام کیا...... آپ نے ادھر سے بھی منہ پھیر لیا...... اس نے تیسری مرتبہ پھر سلام کیا...... مگر آپ نے جواب نہیں دیا...... تو وہ غصہ میں بھرا ہوا ہاتھی پر چڑھ کر یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ...... میں نے فرنگی محل کے مردوں کی ڈاڑھیاں اور عورتوں کا سر نہ منڈوایا...... تو علی بخش نام نہیں۔

جب آپ مکان پر تشریف لے گئے تو...... ایک طالب علم نے علی بخش کا وہ فقرہ عرض کیا...... آپ یہ سن کر فوراً باہر تشریف لائے...... اس وقت حضرت مولانا سید آل رسول صاحب مارہروی اور حضرت مولانا فضل رسول صاحب بدایونی رحمہما اللہ تعالیٰ...... آپ کے دونوں طالب علم حاضر تھے عرض کیا کہ حضور کہاں تشریف لے جا رہے ہیں......؟ آپ نے پوربی زبان میں فرمایا:

بچو! نورا کی حماقت تو ہے...... علی بخش آیا تھا...... سلام کیا تھا...... جواب دے دیا ہوتا......
اب وہ کسی کی ڈاڑھی مونڈے ہے...... کسی کا مونڈ موڑے ہے...... نورا کی حماقت تو ہے۔

یہ کہہ کر آپ سیدھے شاہی محل کو روانہ ہو گئے...... حالانکہ اس سے پیشتر آپ کبھی بھی شاہی محل میں تشریف نہیں لے گئے تھے...... پیچھے پیچھے آپ کے یہ دونوں شاگرد بھی ہمراہ چلے...... اس دن نوروز کا دن تھا...... اور شاہی محل میں جشن ہو رہا تھا...... جب دربان نے آپ کو آتے دیکھا تو گھبرا کر دوڑتا ہوا گیا...... اور بادشاہ کو آپ کی آمد کی خبر دی۔

بادشاہ سن کر گھبرا گیا...... اور حکم دیا کہ گانے بجانے...... اور شراب وکباب کا سارا سامان...... فوراً ہٹا دیا جائے...... اور خود دروازے تک استقبال کر کے...... حضرت کو اندر لے گیا۔ اور انتہائی تعظیم وتکریم کے ساتھ آپ کو بٹھایا...... بادشاہ کا وزیر علی بخش یہ منظر دیکھ کر کانپ اٹھا کہ...... یہ ضرور میری شکایت کریں گے...... اور خدا ہی جانے بادشاہ کیا کچھ کرے......

مگر حضرت وزیر کی شکایت کرنے تو گئے نہیں تھے...... بلکہ وزیر کو اپنی عظمت دکھانے کے لئے تشریف لے گئے تھے...... تاکہ وہ ایذا رسانی کے خیال سے باز رہے...... آپ تھوڑی دیر خاموش بیٹھے رہے...... پھر بادشاہ نے عرض کیا کہ حضرت اس وقت کیسے تشریف لائے......؟
ارشاد فرمایا: تیری زمین میں رہتے ہیں۔ ہم نے کہا ذرا ہو آئیں۔

بادشاہ نے نوروز کی شیرینی پیش کی تو فرمایا کہ ہمارے دو بچے بھی باہر ہیں۔ چنانچہ ان دونوں حضرات کو بھی بلایا گیا۔ تھوڑی دیر تشریف رکھ کر واپس تشریف لے گئے۔

لوگوں کے خیالات جاننے والی شخصیت

شیخ الحرم بن علی زنجانی بہت سے ممالک کے محدثین سے تحصیل علم کر لینے کے بعد مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے۔ یہ بہت ہی پرہیز گار اور عبادت گزار عالم حدیث تھے۔ اور ان کی مقبولیت اور خلق خدا کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ یہ جب حرم شریف میں داخل ہوتے تو لوگ کعبہ معظمہ کا طواف چھوڑ کر ان کی طرف دوڑ پڑتے تھے۔ جب مکہ مکرمہ پر رافضیوں کا قبضہ ہو گیا

یہ اپنے مکان کے اندر چھپ کر حدیثوں کا درس دیا کرتے تھے اور مکان کے اندر ہی عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے۔

ان کو خداوند عالم نے کشف القلوب کی کرامت سے نوازا تھا۔ چنانچہ یہ حاضرین مجلس کے قلبی خطرات اور دلی خیالات کو اپنے کشف سے جان لیا کرتے تھے۔

''مرو'' شہر کا باشندہ جس کا نام ابوالمظفر تھا اس کو آپ سے بے حد عقیدت ہوگئی اور اس نے عزم کرلیا کہ میں کبھی اپنے وطن نہیں جاؤں گا اور تمام عمر سعد بن علی کی خدمت و کفش برداری میں گزار دوں گا۔ لیکن اسی رات میں یہ خواب دیکھا کہ اس کی ماں سر کھولے ہوئے پراگندہ بال اور پریشان حال کھڑی ہے اور یہ کہہ رہی ہے:

اے بیٹا! میں تیری جدائی ہرگز ہرگز برداشت نہیں کرسکتی۔

ابوالمظفر کہتے ہیں کہ میں خواب سے بیدار ہوکر سخت الجھن اور ذہنی کشمکش میں مبتلا ہوگیا اور سعد بن علی کی خدمت میں مشورہ کے لئے چل دیا۔ لیکن حرم میں ان کے اردگرد لوگوں کا ہجوم تھا کہ باوجود انتہائی کوشش کے بھی ملاقات کا موقع نہیں مل سکا۔

جب وہ حرم سے نکلے تو میں ان کے پیچھے چلا۔ جب وہ اپنے مکان کے قریب پہنچے تو ایک دم مڑ کر مجھ سے فرمایا کہ اے ابوالمظفر! تیری بڑھیا ماں نہایت بے چینی اور بے قراری کے ساتھ تیرا انتظار کررہی ہے۔ یہ فرمایا اور مکان میں داخل ہوگئے۔ چنانچہ ابوالمظفر اپنا ارادہ فسخ کر کے اپنے وطن چلے گئے...... (تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۳۴۸)

مسجد کی چھت سونے سے بھر جائے

تو بھی علم کا معاوضہ نہیں لوں گا

رشید حج کرنے کے لئے مکہ مکرمہ آئے تو قاضی القضاۃ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ کو حکم دیا کہ وہ شہر کے مشہور محدثین کو ملاقات کے لئے اس کے پاس لے کر آئیں۔ امام ابو یوسف

رحمہ اللہ تعالیٰ نے تمام محدثین کے پاس پیغام بھیجا تو مکہ مکرمہ کے تمام محدثین رحمہ اللہ تعالیٰ جمع ہوگئے۔ مگر حضرت عبد اللہ بن ادریس رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت عیسیٰ بن یونس رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف نہ لائے۔

ہارون رشید کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے اپنے دونوں صاحبزادوں امین اور مامون کو حضرت عیسیٰ بن یونس کے پاس بھیجا کہ ان سے احادیث پڑھ کر آئیں۔ جب یہ دونوں ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے خوشی سے حدیث پڑھا کر انہیں واپس بھیج دیا۔ ہارون رشید نے اس کے صلہ میں عیسیٰ بن یونس رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس دس ہزار درہم روانہ کئے مگر انہوں نے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ ہارون رشید سمجھے کہ انہوں نے دس ہزار درہم کو کم سمجھ کر رد کیا ہے۔ اس لئے اس نے دوبارہ دوگنی رقم بھیج دی۔

جب یہ رقم حضرت عیسیٰ بن یونس رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچی تو انہوں نے کہا: اگر کوئی مجھے حدیث کے معاوضے میں اس مسجد کو چھت تک سونے سے بھر کر پیش کرے تب بھی میں اسے قبول نہ کروں گا۔ چنانچہ ہارون رشید نے پھر رقم قبول کرنے پر اصرار نہ کیا۔ انہی حضرت عیسیٰ بن یونس رحمہ اللہ تعالیٰ کی عادت تھی کہ وہ ایک سال حج کرتے تھے اور ایک سال جہاد۔ لہٰذا انہوں نے اپنی عمر میں ۴۵ حج کئے اور ۴۵ جہاد۔ (جمع الوسائل ص ۲۴)

کبھی کبھی بڑے بھی غلطی کر جاتے ہیں

امام کسائی علمِ نحو اور قرأتِ قرآن کے مشہور عالم ہیں...... دونوں علوم میں ان کا مرتبہ محتاج تعارف نہیں...... وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ...... میں نے نماز میں ہارون رشید کی امامت کی...... تلاوت کرتے ہوئے مجھے اپنی قرأت خود پسند آنے لگی...... ابھی زیادہ دیر نہ گذری تھی کہ پڑھتے پڑھتے...... مجھ سے ایسی غلطی ہوئی۔ جو کبھی کسی بچے سے بھی نہ ہوئی ہوگی...... میں...... لعلم یرجعون...... پڑھنا چاہ رہا تھا مگر منہ سے نکل گیا:...... لعلھم یرجعین......

لیکن بخدا ہارون رشید کو بھی یہ کہنے کی جرأت نہیں ہوئی کہ...... تم نے غلط پڑھا...... بلکہ

سلام پھیرنے کے بعد...... اس نے مجھ سے پوچھا: یہ کونسی لغت ہے؟ میں نے کہا: یا امیر! کبھی سبک رو گھوڑا بھی ٹھوکر کھا جاتا ہے...... ہارون رشید نے کہا: یہ بات ہے تو ٹھیک ہے۔

(الذہبی معرفۃ القرأ الکبار علی الطبقات والاعصار ص ۱۰۳)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا خواب

چار رکعت کی نماز میں جب دوسری رکعت پر بیٹھتے ہیں...... تو صرف التحیات پڑھی جاتی ہے درود نہیں پڑھا جاتا...... امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص غلطی سے دوسرے رکعت کے قعدہ میں التحیات کے بعد...... **اللّٰھم صل علی محمد**...... تک پڑھ لے...... تو اس پر سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے...... اس کے متعلق امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ایک لطیفہ منقول ہے...... اور وہ یہ کہ ایک مرتبہ امام صاحب نے خواب میں...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ جو شخص مجھ پر درود پڑھے...... تم اس پر سجدہ سہو کو کیسے واجب کہتے ہو...... ؟ امام صاحب نے جواب دیا کہ اس لئے کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کو بھول میں پڑھا ہے...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کے اس جواب کو پسند فرمایا۔

(البحر الرائق ص ۱۰۵)

ایک حدیث کے لئے ایک سال کا سفر

علامہ بن عبدالبر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت غالب قطان رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے جس سے تھوڑا سا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ علم حدیث حاصل کرنے کے لئے متقدمین نے کیسی کیسی صعوبتیں اٹھائی ہیں۔ اور ایک ایک حدیث کتنی قدر و منزلت کے ساتھ حاصل کی ہے؟

حضرت غالب قطان روئی کے تاجر تھے...... تجارت ہی کے سلسلے میں ایک مرتبہ کوفہ گئے...... سفر خالص تجارتی تھا...... لیکن جب کوفہ پہنچے...... تو سوچا کہ یہاں کے علماء حدیث سے استفادہ بھی کرنا چاہیے...... اس زمانہ میں وہاں مشہور محدث حضرت سلیمان اعمش رحمۃ اللہ تعالیٰ درسِ حدیث دیا کرتے تھے...... یہ ان کے حلقہ میں جانے لگے...... اور بہت سی حدیثیں ان سے حاصل کیں۔

بالآخر جب تجارت کا کام ختم ہو گیا اور انہوں نے واپس بصرہ جانے کا ارادہ کیا تو آخری رات حضرت اعمش رحمۃ اللہ تعالیٰ ہی کی خدمت میں گزاری۔ آخر شب میں حضرت اعمش رحمۃ اللہ تعالیٰ تہجد کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو اس میں یہ آیت تلاوت کی:

شھداللّٰہ انہ لاالٰہ الاھو والملٰئکۃ واولوا العلم قائماً بالقسط

اس تلاوت کے ساتھ حضرت اعمش رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کچھ اور کلمات بھی کہے جس سے حضرت غالب قطان رحمۃ اللہ تعالیٰ یہ سمجھے کہ ان کو اس آیت سے متعلق کوئی حدیث معلوم ہے۔ چنانچہ صبح کے وقت جب وہ امام اعمش رحمۃ اللہ تعالیٰ سے رخصت ہونے لگے تو ان سے کہا: رات میں نے دیکھا کہ آپ فلاں آیت بار بار پڑھ رہے تھے۔ تو کیا اس آیت کے بارے میں آپ کو کوئی حدیث پہنچی ہے؟ میں سال بھر سے آپ کے پاس ہوں آپ نے مجھے یہ حدیث نہیں سنائی۔ اس کے جواب میں امام اعمش رحمۃ اللہ تعالیٰ کے منہ سے نکل گیا:

واللہ لا احدثنک بہ سنۃ

خدا کی قسم! میں سال بھر اور تمہیں یہ حدیث نہیں سناؤں گا۔

غالب قطان رحمۃ اللہ تعالیٰ تاجر آدمی تھے...... کاروباری سلسلے میں آئے تھے...... جتنا کچھ انہوں نے حاصل کر لیا تھا وہ کچھ کم نہ تھا...... اور صرف ایک حدیث کی بات تھی...... اور حدیث بھی کوئی احکام سے متعلق نہیں...... تفسیر فضائل آیات سے متعلق ہے...... لیکن شوق وذوق دیکھئے کہ...... یہ سن کر انہوں نے فوراً اپنا سفر منسوخ کر کے...... مزید سال بھر امام اعمش رحمۃ اللہ تعالیٰ کے پاس رہنے کا فیصلہ کر لیا۔

خود فرماتے ہیں: میں وہیں ٹھہر گیا، اور امام اعمش رحمۃ اللہ تعالیٰ کے دروازے پر اس دن کی

تاریخ درج کردی۔ جب پورا ایک سال گزر گیا تو میں نے ان سے کہا ابو محمد! سال گزر چکا ہے اب وہی حدیث سنا دیجئے۔ اس پر امام اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث سنائی حدیث یہ تھی:

حدثنی ابو وائل عن عبداللّٰہ بن مسعود قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یجاء بصاحبها یوم القیامة فیقول اللّٰہ تعالیٰ عبدی عهد الی وانا احق من وفی بالعهد ادخلوا عبدی الجنة.

(ابن عبدالبر: جامع بیان العلم وفضل ص ۹۹)

مجھے ابو وائل نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کر کے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سورۂ بقرہ کی مذکورہ آیات شھد اللہ...... الخ پڑھا کرتا ہوا سے قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میرے بندے نے مجھ سے عہد کیا تھا اور میں ایفاء عہد کا سب سے زیادہ حق دار ہوں۔ میرے بندے کو جنت میں داخل کردو۔

نعمت کے اثرات نظر آنے چاہئیں

ایک روز امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مجلس میں ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے بہت بوسیدہ اور پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص سے کہا یہ جائے نماز اٹھاؤ اور اس کے نیچے جو کچھ رکھا ہو لے لو...... اس شخص نے جائے نماز کو اٹھایا...... تو دیکھا کہ ایک ہزار درہم رکھے ہوئے ہیں...... امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ درہم لے جاؤ...... اور اس سے اپنی حالت درست کرلو...... اب وہ شخص بولا: میں تو مالدار آدمی ہوں...... اللہ نے مجھے بہت سی نعمتیں دی ہیں...... مجھے ان دراہم کی ضرورت نہیں...... امام صاحب نے فرمایا:

"کیا تم نے وہ حدیث نہیں سنی کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کے بندے پر اللہ کی نعمتوں کے آثار دوسروں کو نظر آئیں۔"

تمہیں چاہیے تھا کہ اپنی حالت ٹھیک کرتے۔ تا کہ دیکھ کر تمہارا کوئی دوست مغموم نہ ہو۔

(خطیب: تاریخ بغداد ص ۳۶۱)

سال تک قرآن کریم کی تعلیم

امام ابوعبدالرحمٰن سُلمی مشہور تابعی ہیں۔اور اگرچہ وہ تفسیر، حدیث اور دوسرے علوم دینیہ میں بڑے اونچے مرتبے کے حامل تھے۔لیکن انہوں نے ساری عمر کوفہ کی جامع مسجد کے اندر قرآن کریم پڑھانے پر گزاری۔اور چالیس سال تک لوگوں کو قرآن کریم (حفظ وناظرہ اور تجوید وقرأت) پڑھاتے رہے۔کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنایا تھا:

خیر کم من تعلم القرآن وعلمه

تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے۔

فرمایا کہ اس حدیث نے مجھے یہاں بٹھا رکھا ہے۔

ایک وقت تھا جب لوگ علم حاصل کرنے کے لئے مال خرچ کرتے تھے......آج مال حاصل کرنے کے لئے علم خرچ کرتے ہیں...... چٹائی پر رات بسر کرنے والے وہ لوگ...... جو عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھا کرتے تھے......آج ان کی اولادیں نرم بستر پر شب باشی کی عادی ہو چکی ہیں...... جو لوگ اتنا مطالعہ کرتے تھے کہ......ان کے چراغ کے تیل کا خرچہ...... ان کے کھانے پینے کے خرچے سے زیادہ ہوتا تھا......آج ان کے شاگرد اخبار بینی کے شوق میں......آدھا آدھا دن بسر کر دیتے ہیں......خدا طلبی کے بجائے دنیا طلبی عام ہو چکی ہے...... یہ سب فساد نیت کا ثمر ہے۔

نظام الملک نے جب مدرسہ نظامیہ کی بنیاد رکھی ......تو کثیر تعداد میں طلباء نے داخلہ لیا ...... چند سال تو بہت علمی ماحول رہا...... مگر آہستہ آہستہ طلباء کے دینی ذوق وشوق میں کمی آتی گئی...... کسی نے نظام الملک سے شکایت کی کہ......آپ طلباء کی سہولت کے لئے...... اتنی کثیر رقم خرچ کر رہے ہیں...... مگر خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہو رہا۔

نظام الملک نے صحیح صورتحال معلوم کرنے کے لئے ایک دن بھیس بدلا اور عشاء کے بعد

مدرسے پہنچ گیا۔ دیکھا کہ طلباء تکرار کے لئے دو دو اور تین تین کی ٹولیوں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ نظام الملک ان میں ایک طالب علم کے پاس گیا اور سلام کرنے کے بعد پوچھا کہ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ طالب علم نے کہا کہ ہم علم حاصل کرنے آئے ہیں۔

پوچھا کس لئے علم حاصل کرنا چاہتے ہو؟ طالب علم نے کہا میرے والد بڑے مفتی ہیں میں علم حاصل کرنے کے بعد ان کی جگہ سنبھالوں گا۔ نظام الملک نے دوسرے طالب علم سے پوچھا کہ آپ کیوں علم حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ اس نے کہا کہ میرے والد فلاں مسجد کے خطیب ہیں میں علم حاصل کرنے کے بعد خطابت کا منصب سنبھالوں گا۔

نظام الملک مختلف طلباء کے پاس جا جا کر یہی سوال پوچھتے رہے۔ ہر طالب علم کا یہی جواب تھا کہ علم حاصل کرنے سے ہمیں فلاں عہدہ ملے گا۔ عزت ملے گی اور لوگوں میں عزت وقدر کی نگاہ سے دیکھے جائیں گے۔ نظام الملک یہ سب سن کر بہت آزردہ ہوا کہ افسوس یہ طالب علم نہیں طالب دنیا ہیں۔ ان کے لئے اتنی کثیر مقدار میں مال ودولت خرچ کرنے کا کیا فائدہ۔ بہتر ہے کہ مدرسے کو بند کر دیا جائے اور یہی مال کسی دوسرے کار خیر میں صرف کر دیا جائے۔

انہی خیالات کا تانا بانا بنتے ہوئے...... نظام الملک مدرسے کے دروازے پر پہنچا تو دیکھا کہ...... ایک طالبعلم چراغ جلائے الگ تھلگ...... اپنی کتاب کا مطالعہ کرنے میں مشغول ہے...... نظام الملک نے سوچا چلو اس سے بھی یہی پوچھتے چلیں...... چنانچہ اس نے طالب علم کے پاس جا کر سلام کیا...... طالب علم نے زبان سے سلام کا جواب تو دیا...... مگر آنکھ اٹھا کر یہ بھی نہ دیکھا کہ...... یہ سلام کرنے والا کون ہے......؟ نظام الملک بڑا حیران ہوا...... پوچھا کہ میاں کیا بات ہے...... ہماری طرف توجہ ہی نہیں کرتے...... کوئی بات تو کرو۔

طالب علم نے ٹکا سا جواب دیا کہ جناب! میں یہاں آپ سے باتیں کرنے نہیں آیا۔ نظام الملک نے پوچھا کہ آخر یہاں کس مقصد کے لئے آئے ہو......؟ طالب علم نے کہا میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتا ہوں...... اور مجھے نہیں معلوم کہ میں کیسے کروں......؟ یہ علم ان کتابوں میں موجود ہے...... میں یہ علم حاصل کرنے کے لئے یہاں آیا ہوں...... اب آپ کی مہربانی! آپ خواہ مخواہ سوالات پوچھ کر...... میرا وقت ضائع نہ کریں...... نظام الملک یہ جواب سن کر اتنا

خوش ہوا کہ اس نے ارادہ کرلیا کہ...... جب تک اس جیسا ایک بھی طالبعلم موجود ہے...... میں مدرسے کے اخراجات میں کمی نہیں کروں گا...... یہی لڑکا بڑا ہوا تو امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ بنا۔

درسِ حدیث کے آداب

حضرت معاذ بن سعید فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت عطاء کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے حدیث بیان کرنا شروع کی کہ...... درمیان میں ایک اور نے اس کو ٹوک دیا...... یہ دیکھ کر حضرت عطاء رحمۃ اللہ تعالیٰ کو غصہ آ گیا...... فرمایا: یہ کیا اخلاق ہیں...... یہ کیسی طبیعتیں ہیں......؟ اللہ کی قسم بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ...... ایک شخص مجھ سے کوئی حدیث بیان کرتا ہے......تو اگرچہ میں اس کا زیادہ عالم ہوں......اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس نے وہ حدیث خود مجھ ہی سے سنی ہے...... پھر بھی میں اس کو بڑی خاموشی سے سنتا ہوں......اور اس پر ظاہر کرتا ہوں کہ...... میں نے وہ حدیث اس سے پہلے کسی سے سنی ہی نہیں۔

عطاء بن ابی رباح اور احترام حدیث

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ علم کا خزانہ اللہ تعالیٰ اسی کو دیتا ہے جسے محبوب رکھتا ہے۔ اگر علم کسی کے ساتھ مخصوص ہوتا تو عالی نسبت اس کے زیادہ حق دار تھے۔ مگر عطاء حبشی غلام تھے۔ یزید بن حبیب، حسن بصری، اور ابن سیرین غلام تھے۔

دارالعلوم دیوبند کی بنیاد

دارالعلوم دیوبند کے قیام کچھ عرصے بعد حضرت مولانا رفیع الدین حج کے لئے مکہ مکرمہ میں حاضر ہوئے تو حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا ہم نے دیوبند میں ایک مدرسہ قائم کیا

ہے،اس کے لئے دعا فرمائیں......اس وقت حضرت نے بڑے دلچسپ انداز میں فرمایا:

سبحان اللہ! آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے مدرسہ قائم کیا ہے۔ یہ خبر نہیں کہ کتنی پیشانیاں سحر میں سربسجود ہو کر گڑ گڑاتی رہیں کہ الٰہی! ہندوستان میں بقائے اسلام اور تحفظ اسلام کا کوئی ذریعہ پیدا کر۔ یہ مدرسہ انہی سحر گاہی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ یہ دیوبند کی قسمت ہے کہ اس دولتِ گرانقدر کو یہ سرزمین لے اڑی۔

علماء کی ناقدری کرنے والے شہری

ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ عسقلان تشریف لے گئے۔ تین روز تک ٹھہرے۔ کوئی شخص کوئی مسئلہ یا دین کی بات پوچھنے کے لئے نہ آیا تو اپنے رفیق سے فرمایا کہ بھائی میرے لئے سواری کرایہ پر لا دو کہ میں اس شہر سے نکل جاؤں۔ کیوں کہ یہ ایسا شہر ہے کہ اس میں علم مر جائے گا۔ (جامع العلم لابن عب البر)

امام شافعی اور مامون رشید کا واقعہ

مناقب امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ میں لکھا ہے کہ آپ سے خلیفہ مامون رشید نے سوال کیا ......اللہ جل شانہ نے مکھیوں کو کس غرض سے پیدا فرمایا......؟ امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا......کہ ملوک کو ذلیل کرنے کے لئے......یہ سن کر مامون ہنس پڑا اور کہنے لگا......آپ نے اس کو میرے بدن پر بیٹھا ہوا دیکھ لیا تھا......امام صاحب نے فرمایا:

جی ہاں! جب آپ نے مجھ سے سوال کیا تھا......اس وقت میرے پاس آپ کے سوال کا لوئی جواب نہ تھا......لیکن جب میں دیکھا کہ......مکھی آپ کے بدن کے اس حصہ پر بیٹھ گئی ہے جہاں کسی کی پہنچ نہیں ہے......تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر آپ کے سوال کا جواب منکشف فرمایا......مامون رشید نے ہنس کر کہا کہ آپ نے خوب فرمایا۔

غفلت کی نیند سے جاگو!

چھٹی صدی ہجری کے مشہور عالم دین علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے بیٹے محمد ابو القاسم کو خط میں نصیحت کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں۔

میرے لخت جگر! اللہ تمہیں نیکیوں کی توفیق دے...... دنیا میں زندگی کی سانسیں بہت کم ......اور قبر کی زندگی بہت طویل ہے...... نیکی اس کے نصیب میں آئی ......جس نے اپنی خواہشات کو بہت کم کر دیا......اور محروم وہی ہے......جس نے دنیا کے مقابلے میں آخرت سے منہ موڑا...... اصل کمال علم اور عمل دونوں کے جمع کرنے میں ہے...... جسے یہ دونوں نعمتیں ملیں...... اس کا مرتبہ بلند ہوا...... قرآن مجید کی تفسیر...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ...... صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم......اور علماء دین کے حالات پیش نظر رہیں......تا کہ بلند سے بلند مرتبہ اور پاکیزہ زندگی اختیار کرنے کی توفیق ہو۔

طلب علم کے دوران...... طالب علم کو بلند ہمتی سے کام لینا چاہیے...... میں اپنے حالات کا ایک نمونہ...... تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں...... مجھے خوب یاد ہے کہ میں چھ برس کی عمر میں مدرسے میں داخل ہوا...... بڑی عمر کے طلباء میرے ہم سبق تھے...... میں بچوں کے ساتھ کبھی کھیل میں حصہ نہیں لیتا تھا...... میں نے کبھی اپنے کام میں غفلت نہیں برتی تھی......اور نہ کبھی ہنسی مذاق میں اپنا وقت ضائع کیا تھا...... میرے ساتھی دجلہ کے کنارے اپنا وقت ضائع کرتے رہتے تھے......جبکہ میں سب سے الگ تھلگ رہ کر علمی کاموں میں مشغول رہتا تھا...... استاد کی زبان سے جو سنتا اسے خوب یاد کر لیتا......اور گھر آ کر لکھ بھی لیتا تھا۔

خدا نے مجھے زہد کی توفیق عطاء فرمائی...... میں نے کثرت سے روزے رکھے...... کھانے میں بہت کمی کر لی...... شب بیداری کو میں نے وظیفہ حیات بنا لیا...... ہر فن کو حاصل کرنے کی انتہائی کوشش کرتا تھا...... میں فخر کے طور پر نہیں بلکہ بطور شکر کہتا ہوں کہ...... اللہ نے میرے کلام میں عجیب تاثیر بخشی...... قریباً دو سو غیر مسلم میرے ہاتھ پر اسلام لائے......اور ایک

لاکھ لوگوں نے میری مجلس میں توبہ کی۔

میں مشائخ عظام کے حلقوں میں حاضری دینے میں......اس قدر جلدی کیا کرتا تھا کہ دوڑنے کی وجہ سے......میری سانس پھولنے لگتی تھی......صبح اور شام اس طرح گزرتی......کہ کھانے کا انتظام نہ ہوتا......مگر رب الجلال کا شکر ہے کہ......اس نے مجھے اپنی مخلوق کی احسان مندی سے بچائے رکھا۔

بیٹے تمہیں چاہیے کہ اس غفلت کی نیند سے جاگو......پچھلی زندگی پر ندامت کا اظہار کرو......اپنی عمر کی ان گھڑیوں کو یاد کرو......جو بے کاری میں گزر گئیں......اور اتنی کوشش کرو کہ کاملین کے درجے تک پہنچ جاؤ۔

امام شافعی کے استاد کے دل میں ابوحنیفہ کی عظمت

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے استاد سے دریافت کیا کہ آپ نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں وہ ایک ایسے شخص تھے کہ تمہارے لکڑی کے اس ستون کو کہیں کہ سونے کا ستون ہے......تو اس کو اپنی دلیل سے ثابت کر دیں گے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ

حضرت شفیق ابن ابراہیم بلخی رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب روضۃ میں فرماتے ہیں کہ...... ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک شخص......بشیر نامی شریک تجارت تھا......ایک بار امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس ستر عدد کپڑے روانہ کئے......اور لکھا کہ ایک کپڑے میں کچھ نقص ہے......جب اسے فروخت کرو......تو خریدار سے وہ عیب ظاہر کر دینا......بشیر نے وہ سارا کپڑا فروخت کیا اور کوفہ لوٹ آیا۔

امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سے دریافت کیا کہ......تم نے اس کپڑے کا عیب خریدار پر ظاہر کر دیا تھا......یا نہیں؟ بشیر نے جواب دیا کہ...... مجھے بتانا بالکل یاد نہیں رہا......امام ابوحنیفہ

رحمۃ اللہ تعالیٰ نے...... اپنے حصہ کی کل رقم تیس ہزار درہم صدقہ کردی...... اور فرمایا: ایسا مال جس میں شبہ ہو مجھ کو نہیں چاہیے۔

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی اتباع پر بخشش کی بشارت

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے جب آخری حج کیا تو خیال کیا کہ شاید اس کے بعد کوئی حج نہ کرسکوں۔ آپ نے دربان کعبہ سے کہا کہ آج کی رات...... میرے لئے دروازے کھول دو...... اور مجھے ایک رات اندر رہنے دو...... دربان نے کہا گو مجھ کو اجازت نہیں ہے کہ...... کسی کو رات کے وقت اندر داخل ہونے دوں...... مگر چونکہ آپ امام زمانہ ہیں ...... لہٰذا آپ کے لئے دروازہ کھول دوں گا...... آپ اندر تشریف لے گئے...... اور دوستونوں کے درمیان کھڑے ہوکر نماز کی نیت باندھی۔

پہلی رکعت میں...... صرف دائیں پاؤں پر کھڑے ہوکر...... نصف قرآن پاک ختم کیا اور رکوع وسجود کے بعد...... دوسری رکعت میں بائیں پاؤں پر کھڑے ہوکر...... بقیہ نصف قرآن پاک ختم کیا...... اور سلام پھیر کر بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اٹھائے...... اور عرض کی:

یا مولیٰ! تیرے اس ضعیف بندے نے تیری عبادت کا جو حق ہے اسے ادا نہیں کیا۔ تو اپنے فضل وکرم سے اس کمی کو معاف کردے۔

ایک ندا آئی...... اے ابوحنیفہ! تم نے عبادت میں خلوص ظاہر کیا اور خدمت اچھی طرح سے بجالائے میں نے تم کو بخش دیا اور جو تمہاری اتباع کرے گا اس کو بھی بخشوں گا۔

محمد بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ابوحنیفہ کی علمیت پر حیران

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ایک بار محمد بن حسین بن علی بن ابی طالب سے ملاقات کی...... انہوں نے ارشاد فرمایا: اے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ! میں نے سنا ہے کہ تم محض اپنے قیاس

کی بناء پر مسائل کا اختراع کرتے ہو...... اور میرے نانا رسول اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ کی پیروی نہیں کرتے...... امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: حضرت میں آپ سے تین مسائل دریافت کرتا ہوں، پہلے ان کے جوابات سے سرفراز فرمایئے۔

✿......اول یہ کہ نماز کی فرضیت اور شان زیادہ ہے یا روزہ کی......؟ ارشاد ہوا کہ نماز کی......

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اگر میں قیاس سے مسئلہ کا جواب دیتا تو یہی کہتا کہ عورت جب حیض سے پاک ہو تو وہ بجائے روزہ قضاء کرنے کے نماز قضا کرے۔ لیکن میں حسب فرمان یہی کہتا ہوں کہ روزہ کی قضا کرے۔

✿......دوم یہ کہ منی زیادہ ناپاک ہے یا پیشاب......؟ جواب ملا: پیشاب......

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اگر یہ صحیح ہوتا کہ میں قیاس پر ہر مسئلہ کو محمول کیا کرتا ہوں...... تو یہی کہتا کہ ہر شخص ہمیشہ پیشاب کے بعد غسل کیا کرے۔ حالانکہ ایسا نہیں کہتا ہوں۔

✿......تیسرے یہ کہ عورت زیادہ ضعیف اور عاجز ہے یا مرد......؟ جواب دیا عورت۔

امام نے عرض کیا اگر یہ صحیح ہوتا کہ میں قیاس پر ہر مسئلہ کو محمول کیا کرتا ہوں تو یہی کہتا کہ وراثت میں عورت کو مرد سے زیادہ حصہ ملنا چاہئے۔ لیکن میں حکم ربانی کے موافق یہی کہتا ہوں کہ لذکر مثل حظ الانثیین مرد کا حصہ وراثت میں عورت سے دوگنا ہے۔

ہمارے مذہب کی بنیاد چار چیزوں پر ہے۔

✿......کتاب اللہ......

✿......احادیث نبوی......

✿......اقوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

✿......اجماع امت......

اگر ان تینوں میں سے کبھی کوئی بات کسی مسئلہ میں نہیں ملتی...... تو اس وقت قیاس اور اجتہاد کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ محمد بن حسین رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ سن کر ان کی بہت تعظیم کی اور پھر ان کی نسبت کسی مخالف کے کہنے پر یقین نہیں کیا۔

روایت ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخری

زمانہ پایا تھا۔ جب آپ کی عمر چھوٹی تھی تو آپ کے والد رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے لئے دعائے برکت فرمائی۔

جن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ابو حنیفہ نے حدیث سنی

یہ صحیح ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا شمار تابعین میں ہے۔ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے سات صحابیوں سے حدیث پاک سنی۔ جن میں سے کچھ مرد تھے اور کچھ عورتیں۔ مردوں کے نام یہ ہیں۔

- ......حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ......حضرت عبداللہ بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ......حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ......حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ......حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور عورتوں میں حضرت عائشہ بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور کثرت عبادت

ابو الفضل رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب روضۃ میں فرماتے ہیں کہ امام اعظم رات کے تین حصے کیا کرتے تھے۔

- ......ایک ثلث پڑھانے کے لئے......
- ......ایک ثلث نماز کے لئے......
- ......ایک ثلث سونے کے لئے......

ایک بار آپ کا گزر چند لڑکوں کی طرف ہوا......انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے

کہا..... یہ شخص رات بھر نہیں سوتا.....اور ساری رات نماز میں گزار دیتا ہے.....حضرت امام رحمہ اللہ تعالیٰ یہ سن کر رو پڑے.....اور نفس سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے نفس! اللہ سے ڈر! کیونکہ لوگ تیری نسبت بدگمانی کرتے ہیں۔ اس کے بعد آپ کبھی رات کو نہیں سوئے۔

برس تک عشاء کے وضو سے فجر

روایت ہے کہ آپ نے چالیس برس تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا فرمائی۔ آپ نے ایک بار فرمایا کہ جب لوگ کسی عبادت کو..... مجھ سے منسوب کر کے..... میری تعریف کرتے ہیں..... تو اللہ تعالیٰ سے شرم کرتا ہوں..... کیونکہ وہ مجھ میں نہیں ہوتی..... آپ ہر سال حج کو تشریف لے جاتے..... آپ نے کل پچپن (۵۵) حج کئے..... ماہ رمضان میں اکسٹھ (٦١) قرآن پاک ختم کیا کرتے..... تیس رات میں اور تیس دن میں اور ایک تراویح میں۔

روایت ہے کہ آپ کے پڑوس میں ایک شخص کی کم سن لڑکی تھی۔ جب آپ رات میں نماز ادا فرماتے.....تو وہ دیکھتی اور یہ گمان کرتی ..... کہ یہ کوئی درخت ہے..... جو اس جگہ پر قائم ہے..... جب آپ کا وصال ہوا.....اور حسب معمول اس لڑکی کو وہ درخت نہ نظر آیا.....تو اس نے اپنے باپ سے پوچھا: اس کا باپ رو پڑا اور کہا:

"وہ درخت کاٹ ڈالا گیا۔" لڑکی یہ سن کر بے ہوش ہو گئی۔

مناجاتِ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ

الٰھی عبدک العاصی اتاکا مقرا بالذنوب وقد دعاکا

فان تغفر فانت لذاک اھلوان تطرد فمن یرحم سواکا

تجاوز عن ضعیف قد عصاکا وجاءک تائبا یرجو رضاکا

فان بک یا معی مھیمن قد عصاکافلم یسجد لمعبود سواکا

اے اللہ تیری خدمت میں تیرا ایک گناہگار بندہ حاضر ہوا ہے..... وہ تجھے پکار رہا

ہے......اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہے......اگر تو بخشش دے تو یہ تیری عادت ہی ہے......اور اگر اسے اپنی درگاہ سے نکال دے......تو تیرے سوا اس کا کوئی دستگیر نہیں۔

ھب ان النفس قد بلغت مناھاالم تکن المنیة منتھاھا

صرفت العمر فی لعب ولھو ناھا ثم اھا ثم اھا

ولم نزد دلیوم الحشر زادا ولم نجمع لیوم الجمع جاھا

رفیقک سارنا عتبر اعتبارا وعمرک طارفانتبه انتباھا

الٰھی ماعصیتک من عنادولکن شقوتی بلغت مداھا

الٰھی لا تکلنی الحظ طرفالی نفسی فما دینی ھواھا

احب الصالحین ولست منھملعل اللّٰہ یرزقنی الصلاحا

الٰھی قد ارتکبت الخطایافھب لی توبة قبل المنایا

ندامت ندامة ارجوا الیکا ستغفر ذلتی رب البرایا

مانا کہ نفس اپنی آرزیوں میں کامیاب ہوگیا......مگر کیا موت اس کی انتہا نہیں ہے......؟ میں نے تمام عمر لہو ولعب میں گزاردی......اب افسوس ہے......افسوس......! افسوس ہے......میں نے حشر کے لئے کوئی توشہ نہیں تیار کیا......اور نہ ہی اس دن کے لئے......جس میں تمام عالم دوبارہ جمع کیا جائے گا......کوئی مرتبہ حاصل کیا۔اے دل! تیرے ساتھی جا چکے، اب ہوش میں آ! تیری عمر ختم ہونے کے قریب ہے اب بھی آنکھیں کھول لے۔

الٰہی! میں نے اپنی سرکشی کی وجہ سے......جو تیری نافرمانی کی......بلکہ میری بدبختی اور میرے دل کی سختی انتہا کو پہنچ گئی......اے اللہ! مجھ کو ایک لحہ بھی......میرے نفس کے ہاتھ میں سپرد نہ کر......اس کی خواہشیں اور آرزوئیں دین کے خلاف ہیں......میں ان میں سے اگرچہ نہیں ہوں......لیکن تیرے نیک بندوں سے دوستی رکھتا ہوں......اس خیال سے کہ شاید اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی نیک کردے......

اے اللہ! میں نے بہت سے جرم کئے ہیں......مجھ کو مرنے سے پہلے......اپنی رحمت سے توبہ کی توفیق عطاء فرما......الٰہی میں بہت شرمندہ ہوں......تجھ سے آس لگائے ہوئے ہوں کہ......مولیٰ کریم میرے گناہوں کو معاف فرمادے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی بخشش

اسماعیل ابن ابی رجاء نے کہا کہ میں نے محمد ابن سواکتہ الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور یہ کہا کہ اگر مجھے تجھ کو بخشنا نہ ہوتا تو یہ علم تیرے سینے میں کبھی نہ جمع کرتا۔

ابن ابی رجاء کہتے ہیں میں نے پوچھا ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کہاں ہیں؟ کہا: ان کے اور میرے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان۔ پھر ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت پوچھا کہ وہ کہاں ہیں؟ کہا وہ...... اعلیٰ علیین...... میں ہیں۔ ان کو کیا پوچھتے ہو؟

تاریخ شاہد ہے کہ جب کوئی فتنہ رونما ہوا...... جب بھی اسلام میں تحریف کرنے کی کوشش کی گئی...... علماء حق نے اس کی سرکوبی کے لئے...... تن من دھن کی بازی لگادی...... وہ بھوکے پیاسے تو رہے...... انہوں نے طعنے اور گالیاں سنیں...... انہیں جیل کی کال کوٹھڑیوں میں بھی جانا پڑا...... انہوں نے اپنی پیٹھ پر کوڑوں کی ضربات بھی سہہ لیں......

انہوں نے حکمرانوں کی ناراضگی اور مخالفت بھی مول لے لی...... انہوں نے اپنے اعضاء اور گردن کو کٹوانا بھی منظور کرلیا۔ لیکن انہوں نے کسی ملحد اور بے دین کو کسی جابر اور ظالم حکمران کو شریعت کے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ حکم میں بھی تحریف کرنے کی اجازت نہیں دی۔

علماء حق کی قربانیاں

آپ جانتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا جنازہ جیل خانے سے اٹھا...... امام مالک کو وقت کے حکمرانوں کی...... ہاں میں ہاں نہ ملانے کی وجہ سے بے انتہا ستایا گیا...... ان کی ننگی پیٹھ پر انتہائی درندگی سے...... ستر کوڑے مارے گئے...... آپ کے ہاتھ اس قدر کس کے باندھے گئے...... کہ شانے اتر گئے...... پھر اونٹ پر بٹھا کر ایک مجرم کی حیثیت سے...... شہر میں

گشت کرایا گیا...... مگر قربان جاؤں کہ اے مہاجرِ مدینہ! تیری جرأت و استقامت پر...... آپ اس حالت میں بھی حق کہنے سے باز نہ رہے...... آپ بلند آواز سے کہتے جاتے تھے:

من یعرفنی فھو یعرفنی و من لا یعرفنی فاعرف انا مالک بن انس

جو مجھے پہچانتا ہے تو وہ مجھے پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ بھی پہچان لے کہ میں مالک بن انس ہوں میں کل جو فتویٰ دیتا تھا آج بھی وہی فتویٰ دیتا ہوں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھئے...... خلقِ قرآن کے مسئلے میں...... مامون، معتصم اور واثق تین خلفاء کے عہد میں...... آپ پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے گئے...... ظلم و ستم کی چکی چلائی گئی...... کبھی ہتھکڑیوں، بیڑیوں اور بھاری زنجیروں میں جکڑا گیا...... اور کبھی نظر بندی اور قید تنہائی میں رکھا گیا...... تازہ دم جلاد ننگی پیٹھ پر درندگی اور حیوانیت کے ساتھ درے مارتے...... لیکن آپ اف نہ کرتے تھے۔

راوی کہتا ہے کہ آپ کی پیٹھ پر...... جس شدت سے کوڑے مارے گئے...... اگر کسی ہاتھی کی پیٹھ پر مارے جاتے...... تو بلبلا اٹھتا...... مگر امام کے پائے استقامت میں لغزش نہ آئی......

امام صاحب کو دہشت زدہ کرنے کے لئے...... خلیفہ کے دربار میں آپ کے سامنے دو آدمیوں کی گردن اڑائی گئی...... لیکن اس خوفناک ماحول میں بھی...... آپ کے اطمینان کا یہ حال تھا کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک شاگرد کو دیکھ کر دریافت کرنے لگے کہ...... فلاں مسئلہ میں امام شافعی کا قول آپ کو یاد ہے......؟ حاضرین مجلس اس اطمینان کو دیکھ کر دنگ رہ گئے...... آپ سے عناد رکھنے والے...... ایک درباری احمد بن ابی داؤد نے تعجب سے کہا...... اس شخص کو دیکھو اسے یہاں گردن اڑانے کے لئے لایا گیا ہے...... مگر وہ فقہی مسائل میں دلچسپی لے رہا ہے۔

فتنہ اکبری کا مقابلہ

پھر آپ اس متحدہ ہندوستان کی تاریخ پر نظر ڈالیں...... یہاں ایک وقت ایسا آ گیا تھا کہ اسلام کا چراغ ٹمٹماتا ہوا محسوس ہو رہا تھا...... دین اکبری ایجاد ہو رہا تھا...... خنزیر اور کتے کی پاکی کا حکم دیا گیا...... سود، شراب اور جوا حلال سمجھا گیا...... برہما، مہادیو اور کشن وغیرہ کی تعظیم

کی جاتی تھی......کلمہ تک بدل دیا گیا......اور یوں پڑھا جاتا تھا:

"لا الٰہ الا اللّٰہ اکبر خلیفۃ اللّٰہ"

بادشاہ کو سجدہ کیا جاتا تھا...... اسلامی نام رکھنے سے منع کر دیا گیا...... شیر بھیڑیئے کا گوشت حلال کر دیا گیا...... اور بھینس، بھیڑ بکری اور اونٹ کا گوشت حرام قرار دیا گیا......فرمان جاری کیا گیا کہ عربی علوم کا پڑھنا......یا پڑھانا ترک کر دیا جائے......صحابہ پر تبرا بازی ہوتی تھی......گائے اور اس کے گوبر کی پوجا اکبر خود کرتا تھا۔

کہا گیا کہ حضور ﷺ کے دین کی عمر ایک ہزار سال تھی......اب نئے دین کی ضرورت ہے......اس دین کا نام توحید الٰہی رکھا گیا...... یہ سب کچھ دیکھ کر واقعی یوں محسوس ہوتا تھا کہ اب کم از کم ہندوستان میں...... دین اسلام باقی نہیں رہ سکے گا......لیکن آپ اس پر آشوب دور میں جانتے ہیں......وہ کون مردِ درویش تھا......جس نے دین اسلام کی تجدید کا فریضہ سرانجام دیا؟

آپ یقین کریں وہ کسی یونیورسٹی کا پروفیسر نہ تھا...... وہ کوئی سائنس دان نہ تھا......وہ کوئی انجینئر اور جدید اسکالر نہ تھا......بلکہ وہ مسجد کے ننگے فرش......اور مدرسہ کی چٹائیوں پر بیٹھ کر کتاب وسنت کا علم حاصل کرنے والا......ایک خداشناس مولوی تھا۔

وہ شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی تھے......جنہوں نے فتنۂ اکبری کا بڑی جرأت سے مقابلہ کیا......جنہوں نے گوالیار کے قلعہ میں قید ہونا گوارا کر لیا......لیکن جبینِ نیاز کے تقدس کو دربارِ اکبری پر نہیں لٹایا......جنہوں نے شریعت کے روشن چہرے سے......بدعات اور تحریفات کے گرد وغبار کو صاف کیا۔

فتنۂ انگریز

پھر اس متحدہ ہندوستان میں جب انگریزوں نے عیسائی مشنریوں کا جال بچھا دیا اور اسلامی عقائد کو بگاڑنے اور اسلامی تاریخ کو مسخ کرنے کی ناپاک کوشش کی تو ان کا مقابلہ کرنے والے بھی یہی علماء کرام ہی تھے۔ اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو جاؤ۔

مالٹا کے در و دیوار سے پوچھو شیخ الہند محمود الحسن کون تھا......

کراچی اور انڈیا کی جیلوں سے پوچھو سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ کون تھا......

جزیرہ انڈمان اور کالے پانی سے پوچھو جعفر تھانیسری رحمۃ اللہ تعالیٰ کون تھا......

بالاکوٹ کے سنگریزوں سے پوچھو سید احمد شہید اور اسماعیل شہید کون تھے......

میانوالی اور سکھر کی جیلوں سے پوچھو سید عطاء اللہ شاہ بخاری کون تھا......

ان درختوں اور پھانسی گھروں سے پوچھو...... جہاں حق بولنے والے...... پاکیزہ انسانوں کی نعشیں لٹکتی رہیں کہ...... وہ عظیم انسان کون تھے...... جنہوں نے دین کی حفاظت کے لئے...... اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔

خوشادہ آبلہ پا کاروان اہل جنون
لٹا گیا جو بہاروں پہ اپنی سرخی خون

کیا یہ ڈوب مرنے کی بات نہیں ہے کہ...... جن علماء حق کے صدقے ہمیں دین ملا...... جن کی قربانیوں کے صدقے ہمیں کتاب اللہ ملی...... جن کی جانفشانیوں سے ہمیں سنتِ رسول اللہ ملی...... جن کی جہد وسعی سے مسجدیں آباد ہیں...... جن کی کوششوں اور کاوشوں سے...... مدارس سے قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں آ رہی ہیں...... آج! انہیں علماء حق کو مطعون کیا جائے......؟ ان کو سب وشتم کیا جائے...... ان کی ذات کو ہدفِ تنقید بنایا جائے......

ان علماء کا یہ احسان عظیم کیا کم ہے کہ...... وہ آج کے گئے گزرے دور میں بھی...... جب کہ دین کا کوئی قدر شناس نہیں...... اور اہل علم کی قدر ومنزلت نہیں...... وہ پھر بھی دین کی شمع کو روشن کئے ہوئے ہیں...... اور مدارس کو آباد کئے ہوئے ہیں......

میں مانتا ہوں کہ بعض علماءِ سوء بھی ہیں...... جو علم کے نام پر دھبہ ہیں...... جن کا کام سوائے ضمیر فروشی کے کچھ نہیں...... جو کتمانِ حق بلکہ تحریف حق سے بھی باز نہیں آتے...... جن کی زندگی ہر حکمراں کی کاسہ لیسی میں گزر جاتی ہے...... جو چند ٹکوں کے عوض نقدِ ایمان کا سودا کر لیتے ہیں...... جو کہتے کچھ ہیں...... اور کرتے کچھ ہیں......

میں صاف صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ایسے ضمیر فروشوں کو اللہ تعالیٰ نے اس گدھے کے ساتھ تشبیہ دی ہے...... جس پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہو...... مگر وہ اس سے بے خبر ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مثل الذین حملوا التورۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا بئس مثل القوم الذین کذبو بایٰت اللہ واللہ لا یھدی القوم الظّٰلمین (سورہ جمعہ)

جن لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی حالت اس گدھے کی سی ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہوئے ہے۔ ان لوگوں کی بری حالت ہے جنہوں نے خدا کی آیتوں کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

لیکن آپ ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ اس قسم کے چند بے عملوں کی وجہ سے...... ان بے شمار علماء حق سے نفرت کرنے لگنا کہاں کا انصاف ہے......؟ جن کی زندگیاں اسلام کی چلتی پھرتی تصویر ہیں...... جن کی راتیں عبادت میں گذرتی تھیں...... اور دن تبلیغ و دعوت میں...... جن کا اوڑھنا بچھونا...... قال اللہ و قال الرسول ہے۔

جن کی نظروں میں سیم و زر کی حیثیت...... سنگریزوں سے زیادہ نہیں...... جو کسی ظالم و جابر کے سامنے...... حق بات کہنے سے باز نہیں آتے...... جنہوں نے اسلام کی خاطر اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا ہے...... میں اس موقع پر مناسب خیال کرتا ہوں کہ...... آپ کو علماء حق کی نشانیاں بھی بتلادوں...... تاکہ آپ کو علماء دنیا و علماء آخرت کے...... پہچاننے میں کوئی دقت نہ ہو۔

ان رجلاً خرج من بنیؔ اسرائیل الیٰ طلب العلم فبلغ ذٰلک نبیّھم فبعث الیہ فاتاہ (الرجل) فقال لہٗ یافتیؔ انی اعظک بثلاث خصالٍ فیھا علم الاولین والآخرین خف اللہ فی السّرّ والعلانیۃ وامسک لسانک عن الخلق لا تذکر ھم الا بخیر وانظر خبزک الذی تاکلہ حتیٰ یکون من الحلال فامتنع الفتیٰ عن الخروج.

ایک حکایت منقول ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک فرد طلب علم کے لئے نکلا۔ جب یہ خبر وقت کے نبی کے پاس پہنچی تو آدمی بھیج کر اس کو بلوایا۔ اور اس کو کہا: اے جوان! میں تجھ کو تین چیزوں کی نصیحت کرتا ہوں۔ ان میں اولین اور آخرین کا علم ہے۔ اللہ سے ڈر جلوت اور خلوت میں، اور روک زبان کو مخلوق خدا سے ان کا ذکر بغیر بھلائی کے نہ کر اور دیکھ اپنے کھانے کو یہاں تک کہ وہ حلال ہو۔ پس اس جوان نے اپنے سفر کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

امام مالک کا امام ابوحنیفہ سے ساٹھ ہزار مسائل سیکھنا

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مذاکرہ کے بعد...... ان کی علمی جلالت قدر اور متین و سنجیدہ گفتگو اور عالمانہ عظمت سے پسینہ سے تربتر ہوجایا کرتے تھے ...... جیسا کہ قاضی عیاض نے مدارک میں اس پر تصریح بھی کی ہے...... صرف یہ نہیں بلکہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے تذکرہ نگاروں نے...... اس کی بھی تصریح کی ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں کا اکثر مطالعہ...... اور ان سے بھرپور استفادہ کرتے تھے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے مسائل امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے حاصل کئے۔ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دردردی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے جو مسائل حاصل کئے تھے ان کی تعداد ۶۰ ہزار سے بھی زائد تھی۔ علاوہ ازیں اور بھی روایت کثیرہ ہیں۔ جن سے اس حقیقت پر مزید روشنی پڑتی ہے۔

رسول خدا کا بھیجا ہوا طالب علم

استاذ حدیث امام فراوی کا بیان ہے کہ میرے پاس ایک شخص آیا...... اور اس نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں...... مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے پاس ایک گندمی رنگ کا طالب دین (ابن عساکر) میری حدیثوں کی طلب میں آیا ہے...... لہٰذا تم اس سے کبھی اکتانا مت...... چنانچہ اس بشارت کے مطابق...... جب ابن عساکر امام فراوی کی درس گاہ میں آئے...... تو امام فراوی ان کی تعلیم میں اس قدر توجہ فرماتے تھے کہ...... جب تک ابن عساکر خود نہیں اٹھ جاتے تھے...... امام فراوی درس دے کر کھڑے نہیں ہوتے تھے۔

چنانچہ ابن عساکر مختلف شہروں میں جا کر ایک ہزار تین سو شیوخ سے حدیثیں سن کر بہت

ہی نامور اور بے مثل محدث ہو گئے۔ اور بڑی بڑی ضخیم اور مفید کتابوں کے مصنف ہوئے۔ ابن عساکر درس حدیث اور تصنیفات کے مشاغل کے باوجود ذوق عبادت اور کثرت نوافل میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔

جماعت اور تلاوت کے انتہائی پابند تھے۔ ہر رات کو ایک ختم قرآن مجید پڑھتے تھے۔ اور رمضان شریف میں روزانہ دو ختم۔ ایک ختم دن میں اور ایک ختم رات میں پڑھا کرتے تھے۔ اور ہر سال رمضان شریف میں مسجد اقصیٰ کے منارہ شرقیہ میں اعتکاف کرتے تھے۔ اور ہر وقت اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہتے تھے۔ ملک شام کے رہنے والے تھے۔ ۵۷۱ھ میں یہ علم و عمل کا آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۴۳)

عورت دو شوہر کیوں نہیں رکھ سکتی؟ ابو حنیفہ سے سوال!

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ایک مرتبہ کچھ عورتوں نے سوال کیا:

"مرد کو چار نکاح کرنے کی اجازت ہے...... تو پھر عورت کو کم از کم دو شوہر رکھنے کی اجازت کیوں نہیں......؟"

آپ نے فرمایا اس کا جواب کسی اور وقت دوں گا...... اور اس الجھن میں گھر کے اندر تشریف لے گئے...... جب آپ کی صاحبزادی حنیفہ نے آپ کا چہرا اترا ہوا دیکھا...... تو پوچھا کہ ابا جان آپ پریشان کیوں ہیں......؟ آپ نے فرمایا بیٹی ایک الجھن میں گرفتار ہوں...... جب بیٹی نے الجھن کی تفصیل چاہی...... تو فرمایا میں اس الجھن کا جواب دینے سے قاصر ہوں...... اس لئے پریشان ہوں...... پھر آپ نے عورتوں کا سوال دہرایا...... اور فرمایا اس کا جواب نہیں سوجھ رہا۔

بیٹی نے عرض کیا: ابا جان! اگر آپ اپنے نام کے ہمراہ...... میرے نام کو بھی شہرت دینے کا وعدہ کریں...... تو میں ان عورتوں کے سوال کا جواب دے سکتی ہوں...... جب آپ نے وعدہ کر لیا...... تو صاحبزادی نے عرض کیا کہ...... آپ ان عورتوں کو کہہ دیں...... کل میرے

پاس جمع ہوجائیں۔ چنانچہ دوسرے دن جب وہ عورتیں آپ کے گھر میں جمع ہوگئیں...... تو صاحبزادی نے ہر ایک کو...... ایک، ایک پیالی دودھ کی دے کر کہا: اسے سنبھال کر رکھیں...... پھر ایک بڑا پیالہ سامنے رکھا...... اور کہا کہ اپنی اپنی پیالی کا دودھ...... اس پیالہ میں ڈال دیں۔

جب عورتوں نے ایسا کیا تو صاحبزادی نے ان سے کہا کہ اب تم اس پیالہ میں سے اپنا اپنا دودھ نکال لو...... عورتوں نے کہا یہ تو ناممکن ہے...... کیونکہ سب دودھ یکجا ہو گئے ہیں ...... اس پر صاحبزادی نے کہا کہ جب دو شوہروں کی شرکت سے تمہیں اولاد ہوگی...... تو تم یہ کیونکر بتا سکو گی کہ یہ اولاد کس شوہر کی ہے......؟ اس جواب کو سن کر وہ عورتیں حیران رہ گئیں ...... اور امام صاحب نے اس دن سے...... اپنی کنیت ابوحنیفہ اختیار کی...... اور اللہ تعالیٰ نے نام سے زیادہ کنیت کو...... شہرت عطاء فرمائی۔

صاحب ہدایہ کا عجیب وغریب کمال! ۱۳ سال روزہ رکھنا

فقہ احناف میں ہدایہ شریف بہت مشہور و مستند کتاب تسلیم کی گئی ہے۔ وقت تصنیف سے آج تک تمام مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔ عجیب مجتہدانہ شان سے لکھی گئی ہے۔ روایت درد روایت دونوں کی حامل ہے۔ اس کے مصنف علامہ ابوالحسن برہان الدین ابن ابی بکر بن عبدالجلیل فرغانی مرغنیانی المتوفی ۵۹۳ھ ہیں۔

امام العصر انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ ہدایہ جیسی کتاب مذاہب اربعہ میں نہیں لکھی گئی۔ بلکہ ایک شیعہ فاضل کا مقولہ ہے کہ اسلامی لٹریچر میں بخاری شریف اور ہدایہ کے ہم پلہ کوئی کتاب نہیں۔ نیز فرماتے تھے صاحب ہدایہ کے مرتبہ کو کوئی بڑے سے بڑا فقیہہ نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ ان کا علم سینہ کا علم تھا اور دوسروں کا علم کتابوں سے ماخوذ تھا۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے دریافت کیا: کیا آپ فتح القدیر جیسی کتاب تالیف فرما سکتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں...... اور جب پوچھا گیا کہ ہدایہ کی طرح بھی...... تو آپ نے فرمایا ہرگز نہیں...... اگرچہ چند سطر ہی لکھنا پڑے...... بہر حال ایسے بے نظیر ایسے بے

نظیر عالم کے خیالات اس کتاب کی قدرومنزلت کو سمجھنے کے لئے کافی ہیں۔ (مقدمہ نصب الرایہ)

میرے خیال میں ہدایہ شریف کی عظمت ومقبولیت کی ایک خاص وجہ ہے...... جس کو مولنا عبدالحیؒ نے مقدمہ ہدایہ میں بایں الفاظ تحریر فرمایا ہے...... یعنی تیرہ سال کی طویل مدت تک اس کی تالیف میں مشغول تھے...... اور برابر اس دوران میں روزہ رکھتے تھے...... مگر ہمیشہ اس بات کی کوشش فرماتے...... کہ ان روزوں کی کسی کو اطلاع نہ ہو...... جب خادم کھانا لے کر آتا تو رکھوادیتے...... پھر کسی طالب علم کو کھلادیتے...... جب خادم برتن خالی پاتا تو یہی سمجھتا...... کہ انہوں نے خود کھایا ہے۔

اللہ اکبر! اتنی طویل مدت تیرہ سال اور کام اتنا اہم۔ ایسی عظیم الشان کتاب کی تالیف جبکہ مصنفین کو تصنیف کے وقت ہر قسم کی سہولتیں اور قوت بخش غذاؤں کی فراوانی درکار ہوتی ہے۔ آپ ایسا عظیم وجلیل مجاہدہ فرمارہے ہیں کہ بظاہر روزے اور مسلسل روزے رکھ کر دل ودماغ پر پیوست مسلط ہونے کی دعوت دے رہے ہیں۔

ہم ظاہر بینوں کو تو یہی سمجھ میں آئے گا مگر اللہ والے ہی جانتے ہیں کہ ان کو ان حالتوں میں کیا لذت ملتی ہے اور کس طرح غیب سے ہر طرح کی تائید ہوتی ہے۔ یہاں ایک ماہ کا فرض روزہ بس خدا ہی جانتا ہے کہ کس طرح گزرتا ہے کہ ہر وقت افطار کی تیاری اور شام کا انتظار رہتا ہے۔ ہمارے دماغ تیرہ سال تک مسلسل روزوں کا تصور بھی نہیں کرسکتے مگر تاریخ نے یہ بے مثل کارنامہ بھی ہم کو سنادیا۔

قید خانہ میں استاد سے علم حاصل کرنے والا شاگرد

ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالاتِ زندگی میں لکھا ہے کہ وقت کے بادشاہ نے ان سے کوئی فتویٰ مانگا مگر انہوں نے فتویٰ نہ دیا...... اسے غصہ آیا اور ان کو قید کروادیا...... جب تین دن گزرے تو بادشاہ اپنے دربار میں بیٹھا تھا...... اس وقت ایک ایسا نوجوان...... جس کی اٹھتی جوانی تھی...... اس کے چہرے پر نورانیت...... اور معصومیت کا حسین امتزاج تھا...... وہ نوجوان

زاروقطار رورہا تھا...... جس نے بھی اسے دیکھا اس کا دل پسیج گیا...... اور ہر بندہ نے توقع کی کہ بادشاہ سلامت اس طالب علم کی مراد...... ضرور پوری کریں گے۔

جب بادشاہ نے دیکھا تو اس نے بھی وعدہ کیا کہ اے نوجوان! تو کیوں اتنا رورہا ہے، تو ڈر نہیں...... تو جو بھی کہے گا...... ہم تیری بات ضرور پوری کریں گے۔ جب اس نے وعدہ کیا تو طالبعلم نے فریاد پیش کی:

بادشاہ سلامت! آپ مجھے قید خانے میں بھیج دیجئے۔

بادشاہ بڑا حیران ہوا کہ قید خانے میں جانے کے لئے تو کوئی اس طرح نہیں روتا۔ چنانچہ اس نے پوچھا کہ آپ قید خانے میں جانے کے لئے اتنا کیوں روتے ہیں؟ طالب علم نے کہا:

بادشاہ سلامت! آپ نے میرے استاد کو...... تین دنوں سے قید خانے میں بند کر رکھا ہے...... جس کی وجہ سے میرا سبق قضا ہو رہا ہے...... اگر آپ مجھے قید میں ڈال دیں گے...... تو میں قید وبند کی مشقتیں تو برداشت کرلوں گا...... مگر اپنے استاد سے سبق تو پڑھ لیا کروں گا۔

یوں پہلے وقتوں میں شاگرد اپنے اساتذہ سے علم حاصل کیا کرتے تھے۔ جبکہ آج تو علم دوستی نکلتی جارہی ہے۔ ہم نے ٹی وی کو دوست بنالیا ہے۔ اور باقاعدگی کے ساتھ اس پر تماشے دیکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قرآن کو کھول کر بیٹھنے کی بہت کم فرصت ملتی ہے۔ کئی گھر ایسے ہوتے ہیں جن کے اندر قرآن مجید کھولا ہی نہیں جاتا۔ الا ماشاء اللہ!!!

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے عجیب وغریب کمالات

امام المسلمین شیخ المومنین حافظ احادیث امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ ولادت شوال ۱۹۴ھ وفات شب عید الفطر ۲۵۶ھ۔ ابتدائے روایت حدیث بعمر ۱۱ سال یعنی ۲۰۵ھ اس جلیل القدر امام کے حالات پیدائش سے لے کر وفات تک عجائب وغرائب سے پر ہیں۔

گویا قدرتِ کاملہ نے ایک عظیم الشان خدمت کے لئے آپ کو منتخب فرما کر آپ سے وہ

کام لیا کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ ان کے کمالات اگر کرامات سے تعبیر کئے جائیں تو بالکل بجا و درست ہوگا۔

......۱۱ سال کی عمر سے جو بچپن کا زمانہ ہے اساتذہ حدیث سے حدیث سننا شروع فرمایا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ذہبی ج۲ص ۵۵۵)

......خود فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی میں ہزار محدثین سے حدیثیں لکھی ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ذہبی ج۲ص ۵۵۵)

......۱۸ سال کی عمر میں صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فتاویٰ وفیصلے جمع کرنا شروع کیا۔

......اور اسی زمانے میں اپنی مشہور تاریخ التاریخ الکبیر جو آٹھ جلدوں میں ہے، روضہ اقدس نبی کریم ﷺ کے پاس چاندنی راتوں میں بیٹھ کر لکھی اور مکمل کی۔

......غضب کا حافظہ تھا کہ استادوں کے ساتھ محض حدیث سن کر یاد کرلیا کرتے۔ جب کہ دوسرے ہم سن بغیر لکھے ہوئے یاد نہ رکھ سکتے تھے۔ ایک نوعمر بچہ کا یہ فعل ہم عصروں کے تعجب کا باعث ہوا۔ آخر کار لوگوں سے رہا نہ گیا اور چھیڑ دیا۔

میاں بچے لکھتے نہیں تو پھر کس طرح یاد کروگے۔ امام نے فرمایا: تم کئی بار ٹوک چکے ہو لاؤ اپنا لکھا ہوا ذخیرہ۔ لایا گیا۔ جو پندرہ ہزار حدیثوں پر مشتمل تھا۔ آپ نے سب کا سب فرفر سنا دیا۔ اس کے بعد فرمایا میں یونہی اپنا وقت ضائع نہیں کر رہا ہوں۔ اسی وقت لوگوں نے فیصلہ کر لیا کہ اس شخص سے کوئی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ (تذکرہ ص ۲۵۶)

......بچپن ہی کا قصہ ہے کہ سلیم ابن مجاہد فرماتے ہیں کہ میں محمد ابن سلام بیکندی کے پاس پہنچا تو فرمانے لگے کہ کچھ پہلے آئے ہوتے تو ایک بچے سے ملاقات ہو جاتی۔ ستر ہزار احادیث کا حافظ ہے۔ مجھے بڑا تعجب معلوم ہوا اور میں ان کی تلاش میں نکلا۔ چنانچہ ملاقات ہوگئی۔

میں نے پوچھا: تم ستر ہزار احادیث کے حافظ ہو؟ فرمانے لگے جی ہاں! بلکہ اس سے بھی زیادہ کا حافظ ہوں۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ راویان حدیث صحابہ وتابعین کے سنہ پیدائش ووفات وجائے سکونت بھی بتا سکتا ہوں۔ (طبقات الشافعیہ الکبری ج۲ص ۵)

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا بے مثال حافظہ

بے مثل و بے نظیر قوت حافظہ کا مظاہرہ بھی کئی بار ہوا۔ ایک بار آپ بغداد تشریف لے گئے۔ وہاں علماء و محدثین کو معلوم ہو گیا کہ یہ شخص لاکھوں احادیث کے حافظ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو آپس میں ایک مجلس منعقد کرنے کی تجویز ہوئی۔ جس میں امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا امتحان لینا طے ہوا۔

دس آدمی منتخب ہوئے۔ اور دس دس حدیثیں سند اور متن میں گڑبڑ کرنے کی تجویز ہوئی۔ چنانچہ مجلس امتحانی منعقد ہوئی اور امام کے سامنے پہلے ایک شخص نے ایک حدیث کا حلیہ بری طرح بگاڑ کر پیش کیا۔ امام نے فرمایا...... لا اعرفہ...... یعنی یہ حدیث اس طرح مجھے نہیں پہنچی۔ اسی طرح دسوں حدیثیں پڑھ دی گئیں اور ہر حدیث کے بعد امام اپنا جملہ دہراتے رہے۔ پھر دوسرے صاحب کھڑے ہوئے اور اسی طرح دس حدیثیں بگاڑ کر پڑھیں۔ یہاں تک کہ دس آدمیوں نے سو حدیثیں پڑھیں اور امام ہر حدیث سننے کے بعد وہی جملہ دہراتے رہے۔ پھر آپ گویا ہوئے اور پہلے آدمی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ نے پہلی حدیث اس طرح پڑھی تھی۔ حالانکہ وہ اس طرح ہے، اس کو مفصل بیان فرمایا۔

پھر دوسری اور تیسری، چوتھی وغیرہ پر تبصرہ فرمایا۔ یہاں تک کہ پوری سو احادیث کو بالترتیب درست طریقہ پر سنا دیا۔ حاضرین مجلس ان کے استحضارِ ذہن، ذکاوت اور قوت حافظہ کے معترف ہو گئے۔ (الہدی الساری مقدمہ فتح الباری ج۲ ص ۲۰۰)

صحیح احادیث کا انتخاب

......صحیح بخاری کی تالیف وحدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور فضائل بخاری شریف، امام نے چھ لاکھ محفوظ احادیث کے مجموعہ سے صحیح احادیث کا انتخاب اس طرح فرمایا کہ ہر

حدیث کی جانچ پڑتال اپنے معیار کے مطابق کرنے کے بعد اپنے جامع میں درج فرمایا، ادب واحترام کلام رسول کا اتنا بلند نقشہ دنیا کے سامنے رکھا کہ اس کا تصور بھی اس سے قبل دماغوں میں نہ آیا ہوگا۔ خود فرماتے ہیں:

ماوضعت فی کتاب الصحیح حدیثا الا اغتسلت قبل ذالک وصلیت رکعتین ......

یعنی میں نے اپنی صحیح میں جب بھی کوئی حدیث درج کی تو اس کے قبل غسل کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔

دوسری روایت میں اس کاوش کی توجیہ بھی ملتی ہے:

ماادخلت فیہ حدیثاً حتّٰی استخرت اللّٰہ تعالٰی وصلیت رکعتین وتیقنت صحتہ

یعنی استخارہ کے بعد جب حدیث کی صحت کا پورا یقین ہوجاتا تھا تب وہ زیب قرطاس کی جاتی۔

یہ عمل ۱۲ سال تک جاری رہا۔ کیونکہ کتاب کی تکمیل میں سولہ سال صرف ہوئے تھے۔ مکمل ہوجانے کے بعد کتاب علی ابن المدینی امام احمد بن حنبل ویحیٰی بن معین وغیرہم (جو اس دور کے اساتذہ حدیث ومعلم وامام تھے) کے سامنے پیش کی۔ سب نے کتاب کو بے حد پسند فرمایا اور خوش ہوئے۔ صحت واسناد میں صرف اسی کتاب کو یہ مرتبہ حاصل ہوا کہ ...... اصح الکتب بعد کتاب اللہ ...... قرار دی گئی۔ اس امر میں گویا امت کا سلفاً عن خلفٍ اجماع ہوگیا۔

ابوزید مروزی نے رکن ومقام ابراہیم کے درمیان خواب میں حضور ﷺ کو فرماتے سنا، کب تک کتاب شافعی کا درس دو گے؟ میری کتاب کو پڑھو، پڑھاؤ۔ میں نے عرض کیا آپ کی کتاب کونسی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جامع محمد ابن اسمٰعیل بخاری۔ (الہدی الساری)

⚙ ...... صدیوں سے علماء ومشائخ وقت نے صحیح بخاری شریف کے بالاستیعاب ختم کو اس کے توسل سے دعا کو حل مشکلات وقضائے حوائج میں مجرب وصحیح پایا ہے۔ اور اب تک معمول ہے علامہ سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ شافعی فرماتے ہیں:

واما الجامع الصحیح وکونہ ملجأً للمعضلات ومجرباً لقضاء الحوائج فامر مشھور

……احادیث نبویہ کے علاوہ کلام اللہ سے بھی بغایت شغف تھا۔ رمضان شریف میں ان کے اصحاب وتلامذہ جمع ہوجاتے تو خود تراویح کی جماعت میں ہر رکعت میں بیس آیتیں سناتے تھے۔ پھر سحر میں تہائی قرآن مجید پڑھتے اور ہر تیسرے دن ایک ختم پڑھتے تھے اور دن بھر میں افطار تک ایک ختم پورا فرمالیتے تھے۔ (طبقات ج ۲ ص ۹)

میں آپ کے پاؤں کو چوم سکتا ہوں

……ایک مرتبہ حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری کے پاس تشریف لائے تو ان کی مقدس پیشانی کو بوسہ دیا اور بدیں الفاظ ان کے فضل وکمال کا اعتراف فرمایا:

دعنی حتیٰ اقبل رجلک یا استاذ الاستاذین وسید المحدثین ویاطبیب الحدیث فی علله

پیشانی کا بوسہ دینے کے بعد کہا کہ مجھے پائے مبارک کا بوسہ بھی لینے دیجئے۔ اے استاذوں کے استاذ اور محدثین کے سردار اور اے حدیث کے بیماروں کے طبیب حاذق۔ (طبقات سبکی)

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی عاشقانہ موت

……وفات کا قصہ بھی منجملہ کمالات وکرامات ہے۔ جب امیر بخارا سے کچھ ناچاقی ہوگئی تو حضرت امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے سمرقند کوچ فرمایا اور ایک گاؤں خرتنگ میں قیام فرمایا۔ جہاں پہلے سے ان کے اقرباء رہتے تھے۔ عبدالقدوس سمرقندی کا بیان ہے کہ ایک شب تہجد سے فارغ ہونے کے بعد نہایت الحاض وزاری سے دعا مانگی:

”باری الہا! اب مجھ پر تیری وسیع وعریض زمین تنگ ہوگئی ہے۔ لہٰذا اب تو مجھے اپنے پاس بلالے۔“

اس دعا کے بعد ایک ماہ گزرا تھا کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ قبر خرتنگ میں ہے۔ عبدالواحد

طوسی فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے خواب میں جناب سید المرسلین ﷺ کو دیکھا کہ اپنے اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ کھڑے ہیں۔ جیسے کسی کا انتظار فرما رہے ہوں۔ میں نے سلام عرض کیا۔

آپ نے جواب دیا...... پھر میں نے پوچھا حضرت کس کا انتظار فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا محمد ابن اسماعیل بخاری کا منتظر ہوں۔ کچھ دن کے بعد ان کی وفات کی خبر سنی گئی۔ شمار کرنیکے بعد وفات کا دن وہی نکلا جس دن خواب دیکھا گیا تھا۔ (طبقات سبکی ج ۲ ص ۱۴)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قدم آپ کے قدم پر

۞......محمد بن حاتم و نجم بن فضیل نے خواب میں دیکھا کہ سرکار دو عالم ﷺ قبر شریف سے نکلے اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ پیچھے پیچھے اس طرح چلتے ہیں کہ امام کا قدم رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک کے نشان پر پڑتا ہے۔ (الہدی الساری)

وفات سے قبل امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی وصیت

۞......علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وفات سے قبل بہت دیر تک دعا میں مشغول تھے۔ پھر اس کے بعد لیٹ گئے اور روح ملاء اعلیٰ کو سدھادی وفات کے بعد بہت پسینہ خارج ہوا۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے وصیت فرمائی تھی کہ تین کپڑوں میں کفن دیا جائے۔ جب لوگوں نے کفن میں لپیٹا نماز جنازہ ادا کی گئی اور قبر میں اتارے گئے تو نہایت عمدہ خوشبو جو مشک سے بہتر تھی، ان کی قبر سے نکلی۔ مدت تک یوں ہی قبر مبارک کی مٹی سے محسوس کی جاتی رہی اور لوگ آ آ کر قبر کی مٹی لے جاتے رہے۔ یہاں تک کہ لکڑیوں کے جال سے چھپادی گئی۔

فلما ادرجناه فی اکفاله وصلینا علیه ووضعناه فی حضرته فاح من تراب قبره رائحة طیبة لا لمسک ودامت ایاماً وجعل الناس یختلفون الیٰ القبرا یاماً یاخذون من ترابه الیٰ ان جعلنا علیه خشیا مشیکا (الھدی الساری ص ۲۰۶)

باری تعالیٰ نے اس جلیل القدر بزرگ کے کام یعنی خدمت حدیث اور نام کو تا قیامت حسن قبول سے نوازا اور دنیا والوں کو اپنے حسن قبول کا کچھ کرشمہ دیکھا۔

غرض امام بخاری کی ذات مجمع الکمالات، مستجمع الصفات تھی۔ محدثین ومورخین نے نہایت بسط وتفصیل سے آپ کے حالات لکھے ہیں۔ میں نے انتہائی اختصار کے ساتھ چند واقعات پر اکتفا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے الطاف وکرم کی دھواں دھار بارش سے ان کو سیراب کرے۔ ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔ ان کے طفیل میں ہم گناہ گاروں کو بخش دے اور حشر میں ان کے زمرے میں رکھے۔ آمین

تصانیف کا نفع تدریس کے نفع سے زیادہ

ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

میں اس رائے کو درست سمجھتا ہوں کہ تصانیف کا نفع تدریس کے نفع سے زیادہ ہے۔ کیونکہ میں پوری زندگی میں چند ہی طلبہ کو پڑھا سکتا ہوں۔ جب کہ اپنی تصنیفات کے ذریعہ بے شمار مخلوق کو تعلیم دوں گا جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئی۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ لوگ جتنا علم اسلاف کی کتابوں سے پاتے ہیں اتنا اپنے اساتذہ اور مشائخ سے نہیں حاصل کر سکتے۔ لہٰذا عالم کے لئے مناسب ہے کہ اگر اسے مفید تصنیف کی توفیق ملے تو تصنیف کا کام خوب کرے۔ مفید تصنیف کی قید اس لئے زیادہ کردی کیونکہ ہر لکھنے والا شخص مصنف نہیں ہوجاتا۔ کیونکہ مقصود کسی چیز کو صرف جمع کردینا نہیں ہے۔ خواہ کچھ بھی ہو کسی طرح بھی ہو بلکہ مضامین درحقیقت اللہ تعالیٰ کے راز ہوتے ہیں۔ جن پر وہ اپنے بندوں

میں سے جس کو چاہتا ہے مطلع کرتا ہے اور اس کو ان کے بیان کرنے کی توفیق دیتا ہے۔

لہٰذا بکھرے ہوئے مضمون کو جمع کرتا ہے۔ اور غیر مرتب کو ترتیب دیتا ہے۔ یا غیر واضح مضامین کی تشریح کرتا ہے اور یہی مفید تصنیف ہے۔ تصنیف و تالیف کے لئے درمیانی عمر کو غنیمت سمجھنا چاہئے کیونکہ ابتدائی عمر طلب علم کا زمانہ ہے اور آخری عمر حواس کے بیکار ہو جانے کا وقت ہے۔ اگرچہ کبھی عقل و فہم عمر کے اندازے سے پہلے ہی دھوکہ دیدیتے ہیں۔ لیکن وقت کی تعیین عام عادت کو دیکھ کر کی جاتی ہے۔ کیونکہ انسان غیب کا علم نہیں رکھتا ہے۔

لہٰذا حفظ اور طلب علم کے مشاغل چالیس سال کی عمر تک ہوں۔ پھر چالیس کے بعد تصنیف اور تعلیم شروع کرے۔ لیکن یہ مشورہ اس وقت ہے جب کہ وہ اپنے مطلوبہ حفظ اور علوم کا ذخیرہ جمع کر چکا ہو۔ اور مضامین کے اخذ و انتخاب پر قادر ہو چکا ہو۔ ورنہ تو اگر کتابوں کی کمی کی وجہ سے یا ابتدائی عمر میں طلب میں کمزوری کی وجہ سے اب تک مطلوبہ استعداد اور ذخیرۂ علوم نہ حاصل کر پایا ہو تو شغل تصنیف کو پچاس سال کی عمر تک مؤخر کر دے۔

پھر پچاس کی عمر سے تصنیف تدریس کا آغاز کرے۔ ساٹھ سال کی عمر تک۔ پھر ساٹھ سال کے بعد تدریس تعلیم میں اضافہ کر دے۔ حدیث اور دوسرے علوم کو سنے اور اپنی تصانیف کو درست کرے تاکہ اہمیت کے قابل ہو جائیں۔ اور یہ سب کام ستر کی عمر ہو۔ اور جب ستر سے آگے بڑھ جائے تو اپنے اوپر آخرت کی یاد اور کوچ کی تیاری کا خیال غالب کر لے۔

لہٰذا سوائے ایسی تدریس کے جس کو ثواب سمجھتا ہو۔ یا ایسی تصنیف کے جس کی ضرورت پیش آ جائے کیونکہ یہ آخرت کے لئے سب سے بہتر سامان ہیں۔ ہر چیز سے الگ ہو کر اپنے آپ کو نفس کی طرف متوجہ کر دے۔

پھر ساری فکر نفس کی صفائی میں اخلاق کے سنوارنے میں اور لغزشوں کی اچھی طرح تلافی کرنے میں لگا دے۔ اب اگر ان مرتبوں میں سے کسی مرتبہ میں موت آ گئی تو سمجھ لو کہ مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے اور اگر ان مراتب تک پہنچ گیا۔ تو ہم ہر مرحلہ کے لئے مناسب مشورہ ذکر کر چکے ہیں۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کو پہنچ جائے تو اسے اپنے لئے کفن بنا لینا چاہیے۔ جب کہ

علماء کی ایک جماعت ستر سال کی عمر کو پہنچ چکی ہے۔ جن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ہیں تو اگر اس عمر کو پہنچ جائے تو سمجھ لے کہ قبر کے گڑھے کے کنارے پر ہے اور اس کے بعد ہر آنے والا دن قابل تعجب ہے۔

اگر اس کے اسی سال پورے ہو جائیں تب تو پھر اپنی ساری توجہ اور فکر اپنے اخلاق کی صفائی اور توشہ کی تیاری میں لگائے۔ استغفار کو اپنا ساتھی بنالے اور ذکر کو دوست اور نفس کے محاسبہ میں علم کے افادہ میں اور مخلوق سے ملنے جلنے میں باریک بینی سے کام لے۔ کیونکہ لشکر کے قریب آجانے کے بعد پیش آنے والے حملہ سے حفاظت ضروری ہو جاتی ہے۔

قطبی پڑھ کر ایصال ثواب

حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے فرمایا میں نے اپنے والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ سے حضرت شیخ الہند کا یہ واقعہ سنا کہ

آپ کے پاس ایک شیخ اپنے کسی عزیز کے لئے ایصال ثواب کرانے کے لئے آیا حضرت شیخ الہند اس وقت قطبی کا سبق پڑھا رہے تھے...... فرمایا کہ ہم یہ قطبی کا سبق پڑھ کر تمہارے عزیز کے لیے ایصال ثواب کر دیں گے...... انہوں نے تعجب سے پوچھا کہ حضرت قطبی پڑھ کر ایصال ثواب......؟ ایصال ثواب تو قرآن کریم یا بخاری شریف پڑھ کر ہوتا ہے۔

حضرت نے جواب میں فرمایا کہ ہمارے نزدیک...... قطبی میں اور بخاری میں کوئی فرق نہیں...... اس لئے کہ بخاری شریف پڑھنے سے جو مقصود ہے...... قطبی پڑھنے سے بھی وہی مقصود ہے...... اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے...... کہ جو ثواب بخاری شریف پڑھنے سے ملتا ہے...... وہی ثواب...... قطبی پڑھنے سے بھی عطا فرمائیں گے...... اگر نیت درست ہے۔

غلط مسئلہ بتا دیا تو رجوع کرنا بھی سیکھو

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد حضرت حسن بن زیاد نے...... ایک مرتبہ کسی کو

غلط مسئلہ بتادیا...... سائل کے جانے کے بعد انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا...... تو ایک شخص کو اجرت پر لیا...... اور اس سے کہا کہ شہر میں آواز لگاتا پھرے...... کہ حسن بن زیاد نے ایک مسئلہ غلط بتادیا ہے...... جس نے ان سے کوئی مسئلہ پوچھا ہو...... وہ ان کے پاس جائے اور تصحیح کرلے...... یہاں تک کہ وہ شخص مل گیا...... اور انہوں نے اسے صحیح مسئلہ بتادیا۔

مہمان نوازی کی عادت بناؤ

سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا دستر خوان بہت وسیع تھا...... وہ اللہ کی رضا کے لئے اللہ کی مخلوق کو کھانا کھلایا کرتے تھے...... ان کی طرف سے اذن عام تھا...... جو آئے کھانا کھائے...... چنانچہ یتیم، مسکین، غریب اور نادار لوگ آتے...... اور کھانا کھا کر چلے جاتے تھے...... ان کو ایک مرتبہ خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی...... تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اے توکل شاہ! تم اللہ تعالیٰ کی دعوت تو روزانہ کرتے ہو...... لیکن تم نے ہماری دعوت کبھی نہیں کی......"

اس کے بعد اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ بڑے پریشان ہوئے کہ اس خواب کا کیا مطلب ہے...... چنانچہ انہوں نے رو رو کر اللہ سے دعائیں مانگیں...... کہ پروردگار عالم اس خواب کی حقیقت کو واضح فرمادیں...... بالآخر ان کے دل میں ڈالا گیا:

"تم اللہ کی مخلوق کو اللہ کے لئے ہر روز کھلاتے ہو...... مگر تم نے میرے نبی ﷺ کے وارثوں یعنی علماء، طلباء اور قراء کو اپنے دستر خوان پر اہتمام کے ساتھ کبھی نہیں بلایا...... اس لئے فرمایا کہ تم نے ہماری دعوت کبھی نہیں کی۔"

چنانچہ انہوں نے شہر بھر کے علماء قراء کی دعوت کی...... اور پھر یہ سمجھے کہ گویا میں نے نبی ﷺ کی دعوت فرمادی ہے۔

طالب علم کی دعا کی برکت

سلطان محمود غزنوی کے دل میں تین باتیں کھٹکتی تھیں۔

⚙......ایک بات تو یہ دل میں کھٹکتی تھی کہ میں سبکتگین کا بیٹا ہوں اور سبکتگین تو پہلے بادشاہ نہیں تھا بلکہ ایک فوجی تھا پھر بادشاہ بنا کیا میری نسبت صحیح ہے یا کچھ اور ہے۔

⚙......دوسری بات یہ دل میں کھٹکتی تھی کہ دین کے مختلف شعبہ ہیں لیکن سب سے افضل اور بہترین شعبہ کون سا ہے؟ یعنی امت میں سے جو سب سے اعلیٰ لوگ ہیں وہ کون ہیں؟

⚙......تیسری بات یہ دل میں کھٹکتی تھی کہ مجھے بڑے عرصے سے نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب نہیں ہوئی......اس لیے مجھے زیارت نصیب ہو جائے۔

ایک مرتبہ وہ گلی میں راؤنڈ کر رہے تھے......انہوں نے باہر آ کر ایک طالب علم کو کسی روشنی میں پڑھتے ہوئے دیکھا......انہوں نے پوچھا کہ تم مسجد میں کیوں نہیں پڑھتے......؟ اس نے کہا کہ مسجدوں کے اندر روشنی کا انتظام نہیں ہے......یہ ایک بندے کے گھر کے باہر روشنی جل رہی ہے......اس لئے میں یہاں بیٹھ کر مطالعہ کر رہا ہوں۔

انہوں نے کہا بچے تم جاؤ......اور میں آج کے بعد تمھارے لئے روشنی کا انتظام کر دوں گا......جب طالب علم نے روشنی دیکھی......تو اس نے دعا کر دی کہ اے اللہ اس بندے کی مرادیں پوری کر دے......چنانچہ جب سلطان محمود غزنوی گھر آئے......تو ان کو نبی W کی زیارت ہوئی......اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے سبکتگین کے بیٹے! تو نے میرے وارث کی عزت کی......اللہ تعالیٰ تجھے دنیا اور آخرت میں......عزتیں عطا فرمائے۔

سبحان اللہ اس طالب علم کی دعا کی برکت سے......سلطان محمود غزنوی کی تینوں مرادیں پوری ہو گئیں......ایک تو انھیں نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہو گئی......دوسرا ان کے دل میں اپنے نسب کے بارے میں......جو چھوٹی موٹی باتیں تھیں......وہ ختم ہو گئیں......تیسرا ان کو پتہ

چل گیا کہ علمائے کرام ہی نبی ﷺ کے وارث ہیں......اور یہی لوگ دوسروں سے افضل ہیں۔

ہر ہفتے نبی علیہ السلام کی زیارت

ہمارے ایک تعلق والے دوست ہیں......وہ الحمدللہ حافظ الحدیث ہیں......ایک دفعہ وہ اپنے اسباق اور اپنی کیفیات کے بارے میں بیٹھے بتا رہے تھے......میں نے ان سے پوچھا کہ آپ بخاری شریف کے حافظ ہیں......کیا آپ نے ان احادیث مبارکہ کی برکات......کا بھی مشاہدہ کیا ہے؟ وہ فرمانے لگے:

حضرت میں اس بات پر حیران ہوں......کہ میرا کوئی ہفتہ بھی نبی علیہ السلام کی زیارت کے بغیر نہیں گزرتا......کم از کم ایک بار......اور کبھی کبھی ایک سے زیادہ بار مجھے نبی علیہ السلام کی زیارت ہوتی رہتی ہے......الحمدللہ! آج بھی وہ اسوقت دنیا میں زندہ ہیں......حدیث پاک کی محبت نے انہیں......نبی ﷺ کا ایسا قرب عطا کر دیا......کہ انہیں ہر ہفتے نبی علیہ السلام کی زیارت ہوتی رہتی ہے۔ سبحان اللہ!

حدیث پاک کی خدمت کی برکت

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ کو......حدیث پاک کی خدمت کی وجہ سے......بہت زیادہ نبی علیہ السلام کی زیارت ہوتی تھی......ایک مرتبہ کچھ ہفتوں کے لئے ان کو زیارت ہونا بند ہوگئی......تو حضرت کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ کو غم کی وجہ سے اسہال لگ گئے......کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا:

"کہیں مجھ سے کوئی غلطی اور کوتاہی نہ ہوگئی ہو......جس کی وجہ سے سزا کے طور پر مجھے اس نعمت سے محروم کر دیا گیا ہو۔"

چنانچہ خوب روئے......اللہ تعالیٰ کو ان کا رونا پسند آ گیا......اور اللہ رب العزت نے اس

نعمت کو واپس لوٹا دیا۔ سبحان اللہ! یہ تو علماء اور طلباء جب ذرا آگے قدم بڑھاتے ہیں...... تو پھر ان کے اوپر اللہ رب العزت کی خاص رحمت ہوتی ہے۔

ایسے علم سے کیا فائدہ؟

ابن جوزی فرماتے ہیں: ہمارے پاس عجم کے ملکوں سے ایک فقیہ آئے...... جو اپنے شہر کے قاضی بھی تھے...... تو میں نے ان کی سواری پر دیکھا کہ سونا لگا ہوا ہے...... اور ساتھ میں چاندی کے برتن اور دوسری حرام چیزیں بھی تھیں...... تو سوچا کہ آخر علم نے اس شخص کو کیا فائدہ پہنچایا؟ کچھ بھی نہیں! بلکہ خدا کی قسم اس پر حجت بڑھ گئی ہے...... دراصل اس کی سب سے بڑی وجہ...... حضرات سلف اور حضور اکرم ﷺ کی سیرت ﷺ...... اور سنتوں کے متعلق معلومات کی کمی ہے۔

یہ لوگ سنتوں سے ناواقف اور...... بحث و مباحثہ کے علم میں منہمک رہتے ہیں...... معارفت کی بے مغز باتوں کے ذریعہ سبقت چاہتے ہیں...... حدیث کے سننے سے ان کو کوئی مطلب نہیں...... اور حضرات سلف کی سیرتوں پر کچھ نظر نہیں...... بادشاہوں سے ملتے ہیں...... اس لئے ان کو ان کی شکل صورت بنانے کی ضرورت پڑتی ہے...... پھر کبھی تو یہ خیال ہو جاتا ہے کہ یہ حالات درست نہیں ہے...... اور کبھی خیال نہیں ہوتا...... تو اس وقت خواہشات بغیر کسی رکاوٹ کے غالب رہتی ہے...... اور جو خیال آتا بھی ہے...... تو کہتے ہیں کہ پکڑے جانے کا اہتمام تو ہے مگر جب علم میں مشغول ہیں...... تو مغفرت بھی ہو جائے گی۔

پھر دیکھتے ہیں کہ دوست علما کچھ دنیا کے حصول کے لئے...... ہمارا اکرام و تعظیم کر رہے ہیں...... مگر ان کو اس سے روکتے نہیں ہیں...... میں نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں...... جو عالم کہے جاتے ہیں...... لیکن اپنے ساتھ بے ریش لڑکوں کو رکھتے ہیں...... اور ایسے ہی غلام خریدتے ہیں...... حالانکہ یہ کام وہی کر سکتا ہے...... جو آخرت سے مایوس ہو چکا ہو...... حیرت

تو یہ ہے کہ بہت سے علماء...... جو اسی (۸۰) کے سن کو پہنچ چکے ہیں...... وہ بھی اس حالت میں مبتلا ہیں۔

لہٰذا اے وہ شخص! جو اپنے دین کی حفاظت چاہتا ہے...... اور آخرت پر یقین رکھتا ہے اللہ سے ڈر...... اور اس کا لحاظ رکھ...... فضول تاویلات سے غالب خواہشات کو چھوڑ دے...... کیونکہ اگر تو نے ایک معاملہ میں سستی کی...... اور گناہ پر عمل کر لیا...... تو پھر وہ تجھ کو...... باقی گناہوں کی طرف کھینچ لے جائے گا...... پھر خواہشات کے جال سے نہیں نکل سکے گا...... کیونکہ طبیعت ان سے مانوس ہوتی ہے۔

لہٰذا میری نصیحت مان! روٹی کے ایک ٹکڑے پر قناعت کر لے...... اور اہل دنیا سے دوری اختیار کر...... اور جب بھی خواہش بھڑکے...... تو اس کو روک اور اسکی بات نہ مان۔ ممکن ہے کہ خواہش نفس تجھ سے کہے...... فلاں عمل میں کچھ گنجائش ہے...... لہٰذا کر لو...... مگر تو ایسا نہ کر...... اگرچہ اس میں کچھ گنجائش نکل بھی آوے...... لیکن وہ دوسرے حرام تک...... لے جانے کا سبب بن سکتا ہے...... پھر تلافی دشوار ہو جائے گی...... لہٰذا صبر سے کام لے...... اور زندگی کی تنگیوں اور اہل خواہش سے کنارہ کشی پر جمارہ...... کیونکہ اس کے بغیر دین کامل نہیں ہو سکتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ جب رخصت پسندی پر عمل ہوگا...... تو یہ دوسرے گناہ کی طرف لے جائے گا...... جیسے سمندر کا کنارہ بھنور تک پہنچا دیتا ہے...... رخصت پسندی کیا ہے؟ یہی کہ ایک حلال کو چھوڑ کر...... دوسرا حرام کھانا...... ایک لباس کو چھوڑ کر...... دوسرا لباس اختیار کرنا...... اور خوبصورت چہروں کو تلاش کرنا...... حالانکہ یہ سب کچھ صرف چند دن کا عیش ہے۔

ایک لاکھ احادیث کا حافظ

✪...... محمد بن حمدویہ سے خود فرمانے لگے کہ مجھے ایک لاکھ احادیث صحیحہ و دو لاکھ احادیث غیر صحیحہ حفظ ہیں۔ (الہدای الساری)

عالم امیروں اور حاکموں کے دربار میں

ابن جوزی لکھتے ہیں...... میں نے بہت سے علماء واعظوں کا حال یہ دیکھا...... کہ جب انکو دنیاوی تنگی پیش آتی ہے...... تو دوڑ، دوڑ کر امیروں اور بادشاہوں کے پاس جاتے ہیں...... تاکہ ان سے کچھ حاصل کر سکیں...... حالانکہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ...... یہ بادشاہ اور حاکم مال کو نہ تو جائز طریقے سے حاصل کرتے ہیں...... اور نہ صحیح مصرف میں خرچ کرتے ہیں۔

اکثر ایسے ہیں کہ جب انکو خراج کا مال حاصل ہوتا ہے...... تو بجائے اس کے کہ اس کو مصالح مسلیمین میں خرچ کرتے...... کسی شاعر کو انعام دے ڈالتے ہیں...... یا کوئی فوجی جس کی تنخواہ حق کے اعتبار سے دس دینار ہوتی ہے...... تو اسکو کسی خصوصیت کی بنا پر...... دس ہزار دینار دے دیتے ہیں...... کبھی ایسا کرتے ہیں کہ...... جنگ سے جو مال غنیمت حاصل ہوتا ہے...... جس کو لشکر پر تقسیم ہونا چاہیے...... تو اس کو اپنے لئے خاص کر لیتے ہیں...... یہ سب وہ مثالیں ہیں...... جو معاملات میں ان کے مظالم کے علاوہ ہیں۔

لہٰذا عالم کے اوپر سب سے پہلا جو وبال پڑتا ہے...... وہ یہ کہ علم کے نفع سے محروم کر دیا جاتا ہے...... چنانچہ ایک نیک بزرگ نے ایک عالم کو دیکھا...... کہ یحییٰ بن خالد مکی کے گھر سے نکل رہے ہیں تو کہا:

اعوذ باللہ من علم لاینفع ...... غیر نافع علم سے خدا کی پناہ!!!

اور یہ وہاں کیوں نہ پڑے ؟ کیا ایسا نہیں ہے کہ تم منکرات کو دیکھتے ہو...... لیکن نکیر نہیں کرتے ہو...... ان کا وہ کھانا کھاتے ہو...... جو ہمیشہ ناجائز ہی طریقہ سے حاصل ہوتا ہے...... جس کی وجہ سے تمھارا دل بجھ جاتا ہے...... اور تم اللہ سے تعلق کی لذت سے محروم ہو جاتے ہو...... پھر تم کو یہ قدرت نہیں رہ جاتی...... کہ کوئی شخص تم سے ہدایت کا طالب ہو سکے...... بلکہ کبھی تو ایسے عالم کا فعل لوگوں کی گمراہی...... اور اپنی اقتداء سے اعتراض کا سبب بن جاتا ہے۔

لہٰذا یہ عالم خود اپنے کو بھی...... اور اپنے امیر حاکم کو بھی نقصان پہنچاتا ہے...... کیونکہ اس

عالم کے آنے جانے......اور نکیر نہ کرنے سے حاکم سوچتا ہے...... کہ اگر میں راہ راست پر نہ ہوتا......تو یہ عالم صاحب میرے ساتھ نہ رہتے...... بلکہ مجھ پر نکیر کرتے اور کبھی عوام کو بھی نقصان ہوتا ہے......کیونکہ وہ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ امیر کا طرزِ عمل درست ہے......یا پھر یہ سوچتے ہیں کہ امیر کے پاس جانا......اور نکیر کرنے سے سکوت اختیار کرنا...... جائز ہے......ورنہ کم ازکم عوام کے دلوں میں دنیا کی محبت تو بڑھ ہی جاتی ہے...... حالانکہ خدا کی قسم! ایسی دنیا میں کوئی بھلائی نہیں...... جو آخرت کا راستہ تنگ کر دے۔

میری زندگی ایسے لوگوں پر قربان ہے......جنہوں نے ساری زندگی خواہشات کی تیز دھوپ میں......دنیا کی پیاس پر صبر سے کام لیا...... یہاں تک کہ موت کے وقت رضا......اور خوشنودی کی شراب سے آسودہ ہوئے......اور ان کے ایسے تذکرے باقی رہ گئے...... جو دلوں کی پیاس بجھا رہے ہیں......اور ان کے زنگ کو دھو رہے ہیں۔

- ......یہ دیکھو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ محتاج ہو کر راستوں پر پڑے دانے اور چھلکے چن رہے ہیں لیکن بادشاہوں سے کچھ قبول کرنے پر تیار نہیں ہے
- ......اور یہ دیکھو ابراہیم حربی صرف سبزی چباتے ہیں......اس کے باوجود معتصم باللہ کا ایک ہزار دینار واپس کر رہے ہیں۔
- ......اور یہ بشر حافی ہیں......بھوک کی شکایت میں مبتلا ہیں...... جب کہا جاتا ہے کہ کیا آپ کے لئے آٹے کا گھوں تیار کر دیا جائے......تو کہتے ہیں کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھ نہ لے کہ یہ آٹا تم کو کہاں سے ملا؟

خدا کی قسم ان حضرات کے تذکرے باقی رہ گئے ہیں...... جب کہ ان کے صبر کرنے کی مدت...... پلک جھپکنے کے با قدر تھی......اور وسعت پسندوں کی لذتیں ختم ہو چکی ہیں......ان کے جسم پرانے ہو چکے ہیں......اور اس کے ساتھ دین بھی کمزور ہو گیا ہے۔

پس صبر کر......اے صاحب توفیق! صبر کر اور ان پر رشک نہ کر......جنکو دنیا میں وسعت حاصل ہوئی...... کیونکہ جب تو اس وسعت کو گہرائی سے سوچے گا......تو دین کے سلسلے میں اس کو تنگی دیکھے گا......اور اپنے آپ کو تاویلات میں آزاد نہ کر...... کیونکہ دنیا میں تیری زندگی بہت

تھوڑی ہے......

وسواء اذا انقضی یوم کسری

فی سرور ویوم صابر کسرہ

"برابر ہے خواہ کسریٰ بادشاہ کا دن سرور میں گزرے یا ٹکڑوں میں صبر کرنے والے کا دن تلخی میں گزرے۔"

اور جب نفس صبر کی کمی کی بناء پر پریشان ہو......تو اسکو زاہدوں اور صوفیاء کے حالات سناؤ......اگر اس میں ہمت یا بیداری ہوگی......تو ضرور شرمندہ ہو کر شکستہ ہوگا......اور اپنی خواہش سے باز آجائے گا......اور اس کو تصور کراؤ......کہ دیکھو کتنا فرق ہے......علی بن المدینی کی رخصت پسندی......اور ابن ابی داؤد کے مال قبول کر لینے میں......اور امام احمد کے صبر اور بادشاہوں کا مال واپس کر دینے میں!!!

سوچو کہ......ان دونوں کی روایتوں میں سے......زیادہ کس کی روایت نقل کی جاتی ہے......اور زیادہ کس کا ذکر کیا جاتا ہے......یقیناً المدینی اس وقت شرمندہ ہو جائیں گے......جب امام احمد کہیں گے......میرا دین محفوظ رہ گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حصول علم کے لئے......بہت محنت کی رسالت مآب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمہ علم سے جی بھر کر سیراب ہوئے......آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حصول علم کے لیے......علماء نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف رجوع کیا۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب مجھے یہ اطلاع ملتی کہ......فلاں صحابی کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث ہے......تو میں بلا تاخیر اس کے گھر پہنچتا......دہلیز پر چادر بچھا کر بیٹھ جاتا......ہوا سے مٹی اڑ اڑ کر مجھ پر پڑتی رہتی......لیکن میں صاحب علم کے احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے......ان کے آرام میں مخل ہونا مناسب نہ سمجھتا......جب وہ از خود اپنے گھر سے باہر آتے......اور مجھے اپنی دہلیز پر بیٹھا ہوا دیکھتے......تو بے ساختہ پکار اٹھتے: عبداللہ آج آپ یہاں کیسے؟ آپ نے مجھے پیغام بھیج دیا ہوتا......میں خود آپ کے پاس آجاتا۔ میں جواب میں کہتا:

''میں آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ پیاسا چشمے کے پاس آتا ہے نہ کہ چشمہ پیاسے کے پاس۔''

حضرت عبداللہ بن عباس...... اپنے اساتذہ کی بہت عزت کیا کرتے تھے...... کبار علماء صحابہ بھی آپ کے ساتھ...... بہت شفقت و محبت سے پیش آتے۔

جیسا کہ کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ...... جنہیں قضاء فقہ قراۃ اور علم وراثت میں...... عبور حاصل تھا...... جب کہیں جانے کے لئے اپنی سواری پر بیٹھنے کا ارادہ کرتے...... تو یہ ہاشمی نوجوان...... حضرت عبداللہ بن عباس...... ان کے سامنے ادب واحترام کی تصویر بن کر یوں کھڑا ہو جاتا...... جیسے کوئی غلام اپنے آقا کے سامنے باادب کھڑا ہو جاتا ہے...... نہایت ادب کے ساتھ اپنے گھوڑے کی لگام پکڑتے...... یہ انداز دیکھ کر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ...... فرماتے عبداللہ ایسے نہ کیا کرو...... آپ فرماتے ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے...... اساتذہ کی عزت کریں۔

یہ سن کر حضرت زید ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا...... ذرا اپنا ہاتھ تو مجھے دکھائیں...... آپ نے ہاتھ ان کی طرف بڑھایا...... تو حضرت زید نے اسے چوم لیا...... اور ارشاد فرمایا کہ ہمیں یہی حکم دیا گیا ہے...... کہ اہل بیت کے ساتھ حسن وسلوک سے پیش آئیں...... اور محبت کریں...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان علم کے ایسے بلند مقام پر فائز ہوئے...... جسے دیکھ کر کبار علماء صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ششدر رہ گئے۔

حضرت مسروق بن اجدع جنہیں تابعین میں بہت بلند مقام حاصل ہے ان کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

جب میں حضرت عبداللہ بن عباس کو دیکھتا تو بے ساختہ پکار اٹھتا کہ آپ سب لوگوں سے زیادہ حسین ہیں جب آپ کی گفتگو سنتا تو یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا کہ آپ سب سے بڑھ کر فصیح و بلیغ ہیں۔

اور جب آپ کوئی حدیث بیان کرتے تو آپ کی عالمانہ گفتگو سن کر یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہو جاتا کہ آپ اس دور کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حصول علم کی منزلیں طے کر لینے کے بعد...... لوگوں کو تعلیم دینے میں ہمہ تن مصروف ہو گئے...... آپ کا گھر عوام کے لئے ایک بہت بڑی جامعہ کا درجہ اختیار کر گیا تھا...... البتہ جامعہ ابن عباس...... اور موجودہ دور کی جامعات میں یہ فرق ہے...... کہ آج کے دور کی جامعات میں...... سینکڑوں اساتذہ کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں...... جب کہ جامعہ ابن عباس کا دارومدار صرف ایک استاذ پر تھا اور وہ تھے...... مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس کو علم کے جس بلند مقام پر فائز دیکھا...... اگر قریش اس پر فخر کرے...... تو بلاشبہ ان کے لئے باعث فخر ہے۔

میں نے ایک روز دیکھا کہ بہت سے لوگ...... آپ کے گھر کی طرف جا رہے ہیں...... لوگ اتنے زیادہ تھے...... کہ راستہ تنگ ہو گیا...... میں نے آپ کو اس صورت حال سے آگاہ کیا...... تو میری بات سن کر ارشاد فرمایا...... پانی لاؤ! میں نے پانی آپ کی خدمت میں پیش کیا...... آپ نے وضو کیا...... اور مجھ سے کہا کہ مجمع میں اعلان کر دو:

''جو لوگ قرآن مجید کے الفاظ و حروف کے متعلق...... کوئی سوال کرنا چاہتے ہیں...... سب سے پہلے وہ اندر تشرف لائیں......''

میں نے باہر جا کر یہ اعلان کیا...... تو مجمع میں سے کچھ لوگ اندر داخل ہوئے...... جس سے گھر کا صحن بھر گیا...... آپ نے ہر ایک کے سوال کا تسلی بخش جواب دیا...... جب وہ مطمئن ہو گئے...... تو آپ نے فرمایا:...... اپنے دوسرے بھائیو کے لئے جگہ بنا دیں...... وہ باہر آ گئے...... پھر آپ نے مجھے حکم دیا کہ اب یہ اعلان کر دو:

''جو حضرات...... قرآن کی تفسیر کے متعلق سوال کرنا چاہتے ہیں...... اندر تشریف لے آئیں......''

میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے...... یہ اعلان باہر جا کر کر دیا...... کچھ اور لوگ اندر آئے جس سے گھر کا صحن بھر گیا...... آپ نے ہر ایک کے سوال کا تسلی بخش جواب دیا...... جب وہ مطمئن ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اپنے دوسرے بھائیو کے لئے جگہ بنا دیں...... وہ باہر آ گئے...... پھر آپ نے مجھے حکم دیا کہ اب یہ اعلان کر دو:

"جو حضرات وراثت کے متعلق جاننا چاہتے ہیں وہ اندر تشریف لے آئیں"......

میرا یہ اعلان سن کر اتنے لوگ اندر آئے کہ گھر کا صحن کچھا کھچ بھر گیا...... آپ نے ہر ایک، کے سوال کا تسلی بخش جواب دیا...... جب وہ مطمئن ہو گئے...... تو آپ نے فرمایا اپنے دوسرے بھائیوں کے لئے جگہ بنا دیں...... وہ باہر آ گئے پھر آپ نے مجھے حکم دیا کہ اب یہ اعلان کردو:

"جو لوگ عربی زبان اشعار اور کلام عرب کے غریب الفاظ کے متعلق دریافت کرنا چاہتے ہیں وہ اندر آئیں۔"

میں نے تعمیل ارشاد کی۔ اعلان سن کر...... اتنے لوگ اندر آئے...... کہ صحن بھر گیا...... آپ نے ان سب کے سوال کا تسلی بخش جواب دیا...... میدان علم میں یہ ایک ایسا محیر العقول واقعہ ہے...... کہ خاندان قریش حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس عالمانہ شان پر...... جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ لوگوں میں علم حاصل کرنے کی بہت تڑپ ہے...... تو ان کے لئے با قاعدہ ایسا پروگرام ترتیب دیا...... جس سے آپ کے دروازے پر لوگوں کا زیادہ ہجوم بھی نہ ہو...... اور انہیں دینی علوم سے فیضیاب بھی کیا جائے...... لہٰذا آپ نے ہفتے میں......

- ......ایک دن صرف تفسیر قرآن کے لئے......
- ......ایک دن صرف فقہ کے لئے......
- ......ایک دن مغازی کیلئے......
- ......ایک دن شعر و شاعری کے لئے......
- ......اور ایک دن تاریخ عرب کی تدریس کے لئے مخصوص کر دیا۔

آپ کی مجلس میں اگر کوئی عالم آ کر بیٹھتا تو آپ اس کے ساتھ انتہائی انکساری و تواضع سے پیش آتے اگر کوئی سائل سوال کرتا تو اسے تسلی بخش جواب دیتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنی عالمانہ حیثیت اور بے شمار خوبیوں کی بنا پر باوجود اپنی چھوٹی عمر کے خلفائے راشدین کا مشیر خاص ہونے کا شرف حاصل تھا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اگر کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا ...... تو آپ اسے حل کرنے کے لئے ...... جہاں کبار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مدعو کرتے ...... وہاں ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی دعوت دیتے ...... جب آپ تشریف لاتے ...... تو انہیں اپنے پاس بٹھاتے ...... اور پیار بھرے الفاظ میں اظہار خیال کرتے ...... کہ آج ہمیں ایک مشکل مسئلہ پیش آیا ہے ...... میرے خیال میں آپ ہی اس مشکل مسئلہ کو حل کر سکتے ہیں۔

ایک مجلس میں تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس رویے پر اعتراض بھی کیا گیا کہ کبار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی موجودگی میں ایک کم عمر صحابی کو زیادہ ترجیح دی جاتی ہے۔ آپ نے اعتراض کے جواب میں صراحتاً ارشاد فرمایا:

''ایک منجھا ہوا فصیح البیان اور صاحب عقل و دانش نوجوان ہے۔''

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں ان کے متعلق لکھا ہے ...... ایک دن بازار میں راہ چلتی باندی پر ان کی نظر پڑی ...... باندی کا حسن قلب پر چھا گیا ...... خلفاء راضی ان کا بہت خیال کرتے ...... انہیں بتایا ...... خلیفہ نے وہ باندی خرید کرا دی ...... گھر آ کر خود مطالعہ میں ابھی لگے تھے ...... کہ اپنے غلام سے کہا کہ اس باندی کو نکال دو ......

غلام نے باندی کو رخصت کرنا چاہا ...... وہ کہنے لگی ...... ذرا ٹھہرو ...... میں ان سے ایک دو باتیں کرنا چاہتی ہوں ...... آ کر ان سے پوچھنے لگی:

''آپ مجھے میرا قصور بتایئے ...... بغیر نکال رہے ہیں ...... لوگ کیا گمان کریں گے؟ آخر میری غلطی تو بتایئے'' ......

کہنے لگے:

تمھاری غلطی یہی ہے کہ تم نے علم کی طرف میری توجہ میں خلل ڈال دیا ہے۔

باندی نے کہا یہ تو کوئی مسئلہ نہیں۔ خلیفہ راضی کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو کہنے لگے۔

لاینبغی ان یکون العلم قلب

احد احلی منہ فی صدر ھذا الرجل

''علم کی حلاوت جتنی اس آدمی کے دل میں ہے شاید ہی کسی کے دل میں اتنی ہو'' ......

تو رہ نورد شوق ہے منزل نہ کر قبول
لیلیٰ بھی ہم نشین ہو تو محمل نہ کر قبول

خلیفہ راضی کی کسی باندی نے...... ان سے اپنے کسی خواب کی تعبیر پوچھی...... چونکہ اس چیز کا کوئی خاص علم نہیں رکھتے تھے...... اس لئے فی الوقت بہانہ کر کے گئے...... اور خوابوں کی تعبیر کے متعلق کرمانی کی پوری کتاب...... ایک دن میں حفظ کی پھر آ کر تعبیر بتادی۔

عادت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ ان تمام اوصاد جمیلہ اور اخلاق حمیدہ کے جامع تھے جو صحابہ اور تابعین میں موجود تھے اور جن کے حاملین کی ذات اسلامی تعلیمات کا اسوہ اور نمونہ تھی۔ امام صاحب کے مکان (واقع وادی عقیق) کے دروازے پر مشاء اللہ لکھا تھا...... بعض لوگوں نے اس کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے بتایا کہ قرآن مجید میں ایک واقعہ کے ضمن میں ہے کہ......

ولولا اذدخلت جنتک قلت

جب تم اپنے باغ میں داخل ہوئے...... تو ماشاء اللہ کیوں نہیں کہا۔

دوسرا مکان مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا...... جس پر کرایہ پر امام پزیر تھے...... ایک مرتبہ خلیفہ مہدی نے...... آپ سے ذاتی مکان کے بارے میں پوچھا...... تو کہا کہ مجھ سے بیان کیا گیا کہ...... ان نسب المراء دارہ...... یعنی آدمی کا نسب اس کا مکان ہے۔

حضرت ابن مسعود کے مکان کی نسبت کا کافی ہے...... آپ کا مکان نہایت صاف ستھرا سجایا رہتا تھا...... عمدہ عمدہ گدے، تکیے اور فرش رکھے...... اور بچھے رہتے تھے...... آپ کا مکان شاہانہ دربار معلوم ہوتا تھا...... کپڑے نہایت نفیس اور قیمتی ہوتے تھے......

فرماتے تھے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی تحدیث نعمت...... اور اس کا عملی شکریہ ہے...... ایک صاحب نے کہا کہ آپ کے گھر میں تصویر ہے...... امام صاحب نے کہا کہ اب تک میں نے

اس کو نہیں دیکھا ہے...... پھر مخاطب سے کہا کہ تم اس کو...دو...... مدینہ منورہ میں سواری پر کبھی نہیں چلتے تھے...... کہتے تھے کہ جس سرزمین میں رسول اللہ ﷺ دفن ہیں...... اور جس خاک پر آپ چلے پھرے ہیں...... اس پر سواری کرنا ادب کے خلاف ہے۔

امام شافعی کا بیان ہے...... کہ میں نے ایک مرتبہ...... امام صاحب کے دروازے پر عمدہ عمدہ خراسانی گھوڑے...... اور مصری خچر دیکھے...... میں نے ان کے متعلق دریافت کیا...... تو فرمایا کہ یہ سب تم کو ہبہ کرتا ہوں...... میں نے کہا کہ کم از کم ایک رکھ لیں اس پر کہا:

انا استحی من اللہ ان اطأ تربتہ نبی اللہ بحافر دابتہ

''مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم معلوم ہوتی ہے...... کہ اللہ کے رسول کی سرزمین کو چوپایہ کے پیروں سے روندوں!''

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے...... کہ مدینہ منورہ سے باہر سواری کرتے تھے...... ابو السمح کا بیان ہے کہ میں نے امام صاحب کو ایک عمدہ خچر پر سوار دیکھا تھا...... اسی حال میں وادی عقیق والے مکان کے دروازے گئے...... خورد ونوش کا انتظام نہایت اعلیٰ تھا۔

امام صاحب کے بھانجے اسماعیل بن ابو اویس کہتے ہیں کہ روزانہ دو درہم کا گوشت خریدا جاتا تھا...... اس میں ناغہ نہیں ہوتا تھا...... اس لئے بعض اوقات سامان تجارت فروخت کرنا پڑتا تھا...... اپنے باورچی سلمہ کو حکم دیتے تھے...... کہ جمعہ کے دن کھانا زیادہ تیار کرے...... مشروبات میں گرمی کے ایام میں شکر...... اور جاڑوں میں شہد استعمال کرتے تھے۔

امام صاحب کو کیلا بہت مرغوب تھا...... کہتے تھے کہ اس پھل پر نہ مکھی بیٹھتی ہے...... نہ گندا ہاتھ لگتا ہے...... جنت کے پھلوں کے مشابہ ہے...... سردی گرمی ہر موسم میں ملتا ہے...... یہ جنت کے پھل کی خصوصیت ہے...... یعنی...... اکلھا دائم...... بال بچوں اور گھر والوں کے ساتھ بہترین اخلاق سے پیش آتے تھے...... کہا کرتے تھے:

''اس میں تمہارے رب کی مرضی...... تمہارے مال میں زیادتی...... اور تمہاری عمر میں درازی ہے۔''

جیسا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے بعض صحابہ کی روایت سے معلوم ہوا ہے۔

...... کثیر الصمت اور قلیل الکلام ...... تھے۔ کھل کر نہیں ہنستے تھے...... بلکہ مسکراتے تھے امام صاحب کے پاس چار سو دینار تھے...... اسی سے تجارت کا کاروبار کرتے تھے...... اور اسی کی آمدنی سے تمام ضروریات زندگی پوری کرتے تھے...... ایک مرتبہ تین ہزار دینار پیش کیے گئے...... تو قبول نہیں کئے...... نہ مکان بنوایا...... اور نہ تجارت میں لگایا......

معلوم ہو چکا ہے کہ امام صاحب کے والد نبال...... یعنی نیزہ گر تھے...... اور ان کا یہی ذریعہ معاش تھا...... اور امام صاحب کے بھائی...... نظر بن انس بزاز تھے...... امام صاحب بھی ابتدائی دور میں ان کے ساتھ...... اس تجارت میں شریک رہتے تھے۔

ابو جعفر کا ظالمانہ منصوبہ

ابو حنیفہ کی حکیمانہ تدبیر سے ناکام ہو گیا

تعمیر بغداد کے زمانہ میں جب خلیفہ منصور نے...... امام اعظم ابو حنیفہ کی خدمت میں عہدہ قضاء وحقوق...... قبول کرنے کی درخواست کی...... اور آپ نے انکار کر دیا...... تو منصور کو غصہ آیا اور امام صاحب سے کہا

...... حکومت کی ملازمت تو آپ نے کرنی ہی ہے...... بہتر ہے کہ قضاء قبول کر لو...... وگرنہ دیگر مشکل امور آپ کے سپرد کر دیئے جائیں گے

مگر امام صاحب بضد رہے...... تو حکومت نے انتقاماً امام صاحب کو یہ ڈیوٹی سپرد کی...... کہ بغداد کی تعمیر کے لئے...... جو اینٹیں تمام روز جانوروں پر لاد کر لائی جاتی ہیں...... آپ ان کو گنا کریں گے...... اور منصور نے ابو حنیفہ سے یہ کام کرانے کی قسم کھائی تھی۔

مقصد یہ تھا کہ امام صاحب...... سارا وقت اینٹیں گنتے گزاریں گے...... اور جب ایک ایک اینٹ کو اٹھا کر شمار کریں گے...... تو ہاتھ بھی چھلنی ہو جائیں گے...... مقصد امام صاحب کو کڑی آزمائش میں ڈالنا اور سخت سزا دینا تھا...... کہ جب امام صاحب تنگ آ جائیں گے...... تو

چارونا چار عہدہ قضاء قبول کرلیں گے۔

مگر امام صاحب عاقل اور عالم تھے...... ریاضی بھی خوب جانتے تھے...... سارا دن اینٹوں کا ڈھیر لگتا رہتا...... اور آپ مغرب کے وقت اینٹوں کے قریب آکر...... لمبے سانس سے یا کسی متعین مقدار کی چھڑی...... اور آج کل کی اصطلاح میں ایک فیتے سے...... بڑے بڑے ڈھیر شمار کرلیتے...... اور حکومت کو اینٹوں کی تعداد سے آگاہ کردیتے...... اس طرح منصور کی قسم بھی پوری ہوگئی...... اور آپ عہدہ قضاء کی ذمہ داریوں سے بھی بچ گئے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا دین اسلام کیلئے کوڑے کھانا

خلیفہ ابوجعفر منصور امام اعظم کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھے...... اور وہ اس پر آمادہ ہوگئے کہ...... جس طرح بھی بن پڑے...... امام ابوحنیفہ کو کوفہ بلالیا جائے...... چنانچہ عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس...... ابوجعفر کا فرمان پہنچا...... کہ ابوحنیفہ کو سوار کرکے میرے پاس فوراً روانہ کردو چنانچہ امام صاحب کوفہ سے بغداد پہنچائے گئے...... خلیفہ کے دربار میں پیشی ہوئی ...... قاضی القضاۃ اور عباسی وزارتِ عدل کے منصب جلیل کی پیش کش ہوئی...... بڑی لے دے ہوئی...... ابوحنیفہ کا مسلسل انکار تھا...... تب ابوحنیفہ نے منصور سے کہا۔

...... انی لا اصلح...... قضاء کی مجھ میں صلاحیت ہی نہیں ہے۔

ابوجعفر نے کہا:

...... بل انت تصلح ...... بلکہ تم ضرور قضاء کی صلاحیت رکھتے ہو۔

دونوں میں اس سوال وجواب کا رد بدل ہوتا رہا۔ ابوجعفر منصور غضب ناک ہوا اپنی مشکوک معلومات اور ذاتی تجربات پر اعتماد کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ سے کہنے لگا:

...... کذبت انت تصلح...... جھوٹ بولتے ہو، قطعاً تم اس کی صلاحیت رکھتے ہو۔

حضرت امام اعظم بھی خاموش نہ رہ سکے۔ بڑی استغناء اور بے پرواہی کے ساتھ خلیفہ کو مخاطب کرکے فرمایا۔

لیجئے آپ نے اپنے خلاف خود فیصلہ کر دیا...... کیا آپ کے لئے یہ جائز ہے کہ اس شخص کو قاضی بنائیں...... جو آپ کے نزدیک جھوٹا اور کذاب ہے۔

امام صاحب کے اس جواب سے عباسیوں کا مطلق العنان فرماں روا منصور ذہنی شکست کی رسوائی کے پیش نظر زیادہ مشتعل ہو گیا اور خطیب نے لکھا ہے کہ قسم کھا بیٹھا۔

......**فحلف المنصور لیفعلن**...... منصور قسم کھا بیٹھا کہ ابو حنیفہ کو یہ کام کرنا پڑے گا......

مگر ابو حنیفہ نے آزادی و بے با کی کے ساتھ قسم کھائی...... کہ خدا کی قسم میں ہرگز یہ کام نہ کروں گا...... یہی وہ موقع تھا...... کہ خلیفہ منصور نے غصہ سے اندھا ہو کر...... عواقب ونتائج کا اندازہ کیے بغیر...... ابو حنیفہ کو برا بھلا کہنے کے ساتھ ساتھ...... تازیانہ برداروں کو امام صاحب کے مارنے کا حکم دیا۔

ایک دو نہیں، دس بیس نہیں، بلکہ تیس کوڑے لگوائے۔ قمیض اتار دی گئی تھی...... پشت پر مار کے نشانات نمایاں تھے...... اور ایڑی پر خون بہہ رہا تھا...... اس قدر تشدد اور سزا کے باوجود...... حضرت امام صاحب کسی بھی عہدے اور منصب کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوئے...... تو ابو جعفر نے انہیں جیل بھیج دیئے...... اور سخت تشدد اور سختی کرنے کا حکم دیا۔

چنانچہ جیل میں حضرت امام صاحب پر کھانے پینے کی تنگی کی گئی...... قید و بند میں سختی کی گئی...... اور بعض روایات کے مطابق زہر پلایا گیا...... اس وقت امام صاحب کی عمر ستر برس کو پہنچ چکی تھی...... زندگی بھی ساری علمی زندگی تھی۔

جیل میں کھانے پینے کی تکالیف...... قید و بند کی سختیاں...... اور صعوبتیں اس پر مستزاد ......صحت گر گئی۔ ابو جعفر کے دار و گیر اور جبر و تشدد نے...... بوڑھی ہڈیوں میں آخر باقی کیا چھوڑا تھا...... جو زندگی کا ساتھ دیتا...... موت کے آثار آنے لگے...... اور موت ہی کو قدرت نے ان کی نجات کا ذریعہ بنایا۔

جب حضرت امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنی موت کا یقین ہو گیا تو جبین نیاز بارگاہ صمدیت میں جھکا دی سجدے میں چلے گئے اور اسی حالت میں اپنی جان جاں آفریں کے قدموں میں نچھاور کر دی۔

امام صاحب کے سامنے جب زہر آلودہ پیالہ پیش کیا گیا...... تا کہ وہ اسے پی لیں...... تو امام صاحب نے انکار کر دیا...... اور فرمایا مجھے اس کے اندر جو کچھ ملایا گیا ہے...... اس کا علم ہے اور میں اس کو پی کر خودکشی کا ارتکاب نہیں کر سکتا...... چنانچہ ان کو لٹا کر زبردستی زہر پلوایا گیا...... اور اس سے ان کی وفات ہوگئی۔ (مناقب موفق ص ۴۲۹ میں بھی یہی بات نقل کی گئی ہے)

ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اسلام کی دو حکومتوں کو بذات خود دیکھ چکے تھے۔ زندگی کے ۵۲ سال اموی خلافت اور ۱۸ سال عباسی دور میں بسر کئے۔ اموی دور کا عہد شباب پھر تنزل و انحطاط ملہ دونوں دور ملاحظہ کئے۔ (عقود الجمان ص ۳۸۵ و موفق ص ۴۴۲)

استاد کی مثالی خدمت

حضرت شیخ الہند کو ان کے رفقاء حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ...... حضرت مولانا عزیز گل اور دیگر ساتھیوں کے ہمراہ...... گرفتار کر کے جزیرہ مالٹا میں بھیج دیا گیا...... یہ حضرات وہاں چار سال مقید رہے...... ان حضرات کے تقویٰ و زہد اور صبر و استقامت کا...... دوسرے قیدیوں پر بہت اچھا اثر پڑا...... کئی قیدی جرمن تھے...... وہ تو بندہ بے دام بن گئے۔

حضرت مدنی نے اسیری کے دوران...... قرآن پاک حفظ کیا...... اور حضرت شیخ الہند کے ساتھ شب و روز گزار کر کندن بن گئے...... آپ نے اپنے استاد شیخ الہند کی...... وہ بے مثال خدمت کی...... کہ جس کی نظیر نہیں مل سکتی......

حضرت شیخ الہند اس وقت ضعیف العمر...... اور مریض تھے...... ٹھنڈا پانی استعمال کرنے سے تکلیف ہوتی تھی...... اور مالٹا میں بلا کی سردی پڑتی تھی...... مگر گرم پانی کہاں سے آتا؟ حضرت استاد کو گرم پانی مہیا کرنے کے لئے...... مولانا مدنی نماز عشاء اور دیگر ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد...... برتن میں پانی بھر لیتے...... اور اسے پیٹ سے لگا کر...... سجدہ کی حالت میں...... ساری رات اوپر پڑے رہتے...... پھر تہجد کے وقت بکمال ادب و احترام استاد محترم کی خدمت میں گرم پانی پیش کر دیتے تھے۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت کرنے کا انعام

مولوی ہدایت اللہ ساکن میاں چنوں ضلع خانیوال راوی ہیں کہ میں نے حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک دفعہ پوچھا:

حضرت! آپ ساڑھے چار سال حضرت شیخ کی خدمت میں رہے...... آپ کی اس صحبت میں کوئی دوسرا حائل ہونے والا نہیں تھا...... آپ نے اس دوران بہت کچھ حاصل کیا ہوگا؟

تو آبدیدہ ہوکر فرمانے لگے:

مولوی صاحب! میں نکما تھا کہ کچھ حاصل نہیں کر سکا......! میں نے پھر بار بار عرض کیا ......تو فرمایا: ہاں اتنا ضرور ہوا کہ میں نے نیند میں قابو پالیا تھا......اب جب خیال آئے......سو جاتا ہوں......اور جس وقت اٹھنا چاہوں...... بیدار ہو جاتا ہوں...... پانچ دس منٹ کیلئے بھی سوسکتا ہوں ارادہ کروں، تو نیند آجاتی ہے۔

اس قسم کی بہت سی حکایتیں حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق مشہور ہیں...... کہ کسی جگہ گئے وہاں پانچ دس منٹ فرصت ملی......سو گئے اور خود بخود اٹھ کھڑے ہوئے...... بہرحال نہ صرف نیند پر قابو پایا...... استاد کی خدمت کرنے سے حاصل ہوا...... بلکہ معرفت کے وہ دریا ہضم کئے ہوئے تھے... جس کا ایک گھونٹ بھی بے خود کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔

مدارس دین کے قلعے

مولانا ضیاء الحق قاسمی شہید فرماتے ہیں:

ارے یہ کپڑے کی ٹوپیوں والا ملا بڑا سخت جان ہے...... تاریخ پڑھ لو...... ۱۸۵۷ کی آزادی میں...... دھلی سے لیکر شاملی کے میدان تک...... ہر روز پانچ سو عالم دین کو ...... پھانسی دی جاتی تھی...... پھانسی کے پھندے ختم ہو گئے...... درختوں کے ساتھ باندھ کر لٹادیا

گیا...... توپوں کے منہ کے آگے باندھ کر...... بٹن دبا کر اڑا دیا گیا...... خنجر مار کر ان کی چمڑیاں اتار دی گئیں...... لیکن قسم اللہ کی! علماء کی فصل بڑھتی چلی گئی...... سبحان اللہ کہو۔

اور علماء کے دشمنوں کی فصل...... ان شانئک ھو الابتر...... جڑوں سے اکھڑتی گئی۔

تجھے ایسے گمان ہے اور تیرا خیال ہے...... دینی مدارس کو تو، تُو ختم نہیں کر سکتا...... تو ختم ہو جائے گا...... اور دین کے مدارس پہلے سے زیادہ اونچے ہو جائیں گے...... کیوں؟ اس واسطے کہ دینی مدارس کا محافظ اللہ ہے...... اور دینی مدارس دین اسلام کا قلعے ہیں۔

ان درویشوں کو تو جتنا مارے گا...... جتنا تشدد کرے گا...... جتنا ظلم کرے گا...... جتنے ناپاک منصوبے بنائے گا...... وہ ناکام ہو جائیں گے...... اور اللہ انہی درویشوں کو ہی اونچا کرے گا...... بہتر ہے کہ تو اپنا کام کر اور علماء کے ساتھ لڑائی نہ لے۔

اور علماء دیوبند بسکٹ کھانے والی پارٹی نہیں...... یہ سنڈوچ پارٹی نہیں...... یہ حلوے کی طرح نرم نہیں ہے...... بلکہ...... اشداء علی الکفار...... یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے وارث ہیں...... اور دین کے دشمناں واسطے حیدری تلوار ہیں...... فاروقی للکار ہے...... صدیقی یلغار ہے...... ہٹ جا...... ان کے راستے میں نہ کھڑا ہو......

زم زم پی کر دعا کی قبولیت کا واقعہ

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ (م ۸۵۲ھ) کے متعلق ان کے ایک شاگرد علامہ کمال الدین بن ہمام حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ (م ۸۶۱ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

قال شیخنا قاضی القضاہ شہاب الدین العسقلانی الشافعی...... انا شربتہ فی بدایتہ طلب الحدیث ان یرزقنی اللّٰہ حالتہ الذھبی فی حفظ الحدیث ثم حججت بعد مدةٍ تقرب من عشرین سنتہ و انا اجزم من نفسی المزید علی تلک الرتبتہ فسالت رتبتہ اعلیٰ منھا و ارجو اللّٰہ ان انال ذالک منہ

(فتح القدیر لابن الہمام ج ا

ہمارے استاد قاضی القضاۃ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے طلب حدیث کے ابتدائی زمانہ میں حج بیت اللہ کے موقعہ پر زمزم پیا اور یہ دعا کی کہ یا اللہ مجھے حافظ ذہبی جیسا حافظہ عطا فرما یا تقریباً بیس سال بعد مجھے پھر حج کی سعادت نصیب ہوئی اس وقت اس فن میں اپنی واقفیت حافظ ذہبی سے کچھ زیادہ ہی پاتا تھا میں نے اس دفعہ زمزم پیتے وقت اس سے اور اونچا مرتبہ حاصل ہونے کی دعا کی مجھے خدا تعالیٰ سے امید ہے کہ مجھے وہ بھی حاصل ہو جائے گا۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام جب خود حج بیت اللہ کی سعادت سے سرفراز ہوئے تو آپ نے زمزم پیتے وقت یہ دعا کی:

''دین پر استقامت نصیب ہو اور ایمان و اسلام پر خاتمہ ہو۔''

علامہ کمال الدین بن الھمام حنفی کے شاگرد رشید علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے زمزم پیتے وقت یہ دعا کی تھی۔

''اللہ تعالیٰ مجھے حدیث میں حافظ ابن حجر کا اور فقہ میں علامہ بلقینی کا مرتبہ عطا فرما دے۔''

سفیان ثوری کا امام ابوحنیفہ کی تعظیم کرنا

نامور محدث ابوبکر بن عیاش کا بیان ہے کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے بھائی کا انتقال ہو گیا...... تو ہم لوگ ان کے پاس تعزیت کے لئے گئے ...... پوری مجلس علماء و مشائخ سے بھری ہوئی تھی ...... اسی حالت میں امام ابوحنیفہ بھی مع اپنے تلامذہ کے وہاں پہنچے ...... جب حضرت سفیان ثوری نے آپ کو دیکھا ...... تو اپنی مسند چھوڑ کر کھڑے ہوئے ...... اور بڑی گرم جوشی کے ساتھ معانقہ کیا ...... پھر اپنی مسند پر آپ کو بٹھا کر خود مؤدب ہو کر سامنے بیٹھ گئے۔

جب امام ابوحنیفہ چلے گئے تو میں نے حضرت سفیان ثوری سے عرض کیا:

حضرت! آج آپ کا یہ طرز عمل مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو بے حد ناگوار گزرا کہ آپ نے امام ابوحنیفہ کی تعظیم میں بہت مبالغہ فرمایا۔

حضرت سفیان ثوری رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی نے فرمایا کہ تمھیں کیوں ناپسند ہوا؟
امام ابو حنیفہ ایک جلیل القدر صاحب علم ہیں...... میں ان کی تعظیم کے لئے کیوں کھڑا نہ ہوتا......؟ اگر ان کے علم کی تعظیم کے لئے نہ اٹھتا...... تو ان کی فقہ کے لئے اٹھتا...... اگر ان کی فقہ کے لئے نہ اٹھتا...... تو ان کے تقویٰ کے لئے اٹھتا...... اگر ان کے تقویٰ کے لیے نہ اٹھتا...... تو ان کا سن و سال کا خیال کر کے کھڑا ہوتا...... ابو بکر بن عباس کہتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری نے مجھے ایسا خاموش کر دیا...... کہ میں بالکل ہی لاجواب ہو کر رہ گیا۔ (تبصرہ تاریخ بغداد ص ۴۸)

اللہ اکبر! کتنا نورانی اور بابرکت زمانہ تھا کہ اس مقدس دور کے علماء اخلاص اور للہیت کا مجسمہ تھے۔ آج علماء کا باہمی تحاسد و تباغض دیکھ کر زندگی سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ کاش اپنی زندگی میں ہم بھی یہ رحمت والا دور دیکھتے مگر افسوس کے ہم ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے......

چھوٹوں میں اطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں
پیاروں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے!

امام محمد بن حسن شیبانیؒ کا رات کے تین حصے کرنا

ان کے مرتبہ کا اس سے اندازہ ہوگا کہ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں میں نے امام محمد سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر علم حاصل کیا ہے اور اگر وہ نہ ہوتے تو مجھ پر علم کی اتنی راہیں نہ کھلتیں جتنی کھلی ہیں۔

محمد بن سلیمان فرماتے ہیں کہ امام محمد رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی نے رات کے تین حصے کر دیئے تھے...... ایک سونے کے لئے...... ایک نماز کے لئے...... اور ایک درس کے لئے وہ بہت بھاگتے تھے...... کسی نے پوچھا: آپ سوتے کیوں نہیں ہو؟ میں کیسے سو رہوں؟ جب کہ عام مسلمان ہم پر اعتماد کر کے سو رہے ہیں کہ ہم ان کی رہنمائی کریں گے۔

آپ علم و مطالعہ میں ایسے کھوئے رہتے تھے کہ کبھی کوئی سلام کرتا...... تو جواب میں بجائے سلام کے دعا کرنے لگتے تھے...... سلام کرنے والا دوبارہ کرتا...... تو دوبارہ وہی کلمات

دہرا دیتے تھے......ان کے گھر میں ایک مرغ تھا......وہ اکثر ان کے مطالعہ میں مخل ہوتا تھا......
چنانچہ اسے ایک دن پکڑ کر یہ کہتے ہوئے ذبح کر دیا......کہ یہ خوامخواہ میرے مطالعہ میں مخل بنا
ہوا ہے......ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل سے کسی نے پوچھا......یہ دقیق مسائل آپ کو کہاں سے
حاصل ہوئے؟ فرمایا کہ محمد بن الحسن کی کتاب سے۔

امام احمد بن حنبل کا کوڑے مارنے والوں کو معاف کرنا

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ کو خلیفہ کوڑے لگواتا......امام صاحب پھر روز معاف کر
دیتے......پوچھا گیا کیوں معاف کر دیتے ہو؟ فرمایا میری وجہ سے حضور ﷺ کے کسی امتی کو
قیامت میں عذاب ہو......اس میں میرا کیا فائدہ ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں موچی کی توبہ

کہتے ہیں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مکان کے باہر پاس ایک موچی رہتا تھا
......اس موچی کی عادتیں بہت بری تھیں......سارا دن محنت مزدوری کرنے کے بعد......اپنے
گھر آتا تو نشہ کرنے والی گندی چیزیں خرید کر ساتھ لے آتا......اور نشے کی حالت میں ساری رات......
واہی تباہی بکتا رہتا......وہ عربی زبان کا ایک شعر اکثر پڑھا کرتا تھا جس کا مطلب یہ ہے۔

لوگوں نے مجھے ہاتھوں سے کھو دیا اور کیسے شان والے جوان کو ہاتھوں سے کھو دیا
مشکل کے دنوں میں سرحدوں کی حفاظت کرتا۔

آپ جانتے ہیں......جو لوگ برے کام کرتے ہیں......انہیں ایک نہ ایک دن سزا بھگتنی
ہوتی ہے......یہ موچی راتوں کو شور مچا کر اپنے پڑوسیوں کو بے آرام کرتا تھا......خاص طور سے
امام ابو حنیفہ کو تو بہت ہی تکلیف ہوتی تھی......آپ اللہ پاک کی عبادت کرتے تھے......اس
تکلیف کے باوجود آپ تو خیر کسی سے کیا شکایت کرتے......کسی اور پڑوسی نے ایک دن پولیس

کے تھانے میں جا کر موچی کی شکایت کر دی ...... کہ وہ روزانہ نشے والی گندی چیزیں استعمال کرتا ہے...... اور پھر نشے میں خوب غل مچاتا ہے...... جس سے ہم لوگوں کو بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔

یہ دونوں باتیں ہی قانون کے خلاف تھیں...... پولیس کے افسر نے اسی وقت رپورٹ درج کر لی...... اور اسی دن موچی کو گرفتار کر کے حوالات میں بند کر دیا...... دیکھا جائے تو یہ ایک طرح سے بہت ہی اچھا ہوا...... لیکن حضرت امام نے رات میں موچی کی آواز نہ سنی...... تو آپ کو اس کی طرف سے بہت ہی فکر ہوئی...... صبح ہوتے ہی دوسرے ہمسایوں سے اس کے بارے میں پوچھا...... ایک آدمی نے خوش ہو کر ساری بات بتائی ...... کہ کس طرح پولیس والے اسے گرفتار کر کے لے گئے...... اور اب وہ حوالات کے اندر کیسی تکلیف اٹھا رہا ہوگا۔

اس ہمسائے کا خیال ہوگا کہ حضرت امام ابوحنیفہ بھی یہ بات سن کر خوش ہوں گے لیکن اس کے اندازے کے خلاف آپ کو اس خبر سے افسوس ہوا ہے آپ اسی وقت قاضی کی کچہری کی طرف روانہ ہو گئے۔

آپ کے علم اور نیکیوں کی وجہ سے آپ کو شہر کا بچہ بچہ جانتا تھا۔ قاضی کو جیسے ہی معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ تشریف لائے ہیں...... تو مقدمہ چھوڑ کر فوراً اپنے کمرے سے باہر نکل آیا...... اور سلام دعا کے بعد، کچہری آنے کی وجہ پوچھی جواب میں آپ نے سارا واقعہ سنا دیا ...... اور اخیر میں سفارش کی...... کہ میرے اس ہمسائے کو اسی وقت چھوڑ دیا جائے...... قاضی کیسے انکار کر سکتا تھا...... اس نے اسی وقت موچی کو آزاد کر دیا...... اور حضرت امام کے پاس لا کر کہا: لیجئے اب اسے اپنے ساتھ ہی لے جایئے۔

امام صاحب نے ایک سچے ہمدرد کی طرح اس کا ہاتھ تھام لیا...... اور گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ کے اس اچھے سلوک پر موچی کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے نشے والی گندی چیزیں استعمال کرنے سے توبہ کر لی اور آپ کے درس میں آنے لگا: کہتے ہیں تھوڑی سی مدت میں وہ جاہل موچی ایک بہت بڑا عالم بن گیا۔

۳۰ برس تک ہر نماز میں استاد کے لئے دعا

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت امام کی ذات سے بڑی عقیدت اور وہ انکا ہمیشہ بڑا احترام کرتے تھے۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوار ہوتے تو یہ ان کے پیچھے پیچھے پیدل ان سے سوالات کرتے جاتے تھے، ان کا خود اپنا بیان ہے کہ میں نے تیس ۳۰ سال سے کوئی ایسی نماز نہیں پڑھی جس میں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا نہ کی ہو۔

مولانا محمد مظہر کا اوقات کے بارے میں کمال احتیاط

مدرسہ کے اوقات میں جب کوئی مولانا محمد مظہر نانوتوی قدس سرہ کا عزیز ان سے ذاتی ملاقات کے لیے آتا...... تو اس سے باتیں شروع کرتے وقت گھڑی دیکھ لیتے...... اور واپسی پر گھڑی دیکھ کر کتاب میں ایک پرچہ رکھا رہتا تھا...... اس پر تاریخ وار ان منٹوں کا اندراج فرما لیتے تھے...... اور ماہ کے ختم پر ان کو جمع فرما کر...... اگر نصف یوم سے کم تو آدھ روز کی رخصت...... اور اگر نصف یوم سے زائد ہو تو...... ایک یوم کی رخصت مدرسہ میں لکھوا دیتے ...... البتہ کوئی فتوی وغیرہ پوچھنے آتا تھا...... یا مدرسہ کے کسی کام سے آتا...... تو اس کا اندارج نہیں فرماتے۔

بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ تعالیٰ کے علم سے بہت سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا...... فیض یافتگان میں اہل علم بھی ہیں...... اور اہل صنعت وحرفت بھی...... اور ان کے علاوہ اور بے شمار لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔

حجام کا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کو مسائل بتانا

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں مناسک حج کی ادائیگی کے دوران...... مجھے

عجیب وغریب صورت حال سے دوچار ہونا پڑا......جس کی طرف ایک حجام نے میری توجہ لائی
......وہ اس طرح کہ میں طواف اور سعی سے فارغ ہو کر...... حجام کے پاس گیا......تا کہ حجامت
بنوا کر احرام کھول دوں......میں نے حجام سے پوچھا کہ حجامت کے کتنے پیسے لو گے؟

اس نے برجستہ جواب دیا:

''اللہ! آپ کی رہنمائی فرمائے......عبادت کی قیمت لگائی جاتی ہے......بیٹھو جو میسر ہو دے دینا۔''

میں یہ سن کر بہت شرمندہ ہوا......اور بیٹھ گیا......اس نے قبلہ رخ ہو کر بیٹھنے کے لئے کہا...... یہ سن کر مجھے اور زیادہ شرمندگی محسوس ہوئی...... میں قبلہ رخ ہو کر بیٹھا......اور سر کی بائیں جانب......حجام کی طرف کر دی......تو اس نے کہا: جناب دائیں طرف قریب کیجئے......
تو میں نے سر کی دائیں طرف قریب کر دی۔

اس نے میری حجامت بنانا شروع کر دی...... اور میں تعجب اور حیرت میں ڈوبا ہوا خاموش......اپنی حجامت بنوا رہا تھا......تو اس نے کہا:

جناب! آپ خاموش کیوں بیٹھے ہیں......؟ با آواز بلند......اللہ اکبر......کہیں
میں نے اللہ اکبر کہنا شروع کر دیا...... یہاں تک کہ حجامت سے فارغ ہو گئے......اور اسے پیسے ادا کر دیئے، جانے لگا......تو اس نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے......تو میں نے کہا اب گھر جا رہا ہوں......اس نے مجھے کہا:

''حضرت! پہلے دو رکعت پڑھ لیں...... اس کے بعد جہاں چاہیں...... تشریف لے جائیں۔''

میں نے دو رکعات نماز ادا کی......اور اپنے دل میں کہا: یہ حجام تو کوئی جید عالم معلوم ہوتا ہے......نماز سے فارغ ہو کر میں اس کے پاس گیا......اور پوچھا کہ یہ باتیں آپ نے کہاں سے حاصل کیں......اس نے کہا:

اللہ آپ کی زبان مبارک کرے......مفتی اعظم مکہ حضرت عطاء بن ابی رباح سے میں نے یہ علم حاصل کیا......اور میں نے بہت سے لوگوں کو ان مسائل کی طرف توجہ دلائی۔

جوتے نہایت نفیس پہنتے تھے...... گھر سے نکلتے تو تسمہ وغیرہ درست کر لیتے تھے...... موزہ وغیرہ بھی استعمال کرتے تھے...... کئی ٹوپیاں تھیں...... جامع مسجد کے حلقہ درس میں لمبی سیاہ ٹوپی لگاتے تھے...... جو کوفہ کے تاجروں میں رائج تھی...... بوقت ضرورت اونی کپڑے اور سنجاف وسمور بھی استعمال کرتے تھے......

جمعے کے دن ردہ اور قمیض تہبند اور کرتہ پہنتے تھے...... ایک شاگرد ابومتی کے اندازے کے مطابق...... ان دونوں کی قیمت چار درہم تھی...... گھر میں عام طور سے چٹائی بچھی رہتی تھی۔

نضر بن محمد کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے فجر کی نماز امام صاحب کے ساتھ پڑھی اس دن میرے بدن پر قومسی کمبل تھا...... امام صاحب کہیں جانے کی تیاری کر رہے تھے...... مجھ سے کمبل مانگا...... واپسی پر کہا کہ تمھارے کمبل کی وجہ سے مجھے شرمندگی ہوئی...... میں نے وجہ دریافت کی...... تو بتایا کہ وہ موٹا ہے...... حالانکہ وہ کمبل مجھے بہت پسند تھا...... میں نے پانچ دینار میں خریدا تھا...... اس کے بعد میں نے امام صاحب کے بدن پر قومسی کمبل دیکھا ...... جس کی قیمت میرے اندازے کے مطابق تیس دینار تھی۔

کتاب پڑھتے ہوئے ذبح شدہ گائے کی طرح تڑپتے

نعیم بن حماد فرماتے ہیں...... عبداللہ بن مبارک جب بھی کتاب الرقاق کا مطالعہ کرتے تھے...... تو ان کی حالت ایک ذبح کی ہوئی گائے کی طرح ہوتی تھی...... ان پر اس قدر گریہ و گزاری طاری ہوتا...... کہ ہم میں سے کسی کی ہمت...... ان کے قریب جانے کی نہ پڑتی تھی

ابن عینیہ ارشاد فرماتے ہیں...... میں نے صحابہ کرام کی زندگی کا مطالعہ کیا...... پھر عبداللہ بن مبارک کی زندگی پر غور کیا...... تو مجھ کو ان دونوں زندگی میں سوائے اس کے کہ...... صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے...... اور آپ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے...... اور کوئی فرق نظر نہ آیا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی جیل خانہ میں زہر سے وفات

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کو اپنے زمانے کے حکمرانوں کے ہاتھوں بڑی تکلیف اٹھانی پڑی تھی......عموی دور میں امیر عراق ابن ہبیرہ نے......آپ کو عہدہ قضاء پیش کیا......اور انکار پر ایک سو دس کوڑے اس طرح رسید کئے......کہ روزانہ ایک گھور پر لے جا کر دس کوڑے مارے جاتے تھے......امام صاحب انکار کرتے تھے......اس کے بعد عباسی دور میں......پھر ان کو عہدہ قضاء پیش کیا گیا......اور انکار پر زہر دے دیا گیا۔

عہدہ قضاء قبول نہ کرنے پر درے مارنے......یا زہر دے کر جان لینے کی اندرونی وجہ کچھ اور تھی......امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک......عموی اور عباسی امراء اسلام کے جادۂ مستقیم سے......دور تھے اور ظلم و زیادتی میں حد سے تجاوز کرتے تھے......اس لئے عہدہ قضاء کا عہدہ قبول کرنا......ظلم و جبر میں تعاون کے مترادف تھا......

اس دور کے محتاط اہل علم و فضل کا یہی رویہ تھا......اور وہ ان حکومتوں میں کسی قسم کا عہدہ لینا......معصیت سمجھتے تھے......امراء و خلفاء ان کے رویے سے......غیر مطمئن و خائف رہا کرتے تھے......اور کسی بہانے سے اپنا ہم نوا بنانے کی کوشش کرتے تھے......بڑے بڑے عہدے اور بھاری بھاری رقمیں بھیج کر......ان پر دباؤ ڈالتے تھے۔ یہی سب صورتِ حال امام صاحب کے ساتھ تھی......امام صاحب ان کے مقابلہ میں......علوی دعاۃ کے حق میں تھے......اس لئے ابوجعفر منصور نے عہدہ قضاء قبول نہ کرنے کے بہانے سے......جیل خانہ میں زہر دلوایا

امام صاحب کو بغداد لے جایا گیا...... جہاں پندرہ دن تک وہ زندہ رہے......اور پھر زہر دے دیا اور انتقال کر گئے۔ ذہبی نے لکھا ہے:

وقدوری ان المنصور سقات السمه فمات شهید ارحمه الله لاقیامه مع ابراهیم :

بیان کیا گیا ہے کہ خلیفہ منصور نے ان کو زہر دے دیا تھا اور ابراہیم کا ساتھ لینے کی

وجہ سے انہوں نے شہادت کی موت پائی۔

نیز دوسرے تذکرہ نگاروں نے اسے بیان کیا ہے۔

جس وقت امام صاحب ابو جعفر منصور کے سامنے پیش کیے گئے......اس نے آپ کو عہدہ قضاء پیش کیا......اور انکار پر جیل خانہ بھیج دیا...... جہاں زہر سے رجب سن ۱۵۰ھ میں شہادت ہوئی......میت کو پانچ سرکاری ملازم باہر لائے......اور غسل دیا گیا...... جنازہ میں پچاس ہزار سے زائد...... خلق اللہ شریک ہوئی...... چھ ۶ بار نماز جنازہ پڑھی گئی......اور مشرقی بغداد کے مقبرہ......خیزران میں دفن کیے گئے......

قاضی بغداد حسن بن عمارہ نے غسل دینے کے بعد امام صاحب کی جناب میں یوں خراج تحسین پیش کیا:

یرحمک اللّٰہ لم تفطر منذ ثلاثین سنة ولم تتو سد یمینک باللیل منذ ار بعین سنتة کنت افقھنا وا عبدنا،وازھدنا،واجمعنا لغصال الخیر،وقبرت اذقبرت الی خیروسنتہ،واتعبت من بعدک وفضحتالقراء،	ابوحنیفہ! اللہ آپ پر رحم کرے......آپ نے ۲۰ سال تک روزے رکھے...... چالیس ۴۰ سال تک رات میں نہیں سوئے......آپ ہم میں سب سے بڑے فقیہ......،سب سے عابد ......سب سے بڑے زاہد......اور نیک خصلتوں کے سب سے بڑے جامع تھے......سنت اور نیکی پر موت پالی، اپنے بعد لوگوں کو رنج وغم میں مبتلا کردیا،اور علماء کا بھرم جاتا رہا،

جنازہ میں ہجوم کی وجہ سے چھ بار نماز جنازہ پڑھی گئی،سمعانی کا بیان ہے:

وصلی علیہ ست مزات من کثرة الازدحام آخر ھم صلی علیه ابنة حماد	یعنی ازحام کی کثرت کی وجہ سے آپکی نماز جنازہ چھ ۶ بار پڑھی گئی،آخر میں آپکے صاحب زادے حماد نے پڑھی

عبداللہ بن مبارک بغداد آئے تو امام صاحب کی قبر پر جا کر کہا ابوحنیفہ! آپ پر اللہ تعالیٰ رحم کرے،ابراہیم نخعی نے مرنے کے بعد روئے زمین پر اپنا جانشین نہیں چھوڑا،حماد بن ابی

سلیمان نے مرنے کے بعد اپنا جانشین چھوڑا، مگر آڑا، یہ کہا اور پھوٹ پھوٹ کر خوب روئے

آپ ﷺ کی تعظیم کرنے کا انعام

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی محبت میں ہر وقت ڈوبے رہتے تھے۔ مدینہ سے باہر اس خوف سے نہیں جاتے تھے کہ کہیں موت نہ آجائے...... اور وہ مدینہ سے دور ہوں...... مدینہ کی گلیوں میں چلتے تو قدم سنبھال کر رکھتے...... کہ کہیں حضور ﷺ کا قدم مبارک نہ پڑا ہو...... اسی محبت کا نتیجہ ہے کہ ابو سعید حلیہ میں مثنی بن سعید سے روایت کرتے ہیں...... کہ امام مالک نے ارشاد فرمایا:

"میری کوئی رات ایسی نہیں گزری...... جس میں میں حضور ﷺ کی دیدار سے مشرف نہ ہوا ہوں۔"

امام مالک کے بارے میں یحییٰ بن سعید قطان اور یحییٰ بن معین فرماتے تھے کہ امام صاحب حدیث میں مسلمانوں کے امیر المومنین ہیں...... اسی حدیث نبوی سے شیفتگی کا یہ اثر ہوا کہ ان کی کتاب موطاء کے بارے میں امام شافعی کہتے تھے...... کہ روئے زمین پر قرآن کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب موطا امام مالک ہے۔

روئے زمین کی سب سے مستند کتاب

مؤطا کے بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

مافی الارض کتاب من العلم اکثر صوابا من مئو طا مالک	روئے زمین پر مئوطا سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اس کتاب کو امام صاحب نے خلیفہ ہارون رشید کی گذارش پر لکھا ہے، عتیق زبیری کا بیان ہے کہ امام صاحب نے تقریبا دس ہزار احادیث سے منتخب کر کے مئوطا

کو مرتب کیا ہے اور سال بہ سال اس کی تحقیق و تنقیح کرتے رہے اسطرح اس میں کمی ہوتی رہی اسی لئے یحییٰ بن سعید قطان کا قول ہے:

''لوگوں کا علم بڑھتا ہے...... مگر مالک کا علم کم ہوتا ہے...... اگر وہ کچھ دنوں اور زندہ ہوتے...... تو ختم ہو جاتا''

سلیمان بن بلال کہتے ہیں کہ ابتداء میں مؤطا میں چار ۴ ہزار یا اس سے زائد حدیثیں تھیں، مگر انتقال کے وقت ایک ہزار سے کچھ اوپر رہ گئیں۔

امام صاحب سال بہ سال اس کی تلخیص کرتے رہے، مشرق و مغرب کے بے شمار اہل علم نے مؤطا کی روایت امام صاحب سے کی، اور بہت سے راویوں نے بعد میں روایت کی اس لئے مؤطا کے نسخے اور ان کے اختلافات پائے جاتے ہیں۔

قاضی عیاض نے اس کے ایسے نسخوں کی تعداد تقریباً ۲۰ بتائی ہے۔ اور بعض علماء نے تیس کہا ہے۔ ان میں کئی راویوں نے امام صاحب سے مؤطا کی روایت کر کے اس میں اضافہ کیا۔ اور اپنی دوسری مرویات کو داخل کر کے مستقل کتاب کی شکل دی۔ جیسے مؤطا امام محمد جو درحقیقت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی مؤطا ہے مگر ایک مستقل بن گئی ہے۔

کلام نبوت کا مزاق اڑانے کا انجام

ابوداؤد السجستانی کہتے ہیں:

اصحاب حدیث میں ایک قوی الحبشہ آدمی تھا اس نے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث سنی:

ان الملئکته لتضع اجنحتها لطالب العلم رضا بما یصنع

''طالب علم جو کچھ کرتا ہے...... اس سے خوش ہو کر...... فرشتے اس کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔''

تو اس آدمی نے اپنے جوتوں کی ایڑیوں میں لوہے کی کیلیں لگا لیں اور کہنے لگا۔ میں فرشتوں کے پر روندنا چاہتا ہوں...... بس پھر کیا تھا اس کے پیروں کو ایک ایسی

بیماری لگ گئی......جس سے وہ عضو جہاں یہ بیماری پیدا ہو جائے......سڑ جاتا ہے اور اسے کاٹنا پڑتا ہے۔

حضرت امام اعظم کا ایمان اور زید یہودی کی تحسین؟

بغداد شریف میں زید نامی یہودی بیمار ہو گیا......حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا......

کیا ہی اچھا ہو کہ زید ایمان لے آئے......کیونکہ وہ بہت بڑا سخی ہے......

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

کچھ لوگ اس کے پاس جائیں......اور اسلام کی ترغیب دلائیں......

چنانچہ چند لوگ گئے......انہوں نے جنت کی محبت دلائی......اور دوزخ کے عذاب سے ڈرایا......اور کہا کہ تم نے آج تک جتنی خیرات دی ہے......اسلام لانے کے باعث وہ ضائع نہیں ہوگی......وہ لوگوں کی باتیں سنتا رہا آخر یوں کہنے لگا:

کیا ہی اچھا ہو کہ آپ یہاں سے چلے جائیں......اور مجھے پریشان نہ کریں اس لئے کہ اسلام اس کا نام ہے جو ابو حنیفہ نے اختیار کیا ہے......تو وہ میری طاقت سے بلند تر ہے......اور اگر اسلام ان باتوں کا نام ہے......جو تم میں پائی جاتی ہیں......تو ایسا اسلام اختیار کرنے سے مجھے شرم آتی ہے۔

وہ لوگ یہ سنتے ہی رونے لگے......اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے......اور تمام ماجرہ کہہ سنایا۔آپ نے فرمایا: اس میں تو معرفت کی خوشبو پائی جاتی ہے......آپ خود تشریف لے گئے جیسے ہی اس کی نظر آپ پر پڑی...... باواز بلند پکارا:

اشھدان لاالہ اللہ واشھد ان محمدً ا عبدہ' ورسولہ'

مسلمانوں یقین کرلو سخاوت باعث ھدایت ورحمت ہے اور اولیا اللہ کے ساتھ وابستگی باعث نجات ہے نیز اسلام ایسا اختیار کرو کہ غیر مسلم طعنہ زنی نہ کریں۔

احادیث صحیحہ کی تعداد

امام ابوجعفر محمد بن الحسین البغدادی نے کتاب التمیز میں امام سفیان ثوری امام شعبہ امام یحییٰ امام عبدالرحمٰن بن مہدی اور امام احمد بن حنبل کا متفقہ فیصلہ نقل کیا ہے۔

ان جملته الاحادیث المسندة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی الصحیحہ بلاتکرار اربعتہ الاف واربع مائتہ (توضیح الافکار صفحہ ۶۳)

چنانچہ ارباب صحاح نے بھی مذکورہ تعداد کے قریب قریب اپنی کتابوں میں احادیث کی تخریج کی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذہانت

پہلا واقعہ

ایک شخص تھا...... اس کی بیوی اس کو منہ نہیں لگاتی تھی...... اور وہ سو جان سے اس کا عاشق تھا...... بیوی کی طبیعت شوہر سے نہیں ملتی تھی...... اس لئے وہ طلاق لینا چاہتی تھی...... مگر مرد طلاق نہیں دیتا تھا...... کیونکہ محبت کرتا تھا...... مگر وہ رہنا ہی نہیں چاہتی تھی۔

ایک دن دونوں میاں بیوی بیٹھے ہوئے بات چیت کر رہے تھے...... بیوی کچھ کہہ رہی تھی...... مرد نے بھی کوئی جملہ کہا...... بس وہ چپ ہو کر بیٹھ گئی...... مرد نے کہا کہ اگر صبح صادق سے پہلے پہلے تو نہ بولی...... تو تجھ پر طلاق ہے......

وہ چپ ہو گئی اور ارادہ کر لیا کہ میں خاموش رہوں گی...... تا کہ اس سے کسی طرح پیچھا چھٹ جائے...... وہ بے چارہ پریشان ہوا...... وہ ہر چند بلانا چاہتا تھا...... مگر وہ بولتی ہی نہیں اب وہ سمجھ گیا کہ وہ طلاق لینا چاہتی ہے...... اور اس طرح بیوی مجھ سے جدا ہو جائے گی۔

اب اس نے فقہاء کے دروازے جھانکنے شروع کیے...... ان سے جا کر اپنا حال بیان کیا...... انہوں نے یہی کہا کہ اگر وہ چپ رہی...... تو طلاق پڑ جائے گی...... یہ تو تیری طرف سے شرط ہے...... اس کی صورت یہی ہے کہ اس کی جا کر خوشامد کرو...... اور صبح صادق سے پہلے کسی طرح بلواؤ...... ورنہ صبح صادق ہوتے ہی...... وہ تیرے ہاتھ سے نکل جائے گی...... سب نے یہی جواب دیا۔

پھر وہ امام ابوحنیفہ کے پاس پہنچا...... وہ وہاں کا حاضر باش تھا...... متفکر اور پریشان بیٹھ گیا...... امام صاحب نے فرمایا کہ آج کیا بات ہے پریشان کیوں ہو...... اس نے کہا کہ حضرت واقعہ یہ ہے کہ بیوی سے میں نے کہہ دیا...... تو اگر صبح صادق تک تو نہ بولی...... تو تجھ پر طلاق اب وہ خاموش ہو کر بیٹھ گئی ہے...... امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ طلاق نہیں پڑے گی...... مطمئن رہے۔

اب وہ مطمئن ہو کر آ گیا...... فقہاء نے امام صاحب پر طعن شروع کیا...... کہ ابوحنیفہ حرام کو حلال بتانا چاہتے ہیں...... ایک صاف صریح حکم ہے اس کو کہہ دیا کہ طلاق نہیں پڑے گی امام صاحب نے یہ کیا کیا کہ صبح صادق میں جب آدھ گھنٹہ رہ گیا...... تو مسجد میں جا کر زور زور سے...... تہجد کی اذان دینا شروع کر دی...... اس عورت نے جب اذان کی آواز سنی...... تو سمجھی صبح صادق ہو گئی...... بس بول پڑی...... اور کہنے لگی:

صبح صادق ہو گئی...... میں مطلقہ ہو گئی...... میں اب تیرے پاس نہیں رہوں گی!

جب تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ صبح صادق نہیں ہوئی۔ وہ تہجد کی اذان تھی۔ لوگ قائل ہو گئے کہ واقع امام صاحب فقیہ بھی ہیں اور مدبر بھی ہیں۔

زندگی بھر کی مصروفیت

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد محترم نے سات برس کی عمر میں ...... قرآن پاک حفظ کر لیا تھا...... لیکن شیخ کی سات برس کی عمر تک بسم اللہ بھی نہیں ہوئی......

اس عمر تک تعلیم نہ شروع ہونے پر...... خاندان کے بزرگوں کو تعجب تھا...... دادی صاحبہ جو کہ خود حافظہ قرآن تھیں انہوں نے اپنے لائق فرزند سے ایک دفعہ فرمایا......

یحییٰ! اولاد کی محبت میں اندھے نہیں ہوتے...... تو نے تو سات برس کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا تھا...... یہ اتنا بڑا بیل پھر رہا ہے...... آخر اس سے جوتے گٹھوائے گا...... یا کیا کرائے گا......؟

مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے والدہ صاحبہ کی اس بات کے جواب میں فرمایا...... جب تک کھیلتا ہے...... اس کو کھیل لینے دیجئے...... جس دن یہ کولھو میں سر دے گا...... تو قبر میں جا کر ہی دم لے گا۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم کی حیرت

حضرت شیخ بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پر اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ......

حضرت مولانا السید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ کو امیر شریعت منتخب کرنے کے سلسلے میں لاہور میں جب علماء کا تاریخی اجتماع ہوا تھا اور اکابر علما بھی تشریف لائے تھے تو ڈاکٹر اقبال صاحب نے بڑی عقیدت مندی کے ساتھ دعوت نامہ بھیج کر اکابر دار العلوم دیوبند کو عشائیہ دیا تھا جس میں مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ، حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ، حضرت سید عطا اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ، کے علاوہ امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ اور میں بھی مدعو تھا۔

فرمایا اثناء مجلس میں بہت سے علمی مسائل پر محققانہ گفتگو ہوئی اور ڈاکٹر صاحب نے اپنے کئی علمی اشکالات حضرت شیخ انور شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے حل کرائے۔ فلسفی مسائل بھی چھڑ گئے جس پر شیخ انور شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اس موضوع پر ضرب الخاتم علی حدوث العالم کے نام سے میرا ایک عربی قصیدہ ہے پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ہاں پڑھو...... فرماتے ہیں مجھے انتہائی تعجب ہوا کہ شیخ کو کیسے پتا چل گیا...... کہ مجھے قصیدہ یاد ہے میں نے بلا تاخیر ابتداء قصیدہ سے پڑھنا شروع کیا...... میں

پڑھتا جاتا تھا اور شیخ فرماتے جاتے تھے کہ آگے آگے یہاں تک کے میں نے پورا قصیدہ سنا دیا ......تو پوری مجلس پر حیرت چھا گئی......خصوصاً ڈاکٹر اقبال تو حیرت زدہ ہو کر کبھی میری طرف دیکھتے اور کبھی شیخ کی طرف۔

ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذہانت سے چور پکڑا گیا

ایک مرتبہ ایک گھر میں چوری ہوئی...... چور اسی محلہ کا تھا...... چوروں نے گھر والے کو پکڑا......اور زبردستی حلف لیا کہ اگر تو کسی کو ہمارا پتہ بتلائے گا......تو تیری بیوی پر طلاق...... اس بیچارے نے مجبوراً طلاق کا حلف لیا......وہ چور اس کا سارا مال لے کر چلے گئے......اب وہ پریشان ہوا کہ اگر میں چوروں کا پتہ بتلاتا ہوں......تو مال تو مل جائے گا......مگر بیوی ہاتھ سے نکل جائے گی......اگر پتہ نہیں بتلاتا ہوں بیوی تو رہے گی......مگر سارا گھر خالی ہو جاتا ہے...... تو مال اور بیوی میں تقابل پڑ گیا......یا تو مال رکھے یا بیوی رکھے......اور کسی سے کہہ بھی نہیں سکتا تھا......کیوں کہ وہ عہد کر چکا تھا۔

پھر امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں حاضر ہوا......وہ بہت غمگین اداس اور پریشان تھا......امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آج تم بہت اداس ہو کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ حضرت میں کہہ بھی نہیں سکتا۔ فرمایا: کچھ تو کہو۔

اس نے کہا کہ حضرت اگر ہم نے کہا تو نا جانے کیا ہو جائے گا......پھر فرمایا کہ اجمالاً کہو تو اس نے کہا کہ حضرت چوری ہو گئی ہے......اور میں نے یہ عہد کر لیا ہے کہ اگر میں نے ان چوروں کا پتہ کسی کو بتلایا......تو بیوی پر طلاق...... مجھے معلوم ہے کہ چور کون ہیں......وہ تو محلہ کے ہیں، لیکن اگر پتہ بتلاتا ہوں......تو بیوی پر طلاق پڑ جائے گی۔

امام صاحب نے فرمایا کہ مطمئن رہ! بیوی بھی ہاتھ سے نہیں جائے گی......اور مال بھی مل جائے گا ......اور تو ہی پتہ بتلائے گا......کوفہ میں پھر شور ہو گیا......کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ کیا کر رہے ہیں؟ یہ تو ایک عہد ہے...... جب وہ پورا نہیں کرے گا......تو بیوی پر طلاق پڑ جائے گی...... یہ

امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیسے کہہ دیا کہ نہ بیوی جائے گی...... نہ مال جائے گا...... علماء اور فقہاء پریشان ہوگئے۔

امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کل ظہر کی نماز...... میں تمھارے محلّہ کی مسجد میں آکر پڑھوں گا...... چنانچہ امام صاحب تشریف لے گئے...... وہاں نماز پڑھی...... اوراس کے بعد اعلان کردیا...... کہ مسجد کے دروازے بند کردیے جائیں...... کوئی باہر نہ جائے...... اس میں چور بھی تھے...... اس مسجد کا دروازہ کھول دیا ایک طرف خود بیٹھ گئے...... اور ایک طرف اس کو بٹھادیا۔

اور فرمایا کہ ایک ایک آدمی نکلے گا...... جو چور نہ ہو اس کے متعلق کہتے جانا...... یہ چور نہیں ہے...... اور جب چور نکلنے لگے...... تو چپ ہوکر بیٹھ جانا۔

چنانچہ جو چور نہیں ہوتے تھے...... ان کے متعلق کہتا جاتا تھا...... یہ بھی چور نہیں ہے...... یہ بھی چور نہیں...... اور جب چور نکلنے لگتا...... تو خاموش ہوکر بیٹھ جاتا...... اس طرح اس نے گو بتلایا نہیں...... مگر بنا بتلائے سارے چور متعین ہوگئے...... کہ یہ سب چور ہیں۔ چنانچہ چور بھی پکڑے گئے...... مال بھی مل گیا اور بیوی بھی ہاتھ سے نہیں گئی...... یہ تدبیر کی بات تھی۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ درگزر

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعض حاسدوں نے سخت مار پیٹ کی...... خلیفہ وقت سزا دینا چاہتا تھا حضرت امام مالک نے سواری پر سوار ہوکر شہر میں اعلان کیا...... میں نے ان سب کو معاف کیا کسی کو سزا دینے کا کوئی حق نہیں۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بچپن

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کے ان محسنوں میں سے ہیں جن کی محنت و برومندی کے پھل سے آج تک امت فائدہ اٹھا رہی ہے...... سادات یمن کے ایک غریب ابن الحسن

عباسی گھرانے میں پیدا ہوئے......امام بچپن ہی سے شفقت پدری سے محروم ہو گئے تھے......
یمن سے والدہ محترمہ مکہ مکرمہ لے آئیں...... یہاں تعلیم کا آغاز کیا یتیم اور معاشی حالت کے
اعتبار سے کمزور بچہ تعلیمی اخراجات کہاں سے لاتا......وہ خود فرماتے ہیں۔

میں اپنی والدہ کی پرورش میں یتیمی کی زندگی گزار رہا تھا والدہ کے پاس میرے
معلم کو دینے کے لئے کچھ نہ تھا میں نے معلم کو اس بات پر راضی کر لیا تھا کہ ان کی
عدم موجودگی میں میں بچوں کی نگرانی کروں گا۔

لکھنے کے لئے ان کو کاغذ میسر نہیں تھا......ایک تھیلا پاس رکھا تھا......صاف قسم کی ہڈیاں
تلاش کرتے اور اس پر لکھتے...... جب وہ پر ہو جاتی......تو اس کو تھیلے میں محفوظ کر لیتے......
رات کو روشنی کے لئے چراغ کا انتظام ان کی طاقت سے باہر تھا......سرکاری دیوان چلے
جاتے......اور وہاں کی روشنی میں لکھتے۔

عربی ادب سیکھنے کے لئے وہ بیس سال تک عرب کی بستیوں میں چکر کاٹتے رہے تا آنکہ
اشعار ولغت کے علاوہ انساب عرب میں بھی امامت کا درجہ پا گئے۔

انساب رجال کا علم تو اکثر کو ہوتا ہے......ایک بار ان کے پاس کچھ لوگ انساب نسا
عورتوں کے نسب نامے پوچھنے بیٹھ گئے......امام صاحب سر رات جو تفصیل میں لگے......تو صبح
تک بیان کرتے رہے۔

اللہ جل شانہ نے ان کو علم کی غیر معمولی محبت نصیب فرمائی تھی ان سے پوچھا گیا علم کے
ساتھ آپ کی محبت کیسی ہے؟ فرمانے لگے:

''جب کوئی نئی بات کان میں پڑتی ہے......تو میرے جسم کا ہر ہر عضو اس کے سننے
سے محفوظ ہوا چاہتا ہے۔''

پھر دریافت کیا گیا علم کے لئے آپ کی حرص کتنی ہے؟ فرمانے لگے سخت بخیل آدمی کو جتنی
مال کی ہوتی ہے پوچھا گیا علم کی طلب میں آپ کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ فرمانے لگے گمشدہ
اکلوتے بیٹے کی ماں کی اپنے بیٹے کی طلب میں جو کیفیت ہوتی ہے۔ فرماتے تھے:

جو قرآن سیکھے گا اس کی قیمت بڑھے گی...... جو فقہ میں کلام کرے گا......اس کی

قدر میں اضافہ ہوگا...... جو حدیث لکھے گا اس کی دلیل مضبوط ہوگی...... جو حساب میں مصروف ہوگا...... اس کی رائے میں پختگی آئے گی...... اور جو اپنے نفس کی حفاظت نہیں کرے گا اس کا علم اس کو فائدہ نہیں دے گا۔

کھانا کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھاتے ایک بار سیر ہو کر کھایا تو قے کر دی فرماتے تھے پیٹ بھر کر کھانے سے بدن بوجھل ہو جاتا ہے...... دل ثقیل رہتا ہے...... نشاط و ذکاوت ختم ہو جاتی ہے...... اور نیند آنے لگتی ہے...... رات نظام الاوقات کی پابند تھی...... تین حصے کر دیے تھے۔

- ......اول حصہ میں لکھتے......
- ......دوسرے حصہ میں نماز......
- ......اور تیسرے آرام کرنے کا معمول تھا......

رمضان المبارک میں ساٹھ بار قرآن شریف ختم کرنے کا معمول تھا...... لایعنی اور بے فائدہ کاموں میں وقت کے ضائع سے بڑی تاکید کرتے...... فرماتے غیر مفید کاموں سے بچنے میں دل پر نور چھایا رہتا ہے...... خلوت اور لوگوں سے الگ رہنے کی ترغیب دیتے...... کہ وقت ضائع نہ ہو کم کھانے کی تاکید کرتے...... کہ زیادہ کھانے سے نیند کا غلبہ ہونے لگتا ہے...... سفہا اور احمقوں کی صحبت بڑی سختی سے منع کرتے تھے۔

فرماتے تھے عالم کو ہر قسم کے مسائل پوچھنے چاہیے کہ پوچھنے سے مسائل معلوم ہوتے ہیں...... ان میں پختگی اور جو نہیں معلوم ان کا علم حاصل ہوگا...... تواضع اور شہرت کی ناپسندیدگی کا یہ عالم تھا کہ فرماتے: میری خواہش ہے کہ لوگ میری کتابوں سے نفع اٹھائیں...... لیکن انہیں میری طرف منسوب نہ کریں۔

آخری بار جب بیمار ہوئے...... مزنیؒ کہتے ہیں...... میں نے خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا طبیعت کیسی ہے؟ فرمانے لگے: میں اپنے بھائیوں کو الوداع کہنے والا ہوں...... اور دنیا سے سفر کے لئے پابہ رکاب ہو کر اپنی بداعمالیوں سے ملنے والا ہوں...... معلوم نہیں میری روح کا ٹھکانہ جنت ہوگا...... کہ اس کو تہنیت پیش کروں...... یا جہنم ہوگا کہ اس کی تعزیت کروں......

پھر رونے لگے اور یہ اشعار پڑھے ذرا آپ بھی پڑھیے کہ کس دل سے نکلے ہیں...... اور دریائے

رحمت میں کیسا تلاطم برپا کیا ہوگا۔

ولما قسا قلبي وضاقت مذاهبي جالت رجائي دون عفوك مسلما

تعاظمني ذنبي فلما قرنته بعفوك ربي كان عفوك اعظما فان تتقم مني

فلست بايس ولود دخلت نفسي بجرمي جهنما واني لاني الذنب اعرف

قدره واعلمه ان الله يعثو ترحما.

جب میرا دل سخت اور میری راہیں تنگ ہوگئیں تو میں نے امید کو آپ کے عفوو

درگزر کا ذینہ بنایا۔

مجھے میرے گناہ بڑے معلوم ہوئے لیکن میرے رب! جب آپ کے عفوودرگزر

سے میں نے علم کا تقابل کرایا تو آپ کا عفوان کے مقابلے میں بڑا معلوم ہوا۔

اگر آپ مجھے میرے گناہوں کا بدلہ دیں تو بھی آپ کی رحمت سے میں مایوس نہیں

ہوں اگرچہ میں اپنے گناہوں کے سبب جہنم کا سزاوار ہوں۔

میں اپنے گناہوں کی مقدار سے بخوبی واقف ہوں لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ

اللہ مغفرت اور رحم والے ہیں۔

جو قرآن سیکھے گا اس کی قیمت بڑھے گی جو فقہ میں کلام کرے گا اس کی قدر میں اضافہ ہوگا

جو حدیث لکھے گا اس کی دلیل مضبوط ہوگی۔

یہودی عالم کتاب پڑھ کر مسلمان ہوگیا

کتاب الاصل فقہی مسائل سے متعلق حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۸۹ھ) کی ایک عظیم تصنیف ہے علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ یہ کتاب حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۲۰۴ھ) کو زبانی یاد تھی اور اسی کو سامنے رکھ کر آپ نے کتاب الام تصنیف فرمائی تھی۔ علامہ کوثری رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات بالکل درست معلوم ہوتی ہے کیوں کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں۔

جالسته عشر سنین وحملت من کلامه حمل جمل.

میں حضرت امام محمد کی خدمت میں دس سال رہا ہوں اور میں نے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر کتابوں میں ان کے کلام کو نقل کر کے اٹھایا ہے

علامہ کوثری نے کتاب الاصل کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک یہودی عالم نے جب اس کتاب کا مطالعہ کیا تو وہ یہ کہتے ہوئے مسلمان ہو گیا کہ:

هذا کتاب محمد کم الا صغر فکیف کتاب محمد کم الاکبر.

یعنی تمہارے چھوٹے محمد امام محمد بن حسن شیبانی کی کتاب کا یہ حال ہے تو تمہارے بڑے محمد حضرت محمد ﷺ کی کتاب قرآن مجید کا کیا حال ہوگا؟

(الاخبار الاخیار فارسی ص ۱۰۹ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، بلوغ الامانی فی سیرۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی ص ۶۱ مناقب ابی خلیفتہ للامام الکروری ص ۴۲۹)

سب سے بڑا عالم کون؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام سلام سے ایک مجلس میں سوال کیا گیا کہ سب سے بڑا عالم ربانی کون ہے؟ آپ نے جواب دیا میں!

اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک صالح بندے کے متعلق وحی کی کہ وہ آپ سے بڑے عالم ہیں ..... لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باوجودیکہ آپ کلیم اللہ اور اولعزم رسول تھے طلب علم کا ارادہ فرمایا اور اس غرض سے طویل اور پرمشقت سفر کیا عزم کیا اپنے پختہ عزم کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

لا ابراح حتی ابلغ مجمع البحرین او امضی حقبا:

میں تو چلتا ہی رہوں گا یہاں تک کہ دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچوں (خواہ مجھے سال ہا سال چلنا پڑے)......

حصول علم کے لئے سخت محنت ذہانت طویل عرصہ استاذ کی صحبت و نگرانی ضروری ہے امام

شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حصول علم کی شروط بیان کرتے ہوئے کہا۔
میرے عزیز! علم حاصل کرنے کے لئے چھ چیزیں ضروری ہیں میں تمہیں ان کی تفصیل بتاتا ہوں وہ یہ ہیں ذہانت وفطانت، شوق وذوق، سخت محنت، گزارے کے لئے خرچ، استاد کی صحبت اور طویل عرصہ تک جدوجہد۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سفر علم سے ہمیں استاد کے ادب واحترام کا درس ملتا ہے......
حضرت موسیٰ علیہ السلام بلند مقام رسول اور کلیم اللہ ہیں......آپ کے طرز تکلم سے طالبعلم کو سبق ملتا ہے کہ استاد کے ساتھ ہمیشہ نرم وپست آواز میں گفتگو کرنا چاہیے......جیسا کہ آپ نے اپنے استاد سے حصول علم کی عرض کرتے ہوئے کہا۔

هل اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا.

کیا میں آپ کی اتباع کروں کہ آپ مجھے وہ نیک علم سکھا دیں گے جو آپ کو سکھایا گیا ہے۔
آپ کے واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شاگرد کو استاد کی صحبت کے دوران میں صبر وتحمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے استاد کی توجیہات اور ہدایات کو نہایت غور سے سننا چاہیے اگر شاگرد سے غلطی ہو جائے تو فوراً استاد سے معافی کا طلب گار ہو استاد کی اطاعت وفرمابرداری کے لیے ہر وقت تیار رہے نیز یہ بھی سبق ملتا ہے کہ استاد کو بھی شاگرد کی غلطیوں پر درگزر کرنی چاہیے۔

فتنہ خلقِ قرآن کا خاتمہ

واثق کے بعد ۲۳۲ھ میں متوکل خلیفہ ہوا......جس نے اس مصیبت عظمیٰ اور فتنہ کبریٰ کو ختم کر کے......معتزلہ......جہمیہ اور دوسرے فرقوں کے مقابلہ میں......علماء وفقہاء اور محدثین کی ہمت افزائی وہمنوائی کی......اور ۲۳۴ھ میں فقہاء ومحدثین کو بلا کر ان کے وظیفے جاری کر دیئے......اور انعامات سے ان کو نوازنے کا حکم دیا......کہ وہ کھل کر مجلس درس قائم کریں......لوگوں کو حدیث کی تعلیم دیں......اور معتزلہ وجہمیہ کا رد کریں۔

۲۳۷ھ میں متوکل نے امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو طلب کیا کیونکہ بعض لوگوں نے متوکل کو خبردی تھی کہ احمد بن حنبل کے مکان میں علوی دعاۃ...... چھپے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی نجات دی۔

سونے سے لکھنے کے قابل کتاب

شرح معانی الآثار حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۳۲۱ھ) کی عظیم الشان تالیف ہے امام طحاوی، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد رشید حضرت امام مزنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بھانجے تھے شروع میں آپ شافعی المسلک تھے بعد میں حنفیت کو اختیار کرلیا تھا جس کی وجہ آپ نے اپنے شاگرد کے سوال کے جواب میں خود یہ بیان فرمائی کہ

میں دیکھتا تھا کہ میرے ماموں امام مزنی امام اعظم کی کتابوں کا مسلسل مطالعہ فرماتے ہیں اس لیے میں نے بھی یہی مسلک اختیار کرلیا۔

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے زمانے کے بہت بڑے محدث، فقیہ اور ناقد تھے تین درجن کے قریب آپ نے کتابیں لکھی ہیں جن میں چند بڑی ضخیم کتابیں بھی ہیں۔ (بلوغ الامانی ص ۱۶)

شرح معانی الآثار آپ کی سب سے پہلی تصنیف ہے اور آپ کی تمام تصنیفات میں اہم مشہور و متداول ہے علماء نے خصوصیت سے اسکی طرف اعتناء کیا ہے حافظ سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ تلمیذ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے جن کتب حدیث کے مطالعے کا خصوصی مشورہ دیا ہے ان میں شرح معانی الآثار بھی داخل ہے علامہ امیر حنفی فرماتے ہیں:

فانظر شرح معانی الا ثار هل تری له نظیرا فی سائر المذاهب فضلا عن مذهبنا شرح معانی الآثار

پر غور کرو کیا تم ہمارے اس مذہب حنفی کے علاوہ دیگر مذاہب میں بھی اس کی نظیر پاسکتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں اولیاء نقشبند میں سے ایک بزرگ حضرت خواجہ محمد پارسا بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ ۸۲۲ھ گزرے ہیں...... یہ اپنے وقت کے

صوفی باصفا ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے فقیہ اور محدث بھی تھے......آپ نے ایک کتاب لکھی ہے......فصول ستہ اس کی فصل اول ندوۃ العلماء لکھنو کے کتب خانے میں موجود ہے...... میں نے اس کا مطالعہ کیا ہے اس میں آپ نے لکھا ہے...... کہ شرح معانی الاثار سونے سے لکھنے کے قابل ہے......

مسائل فقہ کا خزانہ! ''مختصر القدوری''

پانچویں صدی کے شروع میں بغداد کے اندر علماء احناف میں سے ایک بزرگ ہوئے ہیں جن کا نام احمد ہے جو عرف میں امام قدوری کے نام سے معروف تھے تاریخ بغداد کے مصنف ابوبکر احمد بن علی المعروف خطیب بغدادی آپ کے شاگرد ہیں۔ علامہ طاش کبری زادہ م ۹۶۸ھ تحریر فرماتے ہیں۔

واعلم ان هذا المختصر ممات تبرک به العلماء حتی جربوا قراء اته اوقات الشدائد وایام الطاعون (کتاب الانساب للامام السمعانی ج ۴ ص ۴۶۰/ مفتاح السعادۃ ۲ ص ۲۵۴)

یہ بات معلوم رہنی چاہیے کہ مختصر القدوری ان کتابوں میں سے ہے......جنہیں علماء نے متبرک جانا ہے......حتیٰ کہ مشکلات کے وقت اور طاعون کے دنوں میں......ان کتابوں کے پڑھنے کو آزمایا ہے......یعنی ان کے پڑھنے سے مشکلات دور ہو گئیں۔

علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ م ۸۵۵ھ اس کتاب کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

میں نے ایک بڑے استاذ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ امام قدوری رحمۃ اللہ تعالیٰ جب اپنی مختصر قدوری کی تصنیف سے فارغ ہوئے......تو آپ حج کے لئے تشریف لے گئے......اور مختصر قدوری ساتھ لیتے گئے...... جب آپ طواف کر چکے......تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

الٰہی! اگر مجھ سے اس میں کہیں غلطی یا بھول چوک ہوگئی ہو تو مجھے اس پر مطلع فرما۔

اس کے بعد آپ نے کتاب کو اول سے آخر تک ایک ایک ورق کھول کر دیکھا تو صرف پانچ یا چھ جگہ سے مضمون محو تھا۔ (البنایہ فی شرح الہدایہ کتاب الحج باب الاحرام ج ۴ ص ۱۲۷ طبع بیروت)

یہ عظیم کتاب ہر دور میں پڑھی پڑھائی جاتی رہی ہے...... ساتویں صدی کے نصف آخر میں خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ م ۷۲۵ھ نے یہ کتاب اپنے زمانے کے بڑے عالم مولانا علاء الدین اصولی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے پڑھی تھی...... دستار فضیلت باندھے جانے کا دلچسپ واقعہ پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

جب شیخ نظام الدین نے قدوری ختم کر لی...... تو مولانا اصولی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اب دستار فضیلت باندھنے کا وقت آ گیا...... نئی دستار خریدنے کے لئے کچھ پاس نہ تھا...... اپنی والدہ سے اس پریشانی کا ذکر کیا...... فرمایا تم اطمینان رکھو اس کا انتظام ہو جائے گا......

انہوں نے روئی خریدی...... اور دھنے سے جلدی کر کے دھنکوائی...... پھر آدھی خود اور آدھی کنیز سے کتوائی...... پھر ایک جولاہے کو جو پڑوس میں رہتا تھا...... سوت دیا اور جلدی پگڑی تیار کرنے کو کہا...... اس نے سب کام چھوڑ کر دو تین دن میں کپڑا بن کر دے دیا...... اس کو کلف نہیں دیا...... بس دھلوا کر سپرد کر دیا...... والدہ نے اس دستار کے ساتھ کچھ پیسے رکھے...... تا کہ کھانے کی کوئی چیز خرید کر تقسیم کی جا سکے...... اور مولانا اصولی کی خدمت میں بھیجا......

مولانا نے کچھ پیسے اپنے پاس سے ڈال کر کھانے کا انتظام کیا...... اور علی مولا رحمۃ اللہ تعالیٰ کو جو بدایوں کے مشہور بزرگ تھے...... اس تقریب میں شرکت کی دعوت دی...... دستار کا ایک سرا مولانا اصولی نے اپنے ہاتھ میں لیا...... اور دوسرا علی مولا رحمۃ اللہ تعالیٰ کو دیا...... دونوں نے مل کر شیخ نظام الدین کے سر پر دستار باندھی...... شیخ نظام الدین فرط محبت اور جوش عقیدت میں اپنے استاذ کے قدموں میں گر گئے...... علی مولا یہ محبت اور ادب دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھے:

ارے مولانا یہ بڑا ہوسی...... ارے مولانا یہ بڑا ہوگا......

جب ان سے پوچھا گیا تم کس بنا پر پیشین گوئی کرتے ہو؟ تو فرمایا جو منڈاسا باندھے سو پائن پسرے یعنی جو دستار سر پر رکھتا ہے...... وہ کس کے پاؤں پڑتا ہے...... دوسرے اس کی پگڑی میں ریشم کی آمیزش نہیں ہے...... یہ بھی اس کے بڑے ہونے کی علامت ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے پڑوس میں ایک شخص معاصی اور فسق و فجور میں بہت آگے تھا...... ایک دن اس نے امام صاحب کو مجلس میں آ کر سلام کیا...... آپ نے بڑے انقباض کے

ساتھ جواب دیا اس نے کہا کہ ابو عبداللہ اب آپ کو مجھ سے انقباض نہیں ہونا چاہیے...... کیونکہ میں نے ایک خواب دیکھ کر اپنی زندگی بالکل ہی بدل دی ہے۔ امام صاحب نے اس سے پوچھا کہ تم نے کیا خواب دیکھا ہے؟ اس نے کہا:

رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ایک بلند مقام پر ہیں...... اور بہت سے لوگ نیچے بیٹھے ہیں...... ان میں سے ایک آدمی اٹھکر رسول اللہ ﷺ سے کہتا ہے...... کہ آپ میرے لئے دعا فرمائیں...... اور آپ اس کے لئے دعا فرماتے ہیں......

آخر میں جب میں نے اٹھنا چاہا...... تو اپنی معاصی کی وجہ سے مجھے شرم آئی...... اور بیٹھا رہا آپ نے میرا نام لے کر فرمایا...... کہ اے فلاں تم کیوں نہیں اٹھ کر مجھ سے دعا کا سوال کرتے ہو...... تاکہ میں تمھارے لئے دعا کروں...... میں نے عرض کیا...... یا رسول اللہ مجھے اپنی گنہگار زندگی کی وجہ سے شرم آتی ہے......

آپ نے فرمایا کہ تم مجھ سے دعا کا سوال کرو...... میں تمھارے لئے دعا کروں گا...... کیونکہ تم میرے کسی صحابی کو برا بھلا نہیں کہتے ہو...... چنانچہ اس کے بعد میں بھی اٹھا...... اور آپ نے میرے لئے بھی دعا فرمائی...... اور جب خواب سے بیدار ہوا...... تو اپنی پچھلی زندگی سے توبہ کر لی۔

یہ خواب سن کر امام صاحب نے حاضرین سے فرمایا کہ اے جعفر اے فلاں اے فلاں اس واقعہ کو یاد کر لو اور لوگوں سے اس کو بیان کرو اس سے فائدہ ہوگا۔

بڑا مرتبہ بھی مل جائے تو استاذ کی خدمت کو عار نہ سمجھو

مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ تعالیٰ فیصل آبادی کا بیان ہے کہ حضرت شاہ صاحب دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس تھے...... جو اس علمی درس گاہ کا سب سے بڑا عہدہ ہے...... اسی زمانہ میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ تعالیٰ رہائی کے بعد دیوبند پہنچے...... مجھے حضرت شاہ صاحب کی زیارت کا اب تک موقع نہیں ملا تھا...... لیکن آپ کی علمی عظمت کا احساس...... آپ کے سینکڑوں تلامذہ

سے سن کر دل و دماغ پر غالب تھا......

دیو بند پہنچنے کے بعد میرے والد مجھے لے کر آستانہ شیخ الہند پر پہنچے...... گرمی کا زمانہ تھا اور ظہر کی نماز ہو چکی تھی ...... حضرت کی مردانہ نشست گاہ میں ایک ہجوم حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ کو چہار طرف سے گھیرے ہوئے بیٹھا تھا...... چھت سے لٹکے ہوئے پنکھے کو ایک صاحب کھینچ رہے تھے...... جن کے پر انوار چہرہ کی معصومیت ونورانیت...... شکوہ علم اور جلالت علمی کی ملی جلی کیفیت دعوت نظارہ دے رہی تھی......

ایک صاحب نے مجھے چپکے سے کہا یہ پنکھا کرنے والے حضرت مولانا انور شاہ دار العلوم کے صدر مدرس ہیں...... یہ سن کر میرے پاؤں تلے زمین نکل گئی...... کہ جس ذات گرامی کی علمی شہرتوں سے عالم گونج رہا ہے...... اور جس کے خود اپنے شاگردوں کا اس مجلس میں ہجوم ہے کس عقیدت واحترام کے ساتھ اپنے استاذ کی خدمت میں مصروف ہیں۔

مالٹا سے تشریف لانے کے بعد دوپہر کو معمولاً حکیم صفت احمد صاحب کی حاضری حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہوتی...... حضرت اس وقت کچھ آرام فرماتے...... اور حکیم صاحب آپ کا بدن دباتے......

ایک روز حضرت چادر اوڑھے ہوئے استراحت فرما رہے تھے...... اور حکیم صاحب حسب دستور بدن دبا رہے تھے...... کہ اچانک حضرت کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ تشریف لائے...... آنے کو تو آگئے لیکن یہ دیکھ کر کہ حضرت آرام فرما رہے ہیں...... بڑی تشویش میں مبتلا ہو گئے...... کچھ لمحات ایسے گزرے...... کہ اپنی سانس روکے رہے اس طرح کہ جیسے آپ زندہ ہی نہ ہوں...... ساری کوشش اس لئے تھی کہ حضرت استاذ کو کسی تیسرے کی موجودگی کا احساس ہو کر آرام میں خلل نہ آئے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ کا اللہ کیلئے کوڑے کھانا

عراق کی سرزمین ہمیشہ سے فتنہ وفساد کا منبع ومخرج رہی ہے بغداد کی تعمیر سے پہلے کوفہ اور بصرہ اسلام کے خلاف فکری وذہنی فتنوں کے مرکز تھے...... جب بغداد کی آبادی اور رونق بڑھی تو

یہ سارے فتنے سمٹ سمٹا کر یہاں آ گئے...... امام احمد بن حنبل کے دور میں معتزلہ...... جہمیہ قدریہ...... جبریہ...... مرجیہ...... صفاتیہ...... مشبیہ...... معطلہ وغیرہ مسلمانوں میں پیدا ہو گئے تھے...... جو کتاب وسنت اور سلف کے خلاف اسلامی عقائد ومسلمات کے بارے میں طرح طرح کی موشگافیات کرنے لگے تھے۔

لیکن خلیفہ مامون عباسی سے پہلے...... خلفہ وامراء کی طرف سے ان فتنوں اور فتنہ پر دازوں کی ہمت افزائی نہیں ہوتی تھی...... بلکہ اس کے برخلاف علماء وفقہاء اور محدثین کی ہمت افزائی...... اور فتنہ پردروں کی سخت تادیب ہوتی تھی...... یہاں تک کہ قاضی احمد بن ابو دواد معتزلی نے خلیفہ مامون سے ساز باز کر کے ۲۱۸ھ میں خلق قرآن کا فتنہ برپا کیا...... اور پورے عالم اسلام میں آگ لگائی۔

مامون کے بعد معتصم اور واثق نے اس فتنہ کو سرکاری طور سے جاری رکھا...... یہاں تک کہ متوکل نے ۲۳۴ھ میں اس کو ختم کیا...... اور مسلسل سولہ سال تک ائمہ دین علماء فقہاء محدثین اس بھٹی میں جلتے رہے...... ہزاروں ارباب عزیمت اس عقیدہ سے انکار کی وجہ سے...... قید و بند میں مبتلا ہوئے...... سخت ترین سزائیں برداشت کیں...... اور کتنے اس میں جاں بحق ہو گئے...... اس کے مقابلے میں امام احمد بن حنبل...... اپنی پوری ایمانی طاقت کے ساتھ ڈٹ گئے ...... اور انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی آبرو رکھ لی۔

مامون، معتصم اور واثق کے دور میں فقہاء اور محدثین کے مقابلہ متکلمین، معتزلہ اور منحرفین کو غلبہ اور سرکاری تعاون حاصل تھا...... مامون نے روم وایران اور ہندوستان وغیرہ سے ...... منطق وفلسفہ اور تعلیاتی علوم وفنون کی کتابیں جمع کیں...... انکے ترجمے کرائے اور ان کی اشاعت ہوئی...... جس کے نتیجہ میں طرح طرح کے شکوک وشبہات...... عوام وخواص میں پیدا ہونے لگے...... اور محدثین وعلماء اپنے اپنے انداز میں انکار دفاع کرتے تھے...... اسی درمیان میں خلق قرآن کا فتنہ اٹھا...... اور قاضی احمد بن ابوداؤد اور خلیفہ مامون نے...... اس کو مستقل تحریک کی صورت میں جاری کیا۔

قاضی احمد بن ابوداؤد بڑا عالم وفاضل اور فصیح وبلیغ آدمی تھا...... رئیس المعتزلہ واصل بن

عطا کے شاگرد دھیاج بن عُلاء سلمی کی صحبت میں رہ کر...... اعتزال کی تعلیم حاصل کی اپنی قابلیت کی وجہ سے مامون کے دماغ پر چھا گیا...... اور اس کو قرآن کے مخلوق ہونے کے عقیدے کی ترویج واشاعت پر آمادہ کیا...... جس کی جڑ یہود ونصاریٰ تک پہنچی ہے...... اس نے خلق قرآن کا عقیدہ بشر مریسی سے...... اس نے جہم بن صفوان سے...... اس نے جعد بن درہم سے...... اس نے ابان بن سمعان سے...... اس نے لبید بن اعصم یہودی کے بھانجے...... اور داماد طالوت سے سیکھا تھا یہ لبید بن اعصم وہی یہودی ہے...... جس نے رسول اللہ ﷺ پر سحر کیا کرایا تھا...... اور تورات کی مخلوق ہونے کا عقیدہ رکھتا تھا...... طالوت زندیق وبددین شخص تھا ...... اس نے سب سے پہلے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی تھی۔

اسلامی عقیدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرح اس کا کلام بھی قدیم ہے...... مگر ابن ابی دواد نے حکومت کے ذریعہ...... مسلمانوں کے اندر یہ عقیدہ پھیلانا چاہا...... کہ اللہ تعالیٰ کا کلام یعنی قرآن اللہ کی طرح قدیم نہیں ہے...... بلکہ مخلوق اور حادث ہے...... اور بتایا کہ اس کا مقصد توحید خالص کی تعلیم ہے...... ۲۱۸ھ میں خلیفہ مامون نے پورے عالم اسلام میں سرکاری حکم جاری کیا...... کہ ہر مقام کا امیر وحاکم اپنے یہاں کے اہل علم سے اس کا اقرار لے...... انکار کی صورت میں سزا دے...... اور قید کر کے اس کے دربار میں بھیج دے۔

چنانچہ بغداد کی پولیس افسر سحاق بن ابراہیم کو اسی موضوع کا خط لکھا اور اس نے وہاں کہ نامی گرامی علماء ومحدثین کو بلوایا...... جن میں امام احمد بن حنبل بھی تھے...... ان کے سامنے مامون کا خط پیش کر کے...... قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار چاہا...... اس نے کہا کہ آپ کیا کہتے ہیں؟ امام صاحب نے کہا کہ قرآن کلام اللہ ہے......

اس نے پوچھا کیا وہ مخلوق ہے...... امام صاحب نے کہا کہ وہ کلام اللہ ہے...... میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہتا ہوں...... اسحاق نے اس بات پر ان کو جیل خانے میں ڈال دیا...... ان کے ساتھ تین اور محدیث تھے...... دوسرے دن جیل خانہ سے نکال کر سب سے یہی سوال کیا...... ان میں سے ایک نے اس کا اقرار کر لیا...... اور امام احمد اور ان کے دو ساتھیوں کو جیل میں بھیج دیا...... تیسرے دن بلا کر یہی بات کہی...... آج بھی ایک نے اقرار کر لیا...... اور امام

احمد اوران کے ساتھی محمد بن نوح کوطرسوس روانہ کر دیا گیا۔

محمد بن نوح طرسوس کے راستہ میں...... مقام رحبۃ طوق میں انتقال کر گئے...... امام احمد نے ان کی تجہیز و تکفین کی...... اسحاق کے سامنے جن لوگوں نے خلق قرآن کا اقرار کیا تھا...... ان کے بارے میں مامون کو بتایا گیا...... کہ انہوں نے زبردستی اقرار کیا ہے...... اس نے ان سب کو اپنے پاس بلایا...... اس وقت وہ بلا دروم کے مقام بدندانی میں تھا...... جب پابزنجیر محدثین مقام رقہ میں پہنچے...... تو خبر ملی کہ مامون کا انتقال ہو گیا ہے...... اس وقت امام احمد رقہ کے قید خانہ میں تھے...... مامون نے مرتے وقت آنے والے خلیفہ کو اس بارے میں تاکید کی تھی۔

مامون کے بعد معتصم کا دور آیا...... تو امام صاحب زنجیروں میں مقید بغداد لائے گئے...... چند دن مقام یاسریہ میں رکھے گئے...... اس کے بعد کرایہ کے ایک مکان میں قید کئے گئے...... پھر عام جیل خانہ میں بھیج دیے گئے...... جہاں آپ بیڑیوں میں رہ کر قیدیوں کی امامت کرتے تھے...... اور رمضان ۲۱۹ھ میں اسحاق بن ابراہیم کے مکان کے قریب منتقل کئے گئے...... تقریباً ڈھائی سال جیل خانہ میں رہے...... اس درمیان میں معتصم جیل سے امام صاحب کو نکال کر...... بھرے دربار میں خلق قرآن کے بارے میں بحث و مباحثہ کرتا تھا ...... پھر جیل خانہ میں ڈال دیتا تھا...... آخر میں یہاں تک باری آئی...... کہ امام صاحب کو درے رسید کئے گئے...... اور معتصم نے اپنے سامنے امام صاحب کو جلادوں سے کوڑے لگوائے...... اور سخت سے سخت سزا دی...... عین وقت پر معتصم نرم پڑ گیا...... اور امام صاحب کو چھوڑ دینا چاہا...... مگر بانی فتنہ قاضی احمد بن ابوداؤد موجود تھا...... اس نے ورغلایا اور سزا دلوائی۔

امام صاحب بیان کرتے ہیں کہ طرطوس جاتے ہوئے...... ہم رات میں رحبہ طوق میں پہنچے...... تو وہاں ایک شخص نے آکر پوچھا...... کہ تم لوگوں میں احمد بن حنبل کون ہے......؟ لوگوں نے میرا تعارف کرایا...... اس نے کہا کہ کوئی بات نہیں ہے...... اگر یہاں قتل کر دئے گئے...... تو جنت میں داخل ہوں گے...... بعد میں امام صاحب نے بتایا...... کہ یہ قبیلہ ربیعہ کا بدوی شاعر جابر بن عامر تھے...... جن کا ذکر خوبی سے کیا جاتا تھا۔

اسی زمانہ میں ایک اور بدوی نے امام صاحب سے کہا کہ اے احمد! اگر راہ حق میں قتل کئے جاؤ گے...... تو شہید کہلاؤ گے...... اور اگر زندہ بچ گئے...... تو قابل تعریف زندگی بسر کرو گے...... امام صاحب کہتے ہیں کہ اس اعرابی کی بات سے میرا دل مضبوط ہو گیا...... ابو حاتم رازی کہتے ہیں کہ اس اعرابی کی بات صحیح نکلی...... اس امتحان کے بعد اللہ تعالیٰ نے امام احمد کا مرتبہ بہت بلند کر دیا...... اور عوام وخواص میں انکی عزت وعظمت بہت بڑھ گئی۔

جس وقت امام صاحب معتصم کے سامنے پیش کئے گئے...... وہاں قاضی احمد بن ابو داؤد اور ابو عبدالرحمٰن شافعی موجود تھے...... معتصم نے امام صاحب کو اپنے سامنے بٹھایا...... حاضرین دربار نے امام صاحب کو ڈرایا...... اس سے پہلے دو آدمیوں کی گردن ماری جا چکی تھی...... امام صاحب نے ابو عبدالرحمٰن شافعی کو دیکھا...... تو ان سے پوچھا کہ مسح کے بارے میں امام شافعی کی رائے آپ کو معلوم ہے......؟ یہ سنکر قاضی ابن ابو داؤد بول اٹھا کہ دیکھو اس آدمی کو...... کہ گردن مارنے کے لئے سامنے لایا گیا ہے...... اور فقہی بحث کر رہا ہے۔

امام صاحب کا بیان ہے کہ جیل خانہ میں...... مجھے سب سے زیادہ خوف کوڑے کی سزا کا تھا...... جیل ہزار تکلیف کے باوجود رہنے کی جگہ تھی...... قتل وقتی تکلیف کا باعث...... مگر درے کی سزا میرے لئے نا قابل برداشت معلوم ہوتی تھی...... مگر جیل خانہ کے ایک قیدی نے مجھ سے کہا...... کہ اس سے بھی ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے...... دو کوڑے کے بعد آپ کو پتہ بھی نہ چلے گا...... کہ کوڑے کہاں پڑ رہے ہیں...... معتصم نے بڑی بے دردی سے...... امام صاحب کو کوڑے لگوائے...... اس وقت آپ روزہ سے تھے...... سارا جسم لہولہان ہو گیا تھا...... یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے...... یہ واقعہ رمضان ۲۲۰ھ کے آخری عشرہ کا ہے۔

امام صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب مجھے کوڑے مار چکے...... تو عجیف ریش دراز آنا اور اپنی تلوار کے قبضہ سے مجھے مارا...... میں نے سوچا کہ راحت کا وقت آگیا...... اور اب اس تکلیف سے مجھے نجات مل جائے گی...... یعنی میں اب قتل کر دیا جاؤں گا۔

حاضرین میں سے ابن سماعہ نامی ایک شخص نے معتصم سے کہا...... کہ امیر المومنین! اس کی گردن مار دیں......؟ اس کا خون میری گردن پر ہو گا...... مگر ابن داؤد نے کہا کہ امیر المومنین!

ایسا نہ کریں، اگر یہ شخص یہاں قتل کر دیا گیا...... یا مر گیا تو لوگ یہی کہیں گے...... کہ احمد بن حنبل نے صبر واستقامت سے کام لے کر جان دے دی...... اوران کو اپنا پیشوا بنا کر انہی کی بات پر جمے رہیں گے...... بہتر ہے کہ آپ اسی وقت ان کو یہاں سے نکال دیں...... اگر آپ کے یہاں سے باہر جا کر مریں گے......تو لوگوں کی نظر میں ان کا معاملہ مشتبہ ومشکوک ہو جائے گا۔

معتصم نے اس رائے پر عمل کرتے ہوئے امام صاحب کے چچا کو بلایا اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ ان کو پہچانتے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں یہ احمد بن حنبل ہیں۔

معتصم نے کہا! انکو دیکھ لو صحیح البدن ہیں یا نہیں؟ لوگوں نے اس کی بھی تصدیق کی اس واقعہ کے راوی ابوزرعہ رازی کہتے ہیں کہ معتصم کو خطرہ تھا کہ اگر ایسا نہیں کرے گا تو فساد ہوگا جس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکے گا اور اس طرح ان کو نکالنے سے لوگوں کا جوش ٹھنڈا پڑ جائے گا۔

امام صاحب نے اللہ کے لئے اس کی راہ میں صبر واستقامت سے کام لے کر...... دین کی صیانت وحفاظت کے لئے سب کچھ برداشت کیا تھا...... اس لئے بعد میں اپنے تمام دشمنوں کو معاف کر دیا...... کہتے تھے کہ میرے مارنے والوں کو جو مر چکے ہیں...... میں نے معاف کر دیا...... میں نے یہ آیت پڑھی۔

فمن عفا واصلح فاجره على الله.

اور اس کی تفسیر دیکھی...... تو حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ملا...... کہ قیامت کے دن تمام امتیں اللہ تعالیٰ کے سامنے لائی جائیں گی...... اور ندا ہوگی کہ جس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے ...... کھڑا ہو جائے...... اس وقت وہی آدمی کھڑا ہوگا...... جس نے دنیا میں عفو ودرگزر کیا ہے ...... اس لئے میں نے اپنے مارنے والوں میں سے جو فوت ہو گئے ہیں...... ان کو معاف کر دیا ...... پھر کہا کہ اس میں آدمی کا کیا نقصان ہے...... کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی کو عذاب نہ دے...... اور معتصم نے جس دن بابل یا عموریہ فتح کیا...... امام صاحب نے کہا کہ اس کو میں نے معاف کر دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ واثق نے امام صاحب کے پاس کہلا بھیجا کہ وہ معتصم کو معاف کر دیں...... امام صاحب نے جواب میں کہلوایا...... کہ میں نے معتصم کے دروازے سے نکلنے

سے پہلے ہی اس کو معاف کر دیا ہے......

معتصم کے بعد سن ۲۲۷ھ میں واثق خلیفہ ہوا...... تو قاضی احمد بن دواد نے اس کو بھی خلق قرآن پر آمادہ کیا...... اور اس نے بھی علماء و محدثین کو ابتلاء میں ڈالا...... مگر امام احمد بن حنبل کو نہیں چھیڑا...... کیونکہ وہ ان کے صبر و عزیمت کا حال دیکھ چکا تھا...... اور سمجھتا تھا کہ ان کو ستانے کا انجام اچھا نہیں ہوگا...... البتہ امام صاحب کے یہاں پیغام بھیجا...... کہ آپ میرے شہر میں نہ رہیں...... اس لئے امام صاحب واثق کے پورے دور میں...... مختلف شہروں میں روپوشی کی زندگی بسر کرتے رہے...... آخر میں اپنے مکان ہی میں نظر بند کی حیثیت سے رہنے لگے تھے...... واثق کے انتقال تک یہی حال رہا...... ان تمام ادوار میں حسب حال کھلے بندوں یا چھپ چھپا کر...... امام صاحب حدیث کا درس دیتے رہے...... حتی کے جیل خانہ کے اندر اس کی تعلیم دی۔

قرآن مجید کی تلاوت

قرآن مجید کا حفظ کرنا اس خاندان کا خصوصی شعار اور تعلیم کا پہلا ضروری مرحلہ تھا...... اسی کے مطابق حفظ کا سلسلہ شروع کرایا گیا...... مولانا محمد یحییٰ صاحب کا تعلیم و تربیت کا نرالا ہی دستور تھا...... وہ ایک صفحہ کا سبق دے دیتے...... اور تقاضائے عمر سے بڑے بڑے ہونہار بچے بھی مستثنیٰ نہیں ہوتے...... شیخ فرماتے کہ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ایک صفحہ سو مرتبہ پڑھنے میں کتنا وقت لگتا ہے...... میں بہت جلدی آ کر کہہ دیتا کہ سو مرتبہ پڑھ لیا...... والد صاحب اس پر زیادہ جرح قدم نہ فرماتے تھے...... اگلے دن کا سبق یاد کرنے کے بعد آ کر کہتا...... کہ کل تو بس ایسے ہی پڑھا تھا...... آج ٹھیک ٹھیک سو مرتبہ پڑھا ہے۔

فرماتے کہ آج کے سچ کی حقیقت تو کل معلوم ہوگی...... سہارنپور آ جانے اور عربی شروع ہو جانے کے بعد...... ایک صاحب اس کو سنتے تھے اس میں خوب غلطیاں نکلتی تھیں...... اس پر سہارنپور کے مشہور وکیل مولوی عبد اللہ جان صاحب نے...... جن کو اس خاندان سے بڑا

گہرا تعلق تھا...... مولانا محمد یحییٰ صاحب سے ایک روز کہا کہ زکریا کو تو قرآن یاد نہیں...... مولانا نے بڑے اطمینان سے فرمایا:

ہاں اسے قرآن بالکل یاد نہیں...... انہوں نے حیران ہو کر کہا کہ کیا بات ہے؟ حضرت والد صاحب نے فرمایا...... کہ اسے عمر بھر کرنا ہی کیا ہے؟ قرآن ہی پڑھنا ہے یاد ہو جائے گا۔

غلام آگے بڑھ گئے!

امام محمد بن مسلم (متوفی ۱۲۴ھ) جو عام طور پر ابن شہاب اور امام زہری کے لقب سے مشہور ہیں...... دور تابعین کے انتہائی جلیل القدر اور عظیم المرتبت محدث ہیں...... اور امام مالک اور امام قتادہ جیسے آئمہ فقہ وحدیث کے استاد ہیں...... یہ اپنی علمی جلالت کے ساتھ ساتھ حق گوئی میں بھی یکتائے روزگار تھے......

ایک مرتبہ خلیفہ دمشق عبدالملک بن مروان نے ان کو اپنے دربار میں طلب کیا...... عبدالملک خود بھی بہت زیادہ صاحب علم تھا...... لیکن نہایت ہی متعصب عرب تھا...... اور عجمی غلاموں کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھا کرتا تھا...... دربار میں عبدالملک اور امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کے درمیان جو مکالمہ ہوا وہ درج ذیل ہے۔

عبدالملک: کیوں امام زہری! کہیے اس وقت آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟

امام زہری: مکہ مکرمہ سے......

عبدالملک: آج کل اہل مکہ کا پیشوا کون ہے؟

امام زہری: عطاء بن رباح محدث......

عبدالملک: یہ عربی ہے یا عجمی؟

امام زہری: یہ ایک عجمی غلام ہے جنہیں کسی عرب نے خرید کر آزاد کر دیا ہے......

عبدالملک: تو پھر مکہ کے اشراف عرب نے انہیں اپنا سردار کیسے بنا لیا؟

امام زہری: اس لئے کہ وہ دینداری اور روایت حدیث میں تمام اہل مکہ سے بڑھ کر ہیں......

عبدالملک : بجا ہے! واقعی اہل دیانت و روایت اسی قابل ہیں کہ انہیں سردار بنایا جائے۔ اچھا یمن کا مذہبی پیشوا کون ہے؟

امام زہری: طاؤس بن کیسان محدث!۔

عبدالملک: یہ کون ہے؟ عرب ہے یا عجمی غلام؟

امام زہری: یہ بھی عجمی غلام ہے......

عبدالملک: ان کی سرداری کا راز کیا ہے؟

امام زہری: وہی دینداری اور روایت حدیث کا کمال جس نے عطا بن رباح کو مکہ مکرمہ کا سردار بنا دیا......

عبدالملک : واقعی ایسے لوگوں کو قوم کا سردار ہی ہونا چاہیے۔ اچھا مصر کا حال کہئے وہاں کس کے سر سرداری کا سہرا ہے؟

امام زہری: یزید بن حبیب محدث......

عبدالملک: یہ عربی النسل ہے یا عجمی غلام ہے۔

امام زہری: یہ بھی عجمی غلام ہے۔

عبدالملک: ان کو مصریوں نے کس بنا پر اپنا سردار بنالیا؟

امام زہری: جس بنا پر اہل مکہ نے عطاء بن رباح کو اور اہل یمن نے طاؤس کو اپنا امام بنالیا......

عبدالملک: اچھا اہل شام کا امام قوم کون ہے؟

امام زہری: مکحول محدث!

عبدالملک: یہ کون ہے؟

امام زہری: یہ ایک عجمی جن کو قبیلہ ہذیل کی ایک عورت نے آزاد کر دیا تھا۔

عبدالملک: اچھا اہل جزیرہ کا مقتدی کون ہے؟

امام زہری: میمون بن مہران محدث۔

عبدالملک: ان کا حال بتایئے؟

امام زہری: جی یہ بھی غلام ہی ہے۔

عبدالملک: ارے امام زہری یہ تو بتاؤ اس وقت حرم محترم مدینہ منورہ کی سرداری کا تاج کس کے سر پر ہے؟ غالباً یہاں کا پیشوا تو ضرور کوئی عربی ہی ہوگا۔

امام زہری: جی نہیں مدینہ منورہ کا پیشوا بھی غلام ہی ہیں جن کا نام ضحاک بن مزاحم ہے

عبدالملک: اچھا بصرہ کا کیا حال ہے؟ کیا وہاں کسی عرب کو مذہبی قیادت اشرف حاصل ہے......

امام زہری: بصرہ کے پیشوا تو خواجہ حسن بصری ہیں جو غلام خاندان سے تعلق رکھتے ہیں......

عبدالملک: ہائے افسوس کوفہ کا حال بتائیے؟ وہ لوگ کس کی امامت کا دم بھرتے ہیں؟

امام زہری: کوفہ میں تو ابراہیم نخعی امامت قوم کے تاجدار ہیں۔

عبدالملک: ان کا حسب نسب بتائیے؟

امام زہری: یہ عرب ہیں۔

عبدالملک: امام زہری خدا کی قسم تم نے میرے دل کے بند دریچوں کو کھول دیا۔ واللہ مجھے تو ایسا نظر آتا ہے کہ مستقبل میں یہی عجمی غلام امام ومقتدیٰ بن کر منبروں پر خطبہ پڑھیں گے اور اشراف عرب منبروں کے نیچے بیٹھے ہوں گے ہائے افسوس یہ کتنا بڑا انقلاب ہوگا۔

امام زہری: امیر المومنین اس میں تعجب یا افسوس کی کیا بات ہے؟ تعلیم اسلام خدا کا دین ہے جو علم دین حاصل کر کے اسلام کی خدمت وحفاظت کرے گا وہ یقیناً بلند مرتبہ ہو کر سرداری کا تاج پہنے گا اور جو اس کو ضائع کر دے گا وہ بلاشبہ ذلت وپستی کے عمیق غار میں گر کر ذلیل وخوار ہو جائے گا۔

شاہ غلام علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی سادگی

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شاہ غلام علی بہت کریم النفس تھے...... لوگ ان کی کتابیں چرا کر لے جاتے تھے...... اور پھر انہی کے پاس بیچنے آتے تھے...... کتابوں کا داغنہ

کہتا حضور یہ کتاب تو آپ ہی کی ہے..... دیکھئے اس پر آپ کا نام بھی لکھا ہوا ہے......اور مولانا فرماتے:- کیا دنیا میں میرے اور تیرے نام کا کوئی اور شخص ہے ہی نہیں؟ یہ ہماری کتاب نہیں ہے اس کی ہے مسلمان جھوٹ نہیں بولا کرتے اور وہ اسی کو دے دیتے۔

چھ لاکھ صدقہ کرنے میں اتنا ثواب نہیں جتنا ایک درہم لوٹانے میں ہے

یحییٰ اندلسی اندلس کو کسی وقت میں علم وفن کا خصوصیت سے علم وحدیث کا مرکز تھا...... حافظ ابن عبد البر اور علامہ حمیدی اور شیخ اکبر...... جیسی شخصیتیں وہاں کی مٹی سے پیدا ہوئیں...... حدیث پاک کا درس دیتے تھے......اور بے شمار اشخاص ان سے استفادہ کرتے تھے...... ایک دن حضرت یحییٰ نے پڑھانے کی لمبی چھٹی کر دی...... طلباء نے معلوم کیا کہ حضرت اتنی لمبی چھٹی ......جس کی مدت بھی متعین نہیں کس بنا پر کی گئی......؟

فرمایا مجھے افریقہ کے آخری کنارہ قیروان جانا ہے...... عرض کیا کہ حضرت کیوں وہاں تو جانا بڑا ہی مشکل ہے...... بڑے بڑے بند ہیں......اور زہریلے جانور......! فرمایا:

ایک بقال یعنی لالہ کے میرے طرف ساڑھے تین آنے یعنی ایک درہم ہے......

ان کے ادا کرنے کے لئے جا رہا ہوں۔

لوگوں نے عرض کیا حضرت ایک درہم ہی تو ہے...... فرمایا

مجھے ایک حدیث پہنچی ہے......اور پھر اپنی سند کے ساتھ حدیث پڑھی..... کہ ایک لاکھ..... ایک لاکھ...... ایک لاکھ...... ایک لاکھ...... ایک لاکھ...... ایک لاکھ...... ایک لاکھ یعنی چھ لاکھ کا نفلی صدقہ کرنے میں اتنا ثواب نہیں...... جتنا ایک درہم حق والے کا ادا کرنے کا ثواب ہے......

اللہ عزوجل ہمیں بھی حقوق ادا کرنے والا بنائے...... اور جن لوگوں نے حقوق ادا کیئے

ہیں......ان کے صدقہ اور طفیل میں ہمیں بھی ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے والا بنا دے......
آمین......اللہم آمین۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ حضرات فیض یاب ہوئے ہیں......مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ......مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ......مولانا محمد صدیق انبھٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ......شاہ محمد حسین نگینوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولانا محمد یحییٰ رحمہ اللہ تعالیٰ......شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ایک مرتبہ ایک بڑے عہدے دار حضرت مدنی سے ملنے آئے......تو ان کو اپنے ساتھ کھانے بٹھایا......یہ دیکھ کر غریب پیچھے ہٹ گئے......تو حضرت نے فرمایا آپ لوگ کیوں ہٹ گئے......اس لئے کہ ایک عہدہ دار میرے ساتھ بیٹھا ہے......خوب سمجھ لو کہ آپ میرے عزیز ہیں......جس قدر آپ کو معزز سمجھتا ہوں......اس کے سامنے یہ کچھ نہیں ہیں......پھر غریب طلباء کو بھی ساتھ بٹھلا کے کھلایا۔

ایک مرتبہ حضرت حدیث کا درس دے رہے تھے کہ اچانک بارش شروع ہوگئی تو سب طلباء کتابیں اٹھا کر بھاگے......اور سہ دری میں پناہ لی......پھر جوتے اٹھانے چلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت صاحب سب کے جوتے سمیٹ کر جمع کر رہے ہیں۔

شیطان نے دفن شدہ مال واپس

ایک آدمی امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں نے کسی جگہ مال دفن کیا تھا......مگر جگہ بھول گیا ہوں......آپ نے فرمایا یہ فقیہ مسئلہ تو نہیں ہے......لیکن میں پھر بھی تمھیں اس کا حل بتا دیتا ہوں......جاؤ آج ساری رات نفل پڑھتے رہو......انشاء اللہ تمھیں یاد آجائے گا......اس آدمی نے نوافل شروع کیے......ابھی چوتھائی رات بھی نہیں گزری تھی......کہ اسے وہ جگہ یاد آگئی......وہ آپ کی خدمت میں شکریہ ادا کرنے کے لئے حاضر ہوا آپ نے فرمایا:

مجھے معلوم تھا کہ شیطان تمھیں ساری رات نماز پڑھنے نہیں دے گا......اگر تو اللہ کا

شکر بجالانے کے لئے باقی رات بھی نماز پڑھتا رہتا تو بہتر ہوتا۔

یاد رکھ اللہ دیکھ رہا ہے

محمد بن سخون رحمۃ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک عالم دین کے بھائی......روزانہ رات کو چھپ کر شہر کے حاکم کے پاس سلام کو جایا کرتے تھے...... جب ان عالم کو خبر لگی......تو اپنے بھائی کو لکھا......میرے بھائی جو خدا تمھیں دن میں دیکھتا ہے......وہی خدا تم کو رات میں بھی دیکھتا ہے......سنو تمھارے نام یہ میری آخری تحریر ہے......سخون نے جب اپنے بیٹے محمد سے یہ واقعہ سنا تو بہت خوش ہوئے......اور فرمایا بالکل ٹھیک لکھا: واقعی یہ بات ایک عالم کے لئے کتنی شرمناک ہے......کہ لوگ تو اس سے دین سیکھنے کے لئے اس کے دروازے پر پہنچیں......اور وہاں جا کر معلوم ہوا کہ وہ خود کسی حاکم کی ڈیوٹی پر حاضری دینے گئے ہیں۔

بدترین علماء اور بدترین حاکم

حضرت قتادہ بصرہ کے بہت بڑے عالم تھے......بصرہ میں ان سے بڑھ کر حدیث کا کوئی عالم نہ تھا......۶۱ھ میں ان کی پیدائش ہوئی......اور ۱۱۷ھ میں وفات ہوئی فرمایا کرتے تھے:

بدترین حاکم وہ ہے جو دین کے عالموں سے دور دور رہتے ہیں......اور بدترین علماء وہ ہیں......جو دنیادار حاکموں سے نزدیک رہتے ہیں۔

سب سے بڑا مالدار عالم

حضرت لقمان سوڈان کے رہنے والے ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں یہ بہت بڑے حکیم اور دانا آدمی تھے ان کی حکمت اور سمجھ داری کے بہت سے قصے مشہور تھے ایک مرتبہ کسی نے حضرت لقمان سے پوچھا دنیا میں سب سے بڑا مال دار کون ہے؟ فرمایا:

سب سے بڑا مال دار وہ ہے...... جو اپنے مال پر سب سے زیادہ قناعت کرنے والا ہو...... اور جسے ذرا لالچ نہ ہو......

پھر پوچھا اچھا دنیا میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ فرمایا:

سب سے بڑا عالم وہ ہے...... جو دوسروں کے علم سے برابر...... اپنے علم میں اضافہ کرتا رہتا ہے۔

ہر ہر حدیث پر عمل کا اہتمام

امام احمد ابن حنبل بہت بڑے عالم گزرے ہیں...... بغداد میں پیدا ہوئے حدیث سیکھنے کے لئے انہوں نے بہت دور دراز کے سفر کیے...... حدیث کی ایک کتاب لکھی...... جو بہت مشہور ہیں اور جس میں تیس ہزار حدیثیں ہیں...... یہ بہت ہی نیک اور باعمل عالم تھے......

ایک بار آپ فرمانے لگے کہ میں نے اپنی کتاب میں جو حدیث بھی لکھی ہے اس پر عمل ضرور کیا ہے یہاں تک کہ میں نے اس حدیث پر بھی عمل کیا کہ اللہ کے رسول نے حجام سے پچھنا لگوایا اور اس کو ایک دینار دیا۔

علم پر عمل نہ کرنے کا انجام

حضرت شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ بہت بڑے فقیہ اور محدث گزرے ہیں۔ حضرت عمر ابن عبد العزیز نے اپنے دور میں ان کو قاضی مقرر کیا تھا...... ان کا بیان ہے کہ قیامت میں حساب کتاب کے بعد...... جنتی لوگ بعض دوزخیوں کو دیکھ کر تعجب کریں گے...... اور پوچھیں گے ارے تم لوگ یہاں کیسے؟ تمہارے ہی سمجھانے بجھانے اور نصیحت کرنے سے تو ہم جنت میں پہنچے......

دوزخی جواب دیں گے...... ہاں بھئی تم سچ کہتے ہو...... ہم تمہیں تو سمجھاتے تھے نصیحت کرتے تھے...... لیکن خود عمل نہیں کرتے تھے۔

تم خود بیمار ہو تم کیا شفاء دو گے

ایسے ہی دنیا دار عالم سے خطاب کرتے ہوئے حضرت ابوالاسود الدولی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے خوب کہا ہے: تم بیماروں کے لئے شفاء کے نسخے تجویز کرتے ہو حالانکہ تم خود ہی بیمار ہو۔ ہماری عقلوں میں نصیحتوں کے جوڑ لگاتے ہو اور حال یہ ہے کہ تم خود ہدایت سے محروم ہو۔

جو جانتے ہیں پر عمل نہیں کرتے وہ دیوانے ہیں

ایک اور بزرگ حضرت منصور رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو لوگ ہمیں بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور خود کورے ہیں وہ حقیقت میں دیوانے ہیں...... اگرچہ بظاہر وہ دیوانوں کی طرح ہم پر حملہ نہیں کرتے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی ہیں صحابہ ان کے علم کی بہت قدر کرتے تھے...... ایک بار آپ نے فرمایا:

باتیں بنانا تو سب جانتے ہیں...... لیکن اچھا آدمی وہی ہے... جس کے قول و عمل میں فرق نہ ہو...... جو کہتا ہو وہی کرتا ہو بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والا اور عمل میں پیچھے رہنے والا...... حقیقت میں اپنا ہی منہ چڑاتا ہے۔

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم بالکل میری طرح قرآن شریف پڑھنا چاہو...... تو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح پڑھو......

ان تمام خوبیوں کے باوجود حدیث بیان کرنے میں آپ اتنی احتیاط فرماتے تھے کہ حضرت عمرو شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں...... میں ایک سال برابر حضرت کے پاس رہا...... لیکن میں نے کبھی ان کے منہ سے یہ نہیں سنا کہ حضور ﷺ نے یوں فرمایا تھا...... عمرو ابن میمون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ایک مرتبہ ان کے منہ سے یہ لفظ نکل گیا...... کہ حضور نے یوں فرمایا تو بدن

کانپنے لگا...... آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور خوف کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو گئے...... پھر فرمانے لگے۔ انشاء اللہ رسول خدا نے یوں فرمایا تھا...... یا اس سے ملتی جلتی بات فرمائی تھی...... یا اس سے کچھ کم فرمایا تھا یا زیادہ۔

قسم کے عالم

حضرت ابو قلابہ بصرہ کے مشہور عالم تھے...... حدیث اور فقہ میں ان کا درجہ بہت اونچا ہے...... ان کا اصل نام عبد اللہ بن زید تھا...... بہت ہی نیک گوشہ نشین عالم تھے...... بصرہ کے حاکموں نے جب آپ کو قاضی بنانا چاہا...... اور بہت ضد کی تو وہ اپنا وطن چھوڑ کر شام میں جا بسے...... ان سے بہت سی حکمت کی باتیں مشہور ہیں...... فرمایا کرتے تھے عالم تین طرح کے ہوتے ہیں۔

1 ...... ایک تو وہ عالم ہیں جو اپنے علم سے خود تو زندگی حاصل کر لیتے ہیں لیکن دوسرے لوگوں کو ان کے علم سے کوئی زندگی نہیں ملتی

2 ...... دوسرے وہ عالم ہیں جن کے علم سے دوسرے لوگ تو فائدہ اٹھاتے ہیں اور زندگی حاصل کرتے ہیں لیکن وہ خود محروم رہتے ہیں۔

3 ...... تیسری قسم کے عالم وہ ہیں جو نہ اپنی زندگی سے خود فائدہ اٹھاتے ہیں اور نہ دوسرے ہی اس سے کوئی زندگی حاصل کرتے ہیں۔

علم کے درجے

حضرت فضیل ابن عیاض بہت بڑے عابد زاہد عالم تھے...... فرمایا کرتے تھے علم کے پانچ درجے ہیں......

- ...... پہلا درجہ یہ ہے کہ آدمی خاموش رہنا سیکھے۔
- ...... دوسرا درجہ یہ ہے کہ توجہ سے سننا سیکھے۔

- ......تیسرا درجہ یہ ہے کہ جو کچھ سنے اسے یاد رکھے۔
- ......چوتھا درجہ یہ ہے کہ جو کچھ معلوم ہو جائے اس پر عمل کرے۔
- ......پانچواں درجہ یہ ہے کہ جو علم حاصل ہو اس کو پھیلائے۔

حدیث سنانے میں احتیاط

حضرت عبداللہ ابن مسعود صحابہ میں بہت بڑے عالم مانے جاتے تھے۔ اکثر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہا کرتے رسول اللہ ﷺ ان سے بہت خوش تھے اور ان کو اجازت دے دی تھی کہ یہ جب چاہیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں...... صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو صاحب النعل یعنی جوتے والے کہتے تھے...... اس لقب پر ان کو بہت فخر تھا......اور حقیقت بھی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرنا......اور آپ کی جوتیاں اٹھانا...... بہت بڑے فخر کی بات ہے......
حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں...... جب ہم لوگ یمن سے آئے......تو دیکھا کہ یہ ہر وقت پیارے رسول ﷺ کے گھر میں بے روک ٹوک جاتے ہیں......تو ہم بہت دنوں تک انہیں پیارے رسول ﷺ کے گھر کا آدمی سمجھتے رہے...... پیارے رسول ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ جو بات تم سے حضرت عبداللہ بن مسعود کہیں اسے سچ سمجھو۔

چار طرح کے دن

خلیل ابن احمد بہت بڑے عالم گزرے ہیں لغت، ادب اور حساب کے امام مانے جاتے ہیں......ان کے بہت سے قول مشہور ہیں...... ایک دن فرمایا میری زندگی کے دن چار طرح کے ہیں......یعنی اس نصیحت کا اثر پڑتا ہے......جس کا کرنے والا خود بھی اس نصیحت پر عمل کرے......اس علم سے اشعار کا وزن معلوم کرتے ہیں۔
یہ وہ دن ہے جب میں گھر سے نکلتا ہوں اور کسی ایسے عالم سے ملاقات ہوتی ہے جو مجھ

سے زیادہ جاننے والا ہوتا ہے تو میں اس سے خوب خوب سیکھتا ہوں۔

یہ وہ دن ہے جب میں گھر سے نکلتا ہوں اور اپنے برابر کے کسی عالم سے ملاقات ہوتی ہے تو میں اس سے علمی مسائل میں خوب خوب بحث کرتا ہوں اور اپنے علم سے میں اسے قائل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

یہ وہ دن ہے جب میں گھر سے نکلتا ہوں اور کچھ ایسے بچوں سے ملاقات ہوتی ہے جو علم کے پیاسے ہوتے ہیں میں انہیں شفقت سے سیکھاتا ہوں۔

یہ وہ دن ہے جب میں گھر سے نکلتا ہوں اور اپنے سے کم جاننے والے کسی عالم سے ملاقات ہوتی ہے۔ لیکن یہ عالم خود کو مجھ سے اونچا سمجھتا ہے میں اسے ہرگز منہ نہیں لگاتا اور بالکل خاموش رہ کر آرام کرتا ہوں۔

چار آدمی

انہی بزرگ کا قول ہے............آدمی چار طرح کے ہوتے ہیں۔

جس سے سیکھا جائے

یہ وہ عالم ہے جو بہت زیادہ جانتا ہے لیکن سمجھتا یہ ہے کہ میں بہت کم جانتا ہوں۔ ایسا شخص واقعی بڑا عالم ہے اس سے خوب سیکھو دین کی باتیں پوچھو اس کے کہے پر چلو اور س کی پیری کرو اس کی پیروی کرنے میں کوئی کھٹکا نہیں۔

جس کو سکھایا جائے

یہ وہ شخص ہے جو کچھ نہیں جانتا بالکل جاہل ہے۔ لیکن یہ سمجھتا ہے کہ میں واقعی نہیں جانتا ایسا شخص قابل رحم ہے ایسے شخص کو شفقت سے سمجھاؤ اور جہاں تک ہو سکے خوب سمجھاؤ۔

جس کی غفلت دور کی جائے

یہ وہ شخص ہے جو علم والا ہے لیکن وہ خود نہیں جانتا کہ میں علم والا ہوں اور وہ اپنے علم کی قدر نہیں کرتا ایسا شخص بھی قابل رحم ہے یہ غافل ہے اس کی غفلت دور کرو اور اسے علم کی قدر قیمت بتاؤ۔

جس سے بھاگا جائے

یہ وہ بے وقوف ہے جو بالکل جاہل ہے کچھ نہیں جانتا علم کی دولت سے بالکل محروم ہے لیکن اتنا بھی نہیں جانتا کہ میں نہیں جانتا اس کو اپنی بے علمی کا بھی احساس نہیں۔ یہ شخص کند ذہن ہے، غبی ہے، بے وقوف ہے، اس سے دور بھاگو۔

حکیم جالینوس سے کسی نے پوچھا آپ نے اپنے تمام ساتھیوں سے زیادہ حکمت کیسے حاصل کرلی۔

فرمایا میں نے مطالعہ کے لیے چراغ کے تیل پر اس سے کہیں زیادہ رقم خرچ کی جتنی میرے ساتھیوں نے شراب پر خرچ کی۔

علم کی سب سے زیادہ ضرورت کسے ہے؟

حضرت سفیان ابن عنیہ سے کسی نے پوچھا علم حاصل کرنے کی ضرورت سب سے زیادہ کس کو ہے؟ فرمایا: جو سب سے زیادہ علم والا ہے کیونکہ کسی عالم سے غلطی ہونا سب سے زیادہ برا ہے۔ حضرت عیسیٰ سے کسی نے پوچھا علم کب تک حاصل کرنا چاہیے؟

فرمایا: جب تک زندگی رہے۔

حضرت کعب سے کسی نے پوچھا وہ کون سی چیز ہے جو سینوں میں محفوظ علم کو نکال لے جاتی ہے؟ فرمایا: لالچ اور مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانا۔

چار علمی باتیں

۞......آدمی اسی وقت تک عالم ہے جب تک طالب علم رہے اور اس وقت سے جاہل ہے جب سے طالب علمی چھوڑ دے۔

۞......جو کوئی علم سیکھنے میں شرماتا ہے اس کا علم بھی گھٹیا ہوتا ہے۔

۞......علم کا چھپانا ہلاکت ہے اور عمل کا چھپانا نجات ہے۔

۞......زیادہ بحث ومباحثے سے عمل گم ہو جاتا ہے۔

سفر علم ماں کی گود سے قبر تک

حضرت مامون الرشید ساتویں عباسی خلیفہ ہیں ان کو علم کا بڑا شوق تھا بہت سی یونانی زبان کی کتابوں کا عربی ترجمہ کرایا ہر طرح علماء کی خدمت کرتے اور علم کی سرپرستی فرماتے۔

ایک دن ابراہیم ابن مہدی ان سے ملنے آئے دیکھا...... کہ بڑے بڑے علماء بیٹھے ہوئے ہیں......اور علمی مسائل پر گفتگو ہو رہی ہے...... مامون نے ابراہیم سے کہا...... کہیئے ان مسائل میں آپ کی کیا رائے ہے......؟

ابراہیم نے کہا...... میری بھلا کیا رائے ہوتی؟ یہ تو پڑھے لکھوں کی باتیں ہیں میں کیا جانوں...... پھر آپ سیکھتے کیوں نہیں؟ مامون نے برجستہ جواب دیا۔

ابراہیم نے مایوسی کے ساتھ کہا...... بوڑھے طوطے بھی کہیں پڑھتے ہیں...... اب بڑھاپے میں مجھ سے کیا ہوگا......؟ نہیں نہیں...... آپ مایوس نہ ہوں...... علم حاصل کرتے کرتے موت کا آجانا اس سے بہتر ہے...... کہ آدمی جہالت پر مطمئن ہو کر مرے...... مامون الرشید نے پورے یقین کے ساتھ کہا......تو میں کب تک پڑھتا رہوں؟ ابراہیم نے سوال کیا؟

علم دوست خلیفہ نے جواب دیا:

جب تک سانس رہے علم تو گود سے گور تک حاصل کرنا چاہیے۔

سفرِ علم کا انعام

پیارے رسول ﷺ اپنی مسجد میں ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے آپ ﷺ نے سرخ چادر اوڑھ رکھی تھی۔ صفوان رضی اللہ عنہ ابن عالی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے ......اے اللہ کے رسول میں قبیلہ مراد کا ایک آدمی ہوں ......علم کی تلاش میں گھر سے نکلا ہوں ......اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں ......حضور ﷺ بہت خوش ہوئے اٹھ کر اس کا استقبال کیا......دعائیں دیں اور فرمایا:

جب کوئی شخص علم کی طلب میں گھر سے نکلتا ہے......تو رحمت کے فرشتے ہر طرف سے اس کو گھیر لیتے ہیں......اس پر اپنے پروں کا سایہ کرتے ہیں......کہ شوق میں سب سے نچلے آسمان تک چلے آتے ہیں۔

جو مسئلہ معلوم نہ ہو اس کا اعتراف کرنے سے شرم نہ کرو

قاسم ابن محمد بڑے عالم گزرے ہیں عراق والوں میں ان کے علم کا بڑا چرچا تھا دور دور سے لوگ ان سے مسئلے پوچھنے آتے تھے لیکن جو بات معلوم نہ ہوتی تو صاف کہہ دیتے تھے میں نہیں جانتا اور ذرہ برابر شرم نہ کرتے۔

ایک مرتبہ ایک شخص بڑی امیدوں کے ساتھ ان کی خدمت میں ایک مسئلہ پوچھنے کے لئے حاضر ہوا لیکن آپ نے صاف کہہ دیا مجھے معلوم نہیں۔ وہ شخص بہت مایوس ہوا اور کہنے لگا حضرت میں تو بڑی امید لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا مجھے مایوس نہ کیجئے۔

فرمایا: بھائی تم میری لمبی ڈاڑھی دیکھ کر اور طالب علموں کی بھیڑ دیکھ کر یہ نہ سمجھو کہ میں سب کچھ جانتا ہوں......خدا کی قسم میں تمہاری بات کا جواب نہیں جانتا۔

ابن محمد کی یہ باتیں ایک قریشی سردار سب سن رہے تھے...... فوراً بول اٹھے بھتیجے! پوچھنے والے کو جواب دیئے بغیر نہ لوٹاؤ...... وہ بڑی امید لے کر تمہارے پاس آیا ہے...... اور میں نے بھی آج سے پہلے تمھارے پاس سیکھنے والوں کی اتنی زبردست بھیڑ نہیں دیکھی ہے...... تم نہ بتاؤ گے تو تمہارے بارے میں لوگ کیا رائے قائم کریں گے؟

ابن محمد نے سب کے سامنے بلا جھجک جواب دیا: بھائی...... اگر میری زبان کٹ کر گر پڑے...... تو یہ اس سے کہیں زیادہ مجھے پسند ہے کہ بغیر جانے کسی بات کا جواب دوں۔

میں یہ مسئلہ نہیں جانتا! امام مالک

مدینہ کے امام قرآن وسنت کے ماہر فقہ کے عالم حضرت امام مالک کو کون نہیں جانتا سیکڑوں نے ان سے پڑھا...... سیکڑوں نے سیکھا...... اور ایک دنیا کو انہوں نے اپنے علم سے فائدہ پہنچایا...... خود ان کا حال یہ تھا کہ جو بات معلوم نہ ہوتی...... یا جس بات پر پورا اطمینان نہیں ہوتا صاف انکار کر دیتے...... کہ مجھے اس کا جواب نہیں معلوم۔

عبدالرحمن ابن مہدی کہتے ہیں کہ ایک دن مجلس جمی ہوئی تھی امام مالک درمیان میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص آیا کہنے لگا۔

ابو عبداللہ! چھ مہینے ہوئے گھر سے چلا ہوں بڑی کڑی منزلیں طے کرتا ہوا آپ کے پاس پہنچا ہوں میری قوم کے لوگوں نے ایک مسئلہ پوچھنے کے لئے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اے مدینہ کے امام مجھے اس مسئلہ کا جواب بتا دیجئے کہ میں اپنے لوگوں کو جا کر بتا دوں۔

امام صاحب نے فرمایا: پوچھیے کیا پوچھتے ہیں؟

اس شخص نے مسئلہ پیش کیا امام صاحب بہت دیر تک سوچتے رہے پھر آپ نے سر اٹھایا اور انتہائی سادگی کے ساتھ فرمایا بھائی میں تمھارے مسئلہ کا جواب نہیں جانتا۔

وہ شخص حیران رہ گیا اس کو ایسا جواب سننے کی ہرگز امید نہ تھی...... وہ تو گھر سے یہ سمجھ کر چلا تھا کہ میں وقت کے سب سے بڑے عالم کے پاس جا رہا ہوں...... جو سب کچھ جانتا ہے لیکن

یہ صاف سادہ جواب سن کر تو وہ سناٹے میں آ گیا...... حضرت یہ کیا؟ میں اپنی قوم میں جا کر کیا کہوں گا......؟ امام مالک نے فرمایا:

بھائی! اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے...... تم جا کر صاف صاف کہہ دینا کہ مالک نے کہا کہ میں اس مسئلہ کا جواب نہیں جانتا۔

درس حدیث کی پابندی

حضرت شیخ الحدیث بیعت انہماک و دلسوزی نشاط و سرگرمی کے ساتھ حدیث کا درس دیا کرتے تھے...... آپ کے ایک شاگرد رشید فرماتے ہیں...... ایک بار موسلا دھار بارش ہو رہی تھی...... تمام سڑکوں پر گھٹنوں گھٹنوں پانی بھر رہا تھا...... میں سوچ رہا تھا کہ بارش کا زور ختم ہو...... تو سبق میں حاضر ہوں۔

حضرت مولانا اسعد اللہ اس وقت دفتر نظامت میں تشریف رکھتے تھے...... میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا حضرت شیخ الحدیث آج بھی درس میں تشریف لے گئے ہوں گے......؟ انہوں نے فرمایا کہ اس طوفانی بارش میں تو بظاہر مشکل محسوس ہوتا ہے...... باہر جا کر معلوم کر لو!

چنانچہ میں نے مدرسہ کے دروازے پر آ کر...... سائبان میں بیٹھے ہوئے پھل فروشوں سے معلوم کیا...... دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت تو دیر ہوئی تشریف لے گئے

حضرت شیخ الحدیث صاحب کے مکان سے دارالحدیث کا فاصلہ زیادہ تھا...... سڑک پر پانی بہہ رہا تھا...... میں بھی دارالحدیث میں حاضر ہوا...... وہاں بجلی غائب تھی...... اور اندھیرا چھایا ہوا تھا...... مگر درس شروع ہو چکا تھا...... میں چپکے سے بیٹھ گیا کہ مبادا حضرت شیخ کی نظر پڑ جائے...... مگر آپ نے دیکھ لیا اور فرمایا:

جانتے ہو کیسے آیا ہوں؟ اپنے مکان سے روزانہ ہوا تو ایک ہاتھ میں بخاری شریف کا پارہ اور دوسرے میں چھتری تھی...... جوتے ہاتھ میں نہیں لے سکتا تھا...... نصف راستے تک آیا...... تو ایک رکشہ والا مل گیا...... اس نے باصرار مجھے رکشہ پر سوار کر لیا...... اور یہاں

پہنچانے کے بعد میرے پیروں اور پاجامہ کے نچلے حصے کو دھویا...... یہ ناکارہ سن کر پانی پانی ہو گیا۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا علم کے لئے سفر

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے سب سے پہلے میزبان ہیں آپ کا نام خالد ابن زید ہے اور آپ کی قبر قسطنطنیہ میں شہر پناہ کے نیچے ہے پیارے رسول کی حدیثیں سننے کا آپ کو بہت شوق تھا ایک بار کا قصہ خود ہی سناتے ہیں:

حضرت عقبہ سے ایک حدیث سننے کے لئے میں نے مصر کا سفر کیا...... جب حضرت عقبہ کے یہاں پہنچا......تو وہ بہت خوش ہوئے اور خاطر مدارات کرنے لگے...... میں نے کہا حضرت میں صرف اس لیے آیا ہوں...... کہ آپ سے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث سن لوں اب آپ کے سوا کوئی نہیں ہے...... جس نے وہ حدیث رسول اللہ سے سنی ہو...... عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوزانو ہو بیٹھے اور فرمایا رسول اللہ نے فرمایا:

"جس نے دنیا میں کسی مومن بھائی کی کوئی برائی چھپائی...... قیامت کے دن خدا اس کے گناہوں پر پردہ ڈال دے گا۔

حدیث سنتے ہی حضرت ابوایوب اونٹ پر سوار ہوئے اور مدینہ کی راہ لی۔

غلام بصرہ کا سردار کیسے بنا؟

حجاج نے ایک بار خالد ابن صفوان سے پوچھا: خالد! تمہاری نظر میں بصرہ کا سردار کون ہے......؟ بصرہ کے سردار حضرت حسن ہیں...... خالد نے برجستہ جواب دیا۔

یہ کیسے؟ حسن تو غلاموں کی اولاد ہیں...... حجاج نے تعجب سے پوچھا خالد نے کہا:

جی ہاں حضرت حسن ہی بصرہ کے سردار ہیں...... آپ دیکھتے نہیں بصرہ کے چھوٹے

بڑے سب ہی دین میں ان کے محتاج ہیں...... بصرہ میں جس کو دیکھو ان کی نصیحتیں سننے کا خواہش مند ہے......ان کی مجلس علم میں پہنچنے کے لئے بے چین ہے......اور ان سے کچھ سیکھنے کا مشتاق ہے...... حجاج یہ سن کر بولے خدا کی قسم! سرداری اسی کو کہتے ہیں۔

مشہور تابعی بزرگ ہیں......آپ کا نام حسن بن یسار ہے......اور حسن بصری کے نام سے مشہور ہیں...... بہت بڑے عالم و فاضل اور نیک بزرگ تھے...... تحریر و تقریر دونوں میں اپنی مثال آپ تھے......نہایت جری اور خدا ترس تھے حجاج جیسے ظالم سے کبھی مرعوب نہیں ہوئے۔

عالم کی عزت ایسے کی جاتی ہے

ایک بار حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جنازے میں شرکت فرمائی...... جنازے کی نماز کے بعد آپ کی سواری کے لئے خچر لایا گیا......تو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھٹ آگے بڑھ کر رکاب تھام لی...... یہ دیکھ کر حضرت زید ذرا ٹھٹکے......اور فرمایا: اے میرے آقا کے ابن عم آپ تکلیف نہ فرمائیں۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: حضرت اطمینان سے بیٹھیں علمائے دین کی اسی طرح عزت کرنی چاہیے۔

استاد کے آنے والے راستہ پر عمامہ سے صفائی

ملتان سے آگے شجاع آباد کے علاقہ میں ایک بزرگ گزرے ہیں۔ جن کا نام حضرت مولانا غلام رسول پونٹوی رحمۃ اللہ تعالیٰ تھا۔ پونٹہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے وہ اس گاؤں سے تعلق رکھتے تھے......انہوں نے شیخ الہند سے دورہ حدیث کیا...... ان کو شیخ الہند سے ایسی والہانہ محبت تھی کہ حضرت جس راستے سے دارالحدیث میں آیا کرتے تھے...... وہ اس لئے چھپتے تھے تاکہ

دوسرے طلبہ ان کو دیکھ نہ لیں۔

ایک مرتبہ شیخ الہند نے ان کو عمامے سے جھاڑو دیتے دیکھ لیا...... انہوں نے پوچھا غلام رسول یہ کیا کر رہے ہو؟ بالآخر بتانا پڑا شیخ الہند نے خوش ہو کر ان کو دعا دے دی...... بس استاد کی دعا شاگرد کے کام آ گئی۔

ایک ہوتا ہے دعائیں کروانا...... اور ایک ہوتا ہے دعائیں لینا...... ان دونوں میں فرق ہوتا ہے...... دعائیں کروانا تو یہ ہوا بیٹا کہے امی میرے لئے دعا کر دیں...... ابو میرے لیے دعا کر دیں...... حضرت میرے لئے دعا کر دیں......

اور دعا لینا یہ ہوتا ہے کہ انسان اتنا نیک اور مودب بنے کہ اس کی نیکی کو دیکھ کر...... اس کے بڑوں کے دل سے دعائیں نکل رہی ہوں...... آج کے دور میں دعائیں کروانے والے بڑے ہوتے ہیں...... مگر دعائیں لینے والے بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ تین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کرام تھے۔ تینوں کی اٹھتی جوانیاں تھیں اور تینوں کا نام عبداللہ تھا۔

یہ ایسے عباد اللہ تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں علم حاصل کرنے کے لئے اور آپ کی خدمت کے لئے...... ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے...... ان کے شوق اور جذبہ کو دیکھ کر...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اتنا خوش ہوتا...... کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں ان کا نام لے لے کر...... اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں فرماتے تھے...... چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ایسی قبول ہوئیں...... کہ ان تینوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے اندر امتیازی شان عطا کی...... ان میں سے:

حضرت عبداللہ ابن مسعود...... امام الفقہاء بنے......

حضرت عبداللہ ابن عباس...... امام المفسرین بنے......

اور حضرت عبداللہ ابن عمر...... امام المحدثین بنے......

حضرت مولانا غلام رسول پونٹوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بھی شیخ الہند سے دعا لی اور ان کا فیض چلا شجاع آباد سے تیس کلومیٹر کے فاصلے پر ان کا گاؤں پونٹہ تھا انہوں نے ایک کتاب لکھی جس

کا نام شرح مائتہ عامل پونٹوی ہے ممکن ہے کہ کچھ علماء کی نظر سے وہ کتاب گزری ہو۔طلباء شجاع آباد شہر میں بس سے اترتے اور تیس کلومیٹر پیدل چل کر اپنا بستر اور سامان اپنے سروں پر رکھ کر پونٹہ جایا کرتے تھے ان کے پاس تقریبا ساڑھے تین سو شاگرد ہوتے تھے ان کا بھی خوب فیض پھیلا۔

ان کے دو شاگروں کا نام عبداللہ تھا ایک عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ تعالیٰ جو کہ حافظ الحدیث تھے اور دوسرے حضرت مولانا عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ جو شجاع آباد کے شیخ تھے وہ ہزاروں علماء کے شیخ تھے ان کا درس قرآن بہت معروف تھا۔

حضرت مولانا غلام رسول پونٹوی رحمۃ اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ خیر المدارس کے سالانہ جلسہ میں تشریف لائے......اس وقت پاکستان کے بڑے بڑے علماء موجود تھے......اس وقت حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ان کو شمس النحاۃ کے لقب سے پکارا......اتنے علماء کی محفل میں جن کو شمس النحاۃ کہا جائے......ان کے علم کا کیا عالم ہوگا......وہ خود فرمایا کرتے تھے......اگر پوری دنیا سے شرح جامی کو ضبط کرلیا جائے......اور کوئی بندہ میرے پاس آ کر کہے کہ حضرت مجھے شرح جامی کی ضرورت ہے......تو میں شرح جامی کو متن اور اس کے حاشیہ کے ساتھ دوبارہ لکھوا سکتا ہوں۔

اللہ والوں کی صحبت کا نقد انعام

اللہ تعالیٰ نے حضرت خواجہ عبداللہ بہلوی کا فیض علماء میں بہت زیادہ جاری فرمایا......وہ رمضان المبارک میں دورہ تفسیر کروایا کرتے تھے۔تین تین سو علماء ان کے پاس رہ کر تربیت پاتے تھے اور دورہ تفسیر کیا کرتے تھے......ان کے فیض صحبت کا یہ عالم تھا کہ ایک عالم ان سے بیعت تھے......وہ خود کہنے لگے کہ میں حضرت کو ملنے کے لئے گیا......میں نے تھوڑی دیر کے بعد اجازت مانگی......حضرت فرمانے لگے کہ اگرچہ آپ درس تدریس میں مشغول ہیں......پھر بھی کچھ وقت آپ میرے پاس بھی رہیں......

میرے دل میں یہ بات آئی کہ جب میرے شیخ رہنے کے لئے فرما رہے ہیں......تو چلو

میں رہ لیتا ہوں ...... چنانچہ میں نے کہا حضرت میں تین دن رہتا ہوں ...... شیخ فرمانے لگے بہت اچھا میں تین دن ان کی صحبت میں رہا...... اس کی برکت سے میرے دل میں ایسی کیفیت طاری ہوئی ...... کہ جب واپس گھر کو لوٹا تو تین سال میں ایک بار بھی تہجد قضا نہ ہوئی ...... حالانکہ اس سے پہلے میں نے تین دن متواتر تہجد نہیں پڑھی تھی۔

جتنا مجاہدہ اتنا ہی حصول علم

دین کے لئے انسان کو محنت کرنی پڑتی ہے۔ چکی پیسنی پڑتی ہے اس کو پیسے بغیر کسی کا فیض جاری نہیں ہوتا۔ آپ کسی بھی بزرگ کے حالات زندگی پڑھ کر دیکھ لیجئے جتنا مجاہدہ زیادہ کیا ہوگا اللہ رب العزت نے اتنا ہی فیض زیادہ جاری کیا ہوگا۔ مثل مشہور ہے کہ جتنا گڑ ڈالیں گے اتنا ہی میٹھا ہوتا ہے اسی طرح اس راہ میں جتنا مجاہدہ کریں گے اپنی آسائش اور آرام کو دین کے تقاضوں پر قربان کریں گے اتنے ہی اس کے ثمرات ملیں گے۔

رب لئی تج کرنا پیندا ہے آسائشاں نوں آراماں نوں
کنڈیاں تے چلنا پیندا ہے گلبدناں نوں گلفاماں نوں

اللہ کے دین کے لئے آسائش و آرام کو قربان کرنا پڑتا ہے اور بڑے بڑے نازنینوں کو بھی کانٹوں پر چلنا پڑتا ہے۔

آپ دین کے کام کو اخلاص کے ساتھ کریں ایک ایک بچے پر محنت کریں اسے پڑھائیں اور رات کو اللہ تعالیٰ سے مانگیں نبی ﷺ کی یہی سنت ہے اگر اس طرح کریں گے تو اللہ تعالیٰ خیر کے فیصلے فرمادیں گے یہی ہمارے اکابرین کا طریقہ ہے اور اسی طریقہ سے ان کو فیض آگے پھیلا ہے۔

عالم کی تعظیم کرنے پر آپ ﷺ کی زیارت

امیر اسمٰعیل بن احمد سامانی خراسانی کا بادشاہ تھا...... اس کا سب سے بڑا بھائی امیر اسحٰق

بھی اس کے درباریوں میں شامل تھا۔

ایک دن بخارا کا کوئی عالم کسی ضرورت سے امیر اسمٰعیل کی ملاقات کے لیے آیا...... امیر نے ادب اور احترام کے طور پر سات قدم بڑھ کر اس کا استقبال کیا...... امیر اسحٰق کو یہ ناگوار گزرا اور اس نے امیر اسمٰعیل کو سمجھایا...... کہ اس قسم کی تعظیم بادشاہوں کے شایان شان نہیں...... ہر ایک شخص کے حفظ مرتبت کی ایک حد ہوتی ہے...... اور اس سے آگے بڑھنے کی تمھیں ضرورت نہ تھی...... امیر اسمٰعیل نے جواب دیا:

میں نے اس کے علم کی وجہ سے اس کی عزت کی ہے کیوں کہ علم سب سے بڑا اشرف ہو۔

اسی رات امیر اسمٰعیل نے خواب میں دیکھا کہ پیغمبر صلعم فرماتے ہیں میری امت کے ایک آدمی کی تو نے عزت کی اور اسے لینے کے لئے تو سات قدم آگے بڑھا میں خدا سے درخواست کرتا ہوں کہ تیرا نام اور نسل زندہ رہے اور تیرے بعد تیرے سات فرزند بادشاہی کو پہنچیں تیرے بھائی کی نسل منقطع ہو جائے تا کہ اس کی اولاد میں سے کسی کو بادشاہی نصیب نہ ہو......

بادشاہوں جیسی شان رکھنے والا عالم

ابوالزناد ان علماء کرام سے تھے جو اکابر تابعین کے بعد مسند علم پر جلوہ افروز ہوئے تھے گو آپ غلام تھے لیکن اقلیم علم کے تاجدار کہلاتے تھے...... آپ کا حلقہ درس وفیض بہت وسیع تھا ...... آپ کے حلقہ درس میں مختلف علوم وفنون کے ہزاروں طلباء کا ہجوم رہتا تھا...... مذہبی علوم کے علاوہ علم الحساب کے بھی ماہر تھے...... اسلئے حکومت وقت کے دفاتر کی جانچ پڑتال اکثر ان سے کرائی جاتی تھی...... بالفاظ دیگر آپ اس وقت کے آڈیٹر جنرل تھے۔

ایک روز آپ مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوئے تو آپ کے ساتھ صدہا سائلین وطالبین تھے اس اژدہام میں کئی فرائض کے...... کئی حساب کے...... کئی حدیث کے...... کئی مفصلات کے...... کئی فوہ کے...... کئی ادب وانشاء کے...... غرضیکہ مختلف علوم کے مسائل موجود تھے۔

عبدربہ بن سعید بھی اس وقت وہاں موجود تھے جنہوں نے اس جلوس کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا، ان کا بیان ہے کہ ابوالزناد طلباء کے ہجوم کے ساتھ شان وشوکت سے مسجد نبوی میں داخل ہوئے، جیسے بادشاہوں کے ساتھ جلوس ہوا کرتے ہیں۔

حقیقی حکومت صحیح معنوں میں دنیا کے اندر اہل اللہ کی ہوتی ہے جن کے دروازوں پر فیض علم حاصل کرنے کے لئے بڑے بڑے بادشاہوں کو سائل کی حیثیت سے آنا پڑتا ہے۔

علمائے سلف کا استغنا

جس طرح ایک بیج سے ایک درخت پیدا ہوتا ہے پھراسی درخت سے سیکڑوں شاخیں اور ان شاخوں سے سینکڑوں پھول پھل پیدا ہوتے ہیں بعینہ اسی طرح محاسن اخلاق کا حال بھی ہے کہ انسان میں پہلے ایک اخلاقی فضیلت پیدا ہوتی ہے پھر اس سے سینکڑوں اخلاقی خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اسی اخلاقی نظری کے مطابق ہم علمائے سلف کے اخلاقی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ علمائے قدیم میں استغنا وقناعت کی جو اخلاقی فضیلت اسلامی تعلیمات رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اخلاقی ومعاشرتی زندگی کے اتباع و تقلید نے پیدا کر دی تھی اس نے ان کو سراپا اخلاق بنا دیا تھا۔

لیکن جزئیات اخلاق کا زیادہ تر تعلق ان کے استغنا وقناعت سے تھا۔ اس بنا پر ہم ان کی دوسری اخلاقی خوبیوں کو چھوڑ کر صرف ان کے استغنا و بے نیازی کے واقعات پیش کرتے ہیں، تاکہ علمائے قدیم کا یہ اخلاقی وصف دور جدید کے علما میں بھی پیدا ہوا اور علمائے قدیم کا اخلاقی وقار دوبارہ قائم ہو جائے۔

❶ ......امام طاؤس بن کیسان (المتوفی ۱۰۶ھ) کے پاس امیر یمن نے پانچ سو اشرفیاں بھیجیں لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

❷ ......امام ابوحنیفہ (المتوفی ۱۵۰ھ) بادشاہ کے عطیہ کو قبول نہیں کرتے تھے بلکہ ان کا

ذریعہ معاش صرف تجارت تھا۔

❸ ......حضرت سالم بن عبداللہ (المتوفی ۱۰۶ھ) نہایت زہد پیشہ تھے...... پشمینہ پوش رہتے تھے......اور اپنے ہاتھ سے کام کرتے تھے......لیکن استغنا کا یہ حال تھا کہ ایک بار سلمان بن عبدالملک نے ان کو خانہ کعبہ میں دیکھا تو کہا...... کہ مجھ سے اپنی ضرورتیں طلب فرمایئے ......بولے میں خدا کے گھر میں خدا کے سوا کسی اور سے سوال نہیں کرتا۔

❹ ...... داؤد بن نصیر اور سلیمان انطا کی (المتوفی ۱۶۵ھ) سخت زہد پیشہ بزرگ تھے ......ان کے پاس صرف تین سو درہم تھے......جن پر انہوں نے بیس سال تک گزراوقات کی لیکن بایں ہمہ استغنا کا یہ حال تھا...... کہ ایک بار خلیفہ ہارون رشید کوفہ میں آیا......اور وہاں کے فقراء کی ایک فہرست مرتب کی اور ہر ایک کو دو دو ہزار درہم دلوائے......انہی میں داؤد طائی کا بھی نام تھا۔

اس نے اس کا نام لے کر پکارا تو معلوم ہوا کہ ان کو اس کی اطلاع نہیں ہوئی......حکم دیا کہ اس رقم کو ان کے پاس بھیج دو......ابن سماک اور حماد بن ابی خلیفہ اس رقم کو لے کر روانہ ہوئے......تو ابن سماک نے راستہ میں حماد بن ابی خلیفہ سے کہا......

اس کو ان کے سامنے بکھیر دو...... کیونکہ آنکھ سے دیکھنے کا اثر دل پر پڑتا ہے......

ایک نادار آدمی کے لئے دو ہزار درہم کا حکم ہوتا ہے کیا وہ واپس کر دے گا......؟

ان لوگوں نے پہنچ کر درہم ان کے آگے بکھیر دیئے۔ تو انہوں نے کہا یہ چائیں تو بچوں کے ساتھ چلی جاتی ہیں اور یہ کہہ کر ان کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

❺ ......ایک بار محمد بن محطبہ کوفہ آیا۔ اور کہا کہ مجھے اپنی اولاد کی تعلیم کے لئے ایک ایسے معلم کی ضرورت ہے جو قرآن، حدیث،، فقہ، نحو، اور شعر کا ماہر ہو۔ لوگوں نے کہا کہ ان تمام علوم کے جامع صرف داؤد طائی ہیں......اس نے دس ہزار درہم کا توڑا ان کی خدمت میں بھیج دیا...... کہ اپنی ضروریات میں صرف فرمایئے......لیکن انہوں نے اس کو واپس کر دیا...... پھر اس نے اپنے دو غلاموں کے ہاتھ دو توڑے بھجوائے......اور کہا کہ اگر ان کو قبول کر لیا تو تم دونوں آزاد کر دیئے جاؤ گے......لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا...... غلاموں نے

کہا کہ اگر آپ قبول کرلیں گے تو ہم آزاد ہو جائیں گے..... لیکن انہوں نے کہا:

ان کے واپس کرنے سے دوزخ کی قید و بند سے میری آزادی ہو جائے گی۔

⑥ ......ایک بار قاضی ابو عبداللہ محاملی نے مدینہ میں عید کی نماز پڑھی اور مسجد سے نکل کر داؤد ظاہری (المتوفی ۲۷۰ھ) کے پاس مبارک باد دینے کے لئے آئے......عید کا دن تھا لیکن ان کو دیکھا کہ چوکر بھگو کر کھا رہے تھے...... وہاں سے نکل کر ایک فیاض شخص کے پاس آئے......اور کہا کہ آپ جیسے فیاض شخص کے پڑوس میں داؤد جیسا عالم رہتا ہے......اور آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں......اس نے کہا:

داؤد میں رکھائی بہت پائی جاتی ہے...... میں نے ان کے پاس کل شام ایک ہزار درہم بھیجے......لیکن انہوں نے واپس کر دیئے۔ اور میرے غلام سے کہا کہ ان سے کہہ دو کہ تم نے مجھ کو کس آنکھ سے دیکھا ہے؟ اور میری کس ضرورت اور احتیاج کا حال تم کو معلوم ہوا کہ تم نے میرے پاس یہ درہم بھیجے۔

اب قاضی ابو عبداللہ محاملی نے کہا: لایئے درہم مجھ کو دیجئے میں ان کے پاس لے کر جاؤں گا۔ اب اس نے ایک ہزار درہم اور دیئے۔ وہ دو ہزار درہم لے کر ان کے پاس آئے......لیکن انہوں نے کہا یہ بدلہ اس شخص کو دیا جا رہا ہے...... جس نے اپنے اندرونی حالات کا تم کو امین بنایا...... میں نے عالم سمجھ کر تم کو اپنے پاس آنے دیا......اب واپس جاؤ مجھ کو ان درہموں کی ضرورت نہیں...... قاضی صاحب کا بیان ہے کہ میں واپس چلا......تو دنیا میری آنکھوں میں نہایت حقیر معلوم ہوتی تھی......

اسی طرح ایک وزیر نے ان سے فقہ کی ایک کتاب لکھوائی اور اس کے صلہ میں ان کے پاس ہزار اشرفیاں بھجوائیں لیکن انہوں نے ان کو واپس کر دیا۔

⑦ ......اس قسم کی مثالیں اگرچہ اسلام کی ابتدا میں زیادہ ملتی ہیں......تاہم بہت سے علما نے آخیر دور میں بھی اس اخلاقی خصوصیت کو قائم رکھا......ترکی دور سلطنت میں مولیٰ علاؤ الدین الایدینی (المتوفی ۹۳ھ) ایک زہد پیشہ عالم تھے...... جو ہمیشہ درس و تدریس اور ریاضت و عبادت میں مشغول رہتے تھے...... ان کے درس میں ہر شخص شریک ہو سکتا تھا......اور بعض

اوقات ایک ایک دن میں بیس بیس سبق پڑھاتے تھے...... لیکن ہدیہ کے سوا نہ کسی سے اجرت لیتے تھے...... نہ وظیفہ قبول کرتے تھے...... ان کے استاد مولیٰ قاضی زادہ نے...... ان کو دربار سلطانی میں اس غرض سے بھیجنا چاہا تھا...... کہ ان کو کوئی عہدہ مل جائے...... لیکن وہ اس پر راضی نہ ہوئے...... اور کہا کہ میں نے خدا سے عہد کرلیا ہے کہ کوئی عہدہ قبول نہیں کروں گا۔

❽...... شیخ عرس الدین احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۵۷۱ھ) نے عمر بھر کسی بادشاہ کا وظیفہ قبول نہیں کیا...... ان کا ذریعہ معاش ان کی طبابت کی آمدنی اور شاگردوں کے ہدیئے تھے...... ہمیشہ موٹا سادہ کپڑا پہنتے تھے...... اور معمولی معاش پر قناعت کرتے تھے......

❾...... ایک فاضل بزرگ کو دس روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی تھی...... جس میں سے وہ دو روپیہ ماہوار اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں پیش کردیتے تھے...... ان کی والدہ کا انتقال ہوگیا...... انہوں نے اپنے دفتر کو لکھا کہ ان کی تنخواہ میں سے دو روپے کم کردیئے جائیں...... اس لئے کہ وہ یہ روپے اپنی ماں کی خدمت میں پیش کردیتے تھے...... جب والدہ نہیں رہی تو اس رقم کی بھی ضرورت نہیں رہی...... کہ جو ان پر خرچ کی جاتی تھی۔

❿...... ایک عالم اپنی تنخواہ میں واجبی اضافہ کے لئے ہمیشہ زور دیتے تھے...... جب ترقی منظور ہوجاتی...... تو ترقی کی تمام رقم مفلس پڑوسیوں پر صرف کردیتے تھے...... فرماتے تھے میں ترقی کے لئے اس لئے مطالبہ کرتا ہوں...... تاکہ میں پڑوسیوں کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کے قابل ہوجاؤں۔

ان مثالوں سے جو سمندر میں سے چند قطروں کا حکم رکھتی ہیں۔ عیاں ہوسکتا ہے کہ ہمارے بزرگوں کا زاویہ نگاہ کیا تھا۔ ضرورت ہے کہ ہم ان کی سیرت کو اپنائیں اور ان جیسے بن جائیں۔ اطلاع دی تو اس نے کہا کہ میں ان درہموں کو خدا کی راہ میں نکال چکا ہوں...... اب ان کو اپنے خزانے میں داخل نہیں کروں گا...... اب آپ ان کو مستحق لوگوں میں تقسیم کردیجئے......

⓫...... عبداللہ بن الحسین بن دلال رحمۃ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۳۴۰ھ) نہایت فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرتے تھے...... آخر عمر میں ان پر فالج گرا...... تو ان کے تلامذہ نے سیف الدولہ بن حمدان کی خدمت میں ان کی مالی مدد کے لئے لکھا...... ان کو معلوم ہوا تو رو

پڑے...... اور دعا کی کہ خداوند میرا ذریعہ معاش وہی بنا جس کا تو نے مجھے خوگر بنا رکھا ہے...... یہ دعا مقبول ہوئی اور قبل اس کے کہ سیف الدولہ کا عطیہ جس کی تعداد دس ہزار درہم تھی ان کے پاس پہنچے انتقال کر گئے۔

(۱۲)...... ایک بار خطیب بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ جامع صور میں تھے...... کہ اسی حالت میں ان کے پاس ایک علوی بزرگ آئے...... جن کی آستینوں میں اشرفیاں تھیں...... اور کہا کہ اس کو اپنی ضرورت میں صرف فرمایئے...... انہوں نے ترش روئی سے فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں...... علوی نے کہا کہ شاید آپ اس کو کم سمجھتے ہیں...... یہ کہہ کر ان کے سجاوے پر آستین جھاڑ دی...... اور کہا کہ یہ تین سو اشرفیاں ہیں...... خطیب نے سجادہ اٹھایا اور چلتے ہوئے...... اس واقعہ کے راوی کا بیان ہے کہ مجھ کو ان کے اٹھ جانے کی یہ عزت اور علوی کی وہ عفت جب وہ اشرفیوں کو اکھٹا کر رہے تھے، نہیں بھولتی۔

(۱۳)...... حافظ ابو موسیٰ مدینی (التوفی ۵۸۱ھ) نہایت زہد پیشہ تھے...... تھوڑی سی معاش پر قناعت کرتے تھے...... کسی کا عطیہ قبول نہیں کرتے تھے...... بہت سے لوگوں نے ان کے لئے مالی وصیتیں کیں...... لیکن انہوں نے اس مال کو واپس کر دیا...... ان سے کہا جاتا تھا کہ اس مال کو لے کر جس شخص کو مناسب سمجھئے دے دیجئے...... لیکن وہ اس کو بھی منظور نہیں کرتے تھے۔

(۱۴)...... ابو سعد بغدادی (التوفی ۵۴۰ھ) ایک زہد پیشہ محدث تھے۔ ایک بار انہوں نے ایک شخص سے دس اشرفیاں قرض لیں۔ اس کے بعد وہ شخص سلطان مسعود بن محمد کی خدمت میں آیا۔ اور اس سے واقعہ کو بیان کیا۔ اس نے اس کے ہاتھ پانچ سو اشرفیاں بھجوائیں وہ نہایت مسرت کے ساتھ ان اشرفیوں کو ان کے پاس لایا۔ لیکن انہوں نے اس کے لینے سے انکار کر دیا۔

(۱۵)...... امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ (۳۱۰ھ) اسلام میں بہت بڑے محدث اور مصنف تھے...... ایک بار خلیفہ مکتفی نے ان سے ایک کتاب لکھوائی...... اور اس کا صلہ دینا چاہا، انہوں نے صلہ لینے سے انکار کر دیا...... لوگوں نے کہا کہ ضرورت کے لئے کچھ تو چاہیے...... بولے: میں امیر المومنین سے درخواست کروں گا...... کہ جمعہ کے دن سوال کرنے کی ممانعت

کردے...... چنانچہ اس نے اس کی ممانعت کردی......اوران کے اثر سے ایک محدود پیمانے پر گداگری کا انسداد ہوا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ گالیاں دینے والے کو معاف کرنا

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ جن کی فقہ پر ہم سب عمل کرتے ہیں......اور ساری دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ان کا فیض جاری فرمادیا ہے......ان کے حاسدین بہت تھے......اللہ تعالیٰ نے ان کو چونکہ بہت اونچا مقام عطاء فرمایا تھا......شہرت عطاء کی تھی، علم دیا تھا اور معتقدین بھی بہت تھے......اس لئے حسد کرنے والے بھی بہت تھے...... حسد کے نتیجے میں لوگ ان کی برائیاں کرتے تھے......اور برا بھلا بھی کہتے تھے۔

ایک دن آپ گھر جانے کے لئے نکلے تو ایک صاحب آپ کے ساتھ لگ گئے اور مسلسل پورے راستے گالیوں کی بوچھاڑ کرتے رہے۔آپ ایسے ہیں ویسے ہیں۔جب گلی کا ایک موڑ آیا تو آپ رک گئے اوران صاحب سے فرمایا:

چونکہ اس موڑ سے میرا راستہ جدا ہو جائے گا۔اس لئے کہ میرے گھر کا موڑ آگیا ہے۔ اور آپ کا راستہ جدا ہو جائے گا اور میرا راستہ اور ہو جائے گا۔کہیں آپ کے دل میں حسرت نہ رہ جائے لہٰذا میں یہاں کھڑا ہو جاتا ہوں اور آپ کو جو گالیاں دینی ہوں یا برا بھلا کہنا ہو وہ کہہ لیں۔پھر میں اپنے گھر کی طرف چلا جاؤں گا۔یہ واقعہ کتابوں میں لکھا ہوا موجود ہے۔

زندگی کی آخری گھڑیوں میں!

اپنے رب سے یوں گویا ہیں: اے رحم وکرم فرمانے والے اگرچہ میں گناہ گار ہوں مگر تیری بارگاہ میں بھیک مانگنے حاضر ہوا ہوں...... جب میرا دل سخت ہوگیا......اور میرے سب راستے بند ہو گئے ......تو میں نے اپنی امید کو تیرے کرم سے وابستہ کیا...... کہ تو نے ہمیشہ اپنے

کرم سے گناہوں کو معاف فرمایا ہے...... اگر تو میری لغزش معاف فرمادے...... تو ایک بڑے ظالم و نافرمان کو معاف فرمائے گا...... جو دن رات گناہ کرتا رہتا ہے...... اور اگر تو بدلہ لے پھر بھی میں تجھ سے ناامید نہیں ہوسکتا۔

میری خطائیں ابتداء سے آخر تک بہت بڑی ہیں...... مگر اے عفوالرحیم، تیرا کرم ان سے بہت ہی زیادہ ہے...... میں نے اپنے گناہوں کو بڑا سمجھ رکھا تھا...... مگر جب تیرے کرم سے مقابلہ کیا...... تو اے میرے رب تیرا کرم ہی بہت بڑا تھا۔

شوقِ ذخیرہ کتب

خدا بخش مرحوم نے احادیث کی دو کتابوں پر اپنے قلم سے ہدایت لکھی کہ یہ کتابیں کسی صورت میں بھی کتب خانے سے باہر نہ لے جائی جائیں۔ خدا بخش مرحوم کا کتب خانہ پٹنہ میں ہے۔ جتنے قلمی نسخے یہاں ہیں شاید پاکستان، ہندوستان کی کسی اور لائبریری میں نہیں۔ نہ صرف تعداد کے لحاظ سے بلکہ اہمیت کے لحاظ سے بھی ان مخطوطات کا کسی اور کتب خانے کے قلمی سرمائے سے کوئی مقابلہ نہیں خدا بخش مرحوم جو ۱۸۲۵ھ میں پیدا ہوئے۔

عجیب آدمی تھے۔ کتب خانہ قائم کرنے کی انہیں ایسی لگن تھی کہ اپنی ساری زندگی اس کے لئے وقف کردی۔ کتاب لیتے تو واپس نہ کرتے۔ کوئی جلی کٹی سناتا تو دوسرے کان سے اڑادیتے، پیسہ دے کر خریدتے، منت ساجت کر کے ہتھیاتے۔ انہوں نے پٹنہ میں وکالت کی حیدرآباد دکن کی اسلامی مملکت میں چیف جسٹس رہے۔ نہ جانے کہاں کہاں گھومتے پھرتے رہے۔

لیکن کتابیں جمع کرنے کی لگن کبھی دل سے نہ گئی۔ اصل میں یہ شوق انہیں اپنے دادا سے ورثے میں ملا تھا۔ انہوں نے تین سو قلمی نسخے ترکے میں چھوڑے اور بیٹے محمد بخش کو وصیت کی تھی کہ اس ذخیرے کو بڑھا کر اسے ایک علمی مرکز بنا دینا۔

محمد بخش مرحوم نے اپنے بیٹے خدا بخش کو ترکے میں چودہ سو کتابیں دیں اور وصیت میں

اپنے والدِ مرحوم کی بات دھرادی۔ اللہ نے یہ سعادت خدا بخش مرحوم کے حصے میں لکھی تھی۔ دادا کا خواب پوتے نے پورا کیا۔ انہوں نے ایک ایسا کتب خانہ قائم کیا جس پر مشہور مستشرق وی سی اسکاٹ اوکنز نے ایک مشرقی کتب خانہ کے نام سے ایک کتاب لکھ کر ساری دنیا کے مستشرقین کو اس کی طرف متوجہ کردیا۔

۱۹۰۸ھ میں جب خدا بخش کا انتقال ہوا تو ان کا کتب خانہ ایک شاندار دومنزلہ عمارت میں منتقل ہوگیا تھا۔ اور اس وقت اس میں دس ہزار قلمی کتابیں جمع ہوگئی تھیں۔ کتابوں سے ان کے عشق کا یہ حال تھا کہ مرنے سے پہلے انہوں نے وصیت کی کہ کتب خانے ہی کے ایک گوشے میں انہیں دفن کردینا۔ سرعلی امام نے لکھا ہے کہ شبلی کتب خانے میں جاتے تو وہاں سے اٹھتے نہ تھے۔ خدا بخش کا یہ حال تھا کہ ایک ایک قلمی نسخہ شبلی کو بتاتے جاتے اور داد پاتے۔

ان کے پاس عادل شاہی کتب خانے کا وہ نسخہ بھی محفوظ تھا جس کے چالیس پاروں کی وجہ سے دور دور شہرت تھی۔ عادل شاہی دور کے جس انشاء نے بھی اس کے دس پارے لکھے تھے انتہائی کوشش کے باوجود وہ قرآن کا اسلوب نہ لاسکا۔ پٹنہ کے اس مشہور عالم کتب خانے کا کمال یہ ہے کہ ہر کتاب مصنف کے قلم کی لکھی ہوئی ہے یا جو نسخہ مصنف کا ذاتی تھا اس کی نقل ہے۔ امام بخاری کی لکھی ہوئی چند سطریں بھی یہاں محفوظ ہیں۔ اب قلمی نسخوں کے ساتھ ساتھ چھپی ہوئی کتابیں بھی کتب خانے میں جمع کی جارہی ہیں۔

اسی عظیم کتب خانے کے قلمی نسخوں کی فہرست تعارف اور نکات کوئی بائیس ضخیم جلدوں میں چھپے ہیں۔ سرجادوناتھ سرکار کے حوالے سے اسکاٹ اوکنز نے لکھا ہے کہ ایک رات مولوی خدا بخش نے خواب میں دیکھا کہ ان کے کتب خانے سے ملی ہوئی سڑک پر لوگوں کا ہجوم ہے۔ ان کی آوازیں سن کر وہ باہر نکلے تو لوگوں نے کہا کہ مولوی خدا بخش تم کہاں ہو؟ حضور اکرم ﷺ تمہارا کتب خانہ دیکھنے تشریف لائے ہیں۔

خدا بخش مرحوم کہتے ہیں کہ یہ سنتے ہی میں اپنے خاص کمرے کی طرف دوڑا کہ یہ تو بے نصیب کی بات تھی۔ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ آپ ﷺ تو جاچکے تھے۔ لیکن حدیث کی دو کتابیں میز پر کھلی ہوئی رکھی تھیں۔ خدا بخش نے دوڑ کر ان پر لکھ دیا کہ اب یہ کتابیں کبھی باہر نہ لے جائی جائیں۔

اندلس کا بادشاہ اور جسٹس امام یحییٰ کا فیصلہ

اندلس کے بادشاہ عبدالرحمٰن ثانی سے ایک روزہ قضا ہوگیا۔ نیک نفس بادشاہ نے اپنی اس کوتاہی کو چیف جسٹس امام یحییٰ کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے فتویٰ دیا: بادشاہ اس قصور وکوتاہی پر ساٹھ روزے رکھے۔ علماء بورڈ کے ایک رکن نے امام صاحب کو کہا شریعت کی طرف سے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا حکم بھی ہے۔ آپ نے بادشاہ کو یہ اجازت کیوں نہیں دی؟ امام یحییٰ نے بڑے غصے اسے دیکھا اور کہا:

بادشاہوں کے ساٹھ آدمیوں کو کھانا کھلانا کوئی سزا نہیں۔ وہ تو ہزاروں آدمیوں کو ویسے ہی روزانہ کھلانے پر قدرت رکھتا ہے۔

کتابیں پڑھنے کا مزہ وزارت زیادہ!

ابوالقاسم اسمٰعیل بن ابوالحسن عباد نہایت ہی اعلیٰ پایہ کے عالم فاضل گزرے ہیں۔ ایک دفعہ انہیں بنی سامانی کے بادشاہ نوح بن منصور نے لکھا کہ میں تجھے اپنا وزیر مقرر کرنا اور ملک کا انتظام تیرے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔ ابوالقاسم نے جواب میں لکھا مجھے وزارت سے معاف رکھئے۔ مجھے کتابوں میں ہی وزارت کیا بادشاہی کا مزہ آرہا ہے۔

سخاوت کے پہاڑ

آج کل دولت جمع کرنے کا زیادہ رجحان پایا جاتا ہے۔ مگر ماضی میں لوگوں کو زرودولت خرچ کرنے کا زیادہ شوق تھا۔ امام لیث مصری رحمہ اللہ تعالیٰ کی سالانہ آمدنی اسی ہزار اشرفیاں یعنی آٹھ لاکھ روپیہ تھی۔ مگر ان پر کبھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوئی تھی۔ کیوں کہ سال کے اختتام سے

پہلے پہلے وہ اپنی آمدنی مصارف خیر پر خرچ کردیتے تھے۔
امام ابوالہیثم اپنے زمانہ میں بہت بڑے مالدار تھے۔آپ نے تین چار دفعہ اپنے ہم وزن چاندی خیرات کی تھی۔حافظ ابن العربی کی دولت وسخاوت کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنی آمدنی کا کل روپیہ نیک کاموں میں خرچ کردیا کرتے تھے۔اندلس کے شہر اشبیلیہ کی تمام شہر پناہ انہوں نے اپنے ذاتی خرچ سے تیار کرائی تھی۔دارقطنی کے استاد امام وکیع بغدادی عراق اور سجستان کے تمام علمائے حدیث کو وظائف دیا کرتے تھے۔مگر اس خرچ کثیر کے باوجود انہوں نے تیس ہزار اشرفی سے مکہ مکرمہ میں ایک مکان خریدا اور تین لاکھ اشرفیاں ترکہ میں چھوڑیں۔
یہ حضرت طبقہ امراء سے تعلق نہیں رکھتے تھے بلکہ بوریا نشین علماء دین تھے...... جنہوں نے دولت ایسے سرمایہ غفلت وغرور کو خیر وبرکت میں بدل دیا تھا...... دولت فی نفسہٖ بری نہیں اس کا استعمال اسے اچھا یا برا بنادیتا ہے...... دولت کو جمع کرکے چھوڑ جانے والا دنیا سے حسرت کے ساتھ جاتا ہے...... مگر دولت کما کر راہ خدا میں خرچ کرنے والا...... اگلی دنیا میں اپنا تمام سرمایہ بمع منافع محفوظ پاتا ہے۔

افسوس تم نے باپ کا علم بیچ ڈالا

تابعی عالم عکرمہ حضرت عبداللہ بن عباس کے غلام تھے...... آقا نے ان کی تعلیم وتربیت میں اولاد کی طرح جدوجہد کی...... سفر وحضر میں ساتھ رکھا...... اور مسلسل چالیس سال تک انہیں اپنے دامنِ شفقت میں رکھا۔
عکرمہ تفسیر، حدیث، فقہ اور تاریخ کے علوم وفنون میں امامت کا مقام رکھتے تھے...... مشہور محدث ابن سعد نے انہیں علم کا سمندر قرار دیا ہے...... امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حجت وسند مانا ہے...... اور یحییٰ بن معین نے فرمایا ہے...... کہ جو شخص عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی شان میں بے اعتباری کا اظہار کرے...... اس کے مسلم ہونے میں شک ہے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اتنے جلیل القدر عالم وفاضل ہونے کے باوجود...... وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

وفات کے وقت بھی غلام ہی تھے...... باپ کی وفات کے بعد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ بن عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ بن عباس نے عکرمہ کو چار ہزار دینار میں فروخت کردیا......اس پر عکرمہ نے کہا:

افسوس تم نے اپنے باپ کا علم چار ہزار دینار کے عوض بیچ ڈالا۔

علی اس بات سے بہت متاثر ہوئے اور بیع کو فسخ کرالیا۔ پھر راہ خدا میں عکرمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کو آزاد کردیا۔

دلہن والوں کا زیادہ مہر مانگنا اور غریب کی پریشانی کا حل

ایک نوجوان امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا پڑوسی تھا۔ وہ اکثر آپ کی مجلس میں حاضر ہوتا۔ ایک دن اس نے آپ سے عرض کی کہ میں فلاں عورت سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور میں نے اس کے اہل خانہ سے اس کا رشتہ طلب کیا ہے۔ لیکن انہوں نے میری طاقت سے زیادہ مہر طلب کیا ہے۔ لیکن شادی کئے بغیر گزارہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ استخارہ کرو اور ان کے مطالبہ کو تسلیم کرلو۔

اس نوجوان نے ان کے مطالبہ کو تسلیم کرلیا۔ جب نکاح ہوا تو امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں نے سسرال والوں سے مہر میں تخفیف کا مطالبہ کیا تھا۔ لیکن انہوں نے انکار کردیا اور کہا کہ مکمل مہر ادا کئے بغیر رخصتی ناممکن ہے۔ اب آپ اس مشکل کا حل نکالیں۔ آپ نے فرمایا کہ قرضہ لے کر مہر ادا کرو۔ جب رخصتی ہوجائے گی تو سارا معاملہ درست ہوجائے گا۔ اس نے امام صاحب سے قرضہ لے کر مہر ادا کردیا اور اپنی بیوی کو اپنے گھر لے آیا۔

پھر امام صاحب سے پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہئے؟ آپ نے فرمایا تم یہ ظاہر کرو کہ تم کسی دور دراز ملک میں جانا چاہتے ہو اور اپنی بیوی کو بھی ساتھ ہی لے جانا چاہتے ہو۔ اس نے دو اونٹ کرائے پر لئے اور یہ ظاہر کیا کہ وہ روزی کمانے کے لئے خراسان جانا چاہتا ہے۔ جب عورت کے اہل خانہ نے یہ بات سنی تو بہت پریشان ہوئے اور امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ وہ اس مشکل کا حل پوچھیں۔

آپ نے فرمایا: اس کا حق ہے جہاں وہ چاہے اپنی بیوی کو لے جاسکتا ہے۔انہوں نے کہا: ہمیں اس مشکل سے نکالنے کی کوئی صورت نکالیں۔ آپ نے فرمایا: جو مال تم نے اس سے لیا ہے اسے واپس کر کے راضی کرلو۔انہوں نے آپ کی یہ بات تسلیم کرلی۔ پھر امام صاحب نے نوجوان سے کہا کہ وہ لوگ مہر لوٹانے پر راضی ہو گئے ہیں۔اس نوجوان نے کہا کہ میں تو مہر کے علاوہ کچھ اور بھی لینا چاہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا اسی پر راضی ہو جاؤ۔ ورنہ تمہاری بیوی یہ اقرار کرلے گی کہ اس کے ذمہ کسی آدمی کا قرض ہے جس کے باعث تم سفر نہ کرسکو گے بلکہ قرض بھی تمہیں ادا کرنا پڑے گا۔ نوجوان نے مزید کچھ لینے سے توبہ کرلی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد

ایک دفعہ امام شافعی کے گھر عید کے دن کھانے پینے کا مناسب سامان نہیں تھا۔ آپ کی بیوی نے کہا آپ تو اپنی قوم کے ساتھ بڑی صلہ رحمی کرتے رہتے ہیں۔ آج عید ہے اور گھر میں سامان نہیں ہے۔ اس لئے کسی سے کچھ قرض منگا لیجئے۔ آپ نے ایک شخص سے ستر دینار قرض منگائے تو فقراء و مساکین نے گھیر لیا۔ ۵۰ دینار ان کو تقسیم کر دیئے۔

۲۰ دینار لے کر گھر پہنچے۔ ابھی وہ دینار بیوی کو دینے ہی نہ پائے تھے کہ ایک قریشی نے گھبرا کر پکارا۔ آپ فوراً باہر آئے پوچھا خیر تو ہے اس نے رو کر اپنا حال سنایا۔ آپ نے وہ بیس دینار سامنے رکھ دیئے اور کہا بھائی اس میں سے جس قدر چاہو لے لو۔ اس نے سب اٹھا لئے اور بولا ابھی تو مجھے اور ضرورت ہے۔ آپ بیوی کے پاس پہنچے اور سارا قصہ سنایا۔

صبح کو جعفر برمکی کا ایک قاصد آیا اور آپ کو بلا کر ساتھ لے گیا۔ جعفر نے آپ کی بے حد تعظیم کی اور کہا آج رات قریشی نے مجھے آپ کا واقعہ سنایا ہے...... اس لئے آپ بھی سنا دیجئے۔ آپ نے واقعہ سنا دیا۔ جعفر نے ایک ہزار درہم پیش کئے...... اور اصرار کے ساتھ قبولیت کی درخواست منظور کرائی۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور استاد کی تعظیم

اگلے زمانوں میں استاد اور شاگرد کے باہمی تعلقات اور ادب و آداب اس درجہ پہنچے ہوئے تھے کہ انسان انہیں پڑھ کر انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ استاد شاگردوں کی عزت اپنے درمہ و مقام سے بڑھ کر کرتے تھے۔ اور شاگرد استادوں کے لئے فرشِ راہ بنے رہتے تھے۔

محمد بن فضل کا بیان ہے: ایک دفعہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ایک حدیث کی تحقیق کے لئے اپنے استاد خضیب کے پاس گئے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ خضیب نے ان کو آتے دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے اور نہایت تعظیم کے ساتھ لاکر اپنے برابر بٹھایا۔ استاد نے اپنے قابل فخر شاگرد کا جس طرح ادب و احترام کیا اس کو زیر نظر رکھتے ہوئے اب یہ دیکھئے کہ امام ابوحنیفہ بذاتِ خود اپنے سے چھوٹوں کے ساتھ کس خلق و تواضع سے پیش آتے تھے۔

امام مالک، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے تیرہ برس عمر میں کم تھے۔ اکثر اوقات انہیں امام ابوحنیفہؒ کے درس میں حاضر ہونے اور احادیث سننے کا اتفاق بھی ہوا۔ لیکن جب یہ ایک دوسرے سے ملتے تھے تو دیکھنے والا دیکھتا تھا کہ امام مالک کے سامنے ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس طرح بیٹھتے تھے جیسے شاگرد اپنے استاد کے سامنے بیٹھتا ہے۔

اسی طرح امام مالک ان کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ مگر آج اسکولوں اور کالجوں کے اندر ادب و احترام کے یہ نظارے نظر نہیں آتے۔ یہاں علم کی قدر کے بجائے بے قدری کی جاتی ہے اور استاد کی عزت پر اس کی بے عزتی کو ترجیح دے کر اس پر فخر کیا جاتا ہے اور اسے ایک تنخواہ دار مزدور سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتے۔

اصمعی کہتے ہیں کہ میرا طالبِ علمی کا زمانہ بڑی مصیبتوں کا زمانہ تھا۔ کوڑی پیسہ پاس تھا نہ آمدنی کا ذریعہ۔ اس لئے فقر و فاقے کے ساتھ زندگی بسر ہوتی تھی اور روکھی سوکھی کھا کر گزارا ہوتا تھا۔ کبھی روکھی سوکھی بھی نصیب نہیں ہوتی تھی۔ ہر حال میں میرا معمول یہ تھا کہ ادھر صبح ہوئی اور ادھر میں پڑھنے کے لئے گھر سے باہر نکلا۔

میرے راستے میں ایک بنیے کی دوکان پڑتی تھی۔ یہ بنیا روزانہ مجھ سے پوچھتا کہاں جارہے ہو؟ میں جواب دیتا، فلاں محدث کے پاس پڑھنے جارہا ہو۔ جب میں پڑھ کر واپس آتا تو بھی یہی سوال کرتا اور جواب پاکر مجھے چھیڑتا میرے پڑھنے لکھنے کا مذاق اڑاتا۔ اور کہتا:

کیوں عمر ضائع کررہے ہو۔ پڑھنے لکھنے میں کیا رکھا ہے؟ کوئی صنعت یا حرفت سیکھو۔ پڑھنا لکھنا پیسے والوں کا کام ہے۔ اور تمہارے پاس پھوٹی کوڑی تک نہیں۔ فاقے کرکے پڑھا تو کیا پڑھا۔ لاؤ یہ کتابیں اور کاغذ میرے حوالے کرو۔ ان کو ایک گھڑے میں ڈال کر روزانہ پانی دیا کروں گا۔ ایک ہفتے کے بعد نبیذ کا موسم شروع ہوجائے گا۔ آکر دیکھنا کاغذ اور پانی ویسا کا ویسا ملے گا۔

امام شافعی فرماتے ہیں: میں اس کی یہ فضول باتیں سن سن کر بہت کڑھتا مگر پڑھنا نہ چھوڑتا۔ آخر میری مفلسی اس حد تک پہنچ گئی کہ بدن پر کوئی چیتھڑا سلامت نہ رہا اور گھر سے باہر نکلتے ہوئے شرم آنے لگی۔ ایک دن میں اسی فکر میں غمگین اور اداس گھر کے دروازے پر کھڑا تھا کہ اتنے میں ایک خادم آیا اور بولا بصرے کے امیر محمد بن سلیمان تمہیں بلاتے ہیں۔

میں نے اس خادم سے کہا: امیر بصرہ مجھے کیا جانیں؟ میں فقیر آدمی وہ امیر۔ میری ان کی جان پہچان نہیں کسی اور کو بلایا ہوگا۔ خادم نے جواب دیا آپ ہی کو بلایا ہے۔ میں نے کہا ان پھٹے پرانے چیتھڑوں میں ان کے پاس کیسے جاؤں؟ یہ سن کر خادم لوٹ گیا اور میری غریبانہ حالت سے امیر کو اطلاع دی۔

تھوڑی دیر میں وہی خادم واپس آیا اور میرے لئے قیمتی پوشاک بہت سے عطر اور خوشبوئیں ساتھ لایا۔ ایک ہزار دینار کی تھیلی اس کے سر پر تھی۔ وہ بھی اس نے میرے حوالے کی اور بولا: جلدی سے کپڑے بدلئے اور چلئے۔ آپ سے بہت ضروری کام ہے۔ چنانچہ میں کپڑے پہن، عطر مل اور چولا بدل، امیر محمد کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔

امیر نے بہت عزت کی، بڑی تواضع سے پیش آیا اور مجھے بلانے کی وجہ اس طرح بیان کی کہ امیر المومنین ہارون کے صاحب زادے محمد امین کے لئے ایک اتالیق کی ضرورت ہے۔ اس خدمت کے لئے میں نے تمہیں نامزد کیا ہے بغداد جانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

میں نے ضروری کتابوں ساتھ لیں اور امیر محمد کے معتمدوں اور مصاحبوں کے ساتھ بغداد روانہ ہوگیا۔ وہاں پہنچ کر امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا اور دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ میوۂ دل اور ثمرۂ جان محمد امین کی اتالیقی کے لئے تمہیں منتخب کیا گیا ہے۔ یہ انتخاب استخارے اور استشارے کے بعد عمل میں آیا ہے۔ تمہیں چاہیے کہ اس کی تعلیم و تربیت میں دل و جان سے محنت کرو۔ کوئی ایسی بات اسے نہ سکھاؤ جس سے اس کے مذہبی خیالات میں خرابی پیدا ہو۔ کیوں کہ شاید کبھی وہ مومنین کا امام بن جائے۔

میں سلام کر کے رخصت ہوا۔ دوسرے روز مجھے مکتب دکھایا گیا۔ اور محمد امین کو میرے پاس لایا گیا۔ پھر نچھاور (نثار) کی رسم ادا کی گئی۔ اس رسم کی بدولت بہت سی دولت میرے ہاتھ آئی۔ دس ہزار دینار نقد علیحدہ ملے اور اتنی ہی تنخواہ ماہانہ مقرر کی گئی۔ امیر المومنین کی خدمت میں مستقل رسائی حاصل ہوگئی۔ تنخواہ کا بڑا حصہ اور دوسری رقمیں جو مجھے وقتاً فوقتاً ملتی رہتیں میں بصرے میں بھجوادیا کرتا تھا تاکہ احباب ان کو غریبوں میں تقسیم کردیں۔

چند سال میں خلیفہ کے بیٹے محمد امین نے ہر طرح کی علمی استعداد حاصل کرلی۔ میں نے امیر المومنین کی خدمت میں عرض کیا کہ اس کا امتحان لے لیا جائے۔ چنانچہ امتحان لیا گیا۔ اس امتحان کے بعد میرے حق میں امیر المومنین کا اعتقاد بہت بڑھ گیا۔ پھر فرمایا ہماری خواہش ہے کہ اس جمعے کو محمد امین خطبہ پڑھے۔ میں نے عرض کی میں نے اس سلسلے میں بھی توجہ کی ہے اور بہت زبردست خطبہ یاد کرایا ہے۔

الغرض امیر المومنین جمعے کے روز دار الخلافت سے مسجد میں تشریف لائے اور محمد امین نے امامت کی۔ خطبہ پڑھا اور نماز پڑھائی۔ بغداد کے رئیسوں، خلیفہ کے امیروں اور مصاحبوں نے ہزاروں اشرفیاں نچھاور کیں جو میرے ہاتھ آئیں۔ پھر امیر المومنین نے خوش ہو کر فرمایا: کوئی آرزو ہو تو بیان کرو۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ بصرہ میں

میں نے جواب میں عرض کی کہ امیر المومنین کی عنایت سے سب کچھ حاصل ہوگیا۔

صرف اتنی گزارش ہے کہ چند روز کے لئے بصرے ہو آؤں۔ اور وہاں کے لوگوں کو امیر المومنین کی مہربانیوں اور بخششوں کا حال سنا آؤں۔

امیر المومنین نے اجازت دی اور امیر بصرہ کے نام فرمان لکھا کہ بصرے کے تمام معززین کو لازم ہے کہ ہفتے میں دو روز اصمعی کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے علمی کمالات سے فیض اور فائدہ اٹھایا کریں۔

الغرض میں بڑی عزت و شوکت کے ساتھ بصرے پہنچا اور اپنے قدیم مسکن میں جا کر اترا۔ شہر کے معززین مجھ سے ملنے کے لئے آنے جانے لگے۔ ایک دن کیا دیکھتا ہوں کہ وہ بے ہودہ بنیا بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ چلا آتا ہے۔ میں نے اسے دیکھا تو کہا میں نے تمہارے کہنے کے مطابق اپنی کتابوں کو گھڑے میں ڈال کر پانی سے بھر دیا تھا۔ دیکھو کیسا مزے دار نبیذ تیار ہوا ہے۔

بے چارہ شرما کر معذرت اور معافی کی باتیں کرنے لگا اور بولا میں جو کچھ کہتا تھا بے عقلی اور بے وقوفی سے کہتا تھا۔ آج معلوم ہوا کہ علم اگرچہ دیر میں پھل لاتا ہے مگر پھل ضرور لاتا ہے۔

قرض جیل تک لے گیا، رہائی دلانے والے کا اخلاص

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے مشہور محدث تھے۔ شام کے شہر طرسوس میں ان کا آنا جانا لگا رہتا تھا۔ عموماً رقہ نامی جگہ پر قیام ہوتا۔ وہاں ایک نوجوان ان کے پاس آتا۔ ان کی خدمت کرتا ان کے ضروری کام نمٹاتا، اور ان سے حدیث کا درس لیتا۔ اس طرح اس سے انہیں خاصا انس ہو گیا۔ ایک دفعہ تشریف لائے تو خلاف معمول وہ نوجوان نظر نہ آیا۔ جلدی میں تھے قافلے کے ساتھ نکل گئے۔ کچھ دنوں کے بعد واپس آئے تو آتے ہی لوگوں سے اس نوجوان کے بارے میں پوچھا۔ لوگوں نے بتایا کہ نوجوان مقروض تھا۔ جب قرض واپس نہ کر سکا تو قرض خوہوں نے اس پر مقدمہ کر دیا۔ چنانچہ اب وہ جیل میں ہے۔

سوال کیا کہ نوجوان پر کتنا قرض تھا۔ بتایا کہ دس ہزار درہم تھا۔ اب عبداللہ بن مبارک

رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کو تلاش کرنا شروع کیا جس کا اس نوجوان کے اوپر قرض تھا۔ رات گئے اس آدمی سے رابطہ ہوا۔ اس کو بلوایا علیحدگی میں لے گئے اور کہنے لگے: میں تمہیں اس نوجوان کا قرض واپس کرنا چاہتا ہوں مگر اس کے لئے ایک شرط ہے۔ اس نے پوچھا: کیا شرط ہے؟ کہا جب تک میں زندہ ہوں، اس نوجوان کو پتا نہیں چلنا چاہیے کہ اس کا قرض کس نے واپس کیا ہے۔ اس نے کہا مجھے کیا اعتراض ہے میں وعدہ کرتا ہوں کہ کسی کو نہیں بتاؤں گا۔

چنانچہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس کو دس ہزار درہم ادا کر دیئے۔ چونکہ رات کا وقت تھا اس لئے اس نوجوان کی قید سے رہائی کے امکان اگلے دن ہی ممکن تھے۔ خود عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ اسی رات اس شہر سے اگلے سفر پر تشریف لے گئے۔

اگلے دن اس نوجوان کو قید خانے سے رہا کر دیا گیا۔ اسے جب معلوم ہوا کہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ ادھر ہی تھے اور اس کے بارے میں پوچھ رہے تھے تو ان کی محبت نے جوش مارا اور وہ لگا اپنے استاد کو تلاش کرنے۔ پوچھتا ہوا اگلی بستی میں ان سے جا ملا۔ انہوں نے پوچھا نوجوان تم کہاں تھے؟ میں تمہاری بستی میں تھا، نظر نہیں آئے۔ اس نے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن! میں قرض کی مصیبت میں پھنس گیا تھا۔ اس لئے مجھے جیل جانا پڑا۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ نے پوچھا مگر یہ تو بتاؤ کہ تم جیل سے کیسے رہا ہوئے؟ نوجوان نے تفصیل بتائی: کوئی اللہ کا نیک بندہ تھا میں اسے نہیں جانتا۔ اس نے میرا قرض ادا کر دیا تو میرا مقدمہ واپس ہو گیا اور مجھے جیل سے رہائی ہو گئی۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ کہنے لگے: میرے عزیز اس شخص کے لئے دعا کرو اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں جیل سے رہا کیا ہے۔ ان نوجوان کو انہوں نے احساس تک نہ ہونے دیا کہ اس کا قرض انہوں نے ادا کیا ہے۔ اسے قید خانے سے اپنی رہائی کی وجہ کا علم اس وقت ہوا جب عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

بلاشبہ اللہ کے نیک بندے خفیہ طریقے سے لوگوں کی مدد کرتے ہیں...... اور اس حدیث کے مصداق یقیناً ان کو اجر ثواب ملتا ہے...... کہ قیامت کے دن سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے جس دن اور کوئی سایہ نہ ہوگا...... ان میں ایک خوش قسمت

وہ آدمی بھی ہوگا...... جس نے صدقہ کیا تو اس کو چھپا کر دیا...... حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتا نہ چلا کہ اس نے دائیں ہاتھ سے کیا خرچ کیا ہے......؟ یقیناً امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی حدیث پر عمل کرتے ہوئے یہ کام کیا۔

حکمت ودانائی سے معمور شخصیت! قاضی ایاس رحمۃ اللہ تعالیٰ

قاضی ایاس بن معاویہ کے علمی وفکری چرچے ملک میں عام ہونے لگے۔ اہل علم وفضل کے علاوہ عامۃ الناس کا بھی ہجوم ہونے لگا۔ اس ہجوم میں دو قسم کے لوگ ہوا کرتے تھے۔ ایک طبقہ تو وہ تھا جو علم ودین حاصل کرنے کے لئے ہمہ وقت حاضر باش رہا کرتا اور بعض دوسرے وہ تھے جو ایاس بن معاویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے بحث ومباحثہ کرنے اور ان کو پریشان کرنے کے لئے مختلف عنوانات سے آتے اور سوالات کرتے۔

ایک دن مجلس میں ایک دیہاتی آیا اور پوچھا کہ شراب کے حرام ہونے کی کیا دلیل ہے؟ جبکہ وہ پاک وحلال پھلوں سے تیار کی جاتی ہے۔ اس میں انگور، کھجور اور پانی کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہوتی۔ یہ سب چیزیں تو حلال ہیں۔

قاضی ایاس بن معاویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس دیہاتی سے پوچھا تمہاری بات ختم ہوگئی یا کچھ باقی ہے۔ اس نے کہا بس اور کچھ نہیں۔ قاضی ایاس بن معایہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا پہلے میرے سوالات کا جواب دو۔ پھر میں تمہارے سوالوں کا جواب دوں گا۔

اول.......... اگر میں مٹھی بھر پانی سے تمہارے چہرے پر ماروں تو کیا تمہیں تکلیف ہوگی؟ اس نے کہا ہرگز نہیں۔

دوم.......... اور اگر مٹھی بھر خاک سے ماروں تو کیا زخم آئے گا؟ کہا نہیں۔

سوم...... اگر میں مٹھی بھر تنکوں سے ماروں تو کیا اس سے چہرہ زخمی ہوگا؟ کہا ایسا بھی نہیں۔

چہارم.......... اگر میں ان سب چیزوں کو خلط ملط کر کے آگ پر پکاؤں پھر اس کا ایک ٹکڑا بناؤں اور اس کو خشک کر کے تمہارے چہرے پر دے ماروں تو کیا تم کو تکلیف ہوگی؟ اس

دہقان نے کہا اب تو میں مر ہی جاؤں گا۔ تمہارا یہ مارنا حرام ہوگا۔

قاضی ایاس بن معاویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا بس شراب کے حرام ہونے کی بھی یہی دلیل ہے جب اس کے سارے پاک اجزاء ملا دیئے جاتے ہیں اور اس کا خمیر تیار کیا جاتا ہے تو اس میں نشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اب وہ سب پاک وحلال اجزاء حرام ہو جاتے ہیں۔ اس دہقان نے اس آسان فہم تفہیم پر اطمینان محسوس کیا۔

ذہانت سے امانت دار کو امانت مل گئی!

ایک مرتبہ قاضی ایاس بن معاویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں دو شخص آئے۔ ایک نے دعویٰ کیا کہ میں اپنے ایک دوست کے ہاں اپنا مال امانت رکھا تھا۔ جب واپس لینے آیا تو اس نے امانت کا انکار کر دیا کہ میرے ہاں تمہاری کوئی امانت نہیں ہے۔

قاضی ایاس رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس کے دوست سے امانت کے بارے میں پوچھا۔ اس شخص نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر میرے اس دوست کے ہاں کوئی گواہ ہو تو وہ پیش کرے ورنہ میں قسم کھانے کے لئے تیار ہوں کہ اس کی کوئی امانت میرے یہاں نہیں ہے۔

ایسے معاملات میں شرعی حکم یہی ہے کہ مدعی اپنے حق کے لئے ثبوت و گواہی پیش کرے تو اس کو وہ چیز واپس دلا دی جاتی ہے ورنہ ثبوت یا گواہ نہ ہونے پر جس پر دعویٰ کیا گیا ہے اس کو اللہ کی قسم کھلائی جاتی ہے کہ میں سچا ہوں اس کے بعد اس کو بری (معاف) کر دیا جاتا ہے۔

قاضی ایاس بن معاویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے محسوس کیا اور ان کا اپنا وجدان ظاہر کر رہا تھا کہ مدعیٰ علیہ (جس پر دعویٰ کیا گیا) جھوٹ بول رہا ہے اور شرعی حجت کا سہارا لیکر اپنے دوست کی امانت ہضم کرنا چاہتا ہے۔ فیصلہ میں جلدی نہیں کی کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں کیں اور مدعی (دعویٰ کرنے والے) سے کہا تم نے اپنا مال کس مقام پر اپنے دوست کے حوالہ کیا تھا؟ اس نے کہا فلاں مقام پر میں نے اس کو دیا ہے۔ قاضی ایاس رحمۃ اللہ تعالیٰ نے پوچھا اس مقام کی کوئی خاص علامت ہے؟ مدعی نے کہا ہاں وہاں ایک بڑا درخت تھا جس کے سایہ میں ہم

دونوں نے پہلے کھانا کھایا، پھر جب چلنے لگے تو میں نے اپنا مال اس کے حوالہ کیا ہے۔

قاضی ایاس رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا اس وقت تم اس درخت کے پاس جاؤ۔ ممکن ہے وہاں تمہیں اصل واقعہ یاد آجائے کہ اپنے اس دوست کے علاوہ کسی اور شخص کو اپنا مال دیا ہو؟ یا اس جگہ کوئی اور معاملہ کیا ہو؟ اور تم بھول رہے ہو۔ لہٰذا اب فوری اس مقام پر پہنچو اور وہاں بیٹھ کر غور کرو اور جو بات یاد آجائے واپس آکر عدالت برخواست ہونے سے پہلے پہلے مجھ کو مطلع کرنا۔

یہ سن کر وہ شخص تیزی سے چلا گیا ادھر قاضی ایاس رحمۃ اللہ تعالیٰ دوسرے مقدمات میں مشغول ہو گئے اور مدعیٰ علیہ عدالت ہی میں بیٹھا رہا۔ اس عرصہ میں قاضی ایاس کبھی کبھی مخفی طور پر اس کو کن انکھیوں سے دیکھ لیا کرتے تھے۔ جب یہ اطمینان ہو گیا کہ مدعیٰ علیہ مطمئن ہو گیا ہے تو اچانک اس کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ کیا تمہارا وہ دوست اس مقام تک پہنچ گیا ہوگا؟

اس اچانک سوال پر مدعیٰ علیہ بغیر سوچے سمجھے فوری بول پڑا جی نہیں! وہ مقام تو یہاں سے بہت دور ہے۔ بس قاضی ایاس رحمۃ اللہ تعالیٰ نے دفتر بند کر دیا اور غضبناک آواز میں کہا:۔

اے اللہ کے دشمن تجھ کو امانت کا انکار ہے لیکن اس مقام کا علم ہے جہاں امانت حوالہ کی گئی تھی؟ اللہ کی قسم تو جھوٹا اور خیانت کار انسان ہے۔ اس غیر متوقع فہمائش پر مدعیٰ علیہ کے ہوش وحواس گم ہو گئے اور وہ مجبور ہو گیا کہ امانت کا اقرار کر لیا جائے۔

آخر خیانت کا اقرار کر ہی لیا۔ قاضی ایاس رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس کو قید کر دیا۔ جب اس کا ساتھی واپس آیا تو اس کا مال حوالہ کر دیا گیا۔ اس طرح قاضی ایاس رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی خداداد ذہانت سے ایک ایسا مقدمہ حل کر دیا جس کے اسباب معدوم تھے اور حق والا حق سے محروم ہو رہا تھا۔

فہم وبصیرت کا انوکھا واقعہ......شال چور!

اسی طرح کا ایک اور واقعہ پیش آیا، دو شخصوں نے ایسے دو کپڑوں کے بارے میں جھگڑا کیا جس کو دکنی زبانی میں اونی شال کہا جاتا ہے۔ جو اس زمانے میں دولت مند لوگ اپنے سر اور

کندھوں پر ڈال لیا کرتے تھے۔ دونوں شخص قاضی ایاس رحمۃ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں آئے ایک شال تو سبز رنگ کی جدید اور قیمتی تھی دوسری سرخ رنگ کی مگر پرانی اور بوسیدہ۔ ہر ایک سبز اور قیمتی شال کا مدعی تھا۔ قاضی ایاس رحمۃ اللہ تعالیٰ نے دونوں سے تفصیل دریافت کی۔

پہلے شخص نے کہا میں غسل کرنے حوض پر گیا اور اپنی سبز قیمتی شال اپنے جس کے کپڑوں کے ساتھ حوض کے کنارے رکھ دی اور حوض میں اتر گیا۔ یہ دوسرا شخص بھی آیا اس نے بھی اپنی پرانی سرخ شال اپنے کپڑوں کے ساتھ میرے کپڑوں کے قریب رکھ دی۔ اور حوض میں اتر کر میرے نکلنے سے پہلے باہر آ گیا اور اپنے کپڑے پہن کر میری سبز رنگ کی قیمتی شال اپنے سر اور کندھوں پر ڈال لیا اور اپنی پرانی، سرخ شال میرے کپڑوں میں رکھ دی۔ اور چل پڑا اس کے بعد میں باہر آیا تو دیکھا کہ وہ میری سبز شال اوڑھے جا رہا ہے۔ میں نے پیچھا کیا اور اپنی شال طلب کی۔ اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ شال تو میری ہے۔

قاضی ایاس رحمۃ اللہ تعالیٰ نے دوسرے سے پوچھا کہ تمہارا کیا دعویٰ ہے اس نے کہا یہ سبز رنگ کی شال تو میری ملکیت ہے اور میرے قبضے میں ہے۔ بھلا میں اس کو کیوں دوں یہ تو میں نے ابھی حال ہی میں خریدی ہے۔

قاضی ایاس رحمۃ اللہ تعالیٰ نے پہلے شخص سے پوچھا تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہ قیمتی سبز شال تمہاری ہے؟ اس نے کہا میرے پاس ایسا کوئی ثبوت نہیں کہ میں پیش کروں لیکن اللہ کی قسم یہ شال تو میری ہے۔ قاضی ایاس رحمۃ اللہ تعالیٰ دونوں کے اپنے اپنے دعویٰ پر خاموش ہو گئے۔

کچھ دیر بعد اپنے خادم سے کہا ایک باریک کنگھی لاؤ اور دونوں کے سروں میں یکے بعد دیگر کنگھی کرو۔ چنانچہ اہتمام سے کنگھی کی گئی۔ ایک کے سر سے سرخ رنگ کے باریک باریک اونی بال نکلے اور دوسرے کے سر سے سبز رنگ کے باریک باریک اونی بال نکلے۔

قاضی ایاس رحمۃ اللہ تعالیٰ نے دونوں کا فیصلہ اس طرح کر دیا کہ جس کے سر سے سرخ اونی بال نکلے اس کو تو سرخ رنگ کی شال دے دی اور جس کے سر سے سبز رنگ کے اونی بال نکلے اس کو سبز رنگ کی قیمتی شال حوالہ کی۔

قاضی ایاس رحمۃ اللہ تعالیٰ کے اس نادر فیصلہ پر مجرم نے اپنی خیانت کا اعتراف کیا اور عدالت میں توبہ کی۔ پھر صاحب حق نے اس کو معاف بھی کر دیا اور مقدمہ خارج کر دیا گیا۔ سچے اور حقانی فیصلے ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ کہ مجرم پر رعب اور خوف طاری ہو جایا کرتا ہے۔ اور جرم کا اقرار کرنے پر طبیعت غالب آجاتی ہے۔

عام طور پر یہ بات مشہور ہو گئی کہ قاضی ایاس رحمۃ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں صرف وہی شخص جائے جو حق پر ہو۔ مجرم و باطل پرست انسان اپنا مقدمہ لے جانے سے گھبرایا کرتا تھا۔ اس طرح ملک میں امن وامان، عدل وانصاف، چین وسکون کی عام فضا قائم ہو گئی۔ لوگ اپنے اپنے حقوق پر مطمئن تھے۔ انہیں مجرموں کی خیانت وچوری وفریب کاری کا اندیشہ نہ تھا۔

تاریخ اسلامی سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی ملک کی عدالتوں پر خدا ترس نیک وانصاف پسند قاضی (جج) رہے ہیں۔ ملک میں امن وامان کا دور دورہ رہا ہے اور بگاڑ وفساد میں خال خال ہی پیش آیا ہے۔ اور جب عدالتیں مظلوم کا حق نہیں دلواتیں اور مجرم وظالموں کو قانون کا سہارا دے کر معاف وبری قرار دیتی ہیں تو پیشہ ور مجرم مزید جری و بے باک ہو جاتے ہیں۔ اور ملک کا امن وامان درہم برہم ہو جایا کرتا ہے۔

قاضی ایاس رحمۃ اللہ تعالیٰ مقدمہ کے صرف قانونی پہلوؤں پر فیصلہ نہیں کرتے تھے بلکہ حق دار کو اس کا حق دلوانے کے لئے اپنی ذہانت وذکاوت کو بھی کام میں لاتے اور اپنی نورِ بصیرت سے حق وباطل کو محسوس کر لیا کرتے۔ اس کے بعد قانون کا سہارا لے کر مجرم کو کیفرِ کردار تک پہنچاتے۔

یہ تو کتوں کا طریقہ ہے!

شفیق بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے جعفر بن محمد سے فتوت کے متعلق سوال کیا انہوں نے فرمایا بتائیے آپ کیا کہتے ہیں؟ شفیق رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا اگر ہمیں کچھ مل جائے تو شکر کرتے ہیں اور اگر نہ ملے تو صبر کرتے ہیں۔ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مدینہ میں ہمارے یہاں کتوں کا یہی شیوہ ہے۔ یہ سن کر شفیق رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے!

آپ کے نزدیک فتوت کیا ہے؟ فرمایا: اگر ہمیں کچھ مل جائے تو دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔ اور اگر نہ ملے تو شکر کرتے ہیں۔

مولویت کیا ہے؟

مولویت...... نبی کی وراثت کا نام ہے۔

مولویت...... پیامِ نبوت کی دعوت کا نام ہے۔

مولویت......ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی فقاہت کا نام ہے۔

مولویت......امام مالک کی جرأت کا نام ہے

مولویت......احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ کی استقامت کا نام ہے

مولویت......امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی عزیمت کا نام ہے۔

مولویت......مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی جہد مسلسل کا نام ہے۔

مولویت......شاہ ولی اللہ کی بصیرت کا نام ہے۔

مولویت......سید اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ کی شہادت کا نام ہے۔

مولویت......قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے علم وحکمت کا نام ہے۔

مولویت......شیخ الہند رحمۃ اللہ تعالیٰ کی غیرت کا نام ہے۔

مولویت......مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تبلیغ ودعوت کا نام ہے۔

مولویت...... حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی عظمت ورفعت کا نام ہے۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ جیل میں

خلیفہ حجاج کسی وجہ سے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ پر خفا ہوا اور ابراہیم نخعی کے نام وارنٹ جاری کردیا۔ وارنٹ کی تعمیر سے پہلے ان کو کسی طرح خبر ہوگئی۔ بے چارے اپنے بعض مخلص

بھائیوں کے مکان میں روپوش ہو گئے۔

اسی کوفہ میں ایک ہم نام بزرگ ابراہیم تیمی رہتے تھے۔ غریب آدمی تھے۔ کوفہ کی مسجدوں میں وعظ کیا کرتے تھے۔ حجاج کے سپاہی ان کے پاس پہنچے اور پوچھنے لگے کہ ابراہیم کو تم جانتے ہو، امیر کا حکم ہے کہ ان کو گرفتار کر کے حاضر کیا جاوے۔

ابراہیم تیمی کا بیان ہے کہ میں جانتا تھا کہ ابراہیم نخعی کے متعلق مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔ لیکن نخعی کے لفظ کا اضافہ نہ ہوا تھا اس لئے میں نے جواب دیا کہ انا ابراہیم کہ میرا نام ابراہیم ہے۔ آپ گرفتار ہو کر حجاز کے خونی دربار کی طرف لے جائے گئے۔ حجاج نے حکم دیا کہ ان کو واسط کے جیل خانہ میں قید کر دیا جائے۔

یہ جیل خانہ ایسا تھا کہ اس میں کوئی کمرہ وحجرہ نہ تھا جس پر چھت ڈالی گئی ہو۔ دھوپ اور بارش اور سردی سے پناہ کی کوئی جگہ اس جیل میں نہیں تھی۔ دوسری بات اس قید خانہ کی یہ تھی کہ ایک قیدی کے ساتھ دوسرے قیدی کو زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا۔ یہ بے چارے واسط روانہ کر دیئے گئے۔ اور ایک اجنبی قیدی کے ساتھ زنجیروں میں جکڑ دیئے گئے۔ یہ جانتے تھے کہ صرف اتنی سی بات کہہ دینا کہ میں نخعی نہیں ہوں ان کی آزادی کے لئے کافی ہو سکتی ہے۔ لیکن خاموشی سے اس بات کو سینہ میں دبائے رہ گئے۔

ابراہیم تیمی کا جیل میں انتقال ہو گیا۔ اور حجاج ان دنوں واسط میں تھا۔ خواب میں دیکھا کہ کہنے ولا کہہ رہا ہے کہ آج واسط میں ایک بہشتی آدمی کا انتقال ہو گیا۔ جب صبح اس کو معلوم ہوا کہ جیل میں ابراہیم نامی قیدی کا انتقال ہو گیا ہے، تو حجاج جھنجھلا کر بولا کہ یہ شیطانی خواب تھا۔

یہاں مدعا نگارش یہ ہے کہ ابراہیم تیمی نے ایک صاحب علم وفضل کو بچانے کے لئے اپنے اوپر تمام مصیبتیں عائد کر لیں اور زباں سے اف تک نہ کیا۔ اس حیرت انگیز وفاداری کی مثال مشکل سے ملے گی۔ آج کے اہل علم سے عرض ہے:

اے مرغ سحر عشق زپر وانہ بیا موز
کان سوختہ رجان شدو آواز نیامد

علماء کے معاش کا انتظام

ہمیشہ سے اہل علم کی خدمت خلفاء اسلام کرتے رہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے احیاء العلوم میں خلافت راشدہ کے ایسے وظائف وعطیات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ علامہ شمس الدین ذہبی نے بھی جستہ جستہ واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔ علامہ الجوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بھی بہت سے واقعات کو قلمبند کیا ہے۔ یہاں سرِ دست چندایک کا ہم تذکرہ کررہے ہیں۔

خلیفہ ہارون رشید ایک بار سفرحج میں گیا تو حضرت سفیان بن عینیہ کے پاس کسی مسئلہ میں خود حاضر ہوا۔ تھوڑی دیر تک بات چیت کی۔ جب واپس ہونے لگا تو پوچھا کہ آپ مقروض تو نہیں ہیں۔ حضرت سفیان ثوری نے فرمایا کہ ہاں مجھ پر قرض کا بار تو ضرور ہے۔ ہارون نے اپنے خزانچی سے کہا...... اقرض دینہ ...... یعنی آپ کے قرض ادا کردو۔ (صفوۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۱۳۷)

اہل علم کی پوشیدہ امداد

محدث ابراہیم حربی تنگی سے زندگی گزارتے تھے۔ خلیفہ معتضد باللہ نے ہزار اشرفی کی تھیلی بھیجی۔ آپ نے قبول نہیں کیا۔ مگر کچھ لوگوں کے ہدیے ونذرانے کھانے وغیرہ قبول فرمالیتے۔ اہل دل حضرات اشرفیاں ودرہم تھیلی میں باندھ کر تحفہ لکھ کر پوشیدہ آپ کے گھر میں ڈال دیتے تھے۔ آپ اسے قبول کرلیتے تھے۔ خراسان کے ایک حاجی صاحب کی طرف سے چاندی کے سکوں سے لدے ہوئے دو اونٹ کا بوجھ ابراہیم حربی کو پیش کیا۔ آپ نے اسے قبول فرمایا اور پھر آپ نے بھیجنے والے کا پتہ پوچھا۔ قاصد نے کہا کہ مجھ کو نام نہ بتانے پر قسم لیا گیا ہے۔ (صفۃ ج ۲ ص ۲۳۰)

علماء کے لئے وظیفہ

مامون رشید کے دور میں علماء کرام کا وظیفہ مقرر تھا۔ جو ان کو گھر بیٹھے مل جایا کرتا تھا۔

جب فتنہ قرآن اٹھا تو اس میں بہت سے علماء حقانی کا وظیفہ بند ہوگیا۔ عفان بن مسلم ایک صاحب تقویٰ بزرگ ہیں۔ ان سے مامون رشید نے اپنے گورنر کے ذریعہ مسئلہ خلق قرآن کے متعلق معلوم کیا کہ اگر یہ قائل ہوں تو ٹھیک ہے ورنہ ان کا وظیفہ بند کردو۔ آپ کو پانچ سو ماہوار ملتا تھا۔ جب آپ خلق قرآن کے منکر ہوئے تو یہ سرکاری وظیفہ بھی بند ہوگیا۔ (صفۃ ج ۴ ص ۴)

پھر شہر کے ایک تیل فروش تاجر نے آپ کے دولت کدہ پر حاضر ہوکر عرض کیا کہ آپ وظیفہ بند ہونے کا غم نہ کریں اور ہزار روپے ماہانہ میری طرف سے قبول کریں۔ یہ پہلی قسط ایک ہزار حاضر خدمت ہے۔ (تاریخ خطیب ج ۱۲ ص ۲۷۱)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ علماء کا وظیفہ بڑی فیاضی کے ساتھ بیت المال کی طرف سے خلفاء کے حکم سے جاری تھا۔ آج کس امیر کو پروا ہے کہ کسی عالم کا وظیفہ گھر بیٹھے بھیج دیا کرے تاکہ وہ صاحب علمِ دینی وعملی مشغلہ کو سکون سے انجام دیتا رہے۔

گھر جل جانے پر اعانت

محدث ابن لطیعہ کا گھر جل گیا تو امیر مصر لیث بن سعد نے ایک ہزار اشرفیاں ان کی مدد کے لئے بھیج دیا۔ (صفۃ ج ۴ ص ۲۸۴ و تاریخ خطیب ج ۱۶ ص ۱۱)

اب نہ ایسے امراء ہیں جو رمضان میں وسعتِ خورش کے لئے علماء کے پاس رقوم بھیجیں اور نہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے علما کے ناز بردار رہ گئے جو ان کی ضرورتوں کو محسوس کریں اور خود بلا طلب رقوم لے کر حاضر ہوں۔

خدمتِ علم پر ایک تنقید کا جواب

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ پر کچھ مقامی لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپ اپنی دولت کو ادھر اُدھر کے دوسرے شہروں میں بھیجتے ہیں اپنے شہر کو محروم رکھتے ہیں۔

فرمایا کہ میں ان اصحاب فضل کو جانتا ہوں...... جنہوں نے علمِ حدیث کو اچھی طرح سے حاصل کیا...... لیکن مالی اعتبار سے وہ محروم ہیں...... پس اگر ہم ان کو چھوڑ دیں گے...... تو ان کا علم ضائع ہوجائے گا...... اور اگر ان کو مطمئن کردیں گے...... اور مالی فکروں سے آزاد کردیں گے...... تو امتِ محمدیہ کو ان کے علم کا فیض پہنچے گا...... اب نبوت تو ختم ہوچکی ہے...... علم نبوی ﷺ کو پھیلانے اور شائع کرنے کے لئے سب سے بڑا وسیلہ اور ذریعہ صرف یہ علماء ہی ہیں۔

(صفۃ وتاریخ خطیب بغدادی)

اہل علم کا حکمران کو حق کی نصیحت

حاکم خراسان عبداللہ بن طاہر کے صاحبزادے اپنے باپ کی زندگی میں حج کے لئے آئے تو اسحاق بن ابراہیم (گورنر) نے اپنے گھر علماء مکہ کو مدعو کیا تاکہ صاحب زادے ان علماء سے مل لیں اور ان سے کچھ فیض حاصل کرلیں۔ اس دعوت کو کچھ علماء نے قبول کرلیا مگر علامہ ابو عبید قاسم بن سلام نے یہ کہہ کر رد کردیا کہ علم والے کے پاس ان کو خود آنا چاہیے۔

اسحاق (گورنر) اس جواب سے ناراض ہوگیا اور عبیداللہ بن طاہر کی طرف سے دو ہزار درہم ماہانہ جو وظیفہ ملتا تھا اس کو بند کردیا۔ اور ابو عبید کے جواب کی اطلاع عبداللہ بن طاہر کے پاس کردی۔ ابن طاہر کو جب یہ اطلاع پہنچی تو اس نے اسحاق کو لکھ بھیجا کہ ابو عبید نے بالکل سچی بات کہی ہے۔ آج سے میں ان کا وظیفہ دو چند کرتا ہوں۔ تم اس پر عمل کرو اور بقایا بھی ادا کردو۔ امیر عبداللہ بن طاہر نے آپ کی کتابوں کو دیکھ کر آپ کا وظیفہ پھر دس ہزار درہم ماہانہ مقرر کردیا۔

(تاریخ خطیب ۱۲ص ۴۰۶/ کتاب الاموال ترجمہ ابوعبید ص ۸)

اس روایت سے یہ بات صاف طور سے معلوم ہوئی کہ امراء سلف اپنے زمانہ کے علماء کا وظیفہ جاری کرکے ان کو معاش کی طرف سے کس قدر مطمئن رکھتے تھے اور یہ امراء کیسے حق پسند اور کتنے دین دار تھے۔ آج کے دنیا دار علماء کے لئے یہ واقعہ عبرت ہے کہ قدیم علماء یہ دیکھتے کہ

مالدار اپنا مال اہل علم پر خرچ کرتا تو اس وقت کے علماء یہ دیکھتے کہ یہ ثواب سمجھ کر خرچ کر رہا ہے یا احسان اور بڑائی جتلانے کے لئے۔ یا پھر ان حضرات کو معمولی سا شبہ بھی ہوتا کہ یہ مالدار رئیس ہمیں حقیر سمجھتا ہے تو اس کا روپیہ اس کو لوٹا دیتے۔

جیسا کہ علامہ اسحاق نے بادشاہ کو کہا میرے پاس آنا تمہاری ضرورت ہے میری ضرورت نہیں۔ اور اس زمانہ میں یہ اللہ والے محدثین مال لیتے تو اس کو غریبوں پر خوب کھول کر خرچ کرتے۔ یہ نہیں کہ مال کو آئندہ سو سال کے لئے جمع کیا جا رہا ہے۔ میری نظر میں مدارس کے کئی مہتمم ایسے ہیں جنہوں نے پچاس پچاس لاکھ روپیہ لوگوں کے ساتھ کاروبار میں لگایا ہوا ہے۔ کہ اس کا پروفٹ آئے اور ہمارا گھر بھی چلے اور مدرسہ بھی چلے۔

تم کیوں لوگوں کی آخرت بنانے کے لئے اپنی آخرت خراب کرتے ہو؟

کیوں لوگوں کے پیسوں سے گاڑیاں خریدتے ہو؟ پھر ڈرائیور رکھتے ہو کہ ہم مہتمم ہیں۔

ان حضرات کے لئے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ درس عبرت ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہیں مگر خادم نہیں رکھا۔ حتیٰ کہ خلیفہ بننے کے بعد کپڑے کے تھان لے کر بیچنے کے لئے بازار میں کھڑے ہو کر کپڑا بیچ رہے ہیں۔ کسی نے کہا آپ خادم کیوں نہیں رکھ لیتے۔ فرمایا کہ ابو بکر کے لئے جائز نہیں کہ حکومت کے پیسوں سے اپنے لئے خادم رکھے۔

آج ایک شخص مہتمم بنتا ہے تو وہ کسی کام کے لئے بازار جانا حتیٰ کہ پانی پینے کے اٹھنا بھی اپنی توہین سمجھتا ہے۔ میں علماء پر تنقید نہیں کر رہا بلکہ میں تو خود علماء کا خادم ہوں مگر اس زمانہ میں پچاس فیصد مہتمم اور مدرسہ کے ذمہ دار حضرات ان امراض میں مبتلا ہیں۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے کہا حضرت آپ گاڑی کیوں نہیں لے لیتے۔ رونے لگے۔ فرمایا تو مجھے گمراہ کرنا چاہتا ہے کہ میں لوگوں کے مال سے گاڑی لوں۔ یہ بسیں اور ٹیکسیاں ہمارے ہی لئے تو ہیں۔

تو میرے عزیز طلباء! ان واقعات سے عبرت لیں...... ایسا نہ ہو کہ آپ سے آخرت میں یہ کہا جائے کہ تم نے جو دنیا میں محنت کی تھی...... تمہیں اس کا صلہ دنیا میں عیش و آرام اور مال کی صورت میں ملے گا۔

میرے بھائیو! جب آپ کہیں وعظ کریں گے کسی کو آپ کا بیان پسند آ گیا تو وہ لازماً آپ کو اکراماً کچھ نہ کچھ دے گا...... اگر آپ اس کو اپنے پاس جمع کرتے رہے تو پھر گویا کہ آپ دین کو بیچ کر دنیا خرید رہے ہو۔ میری نظر میں کتنے علماء اس دین فروشی کی وجہ سے آج ایک واعظ سال تک تقریریں کرتا ہے مگر لوگوں میں تبدیلی نہیں آتی۔ اس کی وجہ صرف اور صرف دین فروشی ہے۔

جس کے پاس مال کی کثرت ہے گاڑیاں ہیں...... کئی گھر ہیں جو انہوں نے مدرسہ کی آمدنی کے نام پر کرایہ پر چڑھا رکھے ہیں۔ اس دنیاداری اور دین فروشی کی سزا ان کو یہ ملی کہ ان کے وعظ بے جان ہو گئے۔ اگر ایک عالم متقی ہے اور اس میں امت کا درد ہے تو وہ ایک شخص پورے علاقہ مین دین کی فضاء پیدا کرنے کے لئے کافی ہے۔

البتہ ایک شخص تنگی کا شکار رہتا ہے...... پھر اسے اللہ کی طرف سے لوگوں سے کچھ ہدیہ ملتا ہے...... تو وہ ہمارے اکابر کے طرز پر اسے خود بھی خرچ کرے...... اور حاجت مندوں کو بھی دے آج کل کے اہل علم کی طرح اپنا بینک بیلنس نہ بڑھائے...... اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے میری بھی حفاظت فرمائے...... اور بھائی ایک بات دوبارہ کہہ دیتا ہوں...... کہ کوئی اس تحریر کو تعصب کی بنا پر نہ پڑھے کہ ایسا نہ ہو کہ کل کو مجھ پر کفر کا فتویٰ لگ جائے...... اور بلکہ اس کو اپنی اصلاح اور خوف خدا کو سامنے رکھ کر پڑھا جائے۔

بادشاہ سے ملاقات کا انکار کر دیا! کیوں؟

ایک دن کوہستانی علاقہ کے بادشاہ امیر ابو دلف کا شہزادہ دلف اپنے خدوم وحشم کے ساتھ قبیصہ بن عقبہ (امام بخاری کے استاد) کے دروازے پر ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ مگر قبیصہ نے مکان سے نکلنے میں بہت دیر لگا دی۔ خادموں نے انہیں پکارا اور یہ کہا کہ ملک الجبال (پہاڑی بادشاہ) کا شہزادہ دروازے پر کھڑا ہوا ہے اور آپ ہیں کہ گھر میں سے نکلتے ہی نہیں۔

یہ سن کر قبیصہ اپنے مکان سے اس حال میں نکلے کہ خشک روٹی کے چند ٹکڑے ان کے تہبند میں بندھے ہوئے تھے۔ ان ٹکڑوں کو دکھا کر فرمایا کہ جو شخص دنیا میں بس اتنے پر ہی

قناعت کر کے راضی ہو چکا ہو۔ اس کو ملک الجبال سے کیا کام؟ میں خدا کی قسم اس سے بات بھی نہ کروں گا۔ یہ کہہ کر دروازہ بند کر لیا۔

کنویں میں قید مصنف نے کتابیں لکھ ڈالیں

محمد بن احمد شمس الائمہ سرخسی، ائمہ احناف میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ بہت بڑے عالم، امام مناظر، اصولی، مصنف اور مجتہد تھے۔ حق گوئی اور نصح و خیر خواہی کا جذبہ غالب رہتا تھا۔ اپنے دور کے حکمران ترکی خان خاقان کو اسی جذبہ حق گوئی اور اعلائے کلمۃ اللہ کے پیش نظر نصیحت کی اور لوگوں پر ناجائز محصول عائد کرنے کے مظالم سے روکا۔ مگر نشۂ اقتدار نے خاقان کو حق سننے اور حق قبول کرنے کے بجائے غیض و غضب میں مبتلا کر دیا۔

انہوں نے امام سرخسی کو حق گوئی کی پاداش میں سخت سزائیں دینا شروع کیں۔ آخر میں جب (کنوئیں) میں محبوس کر دیئے گئے۔ پھر کیا ہوا، قدرت کی نیرنگی ذوقِ علم اور اشاعتِ فقہ واحکام کا جذبہ دیکھئے۔ تلامذہ کنوئیں کے منڈیر پر بیٹھ جاتے تھے۔ شمس الائمہ امام سرخسی اندر سے طلبہ پر املاء کراتے تھے۔ نہ کتب خانہ تھا اور نہ کوئی کتاب ساتھ تھی۔

جو کچھ لکھواتے اپنے سابقہ مطالعہ قوتِ یادداشت اور حافظہ کی مدد سے لکھواتے۔ جو آج تیس جلدوں میں مبسوط سرخسی طبع ہو کر فقہ و قانون کے ماہرین اور ایک علمی دنیا کو ورطہ حریت میں ڈال چکی ہے۔ یہ اسی زمانہ حبس کے لیکچروں کا مجموعہ ہے جس میں جگہ جگہ امام سرخسی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ کہ کتاب اس فصل تک پہنچی ہے اور میں ابھی کنویں کے قید کی سزا میں مبتلا ہوں۔

حضرت کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ اور علم کا ادب

1. ...... حضرت مولانا انور کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ادب علم کا یہ عالم تھا کہ خود ہی فرمایا کہ میں کتاب کو مطالعہ کے وقت اپنے تابع کبھی نہ کرتا بلکہ ہمیشہ خود کتاب کے تابع ہو کر مطالعہ کرتا

ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کتاب پر حاشیہ ٹیڑھا یا ترچھا ہوتا تو بجائے اس کے کہ کتاب کو حاشیہ کے مطابق پھیرلیں کتاب کو بغیر ہلائے آپ اسی طرح گھوم جاتے تھے جیسے پروانہ شمع کے گرد گردش کررہا ہو۔ چنانچہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ لیٹ کر مطالعہ کرتے ہوں۔ یا کتاب پر کہنی ٹیک کر مطالعہ میں مشغول ہوں۔ بلکہ کتاب کو سامنے رکھ کر مؤدب انداز سے بیٹھتے۔

گویا کسی شیخ کے آگے بیٹھے ہوئے استفادہ کررہے ہوں۔ گویا مشہور مقولہ کے مطابق کہ علم اپنا بعض بھی کسی کو نہیں دیتا جب تک اپنا کل اس کے حوالے نہ کردیا جائے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد سے اب تک دینیات کی کسی کتاب کا مطالعہ بے وضو نہیں کیا۔

❷......روح المعانی میں ہے کہ ابو عبید رحمۃ اللہ تعالیٰ کے فضائل کے منجملہ یہ واقعہ شمار کیا جاتا ہے کہ انہوں نے خود بیان کیا کہ میں نے کبھی کسی عالم کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنے وقت پر خود ہی باہر تشریف لائے تب میں نے ان سے ملاقات کی۔

❸......حبر العلماء حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس قرآن شریف سیکھنے جایا کرتے تھے۔ تو جب ان کے مکان پر پہنچتے تو کنڈی کھٹکھاتے نہیں تھے بلکہ دروازہ ہی پر کھڑے رہتے یہاں تک حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود ہی باہر تشریف لاتے۔ حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس طرح سے انتظار کرنا شاق گذرتا۔ ایک دن فرمایا کہ اے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم نے کنڈی کیوں نہ کھٹکھٹادی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ عالم اپنی قوم میں محترم اور معظم ہوتا ہے۔ (اس لئے میں نے کنڈی کھٹکھٹانے کو خلاف ادب سمجھا۔) صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ میں نے اس واقعہ کو اپنے بچپن میں کسی کتاب میں دیکھا تھا۔ چنانچہ الحمد اللہ کہ میں نے بھی اپنے مشائخ کے ساتھ یہی عمل رکھا۔ **فالحمد للہ تعالیٰ علی ذالک** (روح المعانی ص۱۳۱ ج۲۶)

مدارس سے تنگی دور کرنے کی نسخہ اکسیر

ایک بزرگ نے فرمایا: ارے میاں سب در چھوڑو! ایک ہی در پکڑو۔ تمام مصائب انشاء

اللہ حل ہو جائیں گے۔ کسی کے در جانے کی ضرورت نہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا مقولہ میں بار بار مدرسہ والوں کو سنایا کرتا ہوں کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کسی مدرسہ میں تنگی کی شکایت ہو تو تین چیزوں کا اہتمام کریں۔ میں ضمانت دیتا ہوں کہ تنگی دور ہو جائے گی۔ فرمایا کوئی تو کر کے دیکھ لے۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں۔

تصیح قرآن: یعنی قرآن کریم کی تلاوت اس طرح کی جائے کہ صفاتِ لازمہ اور صفاتِ محسنہ کی رعایت کے ساتھ حروف اپنے صحیح مخارج سے ادا ہوں۔ ہمارے مدرسے کے بڑے مفتیانِ کرام محدثین عظام ہردوئی جا کر قرآن کریم صحیح کر کے آئے ہیں۔

الحمد اللہ وہ لوگ قرآن غلط تو نہیں پڑھتے تھے لیکن صحیح بھی نہیں پڑھتے تھے۔ میں نے تو دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں ایک عرصہ تک امامت کی ہے۔ حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نائب کی حیثیت سے نماز پڑھاتا تھا۔ لیکن تصحیح قرآن کی طرف کبھی خیال بھی نہیں گذرا۔ اللہ پاک جزائے خیر عطاء فرمائے ہمارے مرشد حضرت والا ہردوئی دامت برکاتہم کو کہ ہمیں تصحیح قرآن کی طرف متوجہ فرمایا۔

تعظیم قرآن

یعنی قرآن پاک کی عظمت واحترام۔ حضرت والا ہردوئی فرمایا کرتے ہیں کہ آپ کبھی ننگے بدن رہتے ہیں۔ کم از کم بنیان تو جسم پر رکھتے ہیں۔ آپ کو اپنے جسم کا ننگا رہنا ناپسند ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کا مساجد میں بغیر غلاف کے پڑے رہنا آپ کو کیسے پسند ہے؟ کیا کلام پاک کی یہی تعظیم ہے؟ کہ اس کے اوپر ایک کپڑا بھی نہ پہنایا جائے؟ غیرت کی بات ہے۔ سوچنا چاہئے۔

جب حضرت والا ہردوئی پہلی مرتبہ بشوندھرا تشریف لائے تو قدیم دارالافتاء میں بیٹھے۔ حضرت کے سامنے بہت سے لوگ جمع تھے۔ فرمانے لگے۔ مفتی صاحب کتابوں کی بھی تعظیم ہونی چاہیے۔ طاق میں کتابوں کے نیچے کپڑا ہونا چاہیے۔ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم

نے کہا: حضرت! یہ اسٹیل کی الماری ہے۔ کپڑے کھسک جاتے ہیں۔ فرمایا: پہلے کر کے دیکھیے۔ واقعی اہل اللہ کی بات میں حکمت ہے۔ جب کپڑا لگایا گیا تو بڑا خوبصورت لگنے لگا۔

تکریمِ حاملِ قرآن: یعنی حامل قرآن کی قدر دانی کی جائے۔ آج کل تو مکتب میں پڑھانے والے کی کوئی قدر نہیں کرتا۔ حالانکہ وہ معلمِ قرآن ہیں۔ ان کی تکریم و تعظیم ہونی چاہیے۔ ان کی تنخواہ محدث صاحب سے زیادہ ہونی چاہیے۔ یا کم از کم برابر تو ہو۔

ہمارے شیخ حضرت فقیہ الملت مدظلہ العالی نے فرمایا: صاف بات تو یہ ہے کہ جب سے میں نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ مقولہ پڑھا ہے تب سے دل میں یہ خیال تھا کہ چندہ تو مجھے کرنا نہیں۔ اب کھانے کا کیا انتظام ہوگا؟ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس مقولہ پر عمل کرلوں تاکہ کم از کم کھانے کا راستہ کھل جائے۔ چنانچہ میں نے حفظ خانہ کھول دیا۔ اب بچے قرآن کریم کی تلاوت کریں گے تو ان کے وسیلہ سے ہم کھائیں گے۔ چاہے حفاظ پیدا ہوں یا نہ ہوں البتہ صحیح تلاوت ہونی چاہئے۔ چنانچہ پڑھانے والوں کے کمرے میں قالین نہیں ہے لیکن حفظ خانہ میں قالین بچھوادی ہے۔ اور ایک صحیح قرآن پڑھنے والے حافظ صاحب بھی مل گئے۔

چاٹگام میں جب حافظ صاحب سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کو کتنی تنخواہ ملتی ہے؟ کہا: اٹھارہ سو۔ میں نے کہا میں بائیس سو دوں گیا کیا آپ راضی ہیں۔ فرمایا راضی ہوں۔ چنانچہ حافظ صاحب چلے آئے۔ جب مہینہ ختم ہوا تو مدرسہ کے محاسب نے پوچھا کہ حضرت! حافظ صاحب کو تنخواہ کتنی دوں؟ میں نے کہا تین ہزار ٹاکے۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ بشوندھرا مرکز الفکر الاسلامی میں محدث صاحب و مفتی صاحب کی تنخواہ بھی تین ہزار ٹاکے تھی۔ محاسب صاحب چلے آئے۔

جب تنخواہ دینے لگے تو حافظ صاحب سے پوچھا کہ آپ کی تنخواہ کتنی مقرر ہوئی؟ حافظ صاحب بولے کہ دو ہزار دو سو ٹاکے۔ محاسب صاحب پھر میرے پاس آئے اور کہنے لگے حضرت حافظ صاحب تو کہتے ہیں کہ ان کی تنخواہ دو ہزار دو سو مقرر ہوئی ہے اور آپ تین ہزار دینے کو کہہ رہے ہیں۔ کیا بات ہے؟ میں نے کہا: حافظ صاحب کی بات بھی ٹھیک ہے...... میری بات بھی ٹھیک ہے۔ اگر بائیس سو دو گے...... تو تنخواہ ہوگی اور اگر تین ہزار دو گے...... تو

حامل قرآن کی تکریم ہوگی۔ جو چاہو کرو۔ چنانچہ محاسب صاحب نے جا کر تین ہزار ٹا کے حافظ صاحب کو دے دیئے۔

الحمدللہ، اب ۱۴۲۲ھ میں تقریباً پانچ ہزار ٹا کے حافظ صاحب کو دیئے جاتے ہیں۔ جب کہ بعض محدث و مفتی صاحب کی تنخواہ چار ہزار ہی ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کوئی کر کے دیکھ لے۔ میں نے تو کر کے دیکھ لیا اور تجربہ بھی کر لیا کہ قرآن کریم کی تعظیم و تصحیح اور حامل قرآن کی تکریم کے جو فوائد و ثمرات ظاہر ہو رہے ہیں وہ بشوندھرا آ کر مشاہدہ کئے جا سکتے ہیں۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے محدث صاحب و مفتی صاحب کی تنخواہ کے بارے میں تو مجھے پریشانی اٹھانی پڑتی ہے لیکن حافظ صاحب کی تنخواہ کے بارے میں کوئی پریشانی نہیں۔ بلکہ ان کی آئندہ ایک سال کی تنخواہ ہمارے پاس جمع ہے۔

عجیب واقعہ ہے کہ حافظ صاحب کی تنخواہ صرف ایک سال مجھے دینی پڑی۔ ایک سال کے بعد جب ان کی تنخواہ آنی شروع ہوئی تو آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ ہر رمضان میں پورے ایک سال کی تنخواہ ایڈوانس دفتر مالیات میں جمع ہو جاتی ہے۔ محدث صاحب و مفتی صاحب کی تنخواہ کوئی نہیں بھیجتا۔ واقعی حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول حرفاً حرفاً سچ ثابت ہوا۔

میرے دوستو! میں یہ قصہ نہیں سنا رہا ہوں بلکہ اپنے تجربہ کی بات آپ کے سامنے اس لئے بول رہا ہوں تا کہ آپ کو مدرسہ میں تنگی کی شکایت دور کرنے کا ایک راستہ مل جائے۔ ایسا کون سا مدرسہ ہے جس میں تنگی نہیں۔ تنگی ہٹانے کے لئے اپنے کو سلفی کہنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے در پے آ جاؤ۔ جس کے خزانے میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ اگر کمی ہے تو مانگنے کی کمی ہے، رونے کی کمی ہے۔

تا نگرید کودک حلوا فروش رحمتِ حق در نمی آید بجوش

واقعی اگر ہم حضرت زکریا علیہ السلام کی مانند مانگنا شروع کر دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ نامراد رہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام آگے عرض کرتے ہیں...... وانی خفت الموالی من ورائی ...... اے اللہ مجھے اپنے بعد اپنے اپنے رشتہ داروں سے ڈر بھی ہے اور کوئی توقع نہیں کہ وہ میرے مشن

نبوت کو آگے بڑھائیں گے۔ بلکہ میرے مقصد کو ضائع کردیں گے۔ اتنے پہ ختم نہیں آگے فرماتے ہیں...... وکانت امراتی عاقرا...... یا اللہ میری بیوی بانجھ ہے اور اس کے اندر اولاد جننے کی کوئی صلاحیت نہیں۔ حاصل یہ نکلا کہ کہ اے اللہ میں بوڑھا ہوں مجھ میں اولاد کی صلاحیت نہیں۔ بیوی بانجھ ہے اس میں اولاد ہونے کی قابلیت نہیں۔

رشتہ داروں سے کوئی توقع نہیں کہ وہ میرے مشن کو آگے بڑھائیں گے تو کیا ہوگا؟ فرمایا: ......فھب لی من لدنک ولیا...... اے اللہ ایک بیٹا مجھے عطاء کردیجئے۔ جو میرے ان کمالات کا وارث بنے اور ان کو آگے بڑھائے۔ میں یہ عرض کررہا تھا کہ حقیقت میں مانگنے کا ڈھنگ بھی انبیاء علیم السلام کو آتا ہے۔ وہی جانتے ہیں کہ بارگاہِ حق میں کس طرح سوال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ رسول ﷺ نے دعا کے آداب ارشاد فرمائے کہ دعائیں مانگو مگر اس کے آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے مانگو۔

حضرت شمس تبریزی اور مولانا رومی کی ملاقات

حضرت شمس تبریزی رحمہ اللہ تعالیٰ کی پہلی ملاقات کے بعد...... حضرت مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کھانے پر مدعو کیا...... مولانا رومی کے جاہ وجلال کی ہیبت سارے قلمرو ہی پر تھی...... بادشاہ آپ کا احترام کرتے تھے...... عالی شان مکان، دروازے پر پہرہ دار، راحت وآسائش کا ہر سامان میسر تھا...... مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان آپ کی ایک عظیم الشان لائبریری تھی...... جس میں نادرونایاب کتب کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا۔

حضرت شمس تبریزی مکان پر پہنچے تو مولانا لائبریری میں موجود تھے۔ آپ نے ان کو وہیں بلوایا۔ مولانا فلسفے کی ایک ایسی کتاب ملاحظہ فرمارہے تھے جس کا نسخہ صرف ان ہی کی لائبریری میں موجود تھا۔ مطالعہ کی محویت ودلچسپی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ آنے والے مہمان کو رسمی طور پر خوش آمدید کہنے کے بعد حضرت مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ پھر مطالعہ میں محو ہوگئے۔

حضرت شمس تبریزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مولانا سے پوچھا: ای چیست تو مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کا

پندرِعلم برجستہ بول اٹھا: ایں علمے است کہ تونمے دانی۔
بادۂ روحانیت سے اکتساب فیض کا وقت آ ہی گیا تھا۔ حضرت شمس تبریزی رَحمَهُ اللهُ تَعَالیٰ نے معنی خیز تبسم کے ساتھ خاموشی اختیار کرلی اور جب مولانا رومی کسی ضرورت کی وجہ سے کمرے سے باہر گئے تو حضرت تبریزی رَحمَهُ اللهُ تَعَالیٰ نے فلسفے کی وہی کتاب اٹھائی اور مکان کے حوض میں ڈال دی۔

مولانا واپس تشریف لائے تو اسی کتاب کا خیال تھا۔ دیکھا تو کتاب موجود نہیں تھی۔ اِدھر اُدھر تلاش کیا لیکن جتنا وقت گزرتا جاتا تھا مولانا کی پریشانی بڑھتی ہی جاتی تھی۔ آخر حضرت شمس تبریزی رَحمَهُ اللهُ تَعَالیٰ نے پوچھا اور مولانا نے اپنی پریشانی کا سبب بتایا تو حضرت نے بڑے اطمینان اور سکون سے فرمایا: وہ کتاب تو میں نے حوض میں ڈال دی ہے۔

مولانا برافروختہ ہوئے اور اس کتاب کی اہمیت کے پیشِ نظر سخت باتیں کیں۔ حضرت نے فرمایا اس میں خفا ہونے اور افسوس کرنے کی کون سی بات ہے؟ اگر وہ کتاب تمہیں بے حد پسند ہے تو آؤ منگوا دیتے ہیں۔ حضرت مولانا رومی بے حد ہنسے کہ پانی سے بھرے ہوئے حوض میں نایاب قلمی کتاب کا یوں پھینک دینا ہی کتنی بڑی خلاف عقل وہوش بات تھی اور اب دوسری یہ بات اس سے بھی خلافِ دانش یہ کہہ رہے ہیں کہ آؤ کتاب لے آئیں۔

حضرت شمس تبریزی رَحمَهُ اللهُ تَعَالیٰ نے فرمایا کہ تم اپنے علم کے مطابق تو ٹھیک ہی کہتے ہو لیکن تمہارا اس میں نقصان بھی کیا ہے۔ تمہارے نزدیک تو کتاب ضائع ہو ہی چکی ہے۔ تلاش کرلینے میں ہرج کیا ہے۔ مولانا رومی راضی ہوگئے اور حضرت ان کو لے کر حوض پر پہنچے اور آپ نے حوض کی مچھلیوں کو خطاب کر کے فرمایا آؤ ہمارے مولوی صاحب کی کتاب لا دو۔

چند ہی لمحوں میں کچھ مچھلیاں تو یوں ہی تیرتی ہوئی سامنے آکر رک گئیں۔ لیکن ان میں سے ایک مچھلی آئی جس کے منہ میں وہی نایاب کتاب تھی اور اس نے حوض کے کنارے پر وہ کتاب چھوڑ دی۔ حضرت تبریزی نے کتاب اٹھا کر مولانا کے حوالے کی۔

جب انہوں نے دیکھا کہ پانی کی تہہ میں پڑی ہوئی کتاب جب حوض سے باہر آئی تو اس پر پانی کا ایک قطرہ بھی نہ تھا۔ مولانا رومی رَحمَهُ اللهُ تَعَالیٰ اس واقعہ سے بے حد متاثر ہوئے اور

آخراس ایک منظر نے ان کے دل کی دنیا ہی بدل ڈالی۔

ایک روز ایک شخص بغل میں چھری دبا کر قتل کے ارادے سے خدمت عالی میں حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے سرکار کی قدم بوسی کا بے حد اشتیاق تھا۔

حضرت نے فرمایا تو جس کام کے لئے آیا ہے وہ کام کریں تیرے سامنے موجود ہوں۔ یہ سن کر وہ شخص خوف کے مارے تھرتھر کانپنے لگا۔عرض کیا یا حضرت میں بے قصور ہوں۔ مجھے فلاں شخص نے آپ کے قتل کے لئے بھیجا تھا۔ للہ معاف فرمایئے۔ یہ کہہ کر اس نے چھری حضرت کے آگے ڈال دی۔آپ نے کمال خندہ پیشانی سے اسے معاف فرمادیا۔وہ فوراً تائب ہو کر حضرت کے دست حق پر بیعت ہو گیا۔

اللہ والا عالم کون؟

ماں نے کہا علم حاصل کرنا چھوڑ دو! بیٹے نے یہ حکم سنا تو حیران ہوا۔علم تو بڑی نعمت ہے۔ اس کے حاصل کرنے سے تو کوئی نہیں روکتا۔اور پھر ماں باپ تو ہمیشہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کی اولاد زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرے۔اب یہ اور بات ہے کہ بچے علم حاصل کرنے کے بجائے بے کار اور بے ضرورت کاموں میں پڑ جائیں۔صرف مدرسہ کالج یا یونیورسٹی آنے جانے سے علم حاصل نہیں ہوتا۔اس کے لئے ذوق اور لگن کی ضرورت ہوتی ہے۔

جب حضرت سفیان ثوری کی والدہ نے ان سے فرمایا کہ بیٹے علم حاصل نہ کرو تو صرف اتنی ہی بات انہوں نے نہیں فرمائی۔انہوں نے کہا کہ بیٹے علم حاصل کرو تو اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو۔ورنہ قیامت کے دن یہ تمہارے علم تمہارے لئے حساب کتاب کے دروازے کھول دے گا۔حضور اکرم ﷺ کے ایک ارشاد کا مطلب ہے کہ دو آدمیوں نے میری کمر توڑ دی۔ایک جاہل دیندار نے دوسرے بے عمل عالم نے۔

علم اگر برتا نہ جائے تو پھر ایسے علم سے کیا فائدہ؟ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو علم عطا فرمایا تو انہوں نے علم کو برتا اور اس پر عمل کر کے دکھایا۔علم اگر آدمی میں اچھے برے کی تمیز اور عمل کی

تحریک نہ پیدا کر سکے تو ایسا علم بے کار ہے۔

قرآن علم کا سرچشمہ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کو جب یہ علم وحی کے ذریعے عطاء ہوا تو آپ نے اس کے ایک ایک لفظ پر عمل کر کے دکھایا۔ اسی لئے قرآن حکیم نے کہا کہ آپ مومنوں کے لئے نمونہ ہیں۔ ایک اور جگہ فرمایا:

......قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی......

اگر تم کو مجھ سے محبت ہو اور میرے بتائے ہوئے راستے پر چلنا چاہتے ہو۔ تو میرے رسول ﷺ کی پیروی کرو۔

علم اور عمل میں اگر فرق ہو تو یہ ایک طرح کی منافقت ہے بلکہ کھلی منافقت علم سکھاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو۔ آدمی اللہ سے ڈرنے کے بجائے سرکش ہو جاتا ہے۔ سیدھی راہ چھوڑ کر الٹی راہ پر چلنے لگتا ہے تو ایسے علم سے کیا فائدہ؟ علم دھوکے اور ریاکاری سے روکتا ہے اور اگر کوئی پڑھ لکھ کر بھی دھوکے باز اور ریاکار ہو جائے تو کیا کہا جائے۔

ابو عبداللہ انطا کی فرماتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ تعالیٰ ریاکار سے فرمائے گا کہ جا اور اپنے عمل کا ثواب ان لوگوں سے لے جن کو تو اپنا عمل دکھلایا کرتا تھا۔ حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ جو شخص دین کے نام پر دنیا طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو اندھا کر دیتا ہے۔ اس کا نام دوزخ میں جانے والوں کی فہرست میں لکھا جاتا ہے۔

حضرت حسن بصری جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بڑے ممتاز شاگرد اور تاریخ اسلام کی بہت بڑی شخصیت ہیں اکثر اپنے نفس پر خفا ہوتے اور اپنے آپ کو جھڑک کر کہتے کہ حسن بصری! تو پرہیز گاروں، اطاعت گذاروں اور عابدوں جیسی باتیں کرتا ہے۔ مگر تیرے کام تو جھوٹوں، منافقوں اور دکھاوا کرنے والوں کے سے ہیں۔ سن لے اور خوب اچھی طرح سن لے کہ یہ اللہ سے محبت رکھنے والوں کی صفت نہیں کہ وہ سراپا اخلاص اور تمام تر ایثار نہ ہوں۔

یحییٰ بن معاذ سے پوچھا گیا کہ آدمی اخلاص والا کب ہوتا ہے۔ فرمایا: جب اس کی عادت دودھ پیتے بچے کی سی بن جائے۔ کوئی اسے اچھا کہے تو خوش نہ ہو۔ برا کہے تو برا نہ منائے۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں، جس نے محفل میں اپنے آپ کو برا کہا اس نے درحقیقت اپنی

تعریف کی۔ یہ بھی دھوکے نمائش اور ریاکاری کی ایک صورت ہے۔ حکم ہے اس سے بچو!

حضرت ابراہیم ادھم کہتے ہیں کہ جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ لوگ اسے اچھا کہیں وہ نہ اللہ سے ڈرنے والا ہے نہ صاحب اخلاص۔

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ نیت ہمیشہ نیک رکھو۔ دکھاوا یاریاکاری نیت میں داخل نہیں ہوتی۔ جس کی نیت نیک ہوگی اس کا عمل بھی ویسا ہی ہوگا۔ علم وہ جوہر ہے جو نیت کو نیک اور عمل کو بہتر بناتا ہے۔ اسی لئے قرآن نے کہا کہ وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے دونوں برابر نہیں ہوسکتے اور ہوں بھی کیسے کہ علم تو اللہ کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ اسی وجہ سے معلم کتاب وحکمت ﷺ نے فرمایا کہ علماء میری امت کے امین ہیں۔ جو صاحب علم ہوتا ہے اس کی ذمہ داریاں بھی زیادہ ہوتی ہیں۔

پیغمبروں کی ذمہ داریاں اسی لئے زیادہ تھیں...... کہ انہیں علم دیا گیا تھا...... کوئی پیغمبر ایسا نہیں جس نے اپنے علم پر عمل کر کے نہ دکھلایا ہوئے...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے پوچھا جانتے ہو ولی اللہ کون ہوتا ہے......؟ لوگوں نے کہا نہیں آپ بتائیں...... فرمایا کہ وہ جو اپنے علم پر عمل کرے۔

عالم کے ہاتھ دھلانے والا بادشاہ

دسترخوان بچھا اور کھانے چن دیئے گئے تو لوگ ہاتھ دھونے اٹھے...... جس نے سب کو دعوت پر بلایا تھا اس نے اپنے ملازم کو آواز دی... حکم دیا کہ پانی کا لوٹا میرے ہاتھ میں تھما دو۔ خدمت گار نے فوراً پانی سے بھرا ہوا لوٹا آگے بڑھا دیا...... اسے ہمت نہ ہوتی تھی کہ لوٹا ہاتھ میں تھمادے...... بات یہ تھی بیسیوں نوکر چاکر وہاں موجود تھے...... کوئی ہاتھ دھلانے پر مامور تھا کوئی پنکھا جھلنے پر، کوئی دسترخوان سجا رہا تھا...... کوئی دوسرے انتظامات میں لگا تھا...... بڑی سرکار تھی بڑا اہتمام تھا۔ ایک ایک کام کے لئے دس دس خدمت گار تھے...... مگر مالک کا حکم تھا کہ لوٹا میرے ہاتھ میں تھمادو۔ لوٹا ہاتھ میں تھمادیا گیا!

خدمت گار نے دیکھا کہ اس کا مالک جو بڑے تزک واحتشام کا مالک تھا جلدی جلدی ایک بزرگ کا ہاتھ دھلانے لگا۔ یہ بزرگ بوڑھے بھی تھے اور آنکھوں سے بھی انہیں کچھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ نہ ان کی پوشاک قیمتی تھی نہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی بڑے دنیاوی منصب پر فائز ہیں۔ خدمت گار کو فکر پڑی کہ یہ معلوم کریں کہ آخر یہ کون بزرگ ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان کا نام ابو معاویہ ہے۔ تفصیلات پوچھیں تو پتہ چلا کہ بہت بڑے عالم ہیں۔

جس نے ہاتھ دھلانے کی عزت حاصل کی تھی وہ بھی بہت بڑا آدمی تھا۔ اس دور کے حکمرانوں میں ساری دنیا میں وہ ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ دنیاوی اقتدار اور جاہ وحشم کے باوجود صاحبان علم سے وہ ملتا تو جھک کے ملتا اور دربار میں کبھی کوئی اہل علم آجاتا تو اسے بڑی عزت سے اپنے برابر جگہ دیتا۔ بلکہ اپنے سے اونچی جگہ بٹھاتا۔ وہ پہلے کئی بار حضرت ابو معاویہ کی خدمت میں حاضر ہو چکا تھا۔ آج اس نے بڑی مشکل سے انہیں اپنے پاس کھانے کے لئے راضی کیا تھا۔

حضرت ابو معاویہ کا ہاتھ دھلاتے دھلاتے اس قدردان علم وادب نے پوچھا حضرت والا! کچھ یہ آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت کون آپ کے ہاتھ دھلا رہا ہے؟ ابو معاویہ نے سوال کرنے والے کو تو آواز سے پہچان لیا کہ ہارون الرشید ہے مگر آنکھوں کی روشنی سے محروم ہونے کی وجہ سے یہ نہ دیکھ سکے کہ کون ہاتھ دھلا رہا ہے۔ اس لئے جواب دیا نہیں میں نہیں جانتا کہ کون میرا ہاتھ دھلا رہا ہے۔

ہارون نے کہا جناب والا میں خود آپ کے ہاتھ دھلا رہا ہوں۔ یہ میرے لئے بڑی سعادت کا مرحلہ ہے۔ حضرت ابو معاویہ نے بڑی معذرت کی اور فرمایا کہ امیر المومنین آپ ایسا نہ کریں۔ مگر ہارون بضد تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ صاحبان علم کی اسی طرح عزت کرنی چاہیے۔

استاد بادشاہ سے بڑھ کر ہے

سکندر سے کسی نے پوچھا کہ تم باپ پر استاد کو کیوں ترجیح دیتے ہو؟ سکندر نے جو دنیا کے

اوالعزم بادشاہوں اور جلیل القدر سپہ سالاروں میں سے تھا جواب دیا کہ باپ تو مجھے آسمان سے زمین پر لے آیا۔ لیکن میرے استاد ارسطو نے مجھے زمین سے اٹھا کر آسمان پر پہنچا دیا۔ باپ کی وجہ سے جو زندگی مجھے ملی وہ تو آنی جانی ہے لیکن استاد نے مجھے ایسی توانائی اور زندگی بخشی ہے کہ اس کے سکھلائے ہوئے علم کی بدولت رہتی دنیا تک میں یاد کیا جاتا رہوں گا۔ باپ نے تو میرے جسم کی پرورش کی مگر میری جان میں جان تو استاد کے سبب آئی۔

ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل کسی بیماری اور کمزوری کی وجہ سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ اتنے میں کسی نے حضرت ابراہیم بن طہمان کا ذکر چھیڑ دیا۔ ان کا نام آیا تو امام اٹھ بیٹھے۔ لوگوں نے جو وہاں حاضر تھے کہا آپ آرام سے بیٹھے رہیں۔ آپ بڑے کمزور ہو گئے ہیں۔ فرمایا ہاں کمزوری تو ہے لیکن تم نے ایک نیک اور عالم آدمی کا ذکر چھیڑ دیا۔ اب یہ بات خلاف ادب ہے کہ میں ٹیک لگائے بیٹھا رہوں۔

ابو عبیدہ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اگر کسی عالم یا محدث کے گھر جاتا تو دروازے پر بیٹھا رہتا۔ اطلاع بھجوا کر مجھے اندر جانا مناسب نہ معلوم ہوتا۔ بلکہ میں اس وقت تک انتظار کرتا جب تک وہ باہر نہ آجاتے۔ مجھے اس موقع پر کلام اللہ کی وہ آیت یاد آتی جس کا مطلب ہے:

کاش وہ لوگ صبر کرتے تا آنکہ ہمارے رسول باہر نکلتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔

ابو عبیدہ کہتے ہیں میں اسی بہتری کے انتظار میں اللہ والوں کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے باہر بیٹھا رہتا تھا۔ سنن ابوداؤد میں ہے معلمِ کتاب وحکمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

استاد کی عزت کرنا اللہ کی تعظیم کرنے میں داخل ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ذریعہ معاش

ائمہ دین نے کبھی علم دین کو معاش نہیں بنایا اور نہ اس سے کسی قسم کا دنیاوی مفاد حاصل کیا بلکہ دینی خدمت کے طور پر تعلیم و تعلم، تحدیث ودرس، تفقہ وافتاء اور رشد وہدایت کے کام کے ساتھ معاش ومعیشت کے لئے ذاتی کاروبار کرتے تھے۔ اور عبرت پذیری کیلئے ان کے

نام ونسب کے ساتھ ان کے پیشوں کی نسبت بھی بیان کی جاتی تھی۔ متقدمین ائمہ دین کے ناموں کے ساتھ بزاز (پارچہ فروش) خزاز (حریر فروش) زیات (روغن فروش) سمان (سمن فروش) حناط (گندم فروش) حطاب (ہیزم فروش) بزار (غلہ فروش) وغیرہ کی نسبت عام طور سے کتابوں میں پائی جاتی ہے۔

ریشم کا کارخانہ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ بھی خزار یعنی حریر فروش تھے اور یہ ان کا خاندانی پیشہ تھا۔ ان کے یہاں ریشم بنانے اور ریشمی کپڑے تیار کرنے کا بہت بڑا کارخانہ تھا۔ جس میں بہت سے کاریگر اور مزدور کام کر کے اپنی روزی کماتے تھے۔ اور ریشمی کپڑوں کی بہت بڑی دوکان بھی تھی۔ جس میں کارخانے کے تیار شدہ ریشمی کپڑے فروخت ہوتے تھے۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے:

وکان من اذکیاء بنی آدم، جمع الفقہ، والعبادۃ، والورع، والسخاء، وکان لایقبل جوائز الدولۃ، بل ینفق ویوثر من کسبہ، لہ دار" کبیرۃ لعمل الخز وعندہ صنّاع واجراء (العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۲۱۴)

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ ذہین ترین انسانوں میں سے تھے۔ انہوں نے فقہ، عبادت، پرہیزگاری اور سخاوت کو اپنی ذات میں جمع کیا تھا۔ اور حکومت کے عطیے قبول نہیں کرتے تھے۔ بلکہ خود اپنی کمائی سے دوسروں پر خرچ کرتے تھے اور اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے تھے۔ ان کے یہاں ریشم بنانے اور ریشمی کپڑا بننے کا بہت بڑا کارخانہ تھا۔ جس میں بہت سے کاریگر اور مزدور کام کرتے تھے۔

ریشم کا یہ دار کبیر (بڑا کارخانہ) کوفہ کے مشرقی حصہ میں امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مکان کے قریب ہی تھا۔ امام مالک بزاز تھے یعنی سوتی کپڑے کے تاجر تھے۔ بعد میں دینی اور

علمی سرگرمی میں لگے اور دونوں بزرگوں کا ذریعہ معاش کپڑے کی تجارت تھا۔

یہ دارالعلوم کا طالب علم نہیں!

دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی ذمہ داروں میں سے ایک شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ تعالیٰ تھے۔ وہ ایک صوفی اور ذاکر عابد بزرگ تھے۔ جب انہوں نے ذمہ داری سنبھالی تو ایک دن وہ دارالعلوم کے کنویں پر وضو کرنے کے لئے تشریف لائے۔ اس وقت ایک طالب علم ان کے پاس آیا۔ اس کے پاس ایک پیالے میں پتلی سی دال تھی۔ اس نے وہ پیالہ حضرت کو دکھایا اور کہا، دیکھئے جی! آپ کی نگرانی میں دارالعلوم میں ایسا سالن پک رہا ہے جس سے وضو بھی جائز ہو جائے۔ یہ کہنے کے بعد پیالہ اس کے ہاتھ سے گرا اور الٹ گیا۔

وہ لڑکا تو بھاگ گیا لیکن جب اساتذہ کو اطلاع ملی تو اس پر بہت زیادہ شرمندہ ہوئے کہ ایک طالب علم کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ اس نے ناظم صاحب کے سامنے ایسی حرکت کی۔ اساتذہ ان کی بزرگی سے واقف تھے۔ لہٰذا وہ آئے اور کہنے لگے حضرت! آپ محسوس نہ کریں۔ ہم نادم و شرمندہ ہیں کہ ایک طالب علم نے ایسا کیا ہے۔

حضرت نے فرمایا نہیں، نہیں وہ تو طالب علم نہیں ہے۔ اب استاد کہتے کہ وہ طالب علم ہے اور حضرت فرماتے کہ وہ طالب علم نہیں ہے۔ کسی نے کہا کہ مطبخ سے پتہ کرلو۔ وہاں اس کا نام ہوگا۔ جب وہاں سے پتہ کیا گیا تو واقعی وہاں بھی اس کا نام تھا اور وہ وہاں سے باقاعدہ کھانا لیا کرتا تھا۔ یہ معلوم کر کے وہ پھر حضرت کے پاس آئے اور کہنے لگے: حضرت وہ طالب علم ہی ہے۔ اس کا نام مطبخ میں بھی لکھا ہوا ہے۔

فرمانے لگے نہیں وہ طالب علم نہیں ہے۔ پھر کسی نے کہا کہ کلاس کے استاد سے پتہ کرو۔ جب استاد سے پتہ کیا تو پتہ چلا کہ اس نام تو وہاں بھی تھا مگر وہ لڑکا پڑھنے نہیں آتا تھا۔ بلکہ کسی طالب علم سے اس کا رابطہ تھا اور وہ طالب علم اس کی حاضری لگوا دیتا تھا۔ وہ صرف کھانا کھانے کے لئے مطبخ میں آتا تھا اور کھانا کھا کر واپس باہر چلا جاتا تھا۔

جب اساتذہ کو حقیقتِ حال کا پتہ چلا تو وہ سوچ میں پڑ گئے کہ شاہ صاحب تو کبھی کبھی آتے ہیں اور ہم ہر وقت یہاں ہوتے ہیں۔ ہمیں تو اس کی پہچان نہ ہوئی اور شاہ صاحب نے پہچان لیا۔ وہ اور زیادہ شرمندگی محسوس کرنے لگے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت سے معافی مانگی اور عرض کیا۔ حضرت! ہمیں یہ سمجھ نہیں آئی کہ آپ تو طلباء سے اتنا تعلق بھی نہیں رکھتے پھر آپ کو کیسے پتہ چلا کہ وہ طالب علم ہے یا نہیں؟

اس پر انہوں نے جواب دیا: جب میں یہاں کا نگران بنا تو ایک دفعہ میں نے خواب میں نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اسی کنویں کے اوپر کھڑے ہیں۔ اور آپ کے ہاتھ میں پانی کا ڈول ہے۔ طالب علم لائن بنا کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ ﷺ سب کے ڈول میں پانی بھرتے جاتے ہیں۔ میں نے اس وقت موجود تمام طلباء کو دیکھا لیکن اس کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ اس طرح میں پہچان گیا کہ یہ دارالعلوم کا طالب علم نہیں ہے۔

پھر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ جب دارالعلوم کے تمام اساتذہ اور طلباء حتیٰ کہ کام کرنے والے دربان درجہ کے لوگ بھی صاحبِ نسبت یعنی اولیاء اللہ ہوا کرتے تھے۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ وجہ یہ تھی کہ وہ طالب علم میں سچے تھے۔ ان کے دلوں میں علم حاصل کرنے کا اتنا جذبہ اور شوق ہوتا تھا کہ وہ دن رات اسی کام میں منہمک رہتے تھے۔

مظلوم حمامی ابوحنیفہ کی ذہانت سے بچ گیا

علامہ نعمانی نے قلائد عقود العقیان کے حوالہ سے ایک قصہ نقل کیا ہے، لکھتے ہیں کہ دو شخص حمام میں نہانے گئے اور حمامی کے پاس کچھ امانت رکھتے گئے ایک ان میں سے نہا کر نکلا اور حمامی سے امانت طلب کی اس نے دے دی اور یہ چلتا بنا۔ جب دوسرا حمام سے باہر آیا اور امانت مانگی تو حمامی نے عذر کیا اور کہا کہ میں نے تمہارے شریک کے حوالے کردی ہے۔ اس نے عدالت میں استغاثہ کیا۔

قاضی صاحب نے حمامی کو ملزم ٹھہرایا کہ جب دونوں نے مل کر تیرے پاس امانت رکھی

تھی تو تیرے لئے لازم تھا کہ دونوں کی موجودگی میں امانت واپس کرتا۔ بے چارہ حمامی گھبرایا ہوا امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کے پاس آیا اور سارا ماجرا سنایا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ تم جا کر اس شخص سے کہو کہ میں تمہاری امانت ادا کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن قاعدہ کے موافق تنہا تمہیں نہیں دے سکتا اپنے شریک کو لاؤ تو مجھ سے لے جاؤ۔ اس طرح شریک کو لایا نہ جا سکا۔ اور بے چارہ مظلوم حمامی ابوحنیفہ کی تدبیر سے ناجائز ظلم سے محفوظ رہا۔

میں نہیں جانتا اور فرشتے بھی نہیں جانتے

حافظ الحدیث عامر بن شرجیل متوفی سن ۱۰۹ھ جو امام شعبی کے لقب سے مشہور ہیں بہت ہی عظیم الشان تابعی محدث ہیں۔ ان کی علمی جلالت اور عظمت شان کے لئے یہی کافی ہے کہ امام زہری ببانگ دہل فرمایا کرتے تھے کہ عالم حدیث کہلانے کے مستحق صرف چار ہی شخص ہیں۔ امام شعبی، کوفہ میں، حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ بصرہ میں سعید بن مسیب مدینہ میں مکحول شام میں۔

امام شعبی اپنی عظمت اور عالمانہ وجاہت کے باوجود بہت ہی متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کوئی مسئلہ پوچھا تو آپ نے جواب میں...... **لا اعلم**...... فرمایا۔ یعنی میں نہیں جانتا۔ سائل نے طیش میں آکر کہا کہ تمہیں شرم نہیں آتی کہ فقیہ عراق ہو کر کہتے ہو کہ میں نہیں جانتا۔

آپ نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ میں ایسی بات کہنے سے کیوں شرم کروں گا جس بات کے کہنے سے فرشتے بھی نہیں شرمائے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جب باری تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ...... **انبؤنی باسماء ھولاء**...... یعنی تم سب ان چیزوں کے نام بتاؤ؟ تو فرشتوں نے بھی تو یہی کہا تھا کہ...... **لا علم لنا الا ما علمتنا**...... یعنی ہم نہیں جانتے بجز ان چیزوں کے جن کا علم تو نے ہمیں دیا ہے۔ سائل آپ کے جواب سے شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔

(روح البیان ج ۳ ص ۹۱)

امام ابوحنیفہ کا احترام قرآن اور سخاوت وایثار

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ خود عالم تھے علم اور اہل علم کے قدر شناس تھے اور ان کی خدمت میں بڑی مسرت اور بے حد رحمۃ اللہ تعالیٰ خوشی محسوس کرتے تھے۔ قرآن پڑھنے اور پڑھانے والوں سے قلبی محبت رکھتے تھے۔ دل وجان سے خدام القرآن پر نچھاور ہوتے تھے۔ جس روز آپ کے صاحبزادے نے سبق پڑھنا شروع کیا اور بسم اللہ پڑھی تو آپ نے اسی روز پانچ ہزار درہم معلم کی خدمت میں پیش کئے۔ اور جس روز انہوں نے سورۃ فاتحہ ختم کی اس روز بھی پانچ ہزار دراہم ان کی نذر کئے اور بڑی لجاجت اور معذرت کے ساتھ معلم سے کہا:

واللہ لو کان عندی اکثر من ذلک فعناہ تعظیماً للقرآن

خدا کی قسم! اگر اس سے زیادہ دولت میرے پاس ہوتی تو قرآن کے احترام میں وہ بھی پیش خدمت کر دیتا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی علمی خدمات

برصغیر پاک وہند میں دین کی اشاعت کے لئے بہت کام کیا گیا۔ قرآن کے ترجمے کئے گئے۔ تفاسیر لکھی گئیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اصول تفسیر کی کتاب الفوز الکبیر تصنیف فرمائی۔ ان کے بیٹے شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کا اردو زبان میں الہامی ترجمہ کیا۔ مثال کے طور پر ایک آیت ہے...... لفروجھم حافظون...... دوسرے مفسرین حضرات نے لکھا حفاظت کرتے ہیں اپنی شرمگاہوں کی۔ اور شاہ عبدالقادر نے اس کا ترجمہ لکھا جو تھامتے ہیں اپنی شرمگاہوں کو۔ اب دونوں میں فرق دیکھئے۔

شرمگاہ کی حفاظت کرنا اور چیز ہے اور شرمگاہ کو تھامنا اور چیز ہے۔ یعنی جب جذبات

ابھرتے ہیں تو حفاظت کا لفظ صحیح مفہوم ادا نہیں کرتا بلکہ وہاں اپنے جذبات کو تھامنے کا لفظ کام دیتا ہے۔ ایک اور آیت میں فرمایا گیا...... اولٰمستم النّسآء...... دوسرے مصنفین نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ یا تم مس کرو عورتوں کو۔ مس کرنا قدرے مشکل لفظ ہے اور شاہ عبدالقادر نے ترجمہ کیا یا تم لگو عورتوں کو۔ اتنے آسان لفظوں میں ترجمہ کیا کہ مسئلہ خود بخود سمجھ میں آ گیا۔

شاہ ولی اللہ کے خاندان میں علم کا شوق

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالٰی کے فرزند ارجمند شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالٰی نے اردو میں قرآن پاک کی تفسیر لکھی۔ ایک مرتبہ مطالعہ کرتے ہوئے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالٰی نے پانی مانگا۔ شاہ ولی اللہ کو پتہ چلا تو فرمانے لگے کہ افسوس! آج علم ہمارے خاندان سے رخصت ہو گیا کہ میرے بیٹے نے مطالعہ کے وقت پانی مانگا۔ بیوی نے کہا حضرت! صبر تو کریں۔ اس نے پانی بھیجنے کے بجائے سرکہ ملا کر بھیج دیا۔ شاہ عبدالعزیز اتنے مشغول تھے اور پیاس کی شدت کی وجہ سے اضطرار اتنا تھا کہ سرکہ پی لیا اور پتہ ہی نہ چلا کہ میں سرکہ پی رہا ہوں یا پانی پی رہا ہوں۔

جب بیوی نے بتایا کہ اس کا تو یہ حال ہے تو فرمایا: الحمد للہ ہمارے خاندان میں ابھی علم باقی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ رب العزت نے ان حضرات کو باطنی نعمتیں عطا فرما دی تھیں۔ خود شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالٰی کو علم و ادب کی وجہ سے اتنا رعب حاصل تھا کہ مغلیہ خاندان کے شہزادوں کو منبر پر کھڑے ہو کر کہا:

مغلیہ خاندان والو! ولی اللہ کے سینے میں موتی رکھا ہے۔ اگر تمہارے خزانے میں اتنا قیمتی موتی ہے تو مجھے لا کر دکھاؤ۔ تم ساری دنیا کے خزانوں کو بھی اکٹھا کر لو تو مجھے وہ موتی لا کر نہیں دکھا سکتے۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالٰی نے بھی باکمال شاگرد تیار کیے۔ جیسے شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالٰی اور سید احمد شہید رحمۃ اللہ تعالٰی۔ آج بالاکوٹ ان کی عظمت کی گواہیاں دے رہا ہے۔

برصغیر میں انگریز کا ظلم وستم

۱۸۵۷ء میں جب انگریز نے ہندوستان پر قبضہ کیا تو اس نے مسلمانوں سے تخت وتاج چھین کر اپنے پنجے مضبوط کرنے کے لئے شکنجہ کس دیا۔ امراء سے زمینیں چھین لیں، مسلمانوں کو مال جاہ سے محروم کردیا۔ مادی وسائل پر قبضہ کرلیا تاکہ انہیں کمزور کیا جاسکے۔ ظلم کی حدیں توڑ دیں حتیٰ کہ پانچ پانچ منٹ میں پھانسی کے فیصلے دے دیتے تھے۔

اگر کسی مسلمان کی انگلی زخمی دیکھتے تو کہتے لگتا ہے تم نے کسی انگریز کو مارا ہوگا۔ چنانچہ اس کی بھی پھانسی کا فیصلہ کرلیا جاتا۔ انگریز بڑا چالاک دشمن تھا۔ اس نے دیکھا کہ مال تو میں نے لے لیا مگر جب تک اس قوم کے ایمانی جذبے کو ختم نہیں کروں گا تو یہ قوم متحد رہے گی۔ لہٰذا اس کو ختم کرنے کے لئے مدارس کو ختم کرنا ضروری ہے۔

اس دور میں مدارس وقف کی املاک سے چلا کرتے تھے۔ لہٰذا انگریز نے دوسرا حربہ یہ اختیار کیا کہ اس نے مدارس کی املاک کو سرکاری تحویل میں لے لیا۔ جب اقتصادی طور پر ہی گلا گھونٹ دیا گیا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چار ہزار مدارس بند ہوگئے۔

دسترخوان سے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو چن چن کر کھایا!

مشہور محدث ہدبہ بن خالد کو خلیفہ بغداد مامون رشید نے اپنے دسترخوان پر مدعو کیا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جب دسترخوان اٹھایا گیا تو طعام کے وہ ٹکڑے جو زمین پر گر گئے تھے محدث موصوف نے اٹھا اٹھا کر کھانا شروع کردیئے۔

مامون نے حیران ہوکر کہا کہ اے شیخ! کیا آپ ابھی آسودہ نہیں ہوئے؟ آپ نے فرمایا کہ کیوں نہیں! لیکن مجھ سے حماد بن سلمہ نے ایک حدیث بیان فرمائی ہے۔

قال سمعت عن انس بن مالک قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من التقط ماتحت مائدتہ امن الفقر

یعنی جو شخص دستر خوان کے نیچے گرے ہوئے ٹکڑوں کو چن چن کر کھائے گا وہ مفلسی وفاقہ کشی سے بے خوف ہو جائے گا۔

میں اسی حدیث پر عمل کر رہا ہوں۔ یہ سن کر مامون بے حد متاثر ہوا اور اپنے ایک خادم کی طرف اشارہ کیا تو اچانک ایک ہزار دینار رومال میں باند کر لایا۔ مامون نے اس کو ہدیہ بن خالد کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کر دیا۔ ہدبہ بن خالد نے فرمایا کہ یہ اسی حدیث پر عمل کی برکت ہے۔ (ثمرات الاوراق ج ۱ص ۸)

عالمگیر کی علم دوستی

مجھے ایک حکایت عالمگیر کی یاد آئی یہ حکایت کتابوں میں دیکھی ہوئی نہیں زبانی سنی ہوئی ہے کہ ایک روز انہوں نے جامعہ مسجد میں طالب علموں کو دیکھا کہ سخت پریشان پھرتے ہیں۔ کھانے پینے تک کا کوئی انتظام اور بندوبست نہیں۔ سمجھے کہ اس کا سبب امیروں کی بے توجہی اور لاپرواہی ہے۔ چاہا کہ اس کی کچھ اصلاح ہو۔ صاحب اس کا جواب نہ دے سکے۔ عالمگیر نے ذرا غضبناک نظر سے وزیر کی طرف دیکھا اور کہا:

تم کو توفیق نہیں ہوتی کہ نماز روزہ وغیرہ کے ضروری مسئلے یاد کرلو۔

یہ سن کر وزیر وغیرہ سب تھرا گئے۔ اور فوراً ہی مولویوں اور طالب علموں کی تلاش شروع ہوگئی اور روزانہ ان سے سیکھنے لگے اور اس طرح سے وہ سب اطمینان کی حالت میں ہو گئے۔ پھر تو یہ حالت تھی کہ طالب علم ڈھونڈھے نہ ملتے تھے۔ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ عالمگیر کو بارہ ہزار حدیثیں یاد تھیں۔

دیکھئے جب امیروں کو اس جماعت سے دلچسپی ہوئی گو اپنی ضرورت سے ہوئی تو اس کا اثر یہ ظاہر ہوا کہ مولویوں سے فائدہ اور نفع اٹھانے لگے۔ اگر آپ کو بھی رغبت ہوتی تو کم از کم ہفتہ میں ایک ہی دن کسی عالم سے مسئلے پوچھ لیا کرتے۔ اگر خود ان کو پاس بلا لیتے۔ کیونکہ آج وہ رئیس کہاں رہے جو خود پوچھنے کے لئے حاضر ہوں۔

دیدارِ الٰہی سے محروم شخص کون؟

امام راغب اصبہانی اپنی کتاب محاضرات الادباء میں بیان کرتے ہیں کہ میمون بن مہران عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس بیٹھے تھے۔ اتنے میں باہر سے آواز سنائی دی۔ حضرت عمر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دربان سے کہا: دیکھو دروازے پر کون ہے؟ جواب ملا کہ جس شخص نے ابھی ابھی اپنا اونٹ بٹھایا ہے اس کا دعویٰ ہے کہ وہ مؤذن رسول اللہ ﷺ کا بیٹا ہے۔ حکم ہوا کہ اسے اندر بلایا جائے۔ جب وہ اندر آئے تو فرمائش کی گئی کہ حدیثِ رسول بیان کریں۔

ابن بلال نے عرض کیا: مجھ سے میرے والد گرامی نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔

من ولی من امور الناس شیئا فاحتجب، حجبه الله یوم القیامة

جو شخص لوگوں کے کسی معاملے کا نگراں ہو اور وہ خود کو ان سے چھپالے تو اللہ تعالیٰ روز قیامت اس سے پردے میں ہو جائیں گے۔ یعنی ایسے شخص کو دیدارِ الٰہی نصیب نہ ہوگا۔

حضرت عمر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اپنے دربان سے فرمایا آج سے ہمیں تمہاری ضرورت نہیں ہے اپنے گھر چلے جاؤ۔ اس کے بعد ان کے دروازے پر کوئی دربان نہیں دیکھا گیا۔

دراصل حاکم کے دربان مقرر کر لینے سے بڑھ کر مملکت کو تباہ کرنے والی اور رعایا کو ہلاک کرنے والی کوئی دوسری شے نہیں۔ دربانوں کی موجودگی کے باعث رعایا پر حکمران اور حکومتی کارکنوں کا بے پناہ رعب طاری ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب رعایا کو حکمرانوں تک رسائی آسان ہونے کا یقین ہو جاتا ہے تو وہ ظلم سے رک جاتے ہیں۔

مگر جب ان کو یہ پتا چلتا ہے کہ ان تک عام لوگوں کی رسائی ناممکن ہے تو پھر وہ خوب ظلم کرتے ہیں۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ حاکم عام لوگوں سے دو اسباب کی بنا پر چھپتا ہے ایک تو اس کے ذاتی کردار کی کمزوری اور دوسرا بخل۔

امام صاحب کی ذہانت کی وجہ سے امانت واپس مل گئی

کوفہ کا ایک آدمی حج کو جانے لگا تو اس نے ایک شخص کے پاس امانت رکھی۔ جب وہ واپس آیا تو اپنی امانت طلب کی۔ اس امانت دار نے امانت لوٹانے کا انکار کر دیا اور قسمیں اٹھانے لگا۔ وہ آدمی امام ابوحنیفہ کے پاس مشورہ کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: کسی کو اس کے انکار کے بارے میں مت بتانا۔ وہ امانت دار امام صاحب کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا۔

علیحدگی میں ایک دن امام صاحب نے اسے کہا حکومت نے مجھ سے ایک ایسے آدمی کا مطالبہ کیا ہے جو قاضی بننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ کیا تم اس منصب کے لئے تیار ہو؟ اس آدمی نے تھوڑی سی ہچکچاہٹ کا اظہار کیا۔ امام صاحب اسے ترغیب دلاتے رہے۔ جب وہ واپس لوٹا تو اس کے دل میں عہدہ کی خواہش بیدار ہو چکی تھی۔

اس کے بعد صاحب امانت امام صاحب کے پاس آیا۔ امام صاحب نے کہا: اب اس شخص کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ میرا خیال ہے کہ آپ بھول گئے ہیں۔ میں نے فلاں وقت ایک امانت آپ کے پاس رکھی تھی۔ اس کی علامات یہ ہیں۔ وہ آدمی گیا اور ایسے ہی کہا۔ اس نے امانت واپس لوٹا دی۔

جب وہ امانت دار شخص واپس آیا تو امام صاحب نے اسے کہا: میں نے تمہارے بارے میں غور وفکر کیا ہے اور میرا خیال ہے کہ میں تمہارا نام پیش کر دوں۔ اگر تم سے بہتر کوئی شخص نظر آ گیا تو ٹھیک ہے ورنہ تمہارا نام پیش کر دوں گا۔ اس بے ایمان شخص نے امانت اس لالچ میں واپس کی کہ کہیں مال رکھوانے والا شخص امام صاحب سے میری شکایت نہ کر دے۔ اور میں تھوڑے سے پیسوں کو چکر میں قاضی بننے سے رہ جاؤں۔

محدث کے جنازے میں غیبی لوگوں کی آمد

محدث ابن عساکر ناقل ہیں حمص کے ایک شیخ کا بیان ہے کہ میں یہ خیال کر رہا تھا کہ صبح

ہوگئی۔ مسجد میں چلا گیا لیکن وہاں پہنچ کر مجھے پتا چلا کہ ابھی کافی رات باقی ہے جب میں قبہ کے نیچے پہنچا تو میں نے مسجد کے فرش پر کچھ سواروں کو دیکھا کہ ایک دوسرے سے ملاقات اور گفتگو کررہے ہیں۔ دوران گفتگو میں نے لوگوں سے پوچھا کہ تم لوگ کہاں آرہے ہو؟

تو کچھ سواروں نے جواب دیا کہ کیا تم لوگ ہمارے ساتھ نہیں تھے؟ کیا تمہیں خبر نہیں؟ کہ خالد بن معدان محدث کا وصال ہوگیا اور ہم لوگ ان کے جنازہ سے آرہے ہیں۔ تو ان لوگوں نے کہا کہ افسوس! کیا خالد بن معدان محدث کا وصال ہوگیا اور ہم لوگ ان کے جنازہ سے آرہے ہیں۔ تو ان لوگوں نے کہا کہ افسوس! کیا خالد بن معدان وفات پاگئے۔ ہم لوگوں کو تو اس کی اطلاع ہی نہیں ملی۔

شیخ حمص کہتے ہیں کہ میں ان سواروں کی گفتگو سنتا رہا۔ یہاں تک کہ صبح کو میں نے یہ سارا ماجرا اپنے ساتھیوں سے بیان کیا تو لوگ سن کر حیران رہ گئے۔ اور ہر ایک کو حضرت خالد بن معدان کی وفات کی خبر سے انتہائی حیرت تھی۔ کیوں کہ سارے شہر میں کوئی نہیں مانتا تھا۔ لیکن جب دوپہر کو شاہی ڈاک آئی تو حکومت کی طرف سے یہ اعلان ہونے لگا کہ خالد بن معدان محدث کا وصال ہوگیا۔ (شرح الصدور ص ۹۰)

ابوحنیفہ سایہ چھوڑ کر دھوپ میں کیوں بیٹھے؟

اسمٰعیل بغدادی کہتے ہیں کہ کسی نے یزید ابن ہارون سے دریافت کیا کہ آدمی کو فتویٰ دینا کب جائز ہے؟ فرمایا: جب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا احتیاط اختیار کرے۔ سائل نے کہا حضرت آپ یہی کہتے ہیں فرمایا: ہاں میں اس سے بھی زیادہ کہوں گا۔ ہاں میں نے ان سے زیادہ فقیہ اور ورع (زیادہ پرہیزگار) نہیں دیکھا۔ ایک روز امام صاحب کسی شخص کے دروازے کے سامنے دھوپ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا اگر آپ دھوپ چھوڑ کر اس گھر کے سایہ میں بیٹھ جاتے تو بہتر ہوتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ کو قسم دے کر دریافت کیا کہ سایہ چھوڑ کر دھوپ میں بیٹھنے کا سبب کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:

اس صاحبِ مکان پر میرا کچھ قرض ہے۔ میں اپنے مقروض کے گھر کے سایہ کے استعمال کو اس وجہ سے مکروہ سمجھتا ہوں کہ کہیں وہ ناجائز نفع اور سود میں نہ آجائے۔ کیونکہ حدیث کا مضمون ہے جس قرض سے کوئی نفع حاصل ہو وہ سود ہے۔

کہاں گئے حق کہنے والے علماء؟

خلیفہ بغداد منصور کے دورِ حکومت میں قاضی سوار بن عبد اللہ بصرہ کے قاضی تھے۔ کچھ لوگوں نے دربار خلافت میں چغلی کھائی کہ قاضی صاحب لوگوں کی شخصیت سے متاثر ہو کر اور منہ دیکھ کر فیصلہ دیا کرتے ہیں۔ خلیفہ منصور نے آپ کو دربار خلافت میں جواب دہی کے لئے طلب کیا۔ قاضی صاحب جیسے ہی دربار میں منصور کے سامنے کھڑے ہوئے منصور کو ایک دم چھینک آگئی۔ قاضی صاحب نے منصور کی چھینک پر یرحمک اللہ نہیں کہا۔

منصور نے ڈانٹ کر پوچھا کہ آپ نے میری چھینک پر یرحمک اللہ کیوں نہیں کہا؟ قاضی صاحب نے برجستہ جواب دیا اس لئے کہ آپ نے الحمد للہ نہیں کہا۔ منصور نے کہا میں نے دل میں الحمد للہ کہہ لیا تھا۔ قاضی صاحب نے کہا میں نے دل میں یرحمک اللہ کہہ دیا تھا۔

خلیفہ منصور قاضی سوار کی بے خوفی اور حاضر جوابی سے بے حد متاثر ہوا۔ اور کہا کہ آپ جائیے اور اپنے عہدہ پر برقرار رہیے۔ جب آپ مجھ سے مرعوب نہیں ہوئے اور میری ہاں میں ہاں نہیں ملائی تو پھر مجھے یقین ہے کہ آپ کسی کی شخصیت سے مرعوب نہیں ہو سکتے۔ اور ہرگز ہرگز کسی کا منہ دیکھ کر یا کسی کے دباؤ سے غلط فیصلہ نہیں کر سکتے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۸۵)

احادیث کا مطالعہ گویا آپ ﷺ کا وعظ سننے کی مانند ہے

نعیم بن حماد رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ (علاوہ اوقات نماز و درس کے) گوشہ خلوت میں زیادہ رہتے تھے۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ اپنے گھر میں تنہا رہتے

ہیں۔ اس سے آپ کی طبیعت نہیں گھبراتی۔ فرمایا کہ میری طبیعت گوشہ تنہائی میں کیوں گھبرائے؟ جبکہ مجھے وہاں آنحضرت ﷺ کی معیت معنوی حاصل ہوتی ہے۔ (یعنی میں وہاں احادیث کے مطالعے میں رہتا ہوں)......

شفیق بن ابراہیم کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ایک مرتبہ کہا گیا کہ آپ ہمارے ساتھ نماز پڑھنے کے بعد (کچھ دیر) ہمارے پاس کیوں نہیں بیٹھتے؟ اس کا انہوں نے یہ جواب دیا کہ میں یہاں سے جا کر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں بیٹھتا ہوں۔

لوگوں نے دریافت کیا کہ اب یہاں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ کہاں ہیں؟ اس پر ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جو احادیث ہیں اور جن کو میں دیکھتا رہتا ہوں ان میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وتابعین کے آثار واعمال ہیں۔ اسی لحاظ سے میں ان کی ہم نشینی کا لطف اٹھاتا ہوں۔ میں تمہارے پاس بیٹھ کر کیا کروں تم خواہ مخواہ میرے سامنے لوگوں کی غیبت کرو گے۔

(مقدمہ کتاب الزہد والرقاق)

لاکھوں کے مجمع میں درس دینے والا شخص

احمد بن جعفر ناقل ہیں کہ جب ابو مسلم بصری محدث بغداد میں تشریف لائے اور رحبہ غسان کے وسیع میدان میں انہوں نے حدیث کا درس شروع کیا تو ان کے درس میں حاضرین کی کثرت کا یہ حال تھا کہ سات مستملی کھڑے ہوتے۔ جن میں سے ہر ایک دوسرے کو شیخ کی آواز پہنچاتا تھا۔ اور لوگ کھڑے کھڑے حدیثیں لکھنے میں مصروف رہتے تھے۔

آدمیوں کی تعداد کا اندازہ لگانے کے لئے اس میدان کی پیمائش کی گئی اور دواتیں گنی گئیں تو کچھ اوپر چالیس ہزار ہوئی۔ جو لوگ نہیں لکھتے تھے صرف حدیثیں سن رہے ہوتے تھے وہ اس گنتی سے الگ ہیں۔ سن ۲۹۲ھ میں تقریباً سو برس کی عمر پا کر وصال فرمایا۔ اور لوگوں نے ان کے جنازہ کو بغداد سے بصرہ لا کر دفن کیا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص۱۷۷)

قوت حافظہ کی ایک عجیب مثال

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں ایک حدیث شریف محدث اسماعیل بن امیہ کے حوالے سے زکر کی ہے۔ انہوں نے یہ حدیث ایک اعرابی سے سنی تھی۔ امام ابوداؤد اس اعرابی کے بارے میں محدث اسماعیل کا قول نقل کرتے ہیں۔

قال اسماعیل ذھبت اعید علي الرجل الاعرابی وانظر لعله فقال یاابن اخی اتظن انی لم احفظه لقد حججت ستین حجة ما منھا حجة الاوانا اعرف

اسماعیل بن امیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کچھ روز گزرنے کے بعد اس اعرابی کا امتحان لینے کی غرض سے کہ دیکھوں کہ اس کو یہ حدیث یاد بھی ہے یا نہیں میں نے دوبارہ اس سے یہ حدیث سننی چاہی وہ اعرابی سمجھ گیا کہ یہ میرا امتحان لے رہا ہے تو اس نے کہا بھتیجے کیا تیرا خیال ہے کہ میں اس حدیث کو بھول گیا ہوں گا۔ دیکھ اب تک میں اپنی عمر میں ساٹھ حج کر چکا ہوں۔ ہر سال جس اونٹ پر حج کیا ہے اس کو دیکھ کر پہچان لوں گا کہ اس پر میں نے فلاں سنہ میں حج کیا تھا اور اس دوسرے پر فلاں سنہ میں اور اس تیسرے پر فلاں سنہ میں......الخ

امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی حق گوئی

امام الشام شیخ الاسلام حضرت عبدالرحمٰن بن عمر اوزاعی (م ۱۵۷ھ) اپنے زمانہ کے بہت بڑے محدث اور فقیہ ہوئے ہیں۔ تمام صحاح ستہ میں آپ کی روایات موجود ہیں۔ محدث عبد اللہ بن داؤد الخریبی فرماتے ہیں کہ امام اوزاعی اپنے زمانہ کے سب سے افضل انسان تھے۔ اور بار خلافت اٹھانے کی صلاحیت رکھتے تھے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ کی حق گوئی کا واقعہ درج فرمایا ہے جو سنہری حرفوں میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں۔ محدث فریابی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ، امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ اور عباد بن کثیر

مکہ مکرمہ میں اکٹھے ہوئے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابو عمرو (امام اوزاعی کی کنیت ہے) ہمیں وہ گفتگو تو سنائیے جو آپ کی عباسی خلیفہ سفاح کے چچا عبداللہ بن علی کے ساتھ ہوئی تھی۔ (عبد اللہ بن علی بنوامیہ کا دشمن اور نہایت ظالم و بے رحم انسان تھا۔ اس کے ظلم کا ایک واقعہ مولانا اکبر شاہ خان نے ذکر کیا ہے اسے پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

عبداللہ بن علی جب دنوں فلسطین کی طرف تھا وہاں نہر ابی فطرس کے کنارے دستر خوان پر بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ اور اسی نوے بنوامیہ اس کے ساتھ کھانے میں شریک تھے۔ اسی اثنا میں شبل بن عبداللہ آ گیا۔ اس نے فوراً اپنے اشعار پڑھنے شروع کیے۔ جن میں بنوامیہ کی مذمت اور امام ابراہیم کے قید ہونے کا ذکر کر کے بنوامیہ کے قتل کی ترغیب دی گئی تھی۔

عبداللہ بن علی عبداللہ سفاح کے چچا نے اسی وقت حکم دیا کہ ان سب کو قتل کر دو اور اس کے خادموں نے فوراً قتل کرنا شروع کر دیا۔ ان میں بہت سے ایسے تھے جو بالکل مر گئے تھے۔ بعض ایسے بھی تھی کہ وہ زخمی ہو کر گر پڑے تھے مگر ان میں ابھی دم باقی تھا۔

عبداللہ بن علی نے ان سب مقتولوں اور زخمیوں کی لاشوں کو برابر لٹا کر...... ان کے اوپر دستر خوان بچھوایا...... اس دستر خوان پر کھانا چنا گیا...... اور عبداللہ بن علی معہ ہمراہیوں کے...... اس دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھانے میں مصروف ہوا......

یہ لوگ کھانا کھا رہے تھے...... اور ان کے نیچے وہ زخمی جو ابھی مرے نہیں تھے...... کراہ رہے تھے...... حتیٰ کہ یہ کھانا کھا چکے...... اور وہ سب کے سب مر گئے۔

(تاریخ اسلام نجیب آبادی ج ۲ ص ۲۲۷)

امام اوزاعی نے فرمایا: جب عباسی خلیفہ سفاح کا چچا عبداللہ بن علی شام داخل ہوا...... اور بنوامیہ کو چن چن کر مروا چکا...... تو ایک دن اس نے اس طرح دربار سجانے کا حکم دیا:

پہلی صف ایسے جوانوں کی آراستہ کی جائے...... جن کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں ہوں......

دوسری صف ان کی ہو...... جن کے ہاتھ میں بلم (بھالے) ہوں......

تیسری صف میں وہ سپاہی ہوں...... جن کے ہاتھ میں گرز ہوں......

اور چوتھی صف میں وہ کھڑے کیئے جائیں...... جن کے ساتھ کافر کوب ہوں......
جب حکم کے مطابق دربار سج چکا تو ایک پیادہ بھیج کر اس نے مجھ کو بلوایا...... میں بارگاہ کے دروازہ پر پہنچا تو سواری سے اتار لیا گیا...... اور دائیں بائیں سے دو سپاہی میرے دونوں بازو تھام کر...... صفوں کے بیچ میں لے چلے...... جب اتنے قریب پہنچ گئے...... جہاں سے عبد اللہ میری بات سن سکے...... تو وہاں مجھے کھڑا کر دیا۔

(اس کے بعد عبد اللہ اور میرے درمیان حسب ذیل گفتگو ہوئی)

عبد اللہ: تم عبد الرحمٰن بن عمرو اوزاعی ہو؟

اوزاعی: ہاں، خدا امیر کی اصلاح فرمائے۔

عبد اللہ: بنی امیہ کے قتل کے باب میں تمہارا کیا خیال ہے؟

اوزاعی: آپ سے اور ان سے کچھ معاہدے تھے جن کی پابندی اور عہد کا ایفاء ان پر لازم تھا۔

عبد اللہ: اجی صاحب! اس کو چھوڑیئے۔ فرض کیجئے کہ ہمارے ان کے کوئی معاہدے اور ہم سے ان کا کوئی عہد و پیمان نہ رہا ہو۔

اوزاعی نے دیکھا کہ...... اب صاف صاف جواب کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے...... اور یہ بھی یقینی ہے کہ...... صاف جواب دینے کے بعد جان بچنا بھی ناممکن ہے...... مرنے کو کس کا دل چاہتا ہے...... مگر میں نے سوچا کہ اللہ کے حضور میں ایک دن کھڑا ہونا ہے...... اس لئے میں نے نڈر ہو کر کہا:

......اس صورت میں ان کا قتل آپ پر حرام تھا......

یہ سنتے ہی وہ آگ بگولا ہو گیا...... گردن کی رگیں پھول گئیں...... اور سرخ سرخ آنکھیں نکال کر بولا...... یہ تم نے کیسے کہا اور کیوں کہا؟ اوزاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان کا خون تین ہی صورتوں میں روا ہو سکتا ہے، شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرے، یا کسی کو قتل کر دے یا مرتد ہو جائے۔

اور بنو امیہ جن کو تم نے قتل کرایا ہے ان میں سے کسی جرم کے مرتکب نہ تھے۔

عبد اللہ: اجی کیا دیانۃً حکومت و خلافت ہمارا (ہاشمیوں) کا ہی حق نہیں ہے؟

اوزاعی: وہ کیسے؟

عبداللہ: کیا آنحضرت ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ (ہاشمی) کو اپنا وصی نہیں بنا گئے تھے۔

اوزاعی: اگر وصی بنا گئے ہوتے تو علی صفین کے موقع پر دو شخصوں کو حکم مان کر یہ نہ کہتے کہ تم جس کو حاکم وخلیفہ مقرر کردو مجھے قبول ومنظور ہے۔

یہ سن کر عبداللہ بالکل خاموش ہو گیا...... اس کے غصہ کا پارہ آخری ڈگری پر پہنچ چکا تھا...... اور مجھے یہ لگ رہا تھا کہ...... اب میرا سر میرے سامنے گرا چاہتا ہے...... کہ اتنے میں عبداللہ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ...... اس کو دربار سے نکالو...... میں دربار سے نکل آیا...... لیکن ابھی تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ...... دیکھا ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا...... میرے پاس چلا آرہا ہے میں سمجھا کہ میرا سر قلم کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے...... اس لئے جلدی سے اپنی سواری سے اترا کہ ...... دو رکعت نماز پڑھ لوں...... اور اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ لی۔ ابھی نماز ہی میں تھا کہ سوار آپہنچا۔ جب میں فارغ ہوا تو اس نے سلام کیا اور کہا کہ امیر نے یہ اشرفیاں آپ کے پاس بھجوائی ہیں۔ میں نے ان اشرفیوں کو گھر پہنچنے سے پیشتر ہی تقسیم کر کے ختم کر دیا۔

سال تک استاد کی خدمت

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنے استاذ...... امام ابو حنیفہ سے تلمذ اور شرف شاگردی حاصل کرنے پر فخر وناز تھا...... وہ ہمیشہ اپنے استاذ کا ذکر...... شاندار الفاظ کیساتھ کرتے تھے ...... بلکہ ان کے علوم کی نشر وتشریح ان کی زندگی کا مقصد تھا...... اور ان کے علم وکمال کی طرف لوگوں کو دعوت دیا کرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ...... ہر نماز کے بعد پہلے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے لئے دعائے مغفرت کرتے تھے...... پھر اپنے والدین کے لئے......

علامہ صیمری رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے کہ میرے سامنے...... ایک مرتبہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ...... میں نے نماز پڑھی ہو...... اور اپنے استاذ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے لئے دعا نہ کی ہو...... شاید اسی سعادتمندی کا نتیجہ تھا کہ...... اللہ تبارک

وتعالیٰ نے ان کے علم وتفقہ میں...... اس قدر برکت عطا فرمائی تھی۔

ایک مرتبہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ۲۹ سال تک حاضر باش رہا...... اس طرح کہ ہمیشہ فجر کی نماز انہی کے ساتھ پڑھی...... اور ایک روایت میں ان سے منقول ہے کہ...... نہ میں صبح کے وقت...... ان کا دامن چھوڑتا تھا نہ دوپہر کو...... بجز اس صورت کے کہ بیماری مجھ پر غالب آجائے...... ابو یوسف جو اپنی ذکاوت، ذہانت، بصیرت، فراست اور قوت حافظہ کے اعتبار سے اپنی مثال آپ تھے۔

اتنی طویل مدت میں اپنے استاذ کے مواہب وکمالات کا عکس جمیل بن گئے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا سارا علم اپنے ذہن اور دماغ میں جذب کرلیا اور مرتبہ اجتہاد پر فائز ہوگئے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ نے مشائخ سے استفادہ کیا اس کے باوجود آپ فرماتے ہیں۔

ماکان فی الدنیا مجلس احب الی من مجلس ابی حنیفہ فانی ماراء یت فقیہاً افقہ من ابی حنیفہ ولا قاضیاً خیراً من ابن ابی لیلیٰ

مجھے دنیا میں کوئی مجلس...... درس امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ اور ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی...... مجلس درس سے زیادہ محبوب نہیں ہے...... اس لئے کہ نہ تو میں نے...... امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ جیسا بہتر فقیہ دیکھا...... اور نہ ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ جیسا قاضی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ایک صحبت کے بدلے دس لاکھ روپیہ ہیچ ہے

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے انتقال کے بعد...... امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ بعض اوقات بڑی حسرت سے فرمایا کرتے تھے کہ...... کاش امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ایک

مولانا ارسلان بن اختر کی تالیفات